ریزہ گر
اسلم راہی ایم اے

وقت کی سرمئی آہٹوں اور روز و شب کی رواں غم کی عقوبت گاہوں میں سورج اپنے دہکتے شانوں پر کھلتے رازوں جیسے روشنی کے پیغامات اور نگاہوں کو حزیں کرتے منظروں کی تشکیل اٹھائے دکھ کے راستوں کے کسی مسافر کی طرح اپنی مسافت کا بیشتر حصہ طے کرنے کے بعد مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ وہ شاہراہ جو دریائے کاویری سے بل کھاتی ہوئی بالا پور خورد کی طرف جاتی تھی۔ معبدوں کے دھندلکوں کے پس منظر میں یادوں کے لپٹتے بادبانوں، دوریوں کے ابد خوابوں، سوالوں کی یخ بستہ خاموشیوں اور درد کی ہجر کہانیوں کی طرح سنسان اور ویران پڑی ہوئی تھی۔ اس سمے بے جیت آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے وہموں کی سیاہی کی طرح بھاگتے ہوئے شاید پانی کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

ایسے میں ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نمودار ہوا اس کا رخ دریائے کاویری سے بالا پور خورد کی طرف تھا۔

کچھ دور آگے جا کر اس سوار کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اس نے دیکھا اس کے سامنے تھوڑا سا آگے ایک کاروان جس میں سامان سے لدے ہوئے اونٹ اور کافی گھوڑ سوار تھے وہ اس شاہراہ پر بالا پور خورد کی طرف رواں دواں تھا۔

اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے اس سوار نے اپنے گھوڑے کو دو تین بار انگیخت کر دینے والی مہمیز لگائی اس پر گھوڑا سائیں سائیں سانسوں کی آوازوں کے ساتھ اپنی رفتار تیز کر چکا تھا پھر جلد ہی اس سوار نے اپنے سامنے اور اپنے آگے جانے والے اس کاروان کو جالیا۔

اس کاروان کے قریب جا کر اس سوار نے زور زور سے پکارنا شروع کیا۔

''قافلے والو! رکو میں اجنبی ہوں میں مسلمانوں کے حکمران حیدر علی سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔''

وہ سوار ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا جب وہ اپنے سامنے جانے والے قافلے کے پشتی حصے کے پاس گیا تھا تب ایک مسلح جوان اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے شخص تو کون ہے اور تو کیوں امیر حیدر علی سے ملنے کا خواہش مند ہے۔''

اس پر وہ بوڑھا سوار اس لشکری کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میں بدنور کی طرف سے آیا ہوں نام میرا دیول داس ہے پہلے یہ بتاؤ یہ قافلہ کس کا ہے اور کس جانب رواں دواں ہے۔“

اس لشکری کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”یہ قافلہ امیر حیدر علی کا ہی ہے اور جو مسلح دستے رواں دواں ہیں یہ سرنگا پٹم سے آ رہے ہیں اور امیر حیدر علی کے لشکر کے لیے رسد کا سامان لے کے جا رہے ہیں اس کاروان میں سلطان حیدر علی کا ایک سب سے اہم اور ہر دل عزیز سالار غازی خان کاروان کی راہنمائی کر رہا ہے سن اجنبی ہمارا رخ بالا پور خورد کی طرف ہے۔ اس وقت حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہے اس لیے کہ وہ عنقریب اپنی کسی نئی مہم کی ابتدا کرنے والا ہے۔“

بوڑھے دیول داس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”غازی خان کا نام میں نے سن رکھا ہے بہت جانا پہچانا مشہور و معروف نام ہے اور یہ یقیناً سلطان کے عمدا اور بہترین سالاروں میں سے ہی ایک ہو گا کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم مجھے غازی خان سے ملا دو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس سے کہوں گا میرے خیال میں وہ میری التجا میری نالش کو حیدر علی تک پہنچا دے گا اس طرح میں سمجھتا ہوں میرا کام آسان ہو جائے گا۔“

اس لشکری کے چہرے پر پھر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تو پھر کہنے لگا۔

”تم میرے ساتھ آؤ ہمارا سالار غازی خان اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کے ساتھ کاروان کے آگے جا رہا ہے چلو میں تمہیں اس کے پاس لے کر چلتا ہوں۔“

اس پر بوڑھا رضا مند ہو گیا دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے ان کی رفتار تیز کی پھر وہ لشکر کے اگلے حصے میں آئے اور کاروان کا وہ لشکری بوڑھے دیول داس کو کاروان کے سالار غازی خان کے پاس لے آیا۔

اس لشکری نے غازی خان سے دیول داس کا تعارف کرایا دیول داس نے ایک گہری نگاہ غازی خان پر ڈالی دیول داس کو یوں لگا جیسے وہ کوئی انتہا درجہ کا مافوق الفطرت انسان ہو اس کی آنکھیں اور اس کے اندر جوش مارتی قہر مانیاں دیکھتے ہوئے دیول داس کو یوں محسوس ہوا جیسے عمر کے ویران راستوں اور محرومیوں کی وادیوں میں روح کو جھلسا دینے والے نا آسودگی کے گرم موسم اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اس کے چہرے کی کیفیت ایسی تھی جیسے سنگ دل اور ناموافق موسموں میں بے روگ سے محشر اور فنا کر دینے والے آتش فشاں اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔

گھوڑے پر بیٹھے ہونے کے باوجود دیول داس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ خوب قد کاٹھ کا آدمی تھا اس کے علاوہ وہ رگ رگ میں تلاطم برپا کرتی کھولتی موجوں کے تندریلوں جیسا مضبوط اور زمانے کی دوریوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر ہر شے کے حریم ذات میں ہلچل برپا کر دینے والے کڑے وقت ہمزاد جیسا جفا کش لگتا تھا۔

ایک بار دیول داس نے غور سے اس کی آنکھوں میں جھانکا وہاں دہکتی شعلہ بار آتش دیکھی جا سکتی تھی دیول داس کو یوں لگا جیسے قدرت نے اس نوجوان کو زمین کا کمر بند پکڑ کر ہلا دینے والے آسمان پر کمند ڈالنے کوہستانوں کا جگر شک کرنے دریاؤں کا رخ موڑنے تپتے صحراؤں کو ذرے ذرے اور کھولتے بحر کو قطرے قطرے میں تبدیل کر دینے کے لئے پیدا کیا ہو۔

دیول داس کو یوں لگا جیسے ابھی وہ نوجوان اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے جائے گا یا اپنے ترکش سے تیر نکالے گا اسے کمان پر جمائے گا اور پھر اپنے دفاع کے سارے منصوبوں کی تکمیل کے لئے وہ ہر شے کو نقش بر آب اور گزرے عرصہ خواب کی طرح معدوم کر کے رکھ دے گا۔

اس موقع پر غازی خان کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔

”اجنبی تم میری طرف ایسے دیکھ رہے ہو جیسے میں کوئی مجرم ہوں اور مجھ سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔“

اس پر دیول داس چونک اٹھا اپنے سر کو جھٹکا دیا کہنے لگا۔ ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں دراصل آپ کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے میں کھو سا گیا تھا۔“

اس پر غازی خان مسکراتے ہوئے پھر کہنے لگا۔

”دیول داس یہ تو کہو کہ تم کیوں حیدر علی سے ملنا چاہتے ہو تم نے بتایا کہ تم بدنور سے آئے ہو کیا تم ہمارے سلطان کے لئے کوئی پیغام رکھتے ہو۔“

غازی خان اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ دیول داس بول اٹھا۔

”نہ میں کوئی پیغام لے کر آیا ہوں نہ ہی میں کوئی خیر سگالی رکھنے والا قاصد ہوں میں تو بدنور سے حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آیا ہوں اور یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بدنور کے لوگوں کو بدنور کی رانی کے مظالم اور ستم آرائیوں سے نجات دلائی جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس رکا پھر کہنے لگا۔

”میں حیدر علی کے سامنے دو طرح کی نالش پیش کرنا چاہتا ہوں پہلی نالش رانی سے متعلق ہے جس نے بدنور کی خوبصورت زمین کو داغ دار بنا رکھا ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد دیول

داس رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''غازی خان میرے محترم بدنور بالا گھاٹ کے علاقوں میں سب سے زیادہ سرسبز شاداب علاقہ خیال کیا جاتا ہے جسے قدرت کے فیاض ہاتھوں نے جی کھول کر رونق او لطافت بخشی ہے۔ ہر طرف جنت کے نظارے جھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے ک بدنور کی نزہت و لطافت اور خوش منظری کے سامنے بڑے بڑے علاقے ماند پڑ جاتے ہیں وہاں آٹھ ماہ تک لگاتار معتدل بارش ہوتی ہے کہ نباتات وحیوانات ہمیشہ تروتازہ اور تنومن رہتے ہیں۔ وہاں کے جنگلوں اور باغوں میں ناریل اور سیاہ مرچ کے درختوں کی بہتات ہے ان کے علاوہ ہر طرح کی پھل پھلواری اور صندل کے درختوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ اس گل ر خطہ ارضی میں دریاؤں تالابوں اور چشموں کا جال بچھا ہوا ہے اور لطف یہ کہ بدنور کی یہ ساری رونق وہاں کی حسین اور خوبصورت عورتوں کے بے حجاب جلووں سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ ج اس جنت ارضی میں حوروں کی طرح دل فریبی اور عشوہ ترازی میں مصروف نظر آتی ہیں۔ بدنو کی تقریباً ساری رعایا خوش حال اور متمول ہے لیکن سرکار دربار کے معاملات کچھ ایسے ناگفتہ ہیں کہ ہر شخص اپنے حکام سے تنگ اور کسی دلیر مرد عادل کا منتظر ہے جو ان وحشیوں سے انہیں نجات دلا سکے جنہوں نے قدرت کے ہاتھوں بنائی اس جنت کو اپنے ظلم و جبر سے جہنم زار بنا رکھا ہے۔ میرے عزیز بدنور کی رانی ایک پست فطرت عورت ہے اور وہاں کے سیاہ و سفید کی مالک ہے وہ مردانہ لباس پہن کر تخت رانی کرتی ہے عیش و عشرت کی بساط بچھائے رہتی ہے یہ علاقہ پہلے صوبہ سرا کے حکام کے تحت تھا لیکن اب وہاں کی رانی باغی اور خود مختار ہو چکی ہے اور سالانہ کا خراج ادا کرنے میں بالکل ہی انکاری ہو چکی ہے۔ اور باوجود صاحب اولاد ہونے کے غلام کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مشغول رہتی ہے۔ ان عیاشیوں اور رنگ رلیوں کی وجہ سے اس سرسبزی اور زرخیزی کی بات باوجود پوری قلمرو اندھے کی آنکھ کی طرح بے رونق اور بے نور ہو گئی ہے۔ وہاں کے رہنے والوں کے دل اس بدکار کے ظلم و ستم سے چھلنی چھلنی ہیں ہر گلی و کوچہ رعیت کی آہ و فغاں سے ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ اوباشوں چورا چکوں کی بن آئی ہے اور ان کے ہاتھوں لوگوں کے جان مال عزت و آبرو محفوظ نہیں ہیں غیرت مند لوگ ایک عورت کی عتاب سے شرم سار ہو کر خانہ نشیں ہو چکے ہیں۔ مردوں کا یہ حال ہے اور جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو کچھ نہ پوچھیں بدکار رانی کی پشت پناہی کی وجہ سے وہ ایسی شوخ و بے حیا ہو چکی ہیں کہ اعلانیہ چوراہوں، راستوں اور بازاروں میں عیاش مردوں کے ساتھ بے حیائی کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور مردوں کی مجال نہیں کہ اپنی رانی کے ڈر اور خوف

سے ان عورتوں کو بے حیائی سے روک سکیں۔ میرے عزیز عورت کم عقل ہوتی ہے اور اگر وہ سردار اور حاکم بن جائے تو پھر تو مخلوقِ خدا کی شامت ہی آ جاتی ہے اور پھر بدنور جیسا خوش منظر ملک ایسی بدکاری اور بد سرشت عورت کے تو کسی حال شایانِ شان نہیں ہے وہاں کے حکام میں سے جب کوئی بھی ملکہ کو اتار کر خود حکومت کا کاروبار اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتا ہے تو ناکام رہتا ہے میں حیدر علی سے یہی التجا کرنے کے لیے آیا ہوں کہ بدنور پر حملہ آور ہوا جائے رانی کو تخت و تاج سے ہٹا کر حیدر علی اس کی سرزمینوں کو اپنی عمل داری میں شامل کریں۔''

دیول داس جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے غازی خان کہہ رہا تھا۔

''تم کہہ رہے تھے کہ تم دو طرح کی نالش لے کر حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہو ابھی تم نے ایک ہی طرح کی شکایت کی ہے۔ تمہاری دوسری نالش کیا ہوگی۔''

اس پر دیول داس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اپنے ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''میری دوسری نالش بدنور کی ملکہ کی چھوٹی بہن کو بچانے کی ہے اس کا نام گرونتی ہے میں اور میری بیوی دونوں اس کے خدمت گار ہیں اور ہم سے بہتر اس لڑکی کو کوئی نہیں جانتا۔'' اس موقع پر بڑے غور سے غازی خان نے دیول داس کی طرف پھر کہنے لگا۔

''بدنور کی رانی کی چھوٹی بہن گرونتی کو ملکہ سے کیا خطرہ اور کیا خدشہ ہے؟''

اس پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں دیول داس کہنے لگا۔

''گرونتی کا حسن اس کا جمال ہی بدنور کی رانی کے غصے اور غضب ناکی کی وجہ ہے دراصل گرونتی اپنی بہن بدنور کی رانی سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے اور بدنور کی رانی اپنے سے زیادہ کسی خوبصورت لڑکی کو برداشت نہیں کرتی اگر کوئی لڑکی ایسی مل بھی جاتی ہے تو وہ اسے اپنے فحاشی کے راستے پر لانے کی کوشش کرتی ہے اور اس کی زندگی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے ایسا ہی اس نے گرونتی کے ساتھ بھی کرنا چاہا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس جب رکا تب غازی خان نے پھر پوچھ لیا۔

''کیا گرونتی بہت خوبصورت ہے؟''

دیول داس کے چہرے پر پھر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''صاحب کیا پوچھتے ہیں وہ قرصِ مہتاب تیز رو برق گام موج رنگ حرف فسوں فسا ناشناس ہے گرونتی اپنی ذات میں ان لکھا لفظ ان دیکھا خواب بند صحیفہ کا کرنوں کا الہام ا گلابوں کی تازہ مہک ہے۔ وہ گل خواب لمحوں وجدان کے گم گشتہ گوہر، ان گنت زمزموں بکھرے رنگوں کی دھنک جیسی خوبصورت مرمری خوابوں میں ملبوس نور کا جالی ملتی کرنوں شگر صبح کے تبسم جیسی حسین، حسین ماہتاب کی انوکھی خوشبو بے نظیر مہک اور بے عدیل شمیم و بار جیسی پرکشش ہے خوشبو کا جوالہ مکھی وہ لڑکی اپنی ذات میں حسن کے رنگوں کی عکاسی گلابوں ک تازہ مہلک کی ترجمان آئینہ در آئینہ رقص کرتے نایاب لال گلابی حروف کا فسوں ہے۔ میرے عزیز بدنور کی رانی اگر شفق کے رنگوں میں ڈھلی جوانی ہے تو اس کے مقابلے میں گرونتی جمال ک اچھوتی ان کہی داستان ہے بدنور کی رانی اگر پیکر جلال ہے تو اس کے مقابلے میں گرونتی جمال شیریں ہے۔ ملکہ بدنور اگر رنگوں کا روپ سروپ ہے تو گرونتی اس کے مقابلے میں خوشبو کی نرم سرگوشی ہونٹوں کی خوش رکن طراوت پھولوں کو جھل مل اور چاند تاروں کی کہکشاں سے بھی کہیں بڑھ کے ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے دیول داس رکا پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز گرونتی کا حسن اس کے لئے خطرہ بن گیا بدنور کی ملکہ نے اپنی بہن کے اس حسن کو داغدار کرنا چاہا اور اسے اس نے سونور کے افغان حاکم عبدالحکیم کے حوالے کرنے کا ارادہ کرلیا اس لئے کہ عبدالحکیم اس کا غائبانہ چاہنے والا بنا ہوا تھا پھر ملکہ کے کہنے پر سونور کے حاکم عبدالحکیم نے کچھ آدمی بھیجے اور ملکہ نے اپنی بہن گرونتی کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ گرونتی کو عبدالحکیم کے پاس پہنچا دیں مجھے اور میری بیوی کو بھی اس کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔ پھر بدنور میں کچھ غیرت مند لوگ ایسے تھے جو گرونتی کو پسند کرتے تھے وہ راستے میں عبدالحکیم کے مسلح جوانوں پر حملہ آور ہوئے اور میری بیوی اور گرونتی کو ان سے نجات دی اب گرونتی اور میری بیوی ایک محفوظ جگہ زندگی کے دن کاٹ رہی ہیں جبکہ میں کسی نہ کسی طرح چھپتے چھپاتے عبدالحکیم کے آدمیوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے ادھر آنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب میرے سامنے دو ہی نالش ہیں ایک یہ کہ بدنور پر حیدر علی حملہ آور ہو کر بدنور کو اپنی مملکت میں شامل کرے اور بدنور کے لوگوں کو اس بدکار ملکہ سے نجات دے۔ میری دوسری نالش یہ ہے کہ ایسا کرنے کے بعد گرونتی کو عبدالحکیم سے بچایا جائے اور اس لئے کہ جس بستی میں اس وقت گرونتی اور میری بیوی ہیں وہ سونور کی سرحد کے قریب ہے سونور اور بدنور کی سرحدیں چونکہ

ملتی جلتی ہیں لہٰذا عبدالحکیم ہر معاملے میں بدنور کی ملکہ کا معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔''

دیول داس جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے غازی خان پھر بول اٹھا۔

''تو یہ معاملہ ہے۔ گویا تم دونوں میاں بیوی گرونتی کے خاص خدمت گار ہو۔''

''صرف خدمت گار ہی نہیں یوں جانیں میں اور میری بیوی دونوں مغنی اور مغنیہ بھی ہیں اور گا کر گرونتی کا دل بھی بہلاتے ہیں گرونتی کو شروع دن سے ہی اپنی بیٹی کی طرح پالا ہے وہ ابھی نابالغ ہے لیکن اپنے حسن میں لاجواب ہے اس نے ایک شرط بھی باندھ رکھی ہے یوں جانیں محل کے لوگوں یا ہم دونوں میاں بیوی کے علاوہ کسی نے اس کا چہرہ دیکھا ہی نہیں ہوا وہ اپنا چہرہ ہمیشہ ڈھانپ کے باہر نکلتی ہے اس کا اعلان ہے کہ جس شخص کو یا جس جوان کو وہ اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند کرے گی اس کے سامنے ہی اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے گی۔''

غازی خان جواب میں کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے دیول داس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''دیول داس بدنور کی ملکہ کی بہن گرونتی نے آخر سونور کے حاکم اور اپنی بہن بدنور کی ملکہ سے بچنے کے لئے کہاں پناہ لے رکھی ہے؟''

اس موقع پر دیول داس نے عجیب سے انداز میں غازی خان کی طرف دیکھا جواب میں غازی خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کر سکتے ہو یہ راز راز ہی رہے گا اس لئے کہ اس میں کچھ لوگوں کی زندگیوں کا سوال ہے۔''

اس پر دیول داس کو کچھ حوصلہ ہوا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''محترم غازی خان جس وقت افغان حکمران عبدالحکیم خان کے آدمی مجھے میری بیوی اور گرونتی کو سونور کی طرف لے جا رہے تھے تو میں نے کہا راستے میں ان پر کچھ ایسے لوگ حملہ آور ہوئے جو گرونتی کے ہمدرد تھے حملہ آور ہونے کے بعد انہوں نے عبدالحکیم کے سارے آدمیوں کا خاتمہ کر دیا پھر وہ بھاگ گئے کہ عبدالحکیم کے آدمی جب جوابی کارروائی کریں گے تو ان میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔ بہر حال جاتے جاتے ہمیں وہ ایک بستی کا پتہ دے گئے جہاں ہم دونوں میاں بیوی اور گرونتی جا کر پناہ لے سکتے تھے اور جس جگہ انہوں نے عبدالحکیم کے آدمیوں کو قتل کیا تھا وہ بستی وہاں سے کافی دور تھی۔ لہٰذا رات کی تاریکی میں ہم نے تیزی سے سفر کیا اس بستی میں پہنچے اس بستی کا نام سندر ہے وہاں جن لوگوں نے حملہ آور ہو کر عبدالحکیم کے آدمیوں کا خاتمہ کیا ان میں سے کچھ کے جاننے والے تھے انہوں نے ہمیں پناہ دی اس وقت میری بیوی اور

گرونتی اس بستی کی ایک حویلی کے تہہ خانے میں زندگی بسر کر رہی ہیں میں بڑی مشکل سے چھپ چھپا کر وہاں سے نکل کر ادھر آیا ہوں مجھے چونکہ عبدالحکیم کے آدمیوں میں سے کوئی پہنچانتا نہیں اس لیے مجھ سے کسی نے نہ کوئی باز پرس کی نہ میری راہ روکنے کی کوشش کی بہر حال مجھے اتنا پتہ ہے کہ ان دنوں عبدالحکیم کے آدمی شکاری کتوں کی طرح گرونتی کو تلاش کر رہے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس جب خاموش ہو گیا تب غازی خاں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''محترم دیول داس جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے متعلق آخری فیصلہ کرنا میرے سلطان حیدر علی کا کام ہے دیکھو حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ بالا پور خورد کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے میں بھی سلطان کے ساتھ ہی تھا پھر میں سرنگا پٹم گیا ہوا تھا رسد کا سامان لے کر آ رہا ہوں بالا پور بھی یہاں سے قریب ہی ہے وہاں جا کے میں تمہارا معاملہ حیدر علی کے سامنے پیش کروں گا پھر وہ جو فیصلہ دے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔''

غازی خان کی اس گفتگو سے دیول داس مطمئن ہو گیا تھا اس کے بعد سفر خاموشی سے جاری رہا۔

حیدر علی بالا پور خورد کے نواح میں اپنے سالاروں میں سے مہا مرزا خان، بدر زمان، غلام علی، ابومرہ خان، ہیبت خان، اور چند چھوٹے سالاروں میں سے مثلاً اسمٰعیل خان، سردار خان، جہاں خان، حسین خان، وغیرہ کے ساتھ بیٹھا کسی عام موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ لشکر گاہ میں غازی خان کے آنے کی اطلاع دی گئی اس پر حیدر علی اپنے سارے سالاروں کے ساتھ اٹھا اور اس طرف گیا جہاں لشکر گاہ میں اپنے دستوں کے ساتھ غازی خان داخل ہو رہا تھا۔ یاد رہے کہ حیدر علی اپنے سالار اعلیٰ محمد علی کو اپنی غیر موجودگی میں سرنگا پٹم کی حفاظت پر چھوڑ کر آیا تھا۔

حیدر علی اور دوسرے سالاروں کو دیکھتے ہی غازی خان اپنے گھوڑے سے اتر گیا سب سے پہلے آگے بڑھ کر وہ حیدر علی سے بغل گیر ہوا پھر دوسرے سالاروں سے ملا اس موقع پر غازی خان نے دیول داس کو حیدر علی کے سامنے پیش کیا اور جو تفصیل دیول داس نے غازی خان سے کہی تھی وہ اس نے حیدر علی سے بھی کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل سن کر حیدر علی کوئی فیصلہ دینا ہی چاہتا تھا کہ اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! دکن کی طرف سے محترم بسالت جنگ کا ایک قاصد آیا ہے وہ فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

حیدر علی نے جب اسے لانے کے لئے کہا تب وہ قاصد آیا اسے مخاطب کر کے حیدر علی نے پوچھا۔

''کہو بسالت جنگ نے تمہیں کس غرض و غایت کے تحت میری طرف روانہ کیا ہے۔'' اس پر وہ قاصد گلا صاف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''محترم حیدر علی صوبہ سرا کے علاقے گتی کڑپا اور بسکوٹا کسی دور میں آصف جاہی سلطنت کے تحت تھے بعد میں مرہٹوں نے اس پر قبضہ کر لیا اب پچھلے ہی دنوں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں شکست کھانے کے باعث مرہٹوں کا سردار بالاجی رائے جو مر گیا ہے تو اس کی موت

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بسالت جنگ نے یہ علاقے واپس لینے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی ان علاقوں کا والی ان دنوں مرہٹوں کی طرف سے ایک شخص مرار راؤ ہے بسالت جنگ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مرار راؤ سے یہ علاقے چھین لیں لیکن انہیں ناکامی ہوئی ہے۔ بسالت جنگ کا تعلق آصف جاہی سلطنت سے تھا دراصل آصف جاہ اول جو سلطنت مغلیہ کی جانب سے دکن میں حاکم تھا اور حکومت دہلی کے زوال کے بعد اس نے خود مختاری کا اعلان کر کے دکن میں آصفیہ سلطنت کی بنیاد رکھ لی تھی جب یہ شخص وفات پا گیا تو اس کے بعد اس کے بیٹے ناصر جنگ اور مظفر جنگ دونوں بھائیوں میں تخت کے لئے لڑائیاں ہوتی رہیں ناصر جنگ نے انگریزوں کی مدد کی اور مظفر جنگ کی تائید میں فرانسیسی اٹھ کھڑے ہوئے آخر ناصر جنگ کو کامیابی ہوئی لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ ناصر جنگ کو مظفر جنگ نے کڑپا اور کرنول کے پاس ہلاک کر دیا لیکن مظفر جنگ بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور اس کے بعد سلابت جنگ تخت نشین ہوا۔ سلابت جنگ کے بعد اس کے دو بھائیوں میر نظام علی خان اور بسالت جنگ میں تخت آصف جاہی کے لئے کشمکش شروع ہوئی جس میں میر نظام علی کو کامیابی ہوئی اور وہ تخت نشین ہوا نظام علی خان کو آصف جاہ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ نظام علی نے بسالت جنگ کو ریاست آدھونی کا حاکم مقرر کر دیا۔ آدھونی سے ہی نکل کر بسالت جنگ نے مرہٹوں پر یلغار کرتے ہوئے ان سے وہ علاقے لینے کی کوشش کی جو کبھی ان کے اپنے تھے لیکن اس میں اسے چونکہ ناکامی ہوئی ہے لہٰذا اس نے آپ کی طرف پیغام بھجوایا ہے کہ آپ ان علاقوں پر حملہ آور ہو کر مرہٹوں سے یہ علاقے اگر فتح کر لیں تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔''

آنے والے اس قاصد کی ساری گفتگو سن کر حیدر علی خوش ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز تو فکر مند نہ ہو اچھا ہوا تو بسالت جنگ کی طرف سے ہمارے لیے یہ پیغام لے آیا اگر بسالت جنگ یہ پیغام نہ بھی بھجواتا تب بھی ان علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہم مرہٹوں سے یہ علاقے واپس لینے کا تہیہ کر چکے تھے میں جانتا ہوں یہ علاقے پہلے مسلمانوں کے تسلط میں تھے اور مرہٹوں نے ان پر قبضہ کر لیا تم آج کی شب ہمارے ہاں ایک مہمان کی حیثیت سے قیام کرو کل یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور جا کے بسالت جنگ کو میری طرف سے پیغام دو کہ جیسا اس نے چاہا ہے ویسا ہی ہو گا۔'' اس کے بعد حیدر علی کے کہنے پر ایک شخص اس قاصد کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔

اس قاصد کے جانے کے بعد حیدر علی کچھ سوچنے لگ گیا تھا شاید وہ بدنور سے متعلق سوچ

رہا تھا بدنور میسور کی شمال مغربی سرحد پر واقعہ تھا یہ ایک انتہا درجہ کی زرخیز ریاست تھی کہتے ہیں جب ملک کافور نے وجیانگر کی ہندو سلطنت کا خاتمہ کر دیا تو اس کا بہت بڑا خزانہ بدنور منتقل ہو گیا تھا اس سے کافی عرصہ تک بدنور کے مال و دولت کے افسانے لوگوں میں زبان زد عام رہے اس سارے علاقے میں قیمتی لکڑی کے گھنے جنگلوں اور سرسبز و شاداب تودہ بہ تودہ پہاڑیاں واقع ہیں جن کی وجہ سے یہ علاقے انتہائی دشوار گزار بھی شمار کیے جاتے ہیں کوہستانی سلسلے کے اندر مستعد مضبوط و مستحکم قلعے اور گڑھیاں تھیں جن کے وسط میں بدنور کی ریاست کا پایہ تخت تھا جسے نگر کہا جاتا تھا نگر ایک انتہا درجہ کا آباد اور خوشحال شہر تھا اپنے محل وقوع اور خوش منظری میں بے مثال تھا چنانچہ اس کی اپنی اوصاف کی بناء پر اکثر و بیشتر تامل اور مرہٹے اس پر حملہ آور ہو کر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد حیدر علی نے اپنی گردن سیدھی کی باری باری اپنے سامنے بیٹھے اپنے بڑے سالاروں میں سے غازی خان اور مہامرزا کی طرف دیکھا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''غازی خان اور مہامرزا میرے دونوں عزیزو میں تمہارے ذمے ایک انتہائی اہم کام لگا رہا ہوں بدنور سے یہ جو قاصد آیا ہے اسے میں مایوس نہیں کرنا چاہتا میں نے بھی ارادہ کیا ہے کہ پہلے بسالت جنگ کی جو مہم درپیش ہے اس سے نمٹیں گے اس کے بعد ہم بدنور کا رخ کریں گے۔''

اتنی دیر تک تم دونوں ایسا کرو کہ اپنے کچھ قابل اعتماد انتہا درجہ کے دلیر اور جفاکش مخبروں اور نقیبوں کو بدنور اور اس کے مرکزی شہر نگر کی طرف روانہ کرو وہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیں جو کچھ اس قاصد نے کہا ہے اگر درست ہوا تو ہم بدنور پر فوراً حملہ آور ہوں گے حیدر علی کے ان الفاظ پر غازی خان اور مہامرزا اپنی جگہ سے اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ دیول داس حیدر علی کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''مالک کیا آپ کے لشکر میں کوئی ایسا شخص ہے جس کا نام اوجنی رائے ہو۔''

اس پر حیدر علی کے علاوہ وہاں بیٹھے سارے سالار بھی بڑے غور اور تجسس بھرے انداز میں دیول داس کی طرف دیکھنے لگے تھے پھر حیدر علی بول اٹھا۔

''ہاں میرے لشکر میں اوجنی رائے ہے وہ میرے چھوٹے سالاروں میں سے ہے۔''

دیول داس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اوجنی رائے میرا جاننے والا ہے پہلے وہ نگر میں رہا کرتا تھا بدنور کی رانی کے اطوار و

اندازوں سے بھی وہ خوب واقف ہے اور اس کی چھوٹی بہن گرونتی کو بھی جانتا ہے میرا بھی خوب واقف کار اور جاننے والا ہے۔''

دیول داس جب خاموش ہوا مہامرزا کی جانب دیکھتے ہوئے حیدر علی کہنے لگا۔

''مہامرزا یہ اوجنی رائے اس وقت کہاں ہے؟''

مہامرزا مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''امیر لشکر کے کچھ گھوڑوں کی نعل بندی ہو رہی ہے اور اوجنی رائے اس کام کی نگرانی کر رہا ہے۔''

حیدر علی نے پھر مہامرزا کو مخاطب کیا۔

''ایسا کرو کسی کو بھیجو وہ اوجنی رائے کو یہاں بلا کے لائے۔''

مہامرزا نے قریب ہی کھڑے ایک لشکری کو اشارہ کیا جس پر وہ بھاگتا ہوا۔ وہاں سے چلا گیا تھا تھوڑی دیر بعد اس لشکری کے ساتھ ایک شخص واپس آیا وہ اوجنی رائے تھا اسے دیکھتے ہی دیول داس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا دیول داس کو شاید اوجنی رائے نے پہچان لیا تھا آگے بڑھ کر وہ دیول داس سے گلے ملا تھا پھر خیریت کا اظہار کرتے ہوئے اوجنی رائے کہنے لگا۔

''دیول داس تم یہاں خیریت تو ہے۔''

جواب میں مختصر انداز میں دیول داس نے اپنی کہانی کہہ دی تھی پھر حیدر علی نے اوجنی رائے کو مخاطب کیا۔

''اوجنی رائے اب میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ دیول داس تمہارا خوب جاننے والا ہے جس مقصد کے تحت یہ یہاں آیا ہے وہ بھی تم جان چکے ہو۔ اوجنی رائے دیول داس کو اپنے ساتھ لے جاؤ یہ فی الحال یہیں قیام کرے گا اور جو مخبر اور طلایہ گر ہم بدنور کی طرف روانہ کر رہے ہیں وہ جب ان علاقوں سے متعلق ہمیں درست اطلاعات فراہم کریں گے تب ہم بدنور پر حملہ آور ہوں گے اور ان حملوں میں یہ دیول داس ہماری راہنمائی کرے گا۔ جہاں تک ملکہ بدنور کی چھوٹی بہن گرونتی کا تعلق ہے تو وہ اس علاقے میں اسیر اور مقید ہے جہاں بدنور کی ملکہ اور ساؤ نور کے حاکم عبدالحکیم کے علاقے ملتے ہیں اور جب تک ہم ملکہ بدنور کے علاقوں پر حملہ آور نہیں ہوتے اس وقت تک ہم گرونتی کی رہائی کا بھی سامان نہیں کر سکتے اب تم دیول داس کو اپنے ساتھ لے جاؤ جونہی ہمارے مخبر ان علاقوں کے متعلق ہمیں اطلاع دیں گے ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کر دیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی اوجنی رائے دیول داس کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اگلے روز حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا بالا پور خورد کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے سب سے پہلے بالا پور کلاں کا رُخ کیا وہاں کے حاکم عباس کلی خان اور اس کے باپ کلی خان نے ماضی میں حیدر علی اور ان کے بھائی شہباز پر بڑی زیادتیاں بڑے مظالم کیے ہوئے تھے لہٰذا انہیں مظالم کا بدلہ لینے کے لئے حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ بالا پور کلاں کی طرف بڑھا۔ عباس کلی خان کو جب حیدر علی کی اس پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ ایسا خوف زدہ ہوا کہ اپنی مستورات اور اپنے ساز و سامان کو لے کر وہ ارکاٹ کی طرف بھاگ گیا جس کے نتیجے میں حیدر علی نے آگے بڑھ کر بالا پور کلاں پر قبضہ کر لیا۔

اسی دوران آدھونی کے حکمران نواب بسالت جنگ کو نا جانے کیا سوجھی کہ وہ بھی اپنا لشکر لے کر سرا کے مقام پر پہنچا اور حیدر علی کو بھی اس نے وہاں بلا لیا اور یہ ارادہ کیا دونوں مل کر سرا کو فتح کر لیں جو ان دنوں مرہٹوں کے قبضے میں تھا۔

بسالت جنگ کے اس بلاوے پر بالا پور کلاں کے انتظامات درست کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی بڑی تیزی اور برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے سرا پہنچا بسالت جنگ سے ملاقات ہوئی ان دونوں کی زندگی میں پہلی ملاقات تھی دونوں کے لشکریوں نے سرا کے باہر اپنے خیمے نصب کروا دیئے تھے پھر اگلے روز سرا شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کی گئی تھی۔

حیدر علی نے مضبوط و مستحکم مورچے بنا کر ان کے اندر اپنی آگ برسانے والی توپیں اور سنگ باری کرنے والی منجنیقیں نصب کر دیں تھیں پھر شہر پر آگ اور پتھروں کی بارش کر دی گئی تھی۔

اس کے نتیجے میں شہر کی فصیل کا ایک حصہ گر گیا حیدر علی بڑی تیزی سے آگے بڑھا شہر میں داخل ہوا شہر پر اس نے قبضہ کر لیا اب شہر کا قلعہ باقی رہ گیا تھا اس پر بھی حیدر علی نے آتش باری اور سنگ باری کا سلسلہ شروع کر دیا تھا یہاں کے قلعہ کی دیوار اور اس کے کئی برج بھی منہدم ہو کر رہ گئے تھے۔

چند دن تک قلعہ سرا کے مرہٹہ والی نے مزاحمت کی اس کے بعد اپنی جان کی امان کے

عوض اس نے قلعہ حیدر علی کے حوالے کر دیا تھا۔

حیدر علی کو اس قلعے میں سامان جنگ کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ لگا یہ سارا ساز و سامان مرہٹوں نے یہاں کرناٹک بالا گھاٹ اور پائیں گھاٹ پر فوج کشی کرنے کے لئے جمع کر رکھا تھا۔

حیدر علی نے سارا سامان اپنی تحویل میں لے لیا بسالت جنگ نے اس جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا شاید وہ حیدر علی کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا جب حیدر علی نے وہ قلعہ فتح کر لیا تب بسالت جنگ مغلوں کی طرف سے آدھونی کا حکمران تھا۔ بسالت جنگ جب شہر میں داخل ہوا تو بڑی انکساری کا اظہار کرتے ہوئے حیدر علی نے شہر اور قلعے کی کنجیاں اس کے سامنے رکھ دیں اس کی اس حرکت سے جنوب میں مغلوں کا نمائندہ بصات جنگ ایسا خوش ہوا کہ چابیاں اس نے حیدر علی کو واپس کر دیں اور ان سارو ے علاقوں کا اسے حکمران تسلیم کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے واپس آدھونی کی طرف چلا گیا تھا۔

سرا کی فتح انتہائی اہمیت کی حامل تھی کہتے ہیں کہ یہ شہر بنگلور سے 75 میل کے فاصلے پر تھا اپنے زمانہ عروج میں یہاں لگ بھگ 50 ہزار مکانات تھے شہر کی آبادی میں صرف افغانوں کے کم از کم چودہ ہزار گھر تھے اس میں اورنگزیب عالمگیر کی بنائی ہوئی مسجد اور عید گاہ اب تک موجود ہے آخری مغل صوبیدار دلاور خان کا شان دار محل مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہے یہاں عالمگیر کی ایک لڑکی کا مزار بھی ہے۔

کہتے ہیں کہ یہاں کی پھول دار چھینٹ بہت مشہور تھی اس شہر کی بنیاد 15 صدی ہجری میں دجے نگر کے عہد عروج میں رتن گیری کے حاکم رنگپا نائیک نے ڈالی تھی یہ نائیک ایک مرتبہ شکار کے لئے ان علاقوں میں آیا اس نے خرگوشوں کو پکڑنے کے لئے شکاری کتے چھوڑے تو کہتے ہیں خرگوش بھاگنے کی بجائے ان کتوں سے لڑنے لگے۔

یہ دیکھ کر نائیک کو بڑی حیرت ہوئی اور اس نے نیک فال سمجھ کر وہاں کی اچھی آب و ہوا کا خیال کر کے ایک شہر آباد کیا جو بعد میں سرا کے نام سے مشہور ہوا سب سے پہلے اورنگزیب عالمگیر ان علاقوں پر حملہ آور ہوا اور جب اس نے دکن کو فتح کیا تو دکن کو اس نے دو انتظامی حصوں میں تقسیم کر دیا ایک صوبہ ارکاٹ اور دوسرا صوبہ سرا اس صوبہ کے تحت بسوہ پٹن بودی پال سرا، بالا پور اور دہلس کوٹہ کے پرگنوں کے علاوہ کچھ اور علاقے بھی شامل تھے۔

لگ بھگ پونے دو سو سال تک اس شہر پر مسلمانوں کی شان و شوکت اور حکومت رہی بعد میں مرہٹوں نے اس پر قبضہ کر لیا آخر کار مرہٹوں سے حیدر علی نے یہ علاقہ چھین لیا۔

سرا کی فتح کے بعد حیدر علی نے بالا پور خورد کا رخ کیا وہاں کے راجہ کو جب خبر ہوئی کہ

حیدر علی اس پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرتا ہے تو اسے یہ ہمت نہ ہوئی کہ شہر اور قلعے سے باہر نکل کر حیدر علی کا مقابلہ کرے بلکہ وہ قلعے کے اندر محصور ہو گیا حیدر علی نے اپنا پیغام بھجوایا کہ لڑائی کو ترجیح نہ دے اور حیدر علی کی اطاعت قبول کر لے لیکن راجہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اس نے اپنی مدد کے لئے پن گنڈہ کے راجہ مراری کو بھی اپنی مدد کے لئے طلب کر لیا یہ مراری جسے تاریخ کے اوراق میں مرار راؤ بھی لکھا گیا ہے یہ پن گنڈہ کا راجہ تھا اور پن گنڈہ کی یہ ریاست صوبہ سرا سے ملحقہ تھی۔

بالا پور کے راجہ کی مدد کے لئے مراری راؤ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نکلا بالا پور کے نزدیک ایک مقام گھوڑی بنڈا کو اس نے اپنا پڑاؤ بنایا وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اور لشکر کا آدھا حصہ اس نے حیدر علی کے لشکر پر شب خون مارنے کے لئے روانہ کیا تاکہ قلعے کے اندر سے بالا پور کا راجہ حیدر علی پر ضرب لگائے اور باہر سے مراری راؤ کا لشکر شب خون اور چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرے اور اس طرح تنگ کر کے حیدر علی کو واپس جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

مراری راؤ کے لشکر کے اس آدھے حصے نے رات کے وقت بالا پور کے نواح میں حیدر علی کے لشکر پر ایک کامیاب چھاپہ بھی مارا اور لشکر کو کچھ نقصان پہنچا کر بھاگ نکلا لیکن حیدر علی نے انہیں یوں بھاگ جانے کی کھلی چھٹی نہ دی اس لیے کہ مراری راؤ کے لشکر کے اس حصے نے حیدر علی کے لشکر کے اس حصے پر چھاپہ مارا تھا جو حیدر علی کے اصل لشکر سے ذرا فاصلے پر دشمن پر نگاہ داری کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔

حیدر علی کو جب خبر ہوئی کہ مراری راؤ کے لشکر کے ایک حصے نے اس کے لشکر پر چھاپہ مارا ہے تب اس نے فی الفور ایک لشکر مہامرزا غازی خان کی سرکردگی میں دیا اور مراری راؤ کے جس لشکر نے چھاپہ مارا تھا اور چھاپہ مارنے کے بعد واپس گیا تھا اس کا تعاقب کرنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

غازی خان اور مہامرزا نے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے چھاپہ مارنے والے راجہ مراری کے لشکر کا تعاقب کیا تھا جب وہ لشکر کے قریب پہنچے اور وہ لشکر انہیں اپنے سامنے دکھائی دیا تب غازی خان نے مہامرزا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''مہامرزا میرے عزیز بھائی اگر تم میری رائے سے اتفاق کرو تو میں چاہتا ہوں یہ جو سامنے راجہ مراری کا لشکر نظر آ رہا ہے اس پر ہم دو طرفہ حملہ کریں۔ آگے بڑھتے ہی بڑھتے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں مراری کے لشکر کے پہلوؤں کو کاٹتے ہوئے ہم آگے بڑھ کر ان کی

راہ روکنے کی کوشش کریں گے تا کہ ہمارے ہاتھوں ہزیمت وشکست اٹھا کر وہ بھاگنے نہ پائیں میرا ارادہ ہے کہ مراری راؤ کے جس لشکر نے ہمارے لشکر پر چھاپہ مار کر نقصان پہنچایا ہے ان میں سے کسی کو بچ کر بھاگنے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔''

جب تک غازی خان بولتا رہا مہامرزا مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوا تب مہامرزا کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی میں تیری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔'' پھر انہوں نے بڑی برق رفتاری سے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور آگے بڑھنے کی رفتار انہوں نے پہلے کی نسبت اور تیز کر دی تھی۔

آگے بھاگتے ہوئے مراری راؤ کے لشکر نے بھی دیکھ لیا تھا کہ حیدر علی کے لشکر کا ایک حصہ اس کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا ہے لہٰذا اس لشکر کے سالار نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا تا کہ تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے مراری راؤ کے اس لشکر کے دائیں پہلو پر غازی خان خون میں مرگ کی تلخی گھولتے طغیانیوں کے چڑھتے مرحلوں شریانیوں میں نشتر اتارتے شکست اور ریخت کے سلسلوں جسم و جان کی ساری شادابی چھین کر ان گنت اکائیوں میں تبدیل کر دینے والے برستے لپکتے شعلوں اور فضا کے ان گنت جھکڑوں کی یورش کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

عین اسی لمحہ مہامرزا بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ مراری رائے کے لشکر کے بائیں پہلو پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے یادوں کے ٹوٹے خوابوں سے اچانک دہکتے انگارے اور خاموش آتش سیال اٹھ کھڑی ہوئی ہے مہامرزا بائیں پہلو پر دل کی بستیوں کو ویران کر دینے والی دلدلی علاقوں کی سرخ آندھیوں، روح میں مفلسی کے خار کی خراشیں پیدا کر دینے والی اذیت بھری بیداریوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

راجہ مراری کے لشکر نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی غازی خان اور مہامرزا پر کذب وریا کے آسیب زدہ ارادوں وحشت آلودہ آوارہ پریشان پرچھائیوں خونخوار جذبوں کی صلیب کھڑی کرتے نفرت کے بھڑکتے آلاؤ اور ہوس کے سنسان راستوں پر رہبر راہ زنی کی اندھی خلش کی طرح ٹوٹ پڑا تھا کچھ دیر تک ویرانوں کے اندر ہولناک جنگ ہوتی رہی پھر آہستہ آہستہ ایک تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوئی مراری راؤ کا لشکر کچھ دبتا دکھائی دیا اس کے بعد غازی خان اور مہامرزا نے جب اپنے حملوں میں اور تیزی کی تب مراری راؤ کے لشکر کی صفیں بڑی تیزی سے کٹنے لگیں اور ان کی تعداد کم ہونے لگی پھر مراری راؤ کے اس لشکر کی حالت غازی

خان اور مہامرزا کے سامنے تقدیر کے دھاروں میں عقل کی گہرائی کج روی طوفانوں کے بے روک خروش میں ہوش وحواس کی گمراہی درد کی وادیوں میں قلب کی تیرگی اور شوریدہ بختی کے لمحوں میں ذہن کی مفلسی سے بھی زیادہ بدتر اور ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مراری راؤ کے اس لشکر نے اپنی جان چھڑا کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن اب ایسا کرنا ناممکن تھا اس لیے کہ دائیں پہلو سے غازی خان اور بائیں پہلو سے مہامرزا پہلے ہی ان پر ناقابل برداشت ضربیں لگا رہے تھے اور اب جوان دونوں کو پتہ چلا کہ دشمن بھاگنے کی فکر میں ہے تب وہ تھوڑا سا آگے بڑھتے ہوئے ان کی راہ روک کھڑے ہوئے اس کے بعد مراری راؤ کے لشکر کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں اس معرکے میں مراری رائے کے لشکر کو ایسی ہولناک ہلاکت خیزی کا سامنا کرنا پڑا کہ بہت ہی کم لوگ اپنی جانیں بچا کر واپس مراری راؤ کے پڑاؤ میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

مراری راؤ کے لشکر کی اس بدترین شکست کے بعد غازی خان اور مہامرزا دونوں بالاپور کی طرف لوٹ گئے بالاپور کے نواح میں پٹنا نام کا ایک قصبہ تھا وہاں حیدر علی نے اپنی توپیں اور منجنیقیں نصب کر دیں تھیں اس کے بعد بالاپور شہر پر آتش باری اور سنگ باری کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔

اس دوران مراری راؤ اپنے لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ حرکت میں آیا اور اس نے بالاپور کے گردونواح میں لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا تھا حیدر علی نے فی الحال نظر انداز کر دیا اپنی ساری توجہ اس نے بالاپور کی فتح کرنے پر صرف کر دی تھی۔

حیدر علی اور اس کے سالار اس قدر جان فشانی سے بالاپور پر حملہ آور ہوئے کہ انہوں نے قلعے کی جو دیوار تھی وہ گرا کے رکھ دی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے بالاپور کا راجہ بڑا فکرمند ہوا۔

بالاپور کے راجہ نے جب دیکھا کہ کسی بھی صورت حیدر علی اور اس کے سالاروں سے جان نہیں چھوٹتی تب اس نے بالاپور کے بڑے بڑے ساہوکاروں اور اپنے لشکر کے سرداروں اور سالاروں کا ایک وفد تیار کیا اور اس وفد کو اس نے حیدر علی کی طرف روانہ کیا تا کہ صلح کی گفت وشنید ہو اور جان بخشی کی درخواست کی جائے۔

اس گفت وشنید کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ بالاپور کا راجہ سات لاکھ روپے کی کثیر رقم حیدر علی کو ادا کرے گا راجہ نے اس شرط کو قبول کر لیا طے یہ پایا کہ حیدر علی قلعہ کا محاصرہ ترک کر کے چلا جائے گا اور یہ رقم بالاپور کا راجہ تین قسطوں میں ادا کر دے گا۔

یہ معاملہ طے پانے کے بعد حیدر علی نے وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس نے

احتیاطاً اپنے لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ شہر کی ایک محفوظ جگہ پر رکھا اور اپنے دو چھوٹے سالاروں میں سے جہان خان اور حسین خان لودھی کو اس لشکر کے سالار کی حیثیت چھوڑا اور خود اس نے محاصرہ اٹھا کر وہاں سے کوچ کر لیا تھا۔

دوسری جانب مرہٹہ سردار مراری راؤ ابھی تک اردگرد کے علاقوں میں لوٹ مار کر رہا تھا۔ اسے جب اس صورتحال کی خبر ہوئی کہ بالا پور کے راجہ کے ساتھ حیدر علی کی صلح طے پا گئی ہے تو وہ رات و رات اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بالا پور کے قلعہ کے عقب میں جا پہنچا اور بالا پور کے راجہ کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔

بالا پور کے راجہ کے لئے اس موقعہ پر مراری رائے کی آمد ایسے ہی تھی جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا چنانچہ وہ بے حد خوش ہوا قلعہ سے باہر آیا مراری راؤ سے اس نے ملاقات کی اور دونوں نے مل کر حیدر علی کو دھوکہ دینے کا ارادہ کر لیا۔

مراری راؤ نے بالا پور کے راجہ کو پٹی پڑھائی کہ تمہارے شہر کی فصیل اور قلعہ کی دیواریں تک ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں تمہارے لشکر کا ایک حصہ بھی حیدر علی کی آتش باری اور سنگ باری کے باعث تباہ و برباد ہو چکا ہے اس لئے تمہارا اس شہر اور قلعہ میں مزید ٹھہرنا خلاف مصلحت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم عزت و آبرو کے ساتھ اپنا تمام خزانہ اور زر و جواہر لے کر کوہ نندی کی طرف چلے جاؤ اور جو رقم تم حیدر علی کو دینا چاہتے ہو وہ میرے حوالے کر دو تاکہ میں اس رقم سے لشکر فراہم کر کے ساتھ ہی پونا کے مرہٹوں سے حیدر علی کے خلاف مدد اور حمایت طلب کروں اس طرح حیدر علی کو ایسی شکست دی جائے کہ آئندہ وہ ان علاقوں کا رخ کرنے کی کوشش نہ کرے۔

بالا پور کا راجہ بڑا کم عقل تھا ویسے بھی لگتا تھا کہ اس کی اقبال مندی کا ستارہ ڈوبنے والا تھا وہ مراری راؤ کی غرض آمیز باتوں میں آ گیا اور وہ رقم جو اس نے حیدر علی کو ادا کرنی تھی وہ اس نے مراری راؤ کو دے دی اور قلعہ کی حفاظت اور نگہبانی اس کے سپرد کر کے خود کوہ نندی کی طرف چلا گیا۔

مراری راؤ نے شکستہ قلعہ میں اپنا لشکر رکھا قلعے اور شہر کی فصیل اس نے مرمت کرا دی جب یہ کام مکمل ہو چکے تب مرہٹے شہر اور قلعے کی فصیل پر چڑھ گئے اور زور زور سے ڈھول دف اور مرہٹی د بڑے بجنے لگے تھے د بڑے بڑے بڑے دف ہوا کرتے تھے جو دکن میں عموماً دیوالی اور دسہرہ کے تہواروں میں بجائے جاتے تھے اب بھی ان کا استعمال ہوتا ہے ان کی آواز بڑی کریہہ اور غضب ناک ہوتی ہے۔

حیدر علی نے وہاں جو اپنا لشکر چھوڑا تھا اور اس نے جو دو سالار مقرر کئے تھے انہوں نے صورتحال سے حیدر علی کو آگاہ کر دیا یہ خبر ملتے ہی حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا مراری راؤ کو جب خبر ہوئی کہ حیدر علی بڑی برق رفتاری سے اس کا رخ کر رہا ہے اور شہر پر وہ حملہ آور ہو رہا ہے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکل کر بھاگ کھڑا ہوا حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ بالا پور سے لے کر کوڑی کنڈا تک مراری راؤ کا خوف ناک تعاقب کیا اور اسے نا قابل تلافی نقصان پہنچایا حیدر علی نے اپنے پیچھے ایک چھوٹے سالار کو نام جس کا میر علی رضا تھا اسے کوہ نندی میں بالا پور کے راجہ کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا خود وہ مراری راؤ کے تعاقب میں لگا رہا یہاں تک کہ وہ کوڑی کنڈا تک پہنچا مراری وہاں سے بھی بھاگا کوڑی کنڈا بندھا پر حیدر علی کا قبضہ ہو گیا وہاں حیدر علی نے اپنی چوکی قائم کی اس کے بعد پھر آگے پیش قدمی شروع کی کھلے میدانوں میں ایک بار مراری راؤ اور حیدر علی کے درمیان ہولناک تصادم ہوا جس کے نتیجے میں مراری راؤ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا وہ بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی کوڑی کنڈا نام کے قلعہ تک یلغار کرتا چلا گیا تھا۔

اس کے بعد حیدر علی نے مراری راؤ کے علاقوں میں ایک طرح کی تباہی اور بربادی کا کھیل شروع کر دیا تھا کوڑی کنڈا کے بعد اس نے پنو کنڈا پر بھی قبضہ کر لیا اور یہ مراری راؤ کے خاصے بڑے بڑے شہر تھے جو حیدر علی کے قبضے میں آتے چلے گئے تھے۔

کوڑی کنڈا کے بعد مراری راؤ کے علاقوں میں حیدر علی نے پھر پیش قدمی شروع کی اب اس کے سامنے کوہ مٹرک نامی قلعہ اور شہر تھا وہاں کا قلعہ دار مراری راؤ کا ایک مانا ہوا سالار تھا قلعے کا حیدر علی نے محاصرہ کر لیا یہ کوہستانی سلسلہ تھا حیدر علی اپنے لشکریوں کے ساتھ پتھروں کی آڑ میں آگے بڑھتا رہا پھر قلعے کے شمال میں ایک پہاڑی کے اوپر منجنیقیں اور توپیں نصب کر دیں گئیں اور جب قلعہ پر سنگ باری اور گولہ باری کا سلسلہ شروع ہوا تو قلعہ اور شہر کی فصیل ہی نہیں کئی مکان بھی تباہ و برباد ہو کے رہ گئے قلعہ دار نے جب یہ حالت دیکھی تو حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہوا جان بخشی کی درخواست کی حیدر علی نے اسے معاف کر دیا اور کوہ مٹرک پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

حیدر علی کی غیر موجودگی میں اس کے چھوٹے سالار میر علی رضا نے کوہ نندی کا رخ کیا جہاں بالا پور کے راجہ نے پناہ لے رکھی تھی علی رضا نے ان علاقوں کا محاصرہ کر لیا جہاں بالا پور کا راجہ گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا جب محاصرہ میں سختی پیدا ہوئی تو راجہ نے اپنے آپ کو علی رضا کے حوالے کر دیا کہتے ہیں کہ اس راجہ کے دو بیٹے تھے دونوں مسلمان ہو گئے ایک تو مر گیا

دوسرا جس نے اپنا نام صفدر خان رکھ لیا تھا کافی عرصہ زندہ رہا اس طرح بالا پور کے علاوہ سلطان نے کوہ نندی کو بھی فتح کرتے ہوئے ان سارے علاقوں کو اپنی عمل داری میں شامل کر لیا تھا۔

بالا پور کی فتح تک وہ مخبر اور نقیب جنہیں حیدر علی کے کہنے پر ملکہ بدنور کے علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا انہوں نے بھی اپنی کارروائی مکمل کر لی تھی اور انہوں نے واپس آ کر یہ اطلاع کر دی تھی کہ بدنور کی رانی سے متعلق جو اطلاعات فراہم کی گئی ہیں وہ درست ہیں۔

یہ اطلاعات ملنے کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور بدنور کی رانی کے علاقوں کا اس نے رخ کیا۔

سب سے پہلے لشکر کا ایک حصہ اس نے علیحدہ کیا یہ لشکر اس نے غازی خان اور مہامرزا کے سپرد کیا اور انہیں اپنے ہراول لشکر کے طور پر آگے بھیجا تا کہ وہ بدنور کی رانی کے علاقوں میں اس قدر دہشت پھیلائیں کہ رانی جنگ کیے بغیر آپ سے آپ فرمانبرداری پر آمادہ ہو جائے۔

غازی خان اور مہا مرزا خان دونوں لشکر کو لے کر نکلے سب سے پہلے انہوں نے چیتل درگ کا رخ کیا چیتل درگ کے ان علاقوں کو آپس میں بانٹتے ہوئے غازی خان اور مہامرزا نے دائیں بائیں سے حملہ کیا۔

چیتل درگ کے علاقوں پر دائیں جانب سے غازی خان دشت در دشت اٹھتے کرب کے طویل سلسلوں، جذبوں کی طرح لہو میں رقص کرتے اعصاب کو شل اور اوسان کو خطا کر دینے والے طغیانیوں پر آئے طوفانوں کی سی خوئے بت شکنی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا جبکہ بائیں جانب سے چیتل درگ پر مہامرزا سینوں کو ویران کر کے سانسوں کو سلگا دینے والی اندوہ کی فراوانیوں، آرام کے گہواروں کی خلش امیزیوں اور بھوکی کالی آندھیوں میں سرگرداں نفرت کی کھولتی جوالہ کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

چیتل درگ کے علاقوں پر جب ان دو طرفہ حملوں کی ابتدا ہوئی تو چیتل درگ کے اندر سے یا ملکہ بدنور کی طرف سے کوئی ایسی طاقت کوئی ایسا لشکر نہ اٹھ سکا جو غازی خان اور مہامرزا کی راہ روکتا اور چیتل درگ کے گرد و نواح میں جو چھوٹے چھوٹے والی یا صوبیدار تھے انہوں نے اطاعت قبول کر کے لاکھوں کا خراج ادا کرتے ہوئے نا صرف یہ کہ اپنی جان کی امان طلب کرنی شروع کی بلکہ وہ جوق در جوق حیدر علی کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

کہتے ہیں کہ پیچھے پیچھے حیدر علی بھی اپنے لشکر کے ساتھ بدنور کے علاقوں میں داخل ہوا۔

چیتل درگ کی فتح کے بعد غازی خان اور مہامرزا خان بھی حیدر علی سے آن ملے تھے اب پورا لشکر ملکہ بدنور کے مرکزی شہر نگر کی طرف بڑھا تھا حیدر علی کا فرزند عظیم ٹیپو سلطان بھی اس مہم میں شامل تھا۔

اس مہم میں اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی جہاں بھی پہنچتا وہاں کی رعایا کو انعام و کرام سے نوازتا زینیوں کو بہترین بندوبست کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا جس قلعہ یا تعلقہ میں داخل ہوتا وہاں کے غریب اور بے سہارا لوگوں کو اپنے لشکر میں شامل کرتا چلا جاتا جو لوگ اطاعت اختیار کرنے کی بجائے جنگ پر کمر بستہ ہو جاتے انہیں نیست نابود کر کے کیفر کردار تک پہنچاتے ہوئے آگے بڑھتا رہا اس طرح پیش قدمی کرتے ہوئے آہستہ آہستہ حیدر علی بدنور کی رانی کے مرکزی شہر نگر سے قریب تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔

لشکر کے ساتھ حیدر علی ابھی ملکہ بدنور کے مرکزی شہر نگر سے لگ بھگ دو منزل کے فاصلے پر تھا کہ اس کے طلایہ گروں نے جو ملکہ کے علاقوں میں پوری طرح پھیل چکے تھے حیدر علی کو خبر دی کہ ملکہ انتہا درجہ کی پریشان اور متفکر ہے حیدر علی کے حملہ آور ہونے کے باعث اس کے زات دن کا آرام و چین جاتا رہا ہے اور اب وہ ارادہ کر رہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح مکرو فریب سے کام لے کر یا بھاری رقوم پیش کر کے جنگ کو روکا جائے اور اپنے علاقے کو حیدر علی سے محفوظ کر لیا جائے۔

چنانچہ جیسا حیدر علی کے طلایہ گروں نے خبر دی تھی ایسا ہی ہوا ملکہ نے اپنے چند قابل اعتماد نمائندوں اور سرکردہ لوگوں کو بیش قیمت تحائف اور نذرانے دے کر حیدر علی کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیش کش کی کہ ملکہ ایک لاکھ سالانہ ادا کرے گی اس کے علاوہ صندل کی لکڑی سیاہ مرچ بھی وافر مقدار میں حیدر علی کو مہیا کی جائے گی۔

ملکہ نے یہ پیغام بھجوایا کہ اگر حیدر علی ان شرائط کو قبول کر لے تو ملکہ زندگی بھر اس کی مطیع و فرمانبردار رہے گی اور اس کے صلہ میں وہ یہ بھی امید رکھتی ہے کہ یہ علاقہ حیدر علی اپنی جانب سے دوبارہ ملکہ کو عنایت کر دیں تا کہ وہ حیدر علی کے ساتھ عاطفت میں دشمن کی ایذا رسانی سے محفوظ رہے۔

ملکہ بدنور کے اس پیغام کے جواب میں حیدر علی نے اپنے تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجوائے اور اسے پیغام دیا کہ ملکہ کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ بلا خوف و خطر ہمارے لشکر میں آئے اسے ہم عزت و احترام کے ساتھ اپنے مرکزی شہر سرنگا پٹم روانہ کر دیں گے وہاں وہ سکونت اختیار کرے اور وہاں اس کے سارے مصارف پورے اعزاز اور اکرام کے ساتھ مہیا

کیے جائیں گے۔

حیدر علی کے قاصدوں نے جب ملکہ کو یہ پیغام بھجوایا تو ملکہ اپنے پیدائشی گھمنڈ اور غرور کے باعث اکڑ گئی حیدر علی کی تجاویز کو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہوگئی۔

حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ اپنے لشکر کو پہلے ہی استوار کر چکی تھی اب حیدر علی پر ضرب لگانے کی خاطر جو اس نے سب سے پہلا قدم اٹھایا کہ اس نے تیز رفتار قاصد اپنے ہمسائے ساؤنور کے حکمران عبدالحکیم خان کی طرف بھجوائے۔

عبدالحکیم کے پہلے ہی ملکہ بدنور کے ساتھ اچھے تعلقات تھے ملکہ نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر اس کی مدد کے لئے نگر کی طرف بھجوائے تاکہ حیدر علی کا مقابلہ کیا جاسکے۔

عبدالحکیم نے ملکہ بدنور کی اس التجاء کو فوری عملی صورت دیتے ہوئے ایک بہت بڑا لشکر بدنور کی طرف روانہ کیا عبدالحکیم کے لشکری اپنے اور ملکہ بدنور کے علاقوں کی ساری بھول بھلیوں سے واقف تھے لہٰذا وہ جنگل کے خفیہ راستوں سے ہوتے ہوئے حیدر علی کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ملکہ بدنور کے مرکزی شہر نگر میں داخل ہوگئے اس طرح نگر شہر میں ملکہ بدنور کے علاوہ عبدالحکیم خان کا لشکر بھی آنے سے عسکری طاقت وقوت دوچند ہوگئی تھی۔

نگر کے قریب جانے کے بعد حیدر علی نے ایک جگہ پڑاؤ کر لیا پھر اپنے لشکر کے اندر سے اس نے چند دستے علیحدہ کیے انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ غازی خان دوسرا مہامرزا تیسرا بدرالزمان کی سرکردگی میں دیا گیا اور انہیں یہ حکم جاری کیا گیا کہ وہ ملکہ بدنور کے مرکزی شہر کے اطراف میں جتنے چھوٹے بڑے قلعے اور قصبے ہیں ان پر حملہ آور ہو جائیں اور وہاں جو ملکہ کی طاقت ہے اسے پوری طرح کچل کے رکھ دیں اور وہاں سے ضرورت کے سامان کے علاوہ جو ہتھیار ملیں ان پر قبضہ کرتے چلے جائیں تاکہ جب براہ راست ٹکراؤ ہو تو ملکہ کو اپنے اردگرد کے علاقوں سے رسد اور کمک کسی بھی صورت میسر نہ ہو۔

یہ حکم ملتے ہی اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ غازی خان مہامرزا اور بدرالزمان حرکت میں آئے نگر کے اطراف میں جو چھوٹے چھوٹے قلعے اور گڑھیاں تھیں ان پر وہ انتہائی خوفناک انداز میں حملہ آور ہوئے ان سارے چھوٹے چھوٹے قلعوں کو فتح کرتے ہوئے ان پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے کافی مقدار میں مال و دولت بھی ہاتھ لگا اس طرح وہاں سے جو شکستہ عناصر تھے وہ بھی ملکہ بدنور کے پاس آکر نگر میں جمع ہونے لگے ان کی آمد کی وجہ سے ملکہ اور اس کے لشکریوں کے حوصلے مزید شکستہ ہونے شروع ہوگئے تھے۔

اردگرد کے سارے علاقوں کو پامال کرنے کے بعد حیدر علی نے نگر پر اپنی توپیں اور منجنیقیں

نصب کر دیں اور سب سے پہلے آتش باری سنگ باری اور تیر اندازی کا سلسلہ شروع کیا گیا نگر میں ملکہ کے پاس ایک خاصہ بڑا لشکر تھا ملکہ بڑی پامردی سے ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہی اسے یہ بھی ہمت تھی کہ عبدالحکیم خان کا لشکر بھی اس کے پاس موجود ہے اور اگر ضرورت پڑی تو عبدالحکیم اس کی مدد کے لئے مزید لشکر بھیج سکتا ہے اس بناء پر ملکہ کے حوصلے بلند تھے اور محاصرہ طویل پکڑنے لگا تھا۔

پھر حیدر علی نے اپنے کام کی رفتار تیز کر دی اس لیے کہ بارشوں کا موسم شروع ہونے والا تھا اور مزید تاخیر خطرناک ثابت ہوسکتی تھی وہ چاہتا تھا کہ بارشوں سے پہلے پہلے قلعہ کو فتح کر لے اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ بارشوں میں نقل و حرکت اور رسد کی مشکلات بڑھ جائیں گی اور دشمن کو سنبھلنے کا کافی موقع مل جائے گا۔

لہٰذا حیدر علی نے تہیہ کر لیا کہ ایک بارگی زوردار حملوں کی ابتدا کرے گا اور ہر صورت میں شہر اور قلعے کو اپنے سامنے فتح کر کے رکھ دے گا اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے لشکریوں کو ایک بہترین ترغیب دینے کے لئے حیدر علی نے اس موقع پر ایک انوکھا اعلان کیا اس نے کہا۔

”قلعہ فتح ہونے پر جو مال غنیمت مال و زر ساز و سامان برتن کپڑے اور حسین ہندو عورتیں لڑکیاں وغیرہ۔ لشکر والوں کے ہاتھ آئیں گی ان سب کی لشکر والوں کو معافی دی جاتی ہے یعنی یہ انہی کا مال سمجھا جائے گا۔“

اس اعلان نے حیدر علی کے لشکر کے اندر ایک نیا ولولہ ایک نیا جوش پیدا کر دیا اور پھر جب اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد حیدر علی نے بدنور کی رانی کے شہر نگر پر بھرپور حملے شروع کر دیئے تب رانی گھبرا اٹھی اور اسے یقین ہوگیا کہ اب اس کی شکست یقینی ہے۔

اور پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ شہر کی فصیل میں سے حیدر علی نے شگاف ڈال دیا اور اس کے لشکری شہر میں داخل ہونا شروع ہوگئے اب باقی قلعہ رہ گیا جس کی فصیل بڑی مستحکم اور مضبوط تھی لیکن اسے بھی حیدر علی نے زیر کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا شہر میں داخل ہونے کے بعد جس نے بھی حیدر علی کے لشکریوں کے خلاف تلوار اٹھائی اسے تہ تیغ کر دیا گیا تھا۔

بدنور کی رانی جو مردانہ لباس میں جنگ میں حصہ لے رہی تھی اپنے لشکریوں کو جنگ کے لئے ابھار رہی تھی اس نے جب دیکھا کہ شہر کی فصیل توڑ کر حیدر علی کے لشکری شہر میں داخل ہو چکے ہیں اور اب اس کے پاس قلعہ باقی رہ گیا ہے تب اس نے ایک طرح سے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا وہ قلعے میں گئی جسے اس کا مزین رن واڑہ کہا جاتا تھا پہلے اس نے محل کو آگ لگا دی

یہ محل اس کے شوہر شوم شنکر نے طلائی کار چینی کی اینٹوں سے تیار کیا تھا۔

اور ان اینٹوں کے جوڑوں میں سونا بھرا ہوا تھا اور دیواروں پر جواہرات جڑے ہوئے تھے رانی نے بہت سارے موتیوں اور جواہرات کو بھی آگ میں ڈلوا دیا اور جو بچے انہیں اُس نے ہاون دستوں میں پسوا کر ضائع کر دیا اور خود اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ایک خفیہ راستے سے جو نالے کے ذریعے باہر نکلتا تھا نگر کے قلعے سے نکل کر گولی درگ کے مقام کی طرف چلی گئی جو نگر سے لگ بھگ پانچ کوس دور ایک ویرانے اور اجاڑ جنگلوں کے اندر واقعہ تھا۔

حیدرعلی اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے بدنور کی رانی کے قلعے میں داخل ہوا لشکریوں میں خوشی اور مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اس شاندار فتح کے نتیجے میں حیدرعلی نے اپنے لشکریوں میں بہت بڑے مال غنیمت کا ایک خاصہ بڑا حصہ تقسیم کیا وہ سالار جنہوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر قلعے کو فتح کیا اور قلعے میں داخل ہوئے انہیں حیدرعلی نے بھاری خلعتیں سونے کے دست بند، مروارید کی مالائیں، اور آب دار تلواروں کے علاوہ کچھ زمینیں بھی عنایت کیں یہ مال غنیمت کے اس حصے کے علاوہ تھا جو بدنور کی رانی کے ہاں سے ملا تھا۔

بدنور کی رانی کے قلعے سے حیدرعلی کو سونے چاندی کی ایک خاصی بڑی مقدار نفیس کپڑے شاہانہ پوشاکیں بکثرت جنگی سازوسامان کے علاوہ ڈھیروں وہ سونا چاندی بھی ہاتھ لگا جو ابھی کسی نے استعمال بھی نہیں کیا تھا غرضیکہ اس فتح نے حیدرعلی ہی نہیں اس کے سارے لشکریوں کو بھی مالا مال کر کے رکھ دیا تھا حیدرعلی نے اپنے لشکر میں شامل اوجنی رائے کو بدنور کے سارے علاقوں کا حاکم مقرر کیا اور رانی کے سارے علاقے کا نام اس نے حیدر نگر رکھا پھر حیدرعلی اپنے سالاروں اور اوجنی رائے کے ساتھ مل کر حیدر نگر کے انتظامات میں لگ گیا تھا۔

حیدرعلی نے ابھی بدنور کی رانی کے قلعے میں ہی قیام کیا ہوا تھا کہ اس کے انتظامات میں لگا ہوا تھا کہ اسے چار تشویش ناک خبریں اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کے ذریعے ملیں۔

پہلی یہ کہ سونور کا افغان حاکم عبدالحکیم خان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ یلغار کر رہا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ بدنور کی رانی کے وسیع علاقے پر قبضہ کرے گا۔

دوسری خبر یہ تھی کہ بدنور کی رانی جو اپنے قلعے سے نکل کر پانچ کوس کے فاصلے پر گولی درگ کے مقام پر جا کر گھات لگا گئی تھی اس کے پاس شکست خوردہ عناصر کے علاوہ ادھر اُدھر سے بھی لشکری جمع ہونا شروع ہو گئے تھے اور اس نے پہلے جیسی طاقت اور قوت پکڑنا شروع کر دی تھی۔

تیسری تشویش ناک خبر یہ تھی ایک لشکر رانی کی مدد کے لئے سورائی درگ کے مقام پر جمع ہو چکا تھا اور وہ بھی اپنی کارروائی کرنے والا تھا چوتھی خبر یہ جو ملی کہ ایک مقام نام جس کا رائے

درگ تھا اس سمت سے بھی رانی کی مدد کے لئے جمع ہونے والے لشکریوں کی خبریں حیدرعلی تک پہنچیں تھیں۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے قلعے کے اندر حیدرعلی نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا جب سارے سالار اس کے سامنے آ کے بیٹھ گئے تب جو خبریں آئیں تھیں ان سے سب کو مطلع کیا گیا۔ یہاں تک کہنے کے بعد حیدرعلی رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”ان ساری مہموں سے نمٹنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے سب سے پہلے میں ہیبت جنگ کے سپرد ایک کام کرتا ہوں ہیبت جنگ جو لشکر تمہیں مہیا کیا جائے گا تم اس کے ساتھ رائے درگ کا رخ کرو گے اور وہاں جس قدر باغی اور سرکش قوتیں جمع ہو رہی ہیں ان سب کو تہ تیغ کر کے رکھ دو۔“

اس کے بعد حیدرعلی نے اپنے سردار نسبتی مرزا حسین بیگ کی طرف دیکھا یہ شخص حیدرعلی کے چھوٹے بیٹے کریم کا خالو تھا حیدرعلی اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”حسین بیگ میں ایک لشکر تمہاری تحویل میں دینے لگا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ تم جنگ میں کس نوع کی کارگزاری کا مظاہرہ کرتے ہو تم سوارئی درگ کی طرف جاؤ اور وہاں پر جمع ہونے والے لشکر کو منتشر کرو اور جب تم ان پر قابو پاؤ تو کسی کو زندہ نہ چھوڑو تا کہ آنے والے دور میں یہ باغی ہمارے لیے مصیبت کا باعث نہ بنیں۔“

اس کے بعد حیدرعلی نے غازی خان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

”غازی خان میں تمہارے ذمے سب سے اہم اور انتہائی اہمیت کی دو مہمیں لگا رہا ہوں پہلی یہ کہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تم گولی درگ کا رخ کرو وہاں بدنور کی رانی گھات لگا چکی ہے اور اس کے پاس ایک خاصہ بڑا لشکر بھی جمع ہو چکا ہے تم نے لہٰذا یہ کام کرنا ہے کہ جس قدر لشکری رانی کے ہمراہ ہیں ان کا خاتمہ کر کے رانی کو زندہ گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ تمہارے ذمے جو میں دوسری اہم مہم لگا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جاتے ہوئے اس دیول داس کو اپنے ساتھ لے جاؤ جس نے اوجنی کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے اور وہ اس وقت یہاں موجود ہے عبدالحکیم خان کے علاقوں کا رخ کرو اس سلسلے میں دیول داس تمہاری راہنمائی کرے گا اور جہاں بھی بدنور کی رانی کی چھوٹی بہن گرونتی نے پناہ لے رکھی ہے وہاں سے اسے نکالو اس لئے کہ اس لڑکی کی مدد کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے وہ لڑکی ایک نیک خو پاکیزہ اور اچھے اطوار کی مالک ہے لہٰذا اس کی مدد کرنا اس کی حفاظت کا سامان کرنا یوں جانو نیکی اور کار خیر کے کاموں میں سے ایک ہے۔ لشکر کے تین حصے علیحدہ کرنے کے بعد جو لشکر

بچ رہے گا وہ میری کمان داری میں رہے گا بدرالزمان اور دیگر سالار میرے ساتھ رہیں اور میں سونور کے حاکم عبدالحکیم خان کا رخ کروں گا اور اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ آ والے دور میں کبھی بھی وہ ہمارے خلاف سرکشی کرنے یا ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو۔ سوچ تک بھی نہیں سکے گا۔"

جب یہ ساری گفتگو تمام ہوئی تب لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر حصہ اپنی منزل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

وہ لشکر جو مرزا حسین بیگ کی سرکردگی میں سورائی درگ کی طرف گیا تھا اسے کوئی خ مشکل پیش نہیں آئی اس لیے کہ اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی سورائی درگ میں ملکہ بدنو شکست اور اس کے بھاگنے کی خبریں پہنچ چکی تھیں لہٰذا جو لشکر وہاں جمع ہوا تھا اس نے لڑ بجائے اطاعت قبول کر لی۔

اس طرح مرزا حسین بیگ بغیر جنگ کئے سورائی درگ میں داخل ہوا کہتے ہیں یہاں ا پہاڑی قلعہ تھا جو بدنور کی رانی کے شوہر شوم شنکر نے بنایا ہوا تھا اور اس نے وہاں امانت طور پر کافی مال واسباب بھی جمع کر رکھا تھا۔

جب سورائی درگ پر مرزا حسین بیگ نے قبضہ کیا تو اس کے ہاتھ یہ ساری دولت لگی۔ ہیں کہ اس دولت میں تین صندوق موتیوں اور جواہرات سے بھرے ہوئے تھے دو صند جڑاؤ زیورات کے تھے ہاتھی کی دو جھولیں بھی تھیں جو سونے چاندی سے بڑی کاری گری ساتھ تیار کی گئیں تھیں اس کے علاوہ ہاتھیوں کے گلے میں جھل بھل گھنگھرو اور پیروں کڑے سب سونے چاندی کے تھے یہ بھی بے شمار ہاتھ لگے اس مہم سے فارغ ہونے کے مرزا حسین بیگ لوٹ آیا تھا سارا مال و دولت لا کر اس نے حیدر علی کے سامنے پیش کر دیا تھ

دوسرا لشکر جو ہیبت خان کی سرکردگی میں رائے درگ کی طرف گیا تھا اسے بھی کسی خا مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس علاقے کے راجہ نے جو لشکر جمع کر لیا تھا اسے لے کر وہ ا بار سامنے آیا لیکن بڑی آسانی سے ہیبت خان نے شکست دے دی راجہ نے جب دیکھا اس کا کوئی بس نہیں چلتا تب اس نے اپنے کچھ سالاروں کو بھیج کر معافی چاہی اور خراج طور پر تین لاکھ روپے کی رقم نقد اور جرمانے کے لئے دو لاکھ اور اپنی جان کی امان پانے لئے ایک لاکھ کی رقم مہیا کی اس کے علاوہ اس مہم میں ہیبت خان کے ہاتھ بھی جانوروں علاوہ بہت سا سامان اور نقدی لگی جسے لے کر وہ حیدر علی کے پاس لوٹ آیا تھا۔

اسی دوران حیدر علی کو اس کے مخبروں نے یہ خبر دی کہ عبدالحکیم خان اپنے لشکر کے سا

سرحدوں کی طرف نہیں آیا بلکہ ابھی تک وہ اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ اپنے مرکزی شہر ساؤنور ہی میں قیام کر کے حالات کا جائزہ لے رہا ہے جبکہ اس کے لشکر کا ایک حصہ گولی درگ کے کوہستانی سلسلوں کے آس پاس جمع ہو رہا ہے تاکہ اگر حیدر علی یا اس کے لشکر کا کوئی حصہ گولی درگ میں جہاں ملکہ بدنور نے اپنے قلعے میں پناہ لے رکھی تھی وہاں حملہ آور ہونے کی کوشش کرے اس سلسلے میں ملکہ کی حفاظت کا سامان کیا جا سکے۔

اس نئی صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے حیدر علی نے بھی اپنے لائحہ عمل میں بھی تبدیلی کر دی اس وقت تک مرزا حسین بیگ اور ہیبت جنگ دونوں اپنی مہموں کو سر کر کے حیدر علی کے پاس پہنچ چکے تھے اس لیے کہ وہ ان کی اس مہم میں بغیر کسی لڑائی کے ہی ان کے حق میں کامیاب ہوگئی تھی لہٰذا حیدر علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور نگر سے نکل کر اس نے غازی خان کے پیچھے ہی پیچھے گولی درگ کا رخ کر لیا تھا۔

اس دوران ملکہ کے مخبر بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے ملکہ نے جب دیکھا کہ غازی خان کے علاوہ اب حیدر علی بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس کوہستانی سلسلے اور قلعے کا رخ کر چکا ہے جہاں اس نے پناہ لے رکھی ہے تب اس نے دو طرح کے قاصد اپنی مدد کے لئے روانہ کئے۔

کچھ قاصد اس نے عبدالحکیم خان کی طرف روانہ کئے جو اس وقت اپنے مرکزی شہر ساؤنور میں قیام کیے ہوئے تھا ملکہ نے اسے اپنی مدد کے لئے پکارا۔

ساتھ ہی ملکہ نے کچھ تیز رفتار قاصد پونا میں مرہٹوں کے سربراہ کی طرف روانہ کیے تھے اور اس سے التجا کی تھی کہ وہ حیدر علی کے خلاف اس کی مدد کرے یہ کام سرانجام دینے کے بعد ملکہ نئے قلعے میں اپنا دفاع کرنے کے لئے تیار ہوگئی تھی۔

غازی خان گولی درگ کے اس قلعے سے ابھی دور ہی تھا کہ جس میں بدنور کی ملکہ نے پناہ لے رکھی تھی کہ عبدالحکیم کے خاصے بڑے لشکر نے اس کی راہ روک لی یہ وہی لشکر تھا جو ملکہ بدنور کی ملکہ کے لئے آیا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ حیدر علی کا سالار غازی خان گولی درگ کے نئے قلعے پر حملہ آور ہو کر بدنور کی رانی کے لئے مصیبت و آلام کا باعث بنے۔

راہ روکنے کے ساتھ ہی عبدالحکیم خان کا وہ لشکر اپنے سالار کی سرکردگی میں اپنی صفیں درست کرتے ہوئے وقت کے آلاؤ میں قحط کے بھوکے ریلوں پھیلتے کھولتے لاوے خواہشوں کے زندان اور سلگتے خوابوں میں اٹھتے جوش مارتے سمندر اور ابلتے طوفانوں کی طرح آگے بڑھا تھا پھر وہ خوف و دہشت کی پرچھائیوں فکر و احساس کے ارتقاء میں اپنا رنگ جماتی موت

کی وادیوں زیست کے آلائم میں مقتل کو سجاتے قہر کے زندان بساتے رنگینیٔ جہنم اور نفرت کے پھٹ پڑنے والے بارود کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

غازی خان نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ کمال شناسی بہترین جنگی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے ان کے حملے کو روکا تھا پھر اس نے سردشت و دمن پتھروں کے سر زمین سے اچانک اٹھنے والے خونی ریت کے بے روک طوفانوں کی طرح اپنی جارحیت کی ابتدا کی تھی پھر وہ افغانوں کے لشکر پر خودداریوں کے تخیل کو خوابوں کے ماتم، معجزاتی آرزوؤں کو نامرادیوں کی ڈھلتی شام پر امید خواہشوں کو وحشت و خونخوار کے نوحوں ہونٹوں کے حروف دعا کو بدترین ہزیمت کی خبروں دل کے جذبات روح کے سکون ذہن کی ترتیب کو نارسائی کی لکیروں اور شکست کے گھنے اندھیروں میں تبدیلی کر دینے والے اندھیاؤں اور کھلی سفاکیوں کی داستانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

گولی درگ کے نواح میں دکھوں کے اندھے کنوؤں کے اندر چار سو موت کی سیٹیاں بجنے لگیں تھیں میدان جنگ کے اندر ہر ذات کی خواہشوں پر کانٹوں کے نشتر چل گئے تھے وحشتوں کے شور کے اندر قضا کی اذیتیں دلوں کو لخت لخت بدنوں کو زخم زخم اور حیات کے اوراق کو برسوں پرانے بوسیدہ کیڑوں کی طرح بیر بیر جھیر جھیر کرتی چلی گئی تھیں میدان جنگ میں سرابوں کی پیاس خون سے بجھنے لگی تھی خونی اشکوں بھری کہانیاں بڑی تیزی سے رزم گاہ میں رقم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

عبدالحکیم کے لشکر کا خیال تھا کہ وہ حیدر علی کے اس چھوٹے سے لشکر کو بدترین شکست دے کر ہزیمت کا شکار کر کے واپس نگر کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا جب دونوں لشکر ایک دوسرے پر پورا زور لگا چکے تب عبدالحکیم کے لشکر کے سالار نے اندازہ لگایا کہ غازی خان لگاتار تکبیریں بلند کرتے ہوئے عبدالحکیم کے لشکر پر گرم کھولتے لاوے کی ہولناکی، بپھری ہوئی موجوں کی جرات مندی اور بادلوں کی تہوں تک میں بھٹکتی تڑپتی بکھیرتی برق کے تیاں کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد عبدالحکیم خان کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے حادثات روز و شب میں بوند بوند کو ترستی دھرتی گم سم چپ چپ خون اگلتی ساعتوں میں روح کی تشنگی ہجر زدہ موسموں اور جذبات کی شوریدہ کاری سے بھی زیادہ بری اور ابدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر مزید جنگ جاری رہی تو غازی خان نے اپنے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث عبدالحکیم کے لشکر کی مقدار کافی حد تک کم کر کے رکھ دی تھی عبدالحکیم کے لشکر کے سالار

نے جب اندازہ لگایا کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو اس کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے گا لہٰذا شکست تسلیم کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑا ہوا اس کے پڑاؤ کی ہر چیز غازی خان کے ہاتھ لگی تھی غازی خان نے بھاگتے دشمن کا تعاقب نہیں کیا بلکہ وہیں ٹھہر کر جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے لشکریوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا کہ اتنی دیر تک باقی ماندہ سارے لشکر کے ساتھ حیدر علی بھی وہاں پہنچ گیا ایک شب وہاں قیام کیا گیا اس کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کو لے کر گولی درگ کے اس قلعے کا رخ کر رہا تھا۔ جس میں بدنور کی رانی جا کے گھات لگائے بیٹھی تھی۔

گولی درگ کے اوپر جو بدنور کی رانی کا قلعہ تھا اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی نے اس کا محاصرہ کر لیا تھا یہ قلعہ چونکہ پہاڑ کی چوٹی پر واقعہ تھا۔ لہٰذا اسے فتح کرنا آسان کام نہ تھا تاہم بڑی سختی سے حیدر علی نے اس کا محاصرہ کیا تھا۔

بدنور کی رانی اور اس کے لشکریوں کو یہ فائدہ تھا کہ وہ بلندی پر تھے اور پتھروں کی اوٹ میں رہتے ہوئے وہ حیدر علی اور اُس کے لشکریوں پر تیر اندازی کر کے انہیں بے پناہ نقصان پہنچا سکتے تھے حیدر علی بھی بدنور کی رانی کی اس فوقیت سے آگاہ تھا وہ بڑا محتاط تھا آہستہ آہستہ اپنے لشکریوں کو پتھروں کی آڑ میں وہ آگے بڑھا رہا تھا وہ جانتا تھا اگر اس نے فی الفور یلغار کرتے ہوئے قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی تو قلعہ کے اطراف میں کوہستانی سلسلے کے اندر بدنور کی رانی نے جو تیر انداز بٹھا رکھے ہیں ان کے ہاتھوں اس کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

حیدر علی نے قلعے کو فتح کرنے کے لئے جو سب سے پہلا قدم اٹھایا وہ یہ کہ بدنور کی رانی جس قلعے میں محصور تھی اس کے لئے اس نے باہر سے خوراک اور ضرورت کے دوسرے سامان کا سلسلہ بالکل منقطع کر دیا تھا ساتھ ہی اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے لشکر کو اوپر جاتے ہوئے محاصرہ تنگ سے تنگ ترین کرنا شروع کر دیا تھا۔

ابھی اس قلعے کا محاصرہ جاری تھا کہ حیدر علی کو اس کے مخبروں نے دو خبریں پہنچائیں۔ پہلی یہ کہ گولی درگ کے نواح میں غازی خان کے ہاتھوں عبدالحکیم کے جس لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے اس کی خبر عبدالحکیم تک پہنچ چکی ہے لہٰذا عبدالحکیم ایک بہت بڑا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر ساؤنور سے نکل کھڑا ہوا ہے تا کہ بدنور کی رانی کی مدد کرے۔ دوسری یہ کہ مرہٹے بھی رانی کی مدد کو امڈ رہے ہیں۔

لیکن حیدر علی نے کوئی اہمیت نہیں دی بدنور کی رانی اور اس کے حواریوں اور اس کے قلعے

پر آخری ضرب لگانے کے لئے ایک رات اپنے لشکر کے ساتھ پتھروں کی اوٹ میں تیروں برسات کرتے ہوئے حیدر علی آگے بڑھا تھا بڑی تیزی سے اس نے پیش قدمی کی تھی رانی جو بھی لشکر سامنے آتا اسے موت کے گھاٹ اتارتا چلا گیا تھا یہاں تک کہ تیز یلغار کرتے ہوے حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ اس قلعے تک پہنچ گیا کہتے ہیں دروازے کو توڑ کر حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ اندر گھسا رانی کے جو مسلح جنگ جو قلعے کے اندر تھے ان سب کو کاٹ کے رکھ دیا گیا اور بدنور کی رانی کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اب چونکہ حیدر علی کو دو دشمنوں سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا ایک عبدالحکیم خان اور دوسرے مرہٹے لہٰذا رانی کو گرفتار کرنے کے بعد اس نے وہاں قیام نہیں کیا بلکہ وہ نگر کی طرف کوچ کر گیا تھا دوسری جانب عبدالحکیم خان جو اپنے مرکزی شہر ساؤنور سے اپنے لشکر کے ساتھ نکل چکا تھا اسے بھی خبر ہو گئی تھی کہ حیدر علی نے بدنور کی رانی کو گرفتار کر لیا ہے یہ خبر سن کر اس نے آگے بڑھنا بند کر دیا اور بالا نام کی ندی کو پار کرنے کے بعد کھلے میدانوں میں ایک جگہ وہ اپنے لشکر کیے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔

دوسری جانب حیدر علی مزید حرکت میں آیا اپنے لشکر کے ساتھ وہ اپنے طلایہ گروں کی راہنمائی میں سوندر نام کی اس بستی کی طرف گیا جہاں بدنور کی رانی کی چھوٹی بہن گرونتی نے پناہ لے رکھی تھی وہاں سے رات کی گہری تاریکی میں گرونتی کو نکالا گیا اور رات ہی کے وقت حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ ان سرحدی علاقوں سے ملکہ بدنور کے مرکزی شہر نگر کی طرف کوچ کر گیا تھا جس کا نام حیدر علی نے تبدیل کر کے اب حیدر نگر رکھ دیا تھا۔

بدنور کی رانی کو نگر کے محل کے ایک حصے ہی میں ٹھہرا کر اس کے گرد بڑا کڑا پہرا لگا دیا گیا تھا ایک طرح سے وہاں اسے نظر بند کر دیا گیا تھا اس چھوٹی بہن گرونتی اور اس کے ساتھ دیول داس اور اس کی بیوی سیورن کو بھی محل کے ایک حصے میں ٹھہرایا گیا تھا۔

یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد حیدر علی اب تک جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس نے اس سارے مال کو ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا تھا مال کے حصے کرنے کے بعد کچھ مال غنیمت اس نے اپنے لشکریوں میں تقسیم کیا یہ مال اس قدر زیادہ تھا کہ اس کے لشکری ایک طرح مالا مال ہو کر رہ گئے تھے اور مال غنیمت کے باقی حصے کو اس نے اپنے مرکزی شہر سرنگا پٹم بھجوانے کا اہتمام کرنا شروع کر دیا تھا۔

رانی دنور کے محل میں ایک روز دیول داس کی بیوی سیورن جس کمرے میں اس کا قیام تھا اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں داخل ہوئی وہاں گرونتی اپنا کچھ سامان ٹھیک کر رہی تھی دروازے پر سیورن کو دیکھتے ہی خوش کن الفاظ میں اس نے اسے مخاطب کیا۔

"آؤ اماں کیا بات ہے؟"

دیول داس نے جو غازی خان کے سامنے گرونتی کے حسن و جمال کی تعریف کی تھی تو گرونتی کہیں اس سے بھی زیادہ تھی وہ خوشبوؤں اور چاندنی کے سنگم دامن فسوں پھیلاتی چاندنی کی سیمیں نرم ضیاء جیسی حسین ست رنگی خوش آبدھنک کے آنچل روشنی کے تازہ موسموں میں اڑتی ہستی صندلی خوشبوؤں جیسی خوبصورت موج آب پر کرنوں کے ارتعاش اور رنگ رنگ میں خوشبو کو لوریاں دیتی شبنم اور قرب کے احساس میں طلب انگیز مہک جیسی پر جمال ان گنت اچھوتے کنوارے سپنوں میں محبت بھرے الفاظ کی تتلیوں جیسی پر کشش تھی۔

اس کے چنچل نین تیکھے ابرو روشن چہرہ کالے گیسو نرم کلائیاں نازک چوڑیاں برکھا زلفیں کوندے عارض ایسا سماں باندھ رہے تھے جیسے نیل گگن پر پرم انگنت شفق رنگ بکھیر گئی ہوں۔ چاندنی میں نہائے اس کے بدن کا جمال خوابگوں اس کی نگاہیں، زیبا جسامت اسکی سرو قامتی، لبوں پر بھٹکتی شعلہ گوں تحریریں، مہکتا مہکتا جسم دیکھنے والے کے لئے ایسی کیفیت پیدا کر رہا تھا جیسے دل کی ٹھنڈک میں سوئے شعلے جاگ اٹھے ہوں نگاہوں کی سرور میں زمزموں کی آندھیاں چل گئی ہوں یا خواب آلود فضاؤں میں سوئے ہوئے گیت بیدار ہو کر قرب کا احساس دینے لگ گئے ہوں۔

بہر حال سیورن اندر داخل ہوئی پھر پر شفقت لہجے میں اس نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

"بیٹی یہ دیول داس کہاں کھو گیا ہے کافی دیر سے گیا ہوا ابھی تک لوٹا نہیں۔"

اس پر گرونتی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ کہیں دور نہیں گیا نزدیک ہی ہے میں نے ذرا انتہائی اہم کام کے سلسلے میں اسے اوجنی رائے کی طرف بھیجا ہے۔"

سبورن فکر مند ہو گئی تھی کچھ سوچا پھر گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بیٹا خیریت تو ہے اوجنی رائے کے پاس جا کر وہ کیا کرے گا۔''

گرونتی نے کچھ سوچا پھر وہ سبورن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اماں جس کام کے لئے میں نے اسے بھیجا ہے وہ بڑا اہم ہے دیکھو اوجنی رائے کو اب ہمارے سارے علاقوں کا حیدر علی نے والی مقرر کر دیا ہے اور جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں ان کے مطابق مجھے اور میری بہن دونوں کو سرنگا پٹم لے جایا جائے گا وہاں میری بہن تو اپنے برے کاموں کی وجہ سے نظر بندی کی زندگی بسر کرے گی لیکن اب تک میرے لئے کیا اہتمام کیا گیا ہے مجھے کچھ خبر نہیں دیول داس کو میں نے اوجنی رائے کی طرف اس لیے بھیجا ہے تا کہ وہ اس سے یہ پتہ لگا کے آئے کہ وہاں مجھے کہاں ٹھہرایا جائے گا اور یہ کہ وہ کون کون سے لوگ ہیں جن پر وہاں رہتے ہوئے میں اعتماد اور بھروسہ کر سکتی ہوں اور جو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔

گرونتی یہیں تک کہہ پائی اور خاموش ہو گئی اس لئے کہ اس لمحہ دیول داس اس کمرے میں داخل ہوا تھا دونوں غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں پھر گرونتی نے ہاتھ کے اشارے سے دیول داس کو ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا دیول داس آگے بڑھ کر بیٹھ گیا سبورن بھی اس کے قریب ہو بیٹھی تھی پھر ان کے سامنے ایک نشست پر جمتے ہوئے گرونتی نے دیول داس کو مخاطب کیا۔

''دیول بابا اب کہو جس کام کے لئے میں نے تمہیں بھیجا تھا اس کا کیا بنا۔''

جواب میں دیول داس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

''بیٹا جس وقت میں اوجنی رائے کے پاس گیا اس وقت اوجنی رائے اکیلا بیٹھا ہوا تھا میں نے جب تمہارا سارا معاملہ اس کے سامنے پیش کیا تو وہ اٹھ کے حیدر علی کے پاس گیا اس وقت حیدر علی کے پاس اس کے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے میں باہر انتظار کرتا رہا کچھ دیر بعد اوجنی رائے باہر نکلا اور اس نے بتایا کہ ہم تینوں کا قیام وہاں اوجنی رائے کی حویلی میں ہوگا آج اوجنی رائے تیز رفتار سوار سرنگا پٹم کی طرف روانہ کرے گا اور اپنے اہل خانہ کو یہاں حیدر نگر میں منگوا لے گا وہاں جو اس کی حویلی ہے وہ خالی ہو جائے گی اس میں ہم تینوں کا قیام ہو گا میں اوجنی رائے کو علیحدہ لے گیا اور اس سے پوچھا کہ وہاں رہتے ہوئے ہم کس پر اعتماد اور بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا میری حویلی کے دائیں بائیں جو میرے ہمسائے ہیں ان میں سے ایک تو حیدر علی خان کے لشکریوں کا بڑا سالار غازی خان ہے دوسرا حیدر علی کے چھوٹے سالاروں میں ایک شخص اپاجی رام ہے۔ اوجنی رائے کا کہنا ہے کہ ان دونوں پر بہترین اعتما

اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا کہ جہاں تک حیدر علی خان کے سالار غازی خان کا تعلق ہے تو وہ گھر کے تین افراد ہیں ایک وہ خود ایک اس کی ماں زباب اور دوسرا اس کا باپ زعیم جہاں تک اپاجی رام کا تعلق ہے تو وہ گھر کے چار افراد ہیں ایک خود اپاجی رام دوسرے اس کی ماں کنتھیا اور اس کی دو بہنیں ہیں سروپ اور سمرتی۔'' یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام وہ کہہ رہا تھا۔

''بیٹا رانی تو آج محافظ دستوں کے ساتھ سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دی جائے گی جو دستے رانی کو لے کے جائیں گے ان علاقوں میں جو مال غنیمت حاصل ہوا ہے وہ بھی ان کے حوالے کیا جائے گا۔ اس مال غنیمت کو وہ سرنگا پٹم لے کے جائیں گے اور ان دستوں کی کمان داری حیدر علی کا ایک سالار ہیبت جنگ کرے گا۔ جہاں تک ہم تینوں کا تعلق ہے تو فی الحال حیدر علی اوجنی رائے غازی خان اور کچھ دوسرے سالاروں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم تینوں فی الحال یہاں اسی محل میں قیام کریں گے اس لیے کہ حیدر علی ہیبت جنگ کو سرنگا پٹم روانہ کرنے کے بعد ساؤنور کے حاکم عبدالحکیم خان کے خلاف حرکت میں آئے گا اس لیے کہ اس نے بار بار حیدر علی کے مفادات کو نقصانات پہنچانے کی کوشش کی اس کے خلاف رانی کی مدد کے لئے اچھا خاصہ لشکر بھی روانہ کیا جسے گولی درگ کے قریب غازی خان نے بدترین شکست دے کر بھگا دیا لہٰذا حیدر علی ساؤنور کے حاکم عبدالحکیم خان کو اس کی غلطیوں کی سزا دے گا اس کے بعد واپس یہاں حیدر نگر آئے گا پھر جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے سرنگا پٹم کا رخ کرے گا تو ہمیں بھی اپنے ساتھ لے کے جائے گا ایسا شاید حیدر علی اوجنی رائے اور غازی خان کے علاوہ دوسرے سالار ہماری سلامتی ہمارے تحفظ کی خاطر کر رہے ہیں۔''

دیول داس جب خاموش ہوا تو کسی قدر خدشات اور تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی نے کہنا شروع کیا۔

''بابا بات یہ ہے کہ جو لوگ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ایسا وہ سرنگا پٹم میں میری رہائش کے دوران بھی کر سکتے ہیں لہٰذا وہاں میرے تحفظ کا کیا سامان ہو گا۔''

دیول داس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں اوجنی رائے سے میری بات ہوئی جس وقت ایک یا دو دن تک حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ عبدالحکیم خان پر یلغار کرے گا تو یہاں محل کی حفاظت پر اس کے چند دستے مقرر ہوں گے اوجنی رائے ان کی کمان داری کرے گا یہاں تو ہم محفوظ رہیں گے جہاں تک

سرنگا پٹم میں ہماری رہائش کا تعلق ہے تو جس وقت ہم یہاں سے کوچ کریں گے اس سلے میں میں غازی خان سے بات کروں گا اور وہ حیدر علی سے صلاح مشورہ کر کے وہاں ہماری حفاظت کا ضرور کوئی بندوبست کرے گا اس لیے کہ غازی خان وہ پہلا شخص ہے جس سے میں اس وقت ملا جب رانی سے متعلق شکایات لے کر حیدر علی کی طرف جا رہا تھا میرے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتا رہا میرا اس نے بہترین خیال رکھا میں اس کے اخلاق اور کے کردار سے بھی بے حد متاثر ہوا لہٰذا اس سلسلے میں تفصیل سے اس سے بات کروں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ سرنگا پٹم میں بھی ہمارے تحفظ ہماری حفاظت کا کوئی نہ کوئی اہتمام ضرور کر دے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے دیول داس رکا پھر گرونتی سے کہنے لگا۔

”بیٹا تم بیٹھو آرام کرو کچھ لوگ یہاں ہماری ضروریات اور کھانا پینے کا سامان لانے والے ہیں۔ وہ سامان میں رسوئی میں رکھواتا ہوں۔“ اس موقع پر دیول داس کی بیوی سبورن بھی بول اٹھی۔

”میں بھی رسوئی کی طرف جاتی ہوں کھانا تیار کرتی ہوں پھر اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی دیول داس اور سبورن دونوں میاں بیوی گرونتی کے کمرے سے نکل گئے تھے۔

ساؤ نور کے حاکم عبدالحکیم خان نے ابھی تک گولی درگ اور بالا ندی کے درمیان وسیع میدان میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا حیدر علی اس کی سرکوبی کے لیے حیدر نگر سے نکلا راستے میں کوئی فیصلہ کرنے کے بعد حیدر علی نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک لشکر کو اس نے گھات میں بٹھا دیا تا کہ ضرورت پڑنے پر وہ عبدالحکیم پر اچانک پشت کی جانب سے ضرب لگائے اور اس کے بعد باقی لشکر کو لے کر وہ گولی درگ اور بالا ندی کے درمیانی حصوں میں نمودار ہوا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے عبدالحکیم جو اپنے آپ کو بدنور کی ملکہ کا حامی اور حلیف سمجھتا تھا سخت غصے کی حالت میں تھا لہٰذا اس نے حملہ آور ہونے کی ابتدا کی اور وہ حیدر علی کے لشکر پر شکستوں اور نامرادیوں کے تیزابی دھارے، ظلم و عداوت کے رینگتے جھکڑوں گناہوں کی سیاہ کاریوں سے داغدار کرتے اضطرابوں کے بھنور اور موت کے شکنجوں کے درد انگیز المیے کھڑکھڑی گرتی شمال کی ہواؤں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

حیدر علی نے بھی اس کے حملوں کو روکتے ہوئے جوابی کارروائی کی پھر وہ بھی اسپر راگوں میں لہو کی گردش روک دینے والے طوفانوں پر گرداں فوجوں میں جسموں کا آشوب زمانے بھر کی وحشتیں اور دل کی سونی وادیوں میں منافرت کی گرد اور زندگی کے عذاب دینے والے نہ ٹلنے والے عذابوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جنگ جس وقت اپنے زوروں پر آئی تب حیدر علی نے اپنا وہ لشکر جو گھات میں بٹھا رکھا تھا وہ بھی عبدالحکیم کی پشت کی طرف سے نمودار ہوا اور ایسے زور دار انداز میں حملہ آور ہوا کہ عبدالحکیم کے لشکر کی صفیں الٹ گئیں اس طرح دوطرفہ حملے کے باعث عبدالحکیم خان کے لشکر کی حالت کرب کے طوفانوں میں بنجر پڑے جذبات اجنبی جنگلوں پردیسی جزیروں میں جھلستی سلگتی سسکتی تھکی زیست اور جیون کے ہر لمحے کو نگل جانے والے صدیوں کے قہر سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہاں تک کہ شکست اٹھا کر عبدالحکیم اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا خود وہ اور اس کے لشکری سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے پیچھے پلٹ کے دیکھا تو دنگ رہ گئے اس لیے کہ حیدر علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیے ہوئے تھا انہیں مارتا پیٹتا بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

عبدالحکیم کی حالت یہ ہوئی تھی کہ جس وقت اسے شکست ہوئی وہ اپنے پیچھے جنگی ساز و سامان کے علاوہ خیمے جھنڈے نوبت خانہ شتر خانہ، فیل خانہ سب چھوڑ چھاڑ کر ساؤنور کی طرف بھاگا تھا لیکن حیدر علی نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا سائے کی طرح اس کے تعاقب میں لگا رہا یہاں تک کہ اس کے قلعے کے قریب جا پہنچا۔

عبدالحکیم نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی شکست تسلیم کی حیدر علی سے صلح کی درخواست کی اور ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا اس شرط کے بدلے حیدر علی نے اسے معاف کر دیا عبدالحکیم خان نے آئندہ فرمانبردار رہنے کا وعدہ کیا اور اس نے مقررہ رقم کے عوض حیدر علی کو ہاتھی اونٹ مخملی خیمے زردوزی شامیانے برہان پوری خلعتیں قیمتی ہتھیار اور کچھ نقدی ادا کر کے اپنی جان بچائی یہ سامان جو اس نے حیدر علی کے حوالے کیا یہ بڑا نفیس ساز و سامان تھا جسے ساؤ نور کے سابقہ حکمرانوں نے بڑی محنت سے جمع کر رکھا تھا ملکہ بدنور کے اس حامی اور حلیف کو حیدر علی نے اپنے سامنے خوب زیر کیا اپنا فرمانبردار بنایا اور اس کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ بنکاپور چردلی اور ہرنی وغیرہ کے قلعوں کو فتح کرتا ہوا گزر گیا ساتھ ہی اس نے اردگرد کے چھوٹے علاقوں میں جو راجہ پالیکار تھے ان کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا اور پھر واپس حیدر نگر آیا اور اپنے لشکر کے ساتھ پھر وہ سرنگا پٹم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

✡......✡

سرنگا پٹم میں اوجنی کے گھر اپنے قیام اپنی رہائش کو درست کرنے کے بعد ایک روز سبورن کے ساتھ اپنے ہمسائے اپاجی کے ہاں داخل ہوئی ایک بوڑھی عورت اس وقت میں کھڑی تھی اسے مخاطب کر کے گرونتی کہنے لگی۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ کا نام کنتھیا ہے اور آپ اپاجی کی ماں ہیں۔

وہ عورت مسکرا دی کہنے لگی۔

''تیرا کہنا درست ہے بیٹی پر میں نے تجھے پہچانا نہیں اور سب سے بڑی مصیبت کہ اپنا پورا چہرہ ڈھانپ رکھا ہے اور نقاب ڈالا ہوا ہے صرف تیری آنکھیں ننگی ہیں اور ان آ سے تو میں تجھے پہچاننے سے رہی۔''

اس پر گرونتی کہنے لگی۔

''میں اور میرے ساتھ یہ میری ماں ہے ان کا نام سبورن ہے میرا نام گرونتی ہے بدنور کی رانی کی چھوٹی بہن ہوں۔''

گرونتی کے ان الفاظ پر کنتھیا چونک اٹھی تھی اتنی دیر تک حویلی کے اندرونی حصے سے خود اس کی بہن سمرتی اور دوسری بہن سروب بھی نکل آئی تھیں کنتھیا نے انہیں جب گرونتی متعلق بتایا تو سب نے ایک دوسرے کا تعارف کرایا پھر دیوان خانے میں جا کے بیٹھ تھے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر کنتھیا نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

''بیٹا تو ہمسائے میں آئی یہ ہماری خوش بختی ہے اور تو ہمارے گھر آئی ہے میں سمجھتی یہ ہماری دوسری خوش قسمتی ہے پر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تو نے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھا ہے اور کیوں تو چہرہ لوگوں کے سامنے عیاں نہیں کرتی۔''

ہلکی سی آواز میں گرونتی نے کہنا شروع کیا۔

''اس کا جواب میری ماں سبورن دے گی۔''

''اس پر سبورن نے سب کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔

''دراصل معاملہ یہ ہے کہ گرونتی نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ کسی کے سامنے اپنا چہرہ ننگا نہ کرے گی جس جوان کو یہ اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہے گی اس کے سامنے اپنے چہرے نقاب ہٹائے گی اور اسی کو اپنا چہرہ دکھائے گی ابھی تک چونکہ اس نے اپنی زندگی کا ساتھی نہ چنا لہٰذا چہرہ ڈھانپ کے رکھتی ہے۔''

کنتھیا سمرتی اور سروب نے عجیب سے انداز میں اس موقع پر گرونتی کی طرف دیکھا سروب نے اسے مخاطب کیا۔

''گرونتی آپ کا بڑا اونچا مقام ہے آپ ہمارے یہاں آئیں آپ کی بڑی مہربانی پر آپ نے اپنے آپ کو ایک کٹھن آزمائش میں ڈال رکھا ہے اب نہ جانے کب تک آپ کو اپنی زندگی کا کوئی ساتھی بھاتا ہے تب تک کیا آپ چہرہ ڈھانپے رکھیں گی۔''

اس پر گرونتی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں جب گھر میں کوئی غیر مرد آتا ہے یا باہر نکلتی ہوں تب چہرے کو ڈھانپتی ہوں اپنی ماں سبورن اور باپ دیول داس کے سامنے تو میں چہرہ نہیں ڈھانپتی گو یہ میرے حقیقی ماں باپ نہیں ہیں۔ لیکن میں انہیں باپ اور ماں کی جگہ ہی سمجھتی ہوں جس روز مجھے اپنی زندگی کا کوئی ساتھی پسند آیا چہرے سے نقاب ہٹا دوں گی۔''

اس دوران گرونتی بڑے غور سے اپاجی کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ اس موقع پر کنتھیا گرونتی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بیٹی اب تم دونوں آئی ہو تو بیٹھو کھانا ہمارے ساتھ کھا کے جانا۔'' گرونتی اٹھ کھڑی ہوئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے سبورن بھی کھڑی ہو گئی پھر گرونتی نے کنتھیا کو مخاطب کیا۔

''ماں بات دراصل یہ ہے کہ آج میں صرف تعارف حاصل کرنے کے لئے آئی تھی اب چونکہ آپ کے ہمسائے میں ہماری رہائش ہے لہٰذا اب آنا جانا لگا رہے گا آپ بھی کبھی ہمارے ہاں آیئے گا۔''

اس موقع پر اپاجی کی بہن سمرتی بول اٹھی۔

''تھوڑی دیر تو بیٹھیں آپ ابھی آئیں اور ابھی چل دیں اس پر مسکراتے ہوئے گرونتی کہنے لگی۔

''تمہارا کہنا ٹھیک ہے میری بہن لیکن تم لوگوں سے ملنے کے بعد میں نے اپنے دائیں جانب جو ہمسائے ہیں ان کے ہاں بھی جانا ہے ان سے بھی اپنا تعارف کرنا ہے اور تاکہ انہیں بھی خبر ہو کہ ان کے ہمسائے میں کوئی آیا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی دیوان خانے سے گرونتی باہر نکلی سبورن اس کے پیچھے پیچھے تھی پھر دونوں اپاجی کی حویلی سے نکل گئی تھیں۔

اپاجی کے ہاں سے نکل کر گرونتی اور سبورن دونوں غازی خان کی حویلی میں داخل ہوئیں اندر صحن میں ایک عورت چاول صاف کر رہی تھی وہ ایک اچھی خاصی بڑی کھاٹ پر بیٹھی ہوئی تھی جس کے اوپر سفید رنگ کی چادر بچھی ہوئی تھی ایک طشت میں چاول ڈالے وہ صاف کر رہی تھی جب گرونتی اور سبورن حویلی میں داخل ہوئیں تب وہ عورت کھاٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی گرونتی آگے بڑھی سبورن اس کے پیچھے تھی اس عورت کے قریب جا کر انتہائی خوشگوار لہجے

میں گرونتی نے اسے مخاطب کیا۔

”محترم خاتون اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ غازی خان کی ماں زباب ہیں؟“

وہ عورت مسکرا دی کہنے لگی۔

”گرونتی میری بیٹی تمہارا کہنا درست ہے میں ہی غازی خان کی ماں ہوں۔“ زباب

ان الفاظ پر گرونتی چونکی تھی کہنے لگی۔

”آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ میں گرونتی ہوں؟“

جواب میں زباب مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی بات یہ ہے کہ میرے بیٹے غازی خان نے تمہارا اور تمہاری بہن کا تفصیل سے ذ کیا تھا ساتھ ہی اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ تم اپنے چہرے کو ڈھانپ کے رکھتی ہو اور جہ تک تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی نہیں ملتا اس وقت تک تم اپنے چہرے کو ڈھانپے ہی رکھو گی ا جب تم کسی کو پسند کرو گی تو اس کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کرو گی تم چونکہ چہرے کو ڈھانپے آئی ہ تو لہٰذا میں نے جان لیا کہ تم گرونتی ہی ہو اور تمہارے ساتھ اگر کوئی دوسری عورت ہو سکتی ہے ت وہ سبورن ہے اس لیے کہ سبورن کا میاں دیول داس اس وقت میرے بیٹے غازی خان کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ہے وہ تھوڑی دیر پہلے ہی آیا ہے اس نے بھی تم دونوں سے متعلق ہم دونوں ماں بیٹے کو کافی تفصیل بتائی ہے۔“

زباب مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنی دیر تک دیوان خانے سے دیول داس اور غازی خان بھی نکل آئے تھے دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے سبورن کہنے لگی۔

”آپ کب سے یہاں آ کے بیٹھے ہوئے ہیں میں اور گرونتی تو آپ کو گھر پر چھوڑ کے آئے تھے۔“

اس پر دیول داس مسکرا دیا کہنے لگا۔ ”جب آپ دونوں اپا جی کے ہاں گئیں تو میں گھر کا دروازہ بند کر کے یہاں غازی خان کے پاس آ کے بیٹھ گیا میں اکیلا گھر پر کیا کرتا۔“

دیول داس جب خاموش ہوا تب زباب نے گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”بیٹے چلو چل کے دیوان خانے میں بیٹھو دیکھو کھانے کا وقت ہو رہا ہے میں چاول بناتی ہوں ساتھ مرغی ہو گی جو میں نے پہلے ہی پکا کے رکھی ہوئی ہے اس کے بعد اکٹھے بیٹھ کے کھانا کھاتے ہیں۔“

اس پر گرونتی کہنے لگی۔

”اماں بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یہ تو پہلے ہی پتہ ہے کہ آپ کی بیٹی نہیں صرف ایک بیٹا

غازی خان ہی ہے آپ غازی خان اور دیول داس دونوں سے کہیں کہ دونوں جس طرح پہلے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے ایسے ہی وہاں جا کے بیٹھ جائیں آپ آرام سے ایک جگہ بیٹھ جائیں چاول میں اور سبورن دونوں مل کر پکا لیتی ہیں۔“

اس پر مسکراتے ہوئے زباب کہنے لگی۔

”نہیں بیٹی! تمہیں زحمت ہو گی اور تم نے کبھی یہ کام کیا بھی نہیں ہو گا۔“

”نہیں کیا تو اب تو کرنا ہو گا۔“ اس کے ساتھ ہی کھاٹ پر پڑا ہوا چاولوں کا طشت گرونتی نے اٹھا لیا اس دوران سبورن آگے بڑھی اس نے اسے چاولوں کا طشت دیدیا پھر گرونتی نے زباب کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

”آپ ہمارے ساتھ مطبخ میں چلیں ہمیں سب چیزیں بتا دیں اس کے بعد آپ بیٹھ جائیں چاول میں اور اماں سبورن پکا لیں گی۔“

اس موقع پر مسکراتے ہوئے زباب نے غازی خان کو مخاطب کیا۔

”غازی خان میرے بچے تم ذرا دیول داس کو لے کے دیوان خانے میں بیٹھو اب گرونتی ضد کر رہی ہے تو یہ جو چاہتی ہے اسے کر لینے دیں۔“

غازی خان مسکرا دیا تھا پھر وہ اور دیول داس دونوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے جبکہ زباب گرونتی اور سبورن کو لے کر مطبخ کی طرف ہو لی تھیں۔

کھانا جب تیار ہو گیا تب زباب سبورن اور گرونتی نے تو حویلی کے پچھلے کمرے میں بیٹھ کے کھا لیا تھا جبکہ غازی خان اور دیول داس کو کھانا دیوان خانے میں دیدیا گیا تھا۔

کھانے کے بعد زباب سبورن اور گرونتی بھی دیوان خانے میں جا کے بیٹھ گئی تھیں تھوڑی دیر تک گرونتی بڑے غور اور انہماک اور توجہ کے ساتھ غازی خان کا جائزہ لیتی رہی پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی اسے مخاطب کر کے غازی خان بول اٹھا تھا۔

”گرونتی اس سے پہلے تمہارے متعلق مجھے صرف دیول داس نے بتایا تھا میں تمہیں دو طرح کی مبارکباد دیتا ہوں ایک تو حکیم خاں کے ہاتھوں بچ نکلنے کی دوسرے ہمارے ہمسائے میں آ کے مقیم ہونے کی میرے خیال میں تمہیں یہ تو خبر ہے کہ ہم گھر کے صرف تین افراد ہیں۔“ یہاں تک کہتے کہتے غازی خان خاموش ہو گیا کہ اسی لمحہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص دیوان خانے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہوئے جب غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے پھر گرونتی اور سبورن کی طرف

دیکھتے ہوئے غازی خان کہہ رہا تھا۔

”یہ میرے باپ زعیم خان ہیں دیول داس انہیں پہلے جانتا ہے۔“ پھر اپنے باپ خان کی طرف دیکھتے ہوئے غازی خان کہہ رہا تھا۔

”پدر محترم دیول داس کو آپ جانتے ہیں۔ اس نے گرونتی اور سبورن کا بھی آپ تعارف کرا رکھا ہے۔“ اس پر زعیم خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ جس بچی نے چہرہ ڈھانپ رکھا ہے یہ یقیناً گرونتی اور اس کے ساتھ دوسری سبو ہی ہوسکتی ہے اس لیے کہ دیول داس نے مجھے ایسا ہی بتایا تھا۔“

اس موقع پر زباب نے اپنے شوہر زعیم کو مخاطب کیا۔

”مہمانوں کے آنے کی وجہ سے ہم تو کھانا کھا چکے ہیں میرے خیال میں چلیں میں آ کو کھانا دیتی ہوں۔“

اس پر زعیم خان کہنے لگا۔

”اول تو مجھے بھوک ہی نہیں اگر بھوک ہوئی تو میں جس وقت کھانا ہوا بتا دوں گا۔“

اس موقع پر گرونتی نے غازی خان کے باپ زعیم خان کو مخاطب کیا۔

”میرے محترم آپ کہاں گئے ہوئے تھے؟“ اس پر زعیم خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹا میں طبیب کے پاس گیا ہوا تھا اکثر بیمار رہتا ہوں کھانا کم کھاتا ہوں اور ان کی دوائیاں اور معجونیں زیادہ کھاتا ہوں۔“

پھر دیوان خانے سے نکلتے ہوئے زعیم خان کہنے لگا۔

”تم لوگ بیٹھ کے باتیں کرو میں ذرا بستر پہ لیٹ کے آرام کروں گا۔“ اس کے ساتھ ہی زعیم خان وہاں سے نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے غازی خان پھر بول اٹھا۔

”گرونتی اپنے باپ کے آنے کی وجہ سے میں نے اپنی گفتگو ادھوری چھوڑ دی میں بتا رہا تھا کہ ہم گھر کے تین ہی افراد ہیں میں میری ماں اور باپ میرے خیال میں دیول داس نے ہمارے متعلق تفصیل تمہیں بتا دی ہوگی میں سلطان کے لشکر میں سالار ہوں۔“

اس پر گرونتی اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

”اس قدر مجھے معلوم ہے۔“ غازی خان مسکرایا پھر دوبارہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”گرونتی مجھے تمہارے ایک ارادے تمہارے ایک عزم سے اتفاق نہیں ہے تم نے اپنا چہرہ

ڈھانپ رکھا ہے اس لیے کہ تم کسی کو اپنا چہرہ دکھانا نہیں چاہتی تمہارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جسے تم اپنی زندگی کا ساتھی چنو گی اسے ہی تم اپنا چہرہ دکھاؤ گی بی بی یہ بڑا مشکل کام ہے اس طرح تو کسی بھی صورت تم اپنی زندگی کا ساتھی نہ چن پاؤ گی جب تم اپنے چہرے کو ڈھانپے رکھو گی تو کون جانے گا تم کیسی ہو تمہارا چہرہ کیسا ہے جب تم گفتگو کرتی ہو تو تمہارا کیا انداز ہوتا ہے؟“

اس پر گرونتی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”محترم غازی خان زندگی کے ساتھی کے طور پر جب میں کسی کو چنوں گی اور اس کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دوں گی تو معاملہ خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔“

گرونتی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس کی بات کاٹتے ہوئے غازی خان بول پڑا۔

”گرونتی اس طرح کچھ بات بنتی نہیں جب تک تم چہرہ ڈھانپ کے رکھو گی کون تمہاری طرف مائل ہوگا اور پھر دیکھو لفظ کتنے صاف شفاف خوشنما اور بے داغ موتی کی طرح ہوں لیکن جب وہ بے صدا اور بے صورت ہوتے ہیں کوئی انہیں اہمیت نہیں دیتا تخیل کے سینے میں کتنے ہی ارادوں کی چٹانیں ٹوٹتی رہیں لیکن جب تک وہ خاموشی کا طوق گراں اتار کر دلکش پیکر کا روپ نہیں دھارتیں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی چشم تخلیق کے دھاروں کے اندر انسانی لائحہ عمل بے شک آتش پنہاں کے شراروں کی طرح کھولتے رہیں لیکن جب تک وہ چپ کے بت خانوں سے نکل کر اپنے ہونے کے نقوش نہیں چھوڑتے کوئی ان سے آگاہ نہیں ہوتا بی بی سورج کی رو پہلی کرنیں جب برگ ہائے شجر سے چھن چھن کر پیغام سحر دیتی ہیں تب ہی لوگ سحر سے روشناس ہوتے ہیں جب تک آئینوں کے اندر عکس رقصاں نہ ہوں جب تک تخیل کے سیمیں پردے پر دلکش پیکر اپنی موجودگی کا احساس نہ دیں اس وقت تک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔“

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی کے دیکھنے کے انداز سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ اس کی طرف تشنگی کی دھوپ میں کالے قہر پیلے موسموں کی چپ میں سیم تھور سے بھری مایوسی کے انداز میں دیکھ رہی تھی پھر کہنے لگی۔

”غازی خان میں جانتی ہوں کہ میرا چہرہ کیسا ہے میرے چہرے کی دلکشی اس کی خوبصورتی اور حسن کیسا ہے اس بناء پر میں نے اپنے ساتھی کو چننے کے لئے یہ طریقہ کار اپنایا ہے۔“

گرونتی اپنی بات مکمل نہ کر سکی کہ غازی خان پھر بول پڑا۔

”میں تمہارے ان الفاظ سے بھی انکشاف نہیں کرتا میں چھوٹی سی ایک مثال دیتا ہوں۔“

”گرونتی یوں سمجھو کہ یہاں سرنگا پٹم میں تم کسی نوجوان کو پسند کر لیتی ہو اور چاہتی ہو کہ تم

اسے اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ اس سے شادی کرنا چاہو اور جب تک اس کے سامنے چہرے سے نقاب ہٹاؤ اور تمہارا چہرہ دیکھ کر تمہاری گفتگو کا اندازہ لگا کر وہ شخص اگر تمہیں کر دے۔ تو پھر یہ تو کہو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟''

گرونتی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ غازی خان کی ماں زباب اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

''بیٹا تم چاروں بیٹھ کے باتیں کرو میں ذرا تمہارے باپ کو دیکھتی ہوں ان کی طبیعت ہے۔'' اس کے ساتھ ہی زباب دیوان خانے سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی اس کے جانے کے کچھ دیر گرونتی بڑے غور سے غازی خان کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

غازی خان میں تمہارے ان الفاظ تمہارے ان جملوں سے بھی قطعی اتفاق نہیں کر رکھو جس طرح ساون کی پہلی بارش میں جسموں کے ریشم مہک اٹھتے ہیں روشنی کے موسموں میں آنکھوں کے نیلم سیارے چمک اٹھتے ہیں جس طرح سیاہ بادلوں کے پس منظر نیلگوں فلک کی طرف اڑتے سفید پرندے جگمگاتے موتیوں کی طرح اپنی موجودگی کا پتہ د ہیں جس طرح شام شفق کی کرنیں جھیل کی مضطرب لہروں کو فردوس نگر بنا سکتی ہیں اسی ط عورت یا لڑکی اگر کوئی صحیح حسن صحیح جمال ایک بے نظیر بے عدیل روپ سروپ رکھتی ہو تو اپنے حسن سے ساعتوں کی جھیل میں جاگتی خلد کے منظر پیش کر سکتی ہے دل آنکھوں میں درا جوئے رواں کو وصل کی سر بستہ لذت و خوشی میں تبدیل کر سکتی ہے عورت اپنے جمال ویران نگر کے بے مسافت سفر کو ساعتوں کی بہتی خوشبو چاہتوں کی انوکھی جستجو میں بدل سکتی عورت اگر صحیح معنوں میں حسن جمال خوبصورتی رکھتی ہو اور اپنی اس خوبصورتی کو کسی سامنے بھی سنوار سنبھال کے پیش کرے تو دیکھنے والے کو اس شے میں ڈال سکتی ہے کہ وہ منبع مخرج اور مقطع کو مطلع سمجھتا رہے عورت کا حسن یقیناً سمتوں اور رفتار میں فرق ڈال سکتا ہے د کی درماں دل کے قرار مٹی کے لمس پانے کے ذائقے تک کو تبدیل کر سکتا ہے۔''

گرونتی جب خاموش ہوئی تو طنزیہ سے انداز میں مسکراتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

''گرونتی یہ سب خام خیالیاں ہیں اور میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ان خام خیالیوں سے نکل کر عملی زندگی کی طرف آؤ اپنے چہرے سے یہ نقاب ہٹا دو اس طرح کوئی تم کو دیکھے گا کسی کو دیکھو گی دونوں میں ایک طرح کا سمجھوتہ ہو گیا تب ہی تم اپنے لیے زندگی کے کسی ساتھ کا چناؤ کر سکو گی ورنہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ایسی حالت میں میں اگر تم کسی کے سامنے نقاب الٹ بھی دو تو ہو سکتا ہے جس کے سامنے تم نقاب الٹو وہ تمہارے حسن تمہاری خوبصورتی کو کوئی اہمیت ہی نہ دے۔ تمہیں کوئی مثبت جواب ہی نہ دے۔ پھر کیا ہو گا۔؟''

تیز نگاہوں سے گرونتی نے غازی خان کی طرف گھورا کہنے لگی۔

''غازی خان کبھی موقع آیا تو میں تمہیں اس کا عملی ثبوت دوں گی میری خوبصورتی میرا حسن میرا جمال کیا ہے عنقریب میں اس کی اصلیت تم پر ظاہر کر دوں گی پھر تم خود ہی کہو گے کہ جو الفاظ تم نے کہے وہ غلط ہیں اور جو میں نے کہے وہ درست ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی گرونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور دیول داس اور سبورن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آؤ اب چلیں۔''

وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ تینوں حویلی سے نکل گئے تھے ان کے جانے کے بعد غازی خان بھی دیوان خانے سے نکل کر اپنی حویلی کے دوسرے حصے کی طرف جا رہا تھا۔

اپنی حویلی میں داخل ہونے کے بعد گرونتی نے چہرے سے نقاب ہٹا دیا جس وقت وہ اپنے مخصوص کمرے کی طرف جانے لگی مڑ کے اس نے دیول داس اور سبورن کی طرف دیکھا اس موقع پر وہ کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے سبورن بول اٹھی۔

''بیٹا یہ جو غازی خان کے ساتھ اس کے دیوان خانے میں گفتگو ہوئی ہے لگتا ہے اس نے تمہاری طبیعت تمہارے مزاج کو برہم کر دیا ہے۔''

گرونتی کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''اماں تمہارا کہنا درست ہے اس غازی خان نے نہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہوئے مجھ سے اس انداز میں گفتگو کی اس نے مجھے طول تنہا اداس و ادھورا کرنے کی کوشش کی اور میں دست قاتل بن کر اسے اس کی خطاؤں کی سزا ضرور دوں گی۔ میں نے اس سے انتقام لینے کا جو لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہو گا کہ پہلے میں اس کے قریب جانے کی کوشش کروں گی اسے جھانسا دوں گی کہ میں قرب کی سرشاری بیدار آرزوؤں اور جذبوں کی پوری یلغار سے اس کے ساتھ محبت کرنے لگی ہوں اس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کروں گی کہ میرا حسن و خوشبو سے تراشا جسم اس کے لیے ہے اور میں اسے ان دیکھے خوابوں کے خدو خدال میں ڈھال دینے کی کوشش کروں گی۔ جب میں اندازہ لگاؤں گی کہ وہ بھی مجھے چاہنے لگا ہے اور مجھے پسند کرنے لگا ہے پھر میں پیچھے ہٹوں گی اپنے اصل کام کی ابتدا کروں گی پھر اس کے بعد میں اس سے ایسی نفرت کرنا شروع کروں گی کہ اپنی زندگی میں اس نے کبھی ایسی ہولناک نفرت دیکھی ہی نہ ہو گی میں اسے عذابوں کا قصہ سزاؤں کی داستان خطاؤں کی کہانی مظالم کی روداد تمناؤں کا ویرانہ اور تعبیروں کا دکھ سمجھ کر اس سے نفرت سے بیزاری کا اظہار کروں گی اپنی

محبت کو اس کے لیے روگ کا استعارہ بنا دوں گی اس سے ایسی نفرت کروں گی کہ وہ میرے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرے گا میری شکل دیکھنے کو ترسے گا مجھ سے گفتگو کرنے کے لیے میری منتیں کرے گا لیکن میں اسے منہ نہیں لگاؤں گی ایسی نفرت کروں گی کہ میری نفرت اس کی رگ رگ میں لاوا بھر دے گی اس کے بدن کو ریزہ ریزہ کر دے گی اور اس کے دل کے گوشوں میں درد کی نہ مٹنے والی یورش کی ابتدا کر دے گی وہ مجھے آوازیں دے گا مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے ترسے گا لیکن میں اس کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب گرونتی رکی تو دیول داس کہنے لگا۔

"پر بیٹا یہ بھی تو سوچو ناں کہ......"

دیول داس کو گرونتی نے اپنی بات پوری نہ کرنے دی فوراً بول اٹھی کہنے لگی۔

"بابا آپ یہ کہیں گے کہ یہ خطرناک کھیل ہے اور یہ مجھے نہیں کھیلنا چاہئے۔ اس کھیل کے دوران کہیں غازی خان کے ہاتھوں مجھے نقصان نہ پہنچے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں اپنی ذات اپنی خوبصورتی اپنے جسم اپنے جذبات اپنے احساسات کی مکمل طور پر مالک اور وارث ہوں میں جس سے چاہوں محبت کروں جس سے چاہوں نفرت کروں جس کو چاہوں عذاب میں ڈالوں جس کو چاہوں نفرت اور بیزاری کی عمیق اور بے انتہا گہرائیوں میں پھینکتی چلی جاؤں یہی حال یہی انجام میں اس غازی خان کا بھی کروں گی۔" اس کے ساتھ ہی غصے میں تقریباً پاؤں پٹختی ہوئی گرونتی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں پے در پے شکستیں اٹھانے کے بعد مرہٹوں کا پیشوا بالا جی راؤ ان شکستوں کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور مر گیا اس کی موت کے بعد اس کا لڑکا سوامی مادھو راؤ پیشوا کی حیثیت سے گدی پر بیٹھا اب یہ مادھو راؤ احمد شاہ ابدالی سے ٹکرانے کی تو جرات و جسارت نہ کر سکتا نہ اس میں اتنی ہمت تھی کہ احمد شا ابدالی کے ساتھ کسی نئی جنگ کی طرح ڈالتا اب مسلمانوں سے اپنی شکستوں کا انتقام لینے کے لیے مرہٹوں کو صرف حیدر علی ہی اپنے قریب دکھائی دیا اس لیے کہ حیدر علی مملکت کے لحاظ سے ان کا ہمسایہ تھا اور پھر حیدر علی اس وقت اپنی نئی مملکت کے انتظام اور اس کی سرحدیں محفوظ کرنے میں لگا ہوا تھا بہر حال احمد شاہ ابدالی کا انتقام حیدر علی سے لینے کے لیے مرہٹوں نے خوب جنگ کی تیاریاں کیں اور اپنی طاقت اور قوت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے انہوں نے پنڈاروں اور بے بیدڑوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تا کہ مسلمانوں کے خلاف اپنی فتح کو یقینی بنائیں۔

جہاں تک مرہٹوں کا تعلق ہے تو یہ مغربی مہا راشٹر کے باشندوں کو کہا جاتا ہے جن کی زبان مرہٹی ہے سارا مہا راشٹر دریائے گوداوری اور دریائے کرشنا کے معاون دریاؤں کے درمیان ایک تکونہ پہاڑی خطہ ہے جس میں کان کن گھاٹ، الٹا دیش سہاوری اور مست پرہ کے پہاڑ ناگپور کا علاقہ اور گوداوری کی وادیاں شامل ہیں یہ سارا علاقہ تقریباً گنجان آباد ہے مرہٹے نسلی اعتبار سے شمال سے آنے والے آرین اور قدیم مقامی قوموں یعنی دراوڑ بھیل، کول اور راموشوں کی مشترکہ نسل خیال کیے جاتے ہیں اسی بناء پر شمال کے ہندو انہیں اچھوتوں میں شمار کرتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامے میں مرہٹوں کا ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ دولت آباد سے وہ نغر باد کے درمیان علاقے کے اکثر باشندے مرہٹہ ہیں یہ بڑے اچھے دستکار طبیب اور منجم ہوتے ہیں شریف مرہٹے برھمن اور کھتری ہیں ان کی غذا چاول سبزی سرسوں کا تیل ہے گوشت نہیں کھاتے کسی حیوان کو ایذا نہیں دیتے کھانے سے پہلے لازماً غسل کرتے ہیں عزیز واقارب میں رشتہ نہیں کرتے جب تک کہ سات داداؤں کا فرق نہ ہو جائے شراب نوشی کو عیب خیال کرتے ہیں۔

مرہٹے دراصل ماضی میں دکن کی اسلامی ریاستوں کے ماتحت فرمانبردار رعایا بن کر رہے اور ریاستوں کی فوج میں بھرتی ہو کر دشمن سے متعدد لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے ان میں سے کچھ نے ترقی کر کے لشکر کے ذمہ دار عہدے بھی حاصل کئے ان مرہٹہ سرداروں میں احمد نگر کا ایک لشکری سردار شاہ جی بھی تھا جو نظام شاہی خاندان کا وفادار لشکری تھا۔

شاہ جہان کے زمانہ میں اس نے ریاست کے بچاؤ کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں جب نظام شاہی ریاست ختم ہو گئی تو کاویری کی وادی میں ایک جاگیر پر قابض ہو کر بیٹھ رہا بعد میں اس نے مشہور بیجاپوری سالار دولا خان کے ہاں ملازمت کر لی اور اس کا نائب بن گیا شاہ جی کے بعد اس کے بیٹے سیوہ جی نے ستارہ میں خود مختارانہ حیثیت اختیار کر لی اور اورنگزیب عالمگیر کے لشکر پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔

سیوہ جی نے ایک بڑی جمعیت فراہم کر لی اور مغل سلطنت کو ختم کر کے ایک آزادانہ مرہٹہ سلطنت کے خواب دیکھنے لگا لیکن عالم گیر کی وفات تک مرہٹوں کو کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی تاہم وہ اس وقت تک ایک موثر قوت بن چکے تھے۔

عالم گیر کے بعد جب مغل سلطنت اندر ہی اندر کمزور اور بے وقعت ہوتی چلی گئی تو مرہٹوں کو بھی پیر پھیلانے کا موقع ملا اور انہوں نے دکن کے اکثر علاقوں پر دست درازی شروع کر دی۔

جب سبورن جی کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا سمبھا جی پیشوا بنا گدی نشین ہوا اس مرہٹوں کو حوصلہ آزمائی کے لئے وسیع میدان مل گیا تھا۔

اگر دکن میں آصف جاہ اول جیسا بہادر اور قابل سالار نہ ہوتا تو شاید سارا دکن اسی مرہٹوں کے قبضے میں چلا جاتا لیکن آصف جاہ اول کے خوف سے مرہٹے دکن میں زیادہ نہ بڑھنے پائے۔

البتہ انہوں نے گجرات اور وسطی ہند کے علاقوں میں دور دور تک اثر و رسوخ پیدا ایک زمانہ وہ آیا کہ مرہٹوں نے مغل بادشاہ کو اپنا باج گزار بنا کر دھلی پر بھی قبضہ جمالیا ان پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی اور وہ ایک مضبوط اور مستحکم م سلطنت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے لیکن اسی دوران احمد شاہ ابدالی آندھی اور طو کی طرح مغرب سے اٹھا پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی بے پناہ عسکری قوت کو اس بدترین شکست دے کر کچل مسل کے رکھ دیا اور شمالی ہند میں مرہٹہ قوت کو بالکل ہی اس پارہ پارہ کر دیا اس وقت بالا جی راؤ نانا مرہٹوں کا پیشوا تھا جو احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں شک اٹھا کر پاگل ہو کر مر گیا بالا جی کے بعد اب سوامی مادھو راؤ مرہٹوں کا پیشوا بنا تھا۔

حیدر علی کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے مرہٹوں نے جن دو قوموں کو اپنے ساتھ ملایا ان میں سے پہلے پنڈارے تھے پنڈارے دکن کے خانہ بدوش اچکوں اوباشوں اور رہزنوں کا ایک گروہ تھا جو دکن کے مختلف سرداروں اور راجاؤں کے لشکروں میں چھاپہ مار دستوں کا کام سرانجام دیا کرتے تھے غارتگری چوری چکاری ڈاکہ زنی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

ان کو مرہٹہ لشکر کی طرف سے کوئی ماہانہ معاوضہ نہیں ملتا تھا البتہ وہ لشکر کے پڑاؤ میں گھاس اور لکڑی جنگل سے لا کر بیچا کرتے تھے جب کہیں لشکر کشی ہوتی تو لشکر کے سالاروں کی اجازت سے جو دشمن کے علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے لیے پھیل جاتے اور وہاں کی رعایا کو اپنی غارتگری اور تباہی و بربادی کا نشانہ بناتے جہاں سے یہ لوگ ٹڈی دل کی طرح گزرتے وہ علاقہ بے چراغ اور ویران ہو جایا کرتا تھا لشکر کشی کے دوران مرہٹوں کی طرف سے ان کو ایک اور سہولت بھی مہیا تھی اور وہ یہ کہ یہ گھوڑوں کی نعل بندی بھی کرتے تھے اور اس کے عوض ایک مقررہ رقم انہیں ملتی تھی ان پنڈاروں میں زیادہ تر مہاراشٹر اور وسطی دکن کی نیچ قومیں شامل تھیں۔

دوسری قوم جسے مرہٹوں نے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے لیے اپنے ساتھ ملایا یہ بے بیدڑے تھے یہ دکن کی خانہ بدوش قوم تھی بیدڑے سانپ کی پوجا کرتے تھے ہر طرح کے مردار کھا لیتے تھے ان کی عورتیں زیادہ تر نیم برہنہ رہتی تھیں عورتوں اور مردوں دونوں کا رنگ نہایت سیاہ ہوتا تھا عورتیں بے شک کالی ہوتی تھیں لیکن نہایت صحت مند اور توانا ہوتی تھیں یہ لوگ عموماً عمارتوں کے لیے پتھر توڑنے کا کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

بہرحال مرہٹوں کے لیے پیشوا سوامی مادھو راؤ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنے کے بعد پیش قدمی کی اور بالا گھاٹ کی طرف بڑھا کہتے ہیں مرہٹوں کے لشکر میں لگ بھگ ایک لاکھ سوار تھے پچاس ہزار پیادہ اس کے علاوہ پنڈارے اور ان سب کے علاوہ ایک شخص علی بہادر کا بھی لشکر بھی تھا جو اس لشکر کا ایک سالار تھا۔

اب مرہٹوں میں علی بہادر کا نام سن کر پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بات ضرور ابھرتی

ہے کہ ایک مسلمان کا مرہٹوں کے لشکر میں کیا کام۔

اس علی بہادر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ بیجاپور میں ایک نہایت خوبصورت مسلما رقاصہ تھی نام اس کا مستانہ تھا بیجاپور میں جب عادل شاہی ریاست کا خاتمہ ہو گیا تو یہ رقا گردش زمانہ کی ٹھوکریں کھاتی ہوئی پونا میں جا کر قیام کر گئی وہ رقاصہ تو تھی ہی اس وجہ اس میں ایک کشش و جذب تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ انتہا درجہ کی حسین و جمیل تھی اور موسیقی بھی شہرہ رکھتی تھی لہٰذا جلد ہی اس کے حسن و جمال رقص و موسیقی کی شہرت اطراف اکناف میں پھیل گئی۔

یہاں تک کہ بالا جی راؤ جو اس وقت مرہٹوں کا پیشوا تھا وہ اس مستانہ مغنی اور رقاصہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا۔

بہر حال دونوں باہم رہنے لگے اور ان دونوں کے غیر اخلاقی تعلقات کے نتیجے میں ایک لڑکا پیدا ہوا رقاصہ نے اپنے لڑکے کو مسلمان بنائے رکھا اس کی پرورش کرتی رہی جب وہ بڑا ہوا تو اس کے باپ یعنی بالا جی راؤ نے اس کو شمشیر بہادر کا خطاب دے کر بارہ ہزار سواروں کا سالار مقرر کر دیا۔

یہ شمشیر بہادر احمد شاہ ابدالی کے خلاف بھی پانی پت کی جنگ میں مرہٹوں کے لشکر میں شامل تھا اور اس کی شامت اعمال کہ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ پانی پت کے مقام پہ جو لڑائی ہوئی اس لڑائی میں یہ شمشیر بہادر مارا گیا اس شمشیر کا ایک بیٹا تھا نام جس کا علی بہادر تھا اور یہی علی بہادر اب مرہٹہ لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا۔

ایک روز اپنی حویلی کے اندرونی حصے میں غازی خان اپنی ماں زباب اور باپ زعیم خان کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

غازی خان اٹھا جب وہ صدر دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا دستک دینے والا دیول داس تھا اسے دیکھ کر غازی خان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"دیول خیریت تو ہے آجاؤ اندر۔"

دیول داس اندر داخل ہوا پھر کہنے لگا۔

"دروازہ بند نہ کیجئے گا میرے پیچھے پیچھے میری بیوی سبورن اور گرونتی بھی ادھر ہی آ رہی ہیں دراصل ہمیں خبر ہوئی ہے کہ مرہٹے حملہ آور ہو رہے ہیں اور آج رات اپنے لشکر کے ساتھ

آپ بنگلور کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔"

غازی خان مسکرایا کہنے لگا۔

"تم نے ٹھیک ہی سنا ہے آؤ دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے پھر گفتگو کا آغاز دیول داس نے کیا کہنے لگا۔

"پہلے یہ بتائیں کہ آپ کے والد کیسے ہیں بہت لاغر اور کمزور ہو چکے ہیں۔"

اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

"تمہارا کہنا درست ہے ان کی بیماری دن بدن زور پکڑتی جا رہی ہے تمہاری آمد سے پہلے میں اپنی ماں کے ساتھ ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا ان کا دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

غازی خان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس لمحہ دیوان خانے کے دروازے پر گرونتی اور اس کے پیچھے سبورن نمودار ہوئی دروازے پر آتے ہی عجیب سے انداز اور دل موہ لینے والی ادا میں گرونتی نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا اس روز اس نے اپنے جسم کو خوبصورت لباس سے سجا رکھا تھا روپ سروپ بھی اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ اس نے سنوار رکھا تھا جب اس نے چہرے سے نقاب ہٹایا یوں لگا جیسے لاجوردی فضاؤں کی ستارہ گری کرنے کے لیے سورج کی نارنگی شعاؤں کی طرح اچانک نیم خوابی کی حالت میں کوئی طلسم اٹھ کر حرکت میں آ گیا ہو۔

اس سے اس کے گال چناروں میں لگی آگ ہونٹ انار کے اس بھرے جام اور جسم ایسے ہو رہا تھا گویا شیش محل میں اچانک کسی شبنمی سحر کے منظر رونما ہو گئے ہوں اس کی ستاروں کی طرح چمکتی نیلگوں آنکھیں جو کشمیری جھیلوں کی طرح گہرا پن لئے ہوئے تھیں اپنے اندر ایک انوکھی کشش رکھتی تھیں اس کی روپ کی پرچھائیاں اس طرح جلوہ ریز تھیں جس طرح شب میں جلتی ان گنت مشعلوں میں اچانک جمال سے بھرپور شعاعیں کہیں شعلہ ریز ہونا شروع ہو گئی ہوں اس کے قوس قزح سے بازو آدھے ننگے تھے پھر جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوئی تو یوں لگا جیسے ہر شئے گویا اس کی آمد کی وجہ سے لال گوں ہو کے رہ گئی ہو۔

آگے بڑھتے ہوئے اپنی خوشبو بھری آواز میں اس نے بڑے موہ لینے والے انداز میں غازی خان کو مخاطب کیا۔

"کیا میں آپ کے سامنے بیٹھ سکتی ہوں؟"

اس کے بولنے کا لہجہ ایسا تھا جیسے کوئی مہتاب پیکر کوئی مرمری تجسیم رکھنے والی مخلوق کوئی الف لیلوی شنگولی کوئی زمینی خلق اپنے کھنکتے قہقہوں سے کالی رات میں سحر خیز شہر سنسان دوپہر میں خنک رنگوں کا ساگر اور ویران راتوں میں یادوں کی خوشبو بھری روشنی کھڑی کر دے گی۔

ایک اچٹتی ہوئی نگاہ غازی خان نے اس پر ڈالی اس نے دیکھا اس کی گہری جھ آنکھوں میں اس سمے محرومیوں کی پیاس کی چمک لہجے میں مانوس مہک کی کھنک تھی مجموعی ط پر اس کی وہاں آمد سے لگتا تھا جیسے اس کا اجلا چہرہ اس کی گہری آنکھیں ہواؤں کی سنسا ورات کی سرگوشیوں میں دھنک کے نا آشنا رنگوں اور اجنبی خوشبوؤں کا ایک طوفان کھڑا کے رکھ دے گی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر انتہائی پیار بھرے انداز میں انتہائی موہ لینے والے انداز م گرونتی نے غازی خان کو مخاطب کیا۔

”محترم غازی خان چند روز پہلے میرے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس پر کے میں نے غور کیا اور میں اس نتیجے پر پہنچی کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں لہٰذا آپ کی نصیحت آپ کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے میں نے آج اپنے چہرے سے اپنا نقاب ہٹا دیا ہے اور میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ آپ پہلے مرد ہیں جس کے سامنے میں نے آج اپنا چہرہ ننگا کیا ہے اس سے پہلے کسی مرد نے میرا چہرہ دیکھا نہیں۔“

اس پر غازی خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم نے مجھے اتنی اہمیت دی ہے۔“ اس موقع پر دیول داس بول اٹھا۔

”غازی خان میرے عزیز تمہاری حیثیت میرے بیٹوں کی سی ہے اور میں اگر کبھی تمہیں بیٹا کہہ کے مخاطب کروں تو برا مت ماننا۔“

غازی خان نے ہاتھ آگے بڑھا کے اس کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا۔

”ایسی کوئی بات نہیں اگر آپ مجھے بیٹا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں تو میں اسے اپنے لیے سعادت سمجھوں گا۔“ اس پر دیول داس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہم چند اہم امور کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں پہلا کام یہ ہے کہ آپ ہمیں مختصر سے انداز میں محترم حیدر علی کے حالات سنائیں تا کہ یہاں رہتے ہوئے ہمیں پورے حالات سے واقفیت ہو اس کے بعد دوسرا کام گرونتی خود کہے گی۔“

اس پر غازی خان مسکرا کر کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں امیر حیدر علی کے مختصر حالات سناتا ہوں سنو۔“

”حیدر علی کا سلسلہ نسب قریش سے جا کے ملتا ہے ان کا خاندان سولہویں صدی عیسوی میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا ان کے والد شیخ فتح محمد جنوبی ہند کے مغل صوبہ سرا کے منصب دار تھے اور ان کی والدہ مجیدہ بیگم وہاں کے ایک زمیندار اکبر علی خان کی دختر تھی

علی کی عمر پانچ برس کی تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا آپ کی پرورش آپ کے چچا نے کی اسی یدر علی رکھا تھا جو میسور کے لشکر میں ایک عام عہدے پر فائز تھا۔ چچا ہی نے نے اس کا نام حیدر علی رکھا... یدر علی کو فن سپاہ گری میں طاق کر دیا یہاں تک کہ حیدر علی میسور کے راجہ کے ریاستی لشکر میں یک دستے کی کمانداری کرنے لگا۔ کرناٹک کے ساتھ میسور کے راجہ کی جنگوں کا سلسلہ شروع وگیا جس میں حیدر علی نے اپنی بہترین جانبازی اور عسکری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور پھر یدر علی کی کارگزاری سے خوش ہو کر میسور کے راجہ نے حیدر علی کو ایک علاقے کا والی بھی مقرر کر دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ مرہٹوں نے میسور کے راجہ پر حملہ کر دیا۔ ان دنوں میسور کا لشکر کرناٹک کے خلاف جنگوں میں مصروف تھا مرہٹوں کے حملے کی وجہ سے راجہ نے مرہٹوں کو لگ بھگ یک کروڑ روپیہ دیا اور بطور ضمانت ایک علاقہ بھی مرہٹوں کی کفالت میں دیدیا لیکن مرہٹے پنے وعدے پر قائم رہنے والے نہ تھے رقم کی ادائیگی کے بعد پھر انہوں نے ان علاقوں پر ملہ کر دیا۔ ان جنگوں کے دوران حیدر علی نے اپنی بہترین شجاعت اور جانثاری کا مظاہرہ کیا تھا ہٰذا میسور کے راجہ نے حیدر علی کو اپنے لشکروں کا سالار مقرر کر دیا اور مرہٹوں سے معاملات طے کرنے کے اختیارات بھی دیدیئے تھے حیدر علی نے مرہٹوں کی روز روز کی جنگوں سے تنگ آ کر ان سے صلح کے بجائے جنگ کا راستہ اختیار کیا ایسے زوردار حملے ان پر کیے کہ مرہٹوں کو س نے مار بھگایا حیدر علی کی اس کارگزاری سے خوش ہو کر راجہ نے سرا کی صوبیداری کا فرمان حیدر علی کے نام جاری کر دیا لیکن حالات کی بدقسمتی کہ میسور کے راجہ دیوان کھنڈے رائے راجا کو حیدر علی کے خلاف بڑھکانے لگا اور حیدر علی کو بے دخل کرنے کی کوشش کی اس پر حیدر علی اپنی عسکری طاقت کے ساتھ حرکت میں آیا کھنڈے راؤ کو اس نے شکست دے کر گرفتار کر کے قید کر دیا اور میسور کی ریاست کا سارا انتظام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اب تم دیکھتے ہو کہ میسور کے حکمران کی حیثیت سے حیدر علی نے نندی بدنور اور منگلور کے علاوہ گوا پر بھی قبضہ کر رکھا ہے اور بہت سے وہ علاقے جو پہلے میسور کے تھے اور جن پر پرتگیزوں نے قبضہ کر لیا تھا وہ بھی اس نے واگذار کرا لیے ہیں۔“

یہاں تک کہنے بعد غازی خان جب خاموش ہوا تب دیول داس پھر بول اٹھا۔

”یہاں قیام کے دوران میں نے یہ بھی سنا ہے کہ کچھ فرانسیسیوں نے بھی سرنگا پٹم میں قیام کر رکھا ہے ان میں ان کی عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔“

اس پر غازی خان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”معاملہ دراصل یہ ہے کہ جہاں انگریزوں نے مدراس کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنا

رکھا تھا وہاں فرانسیسیوں نے پانڈی چری کو اپنا مرکز بنایا تھا دونوں ہی قومیں ہندوستان
اندر اپنا غلبہ قائم کرنے کے درپے ہیں اور ایسا مغل سلطنت کی کمزوری کی وجہ سے کیا
ہے انگریز نہیں چاہتے کہ ہندوستان کی سرزمین میں ان کا کوئی حریف ہو لہٰذا وہ تہیہ کیے
ہیں کہ ہر صورت میں ہندوستان سے فرانسیسیوں کو نکال باہر کرنا ہے لہٰذا سب سے پہلے
نے ارادہ کیا کہ فرانسیسیوں سے پانڈی چری چھینا جائے انہوں نے اپنے ایک سالارؒ
کے حوالے یہ کام کیا گھوٹ پانڈی چری پر حملہ آور ہوا فرانسیسی اس حملے کی تاب نہ لا سکے
انگریزوں نے پانڈی چری فتح کر لیا اور وہاں جس قدر فرانسیسی تھے وہ اپنے ان علاقو
طرف بھاگ گئے جو ابھی تک فرانسیوں کے قبضے میں ہیں تاہم فرانسیسیوں کے دو سالا
میں سے ایک کا نام ایلین اور دوسرے کا نام ہیوگل ہے وہ تین سو فرانسیسی لشکریوں کے
سرنگا پٹم میں حیدرعلی کے پاس آ گئے اور ان تین سو لشکریوں کے اہل خانہ بھی ان کے
ہیں ان دنوں ان فرانسیسیوں نے سرنگا پٹم میں ہی قیام کیا ہوا ہے اور فرانسیسیوں
دونوں سالار جن کے نام میں نے ایلین اور ہیوگل بتائے ہیں یہ آج کل سرنگا پٹم میں
حیدرعلی کے لشکریوں کی تربیت کا کام بھی سرانجام دیتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد غازی خان خاموش ہوا تو دیول داس اسے مخاطب کرتے ہ
کہہ رہا تھا۔

''محترم غازی خان ہمارے کہنے پر آپ نے حیدرعلی کے حالات ہمیں سنائے اس
لیے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔''

دیول داس کے خاموش ہونے پر غازی خان نے اسے مخاطب کیا۔

''دیول داس تم کہہ رہے تھے کہ گرونتی کو بھی ہم سے کوئی کام ہے۔''

دیول داس کے بجائے بڑے پیارے انداز میں گرونتی خود ہی بول پڑی۔

''جی ہاں مجھے بھی کام ہے۔''

اس موقع پر دیوان خانے میں غازی خان کی ماں داخل ہوئی وہ بڑے شفقت آمیز
میں سب سے ملی پھر غازی خان کے قریب آ کے بیٹھ گئی غازی خان نے پھر پوچھا۔

''گرونتی تم کہہ رہی تھی کہ تمہیں ہم سے کوئی کام ہے کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

اپنی موٹی جھیل سی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے گرونتی نے غازی خان پر جما لی تھیں پھر کہنے لگی

''اچھا ہوا اماں بھی اس وقت دیوان خانے میں آ گئی میں دراصل میں کہنا چاہتی تھی کہ
گھر میں اماں اکیلی کام کرتی ہے اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو دن میں میں اماں کے پا

یا کروں کام کاج میں اماں کا ہاتھ بٹایا کروں گی اس طرح میرا وقت بھی اچھا گزر جائے گا
میری وجہ سے اماں کو بھی کسی قدر آسائش اور آسودگی میسر آ جائے گی میرا خیال ہے کہ آپ
اس سلسلے میں کوئی اعتراض کھڑا نہیں کریں گے اور میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ اس سلسلے میں
ں کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

گرونتی کی اس گفتگو کے جواب میں زباب مسکراتے ہوئے بول پڑی۔

''بیٹی! اگر تم اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن مجھے یہ فکر ضرور
ق ہوگی کہ تم نے اپنے ہاتھوں کبھی کام نہیں کیا ہوگا میری آسائش کے لیے تم کام کی ابتدا
رو گی تو یقیناً میرے لیے دکھ کا باعث ہوگا۔''

اس پر گرونتی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''اماں ایسی کوئی بات نہیں ایشور شاہد ہے میں اپنی خوشی سے آپ کی خدمت کرنا چاہتی
ں یوں سمجھیں ایسا کرنے میں میری خوشی میری مسرت میری آسودگی پنہاں ہے اماں آپ
نے تو اجازت دے دی ہے لیکن اس سلسلے میں غازی خان نے ابھی تک کچھ نہیں کہا۔''

غازی خان مسکرایا پھر گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''گرونتی میری ماں میری زندگی کا کل سرمایہ ہے اگر اس نے تمہیں اجازت دے دی ہے
میں کون ہوتا ہوں اعتراض کھڑا کرنے والا۔''

اس موقع پر زباب نے سکھ کا ایک لمبا سانس لیا پھر غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے
ہنے لگی۔

''بیٹے آج تمہارے بابا نہیں جا سکیں گے ان کی دوائی تم خود جا کے لے آؤ تمہارے آنے
ک میں اور گرونتی دونوں مل کر کھانا تیار کرتے ہیں پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور
ر تم نے آنے والی شب کو اپنے لشکر کے ساتھ کوچ بھی کرنا ہے۔''

اس پر غازی خان اٹھا اور اپنے باپ کی دوائی لینے کے لیے طبیب کی طرف چلا گیا تھا
موقع پر زباب نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

''گرونتی تم تینوں یہاں بیٹھو میں کھانا تیار کرتی ہوں پھر اکٹھے بیٹھ کے کھائیں گے۔''

اس پر گرونتی فوراً بول اٹھی۔

''نہیں اماں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں آپ کے ساتھ مطبخ میں جاتی ہوں آپ صرف نگرانی
یجئے گا سارا کام میں خود کروں گی۔''

زباب کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اندر سے اس کے شوہر زعیم نے اسے پکارا جس پر وہ کھڑی ہو

گئی گرونتی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ گرونتی پہلے ہی بول پڑی۔

''اماں! آپ پہلے بابا کی بات سن لیں بس میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے مطبخ کی آتی ہوں۔''

گرونتی کے ان الفاظ پر زیاب خوش ہوگئی تھی پھر وہ دیوان خانے سے نکل کر حویلی اندرونی حصے کی طرف چلی گئی تھی اس کے جانے کے بعد سبورن اور دیول داس کی دیکھتے ہوئے کسی قدر پریشان کن انداز میں گرونتی کہہ رہی تھی۔

''میرے لیے حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ میں نے اس غازی خان کے سامنے چہرے سے نقاب ہٹایا لیکن اس کی طرف سے کسی قسم کے ردعمل کا اظہار میں نے نہیں جس وقت میں اس کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تو میں امید رکھتی تھی کہ خوبصورت چہرہ دیکھ کر اس کی حالت آندھی میں ٹمٹماتے چراغ جیسی ہو جائے گی چاہتو پیاسی شبنم کے موتیوں کی طرح تھرتھرا اٹھے گا اس کا دل گھنٹیوں کی نغمہ گری کی طرح بج ا اور بارش کی آڑی ترچھی بوندوں کی طرح کپکپا کے رہ جائے گا۔ پر ایسا نہیں ہوا اپنے آ معمول سے زیادہ سنوارا تھا پر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا میں نے دیکھا اس کے ہونٹوں پر تبسم نمودار نہ ہوا نہ اس کے چہرے پر میں نے طلب کی کوئی سنہری دھند دیکھی نہ اس کے چ پر قربتوں کے نشے کا کوئی نقش ماورا تھا۔ لگتا ہے یہ شخص محبت کے معاملے میں بالکل ہی ن ہے پر میں ہمت ہارنے والی نہیں میں شگوفوں سے اٹی وادی اور بہاروں کے خوابوں کا اور نوخیز لمحہ بن کر وقت کی شوریدہ سری جیسی اس کی خشک بیگانیوں کو خودشکنی پر مجبور کر دوا میں اسے اپنی محبت میں اس قدر دور گھسیٹوں گی کہ یہ میرے خسار ولب کے عکس میری نظ کے فسوں کا طلبگار ہوگا فشاں خواب آمیز میرے جمال سلگتے جسم کی لمس کی شبنم کی دریوزہ کرے گا جس روز ایسا ہوگا اس روز میں اپنے اصل کام کی ابتدا کروں گی نفرت کی ا کروں گی اس کے دل کے مسطر پر کڑے موسموں کی سنگباری کی ابتدا کروں گی اس کی روز لوح پر موت کے سایوں کے آنچل بھر دوں گی جس روز میں نے جانا کہ یہ میری طرف ہو چکا ہے۔ پھر دیکھنا میں اس سے کیسی نفرت کی ابتدا کرتی ہوں اور اسے محرومی سے اج امید رسوائیوں کے میلے آنچل طعنوں کی کھولن یاس بھری رات اور جلتی حسرتوں کا بیکارا سمجھ کر دھتکار دوں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی خاموش ہوگئی پھر دیول داس اور سبورن کی طرف د ہوئے کہنے لگی آپ دونوں یہاں بیٹھیں میں ذرا اماں کی طرف مطبخ میں جاتی ہوں اس

اتھ ہی گرونتی وہاں سے اٹھ کر حویلی کے اندرونی حصے کی طرف ہولی تھی اسی شب حیدر علی پنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم سے بنگلور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

✡......✡

بنگلور کی طرف جاتے ہوئے حیدر علی نے اپنے پیچھے اپنے سالار محمد علی کو سرنگا پٹم کا نظم و نق سونپا تھا لیکن بنگلور پہنچ کر جب حیدر علی کو دشمن کے لشکر کی تعداد کا صحیح علم ہوا تب اسے حساس ہوا کہ اتنے بڑے لشکر کا وہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ بنگلور میں مقابلہ نہیں کر سکے گا لہٰذا اپنے لشکر کو نقصان سے بچانے کے لیے حیدر علی بنگلور سے پھر پلٹا اور سرنگا پٹم اپس آ گیا یہاں اس نے اپنی حفاظت کی خاطر خندقیں کھودنا شروع کر دیں خندقوں کے اندر ں نے توپیں نصب کرنا شروع کر دی تھیں بڑے بڑے مورچے اور گڑھے کھود کر ان کے ندر تیر اندازوں کو بٹھانے کا اہتمام کر دیا تھا اس کے بعد اس نے مرہٹوں کے سامنے اپنے فاع کو بڑی تیزی سے آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔

مرہٹوں کا پیشوا مادھو راؤ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نکلا پہلے بالا گھاٹ پر حملہ آور ہوا س پر قبضہ کرنے کے بعد مزید پیش قدمی کی اب اس کا رخ عبدالحکیم کے علاقے ساؤنور کی طرف تھا عبدالحکیم کو جب خبر ہوئی کہ مرہٹے اس کے علاقے کا رخ کر رہے ہیں تب بڑا پریشان ہوا اور جونہی مرہٹے اس کے علاقے میں داخل ہوئے اس نے ان کی اطاعت قبول کر ں مرہٹوں نے عبدالحکیم اور اس کے سارے لشکریوں کو بھی اپنے لشکر میں شامل کر لیا اس طرح مرہٹوں کی عسکری قوت میں اور اضافہ ہوا تھا۔ ساؤنور سے پیش قدمی کرنے کے بعد مرہٹوں نے راستے میں پڑنے والے راجا پن گنڈا کا رخ کیا وہ بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مرہٹوں میں شامل ہوگیا مرہٹے طوفانوں کی طرح یورش کرتے رہے کرگ ناتھ نام کے گھاٹ سے انہوں نے دریائے تنگ بھدرہ کو عبور کیا اور چیتل درگ کا رخ کیا یہاں کے حکمران بھی مرہٹوں سے مل گئے تھے۔

اب مرہٹوں کا رخ سرا کی طرف تھا اور یہ شہر حیدر علی کی عمل داری میں شامل تھا اور حیدر علی کی طرف سے میر رضا علی خان نام کا ایک سالار یہاں والی تھا۔

مرہٹے جب سرا کے قریب پہنچے تو پہلے میر رضا علی خان نے ارادہ کیا کہ اپنے قلعے سے نکل کر مرہٹوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ ایسا کرنے کے لیے تیار بھی ہوگیا تھا لیکن جب مرہٹوں کے پیشوا مادھو راؤ نے سرا کے شمال میں ایک تالاب کے کنارے اپنا توپ خانہ نصب کرنے کے بعد سرا کے قلعے پر گولہ اندازی شروع کی تب میر رضا علی نے جو مرہٹوں کا مقابلہ کرنے

کے لیے کمربستہ ہو گیا تھا اپنا ارادہ تبدیل کر لیا۔

اس نے جب دیکھا کہ مرہٹوں کا لشکر اس کے چاروں طرف پھیل کر ایک نیا شہر آباد ک
ہے تو اس نے حوصلہ ہار دیا چپ چاپ اپنے قلعے اور شہر کی کنجیاں اس نے مرہٹوں کے حو
کر دیں جواب میں مرہٹوں نے سرا پر قبضہ کرنے کے بعد میر رضا علی خان کو ایک ملاز
حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔

سرا کے حالات درست کرنے کے بعد مرہٹوں نے پھر پیش قدمی کی اب ان کا ر
مدگیری کی طرف تھا یہ علاقہ بھی انہوں نے بڑی آسانی سے فتح کر لیا اب مدگیری کا کوہ
سلسلہ مرہٹوں کی عمل داری میں شامل ہو گیا تھا وہاں مرہٹوں نے اپنی ایک عسکری چوکی قا
اس کے بعد مرہٹے طوفانی انداز میں پھر پیش قدمی کر رہے تھے۔

اب مرہٹوں کا بے شمار لشکر اپنے علاقے سے نکل کر کوہ نچکل تک چلا آیا تھا اس سا
یلغار کے خلاف کوئی ایسی بڑی قوت و طاقت نہ تھی جو ان کی راہ روکتی ارد گرد چھوٹے چھو
راجہ تھے وہ مرہٹوں کی اس یلغار سے کانپ اور لرز گئے تھے مرہٹے سوائے حیدر علی کے اور
کو نشانہ نہیں بنانا چاہتے تھے اس لیے کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کی یہی ایک طاقت اور قو
ابھر رہی تھی گو حیدر علی نے نئی نئی اپنی سلطنت استوار کرنا شروع کی تھی اور ابھی اس میں
طاقت و قوت نہ تھی کہ وہ مرہٹوں کے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکے پر اسے کیا کہئے
مرہٹے ہر حالت میں اسے اپنے سامنے زیر کرنے پر تل گئے تھے۔

مرہٹے بڑی برق رفتاری کے ساتھ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے جب کوہ نچکل پہنچ
وہ بڑی آسانی سے ان علاقوں پر قابض ہو گئے پھر وہ نچکل کے قلعہ کی طرف بڑھے وہ قل
حیدر علی کی عمل داری میں شامل تھا اور یہاں اس کی طرف سے سردار خان نام کا ایک والی
اور قلعے کی حفاظت پر مامور تھا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے حیدر علی نے فی الفور اپنے سارے سالاروں کی ایک مجلس
طلب کر لی تھی اپنے دفاع کے سارے انتظامات مکمل کر چکا تھا پھر جب سب سالار اس کے
سامنے آ گئے تب اس نے کچھ انتہائی اہم فیصلے کیے۔

اپنے لشکر کا ایک حصہ ایک اچھے سالار کی سرکردگی میں اس نے نچکل کے قلعے کی طرف
روانہ کر دیا تا کہ وہاں سردار خان کی مدد سے مرہٹوں کی یلغار کو روکے اس کے بعد اس۔
سرنگا پٹم کی حفاظت پر اپنے سالار محمد علی کو مقرر کیا قلعہ کی حفاظت کے لیے ایک لشکر اس ک
کمانداری میں دیا اس کے بعد حیدر علی باقی لشکر اور دیگر سالاروں کے ساتھ سرنگا پٹم سے نکل

ران راستوں پر پڑنے والے جنگلات کی طرف چلا گیا تھا جن راستوں سے ہوتے ہوئے
ہٹوں نے سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی کرنا تھی۔

نچکل کے قلعے کے پاس آ کر مرہٹوں کے پیشوا مادھو راؤ نے سردار خان کو پیغام بھجوایا کہ
لڑے بغیر قلعہ اس کے حوالے کر دے سردار خان کو حیدر علی کی طرف سے کمک بھی پہنچ گئی
ی حیدر علی کا لشکر اس کی مدد کے لیے قلعہ میں داخل ہو چکا تھا لہٰذا سردار خان بڑی جرات اور
لیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نچکل کا قلعہ مرہٹوں کے حوالے کرنے کے بجائے قلعے کے
ضبوط برجوں کے اندر جو اس نے توپیں نصب کر رکھی تھیں ان سے اس نے چند دندناتے
وئے گولے مرہٹوں پر داغ دیئے تھے۔

ان گولوں کے داغے جانے سے مرہٹوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ سردار خان ان کے
سامنے مغلوب نہیں ہونا چاہتا بلکہ گولے داغنے کا وہ یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ وہ ان کی راہ روکے
گا اور ان کے خلاف جنگ کرے گا لہٰذا سردار خان کے خلاف مرہٹے غضبناک ہو گئے تھے۔

مادھو راؤ نے فوراً اپنی منجنیقوں اور توپوں کو نصب کیا اور شہر پر سنگباری کی اور آتش بازی کا
کام اس نے شروع کر دیا تھا وہ چاہتا تھا کہ قلعے کی فصیل کو منہدم کر کے لمحوں کے اندر نچکل پر
قبضہ کر لے۔

اس کے علاوہ توپوں کی دندناہٹ میں ہزاروں مرہٹے لشکری بھنبھناتی زنبوروں کی طرح
قلعے کی طرف بڑھے اور قلعے کی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

سردار خان نے حملہ آوروں پر توپوں کے گولوں کے علاوہ ایسی تیز تیر اندازی کرائی کہ بے
شمار مرہٹہ لشکری خاک و خون میں لوٹتے ہوئے قلعہ کی فصیل سے نیچے گر گئے تھے اور قلعہ کے
اطراف میں دیواروں اور سیڑھیوں پر مقتولین کے خون سے اچھی خاصی گلگاری ہو کے رہ گئی
تھی ہزیمت اٹھا کر مرہٹوں کو قلعہ سے پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔

مرہٹوں نے بھی ہمت نہیں ہاری دوبارہ پھر بڑی تیاری کے ساتھ قلعہ پر چڑھائی کی لیکن
ان کی قسمت میں لگتا تھا وہی بدبختی اور وہی آتش زنی تھی اس بار بھی مرہٹوں کا یہ دوسرا حملہ
خالی گیا اور ناکام ہوئے اور اس حملے میں بھی ان کا خاصہ نقصان ہوا۔

جب دو حملوں میں مرہٹے کافی تعداد میں مارے گئے تب مادھو راؤ نے بھی اپنا آخری حربہ
استعمال کیا وہ اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور اپنے سارے لشکر کو ایک۔ بار ہی اس
نے نچکل کے قلعے پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

اس طرح سارا مرہٹہ لشکر اس کوہستانی قلعہ پر چڑھ دوڑا تھا لیکن قلعہ دار سردار خان نے

ہمت نہیں ہاری بلکہ نہایت استقامت اور جوان مردی کے ساتھ مرہٹوں کے حملوں کو رو
ان پر ایسی گولندازی اور تیر اندازی کی کہ جوق در جوق قلعے کی طرف بڑھنے والے مرہٹو
لاشوں کے انبار اس نے لگا دیئے تھے۔

کئی بار کی اس ناکامی کی وجہ سے مرہٹوں کا پیشوا مادھوراؤ سٹپٹا کے رہ گیا تھا شاید اس
اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ قلعے کو فتح نہیں کر سکتا اس کے اپنے لشکر میں جو بیدڑے تھے انہیں تیا
اس کے علاوہ نچکل کے اطراف میں جو چھوٹے چھوٹے حکمران تھے اور ان علاقوں میں
بیدڑے تھے انہیں بھی اچھی خاصی رقم اور دوسری مراعات کا لالچ دے کر اس نے اپنے
بلایا جب کافی تعداد میں مرہٹوں کے پاس جمع ہو گئے تب اس نے مزید رقم کے انعام
علاوہ ان کے لیے اور بھی بہت سی امراعات کا اعلان کیا اور ان سے اس نے مسلمانوں
قلعہ نچکل پر زوردار انداز میں حملہ آور ہونے اور قلعہ کو اس کے لیے فتح کرنے کی ترغیب د
کہتے ہیں کہ بیدڑے اس کام کے لیے تیار ہو گئے۔ بیدڑے کوہستانی سلسلے کی پشت
جانب سے رسوں کی سیڑھیاں لگا کر قلعہ کی فصیل اور برج پر چڑھ آئے اور وحشت ناک ا
میں شور وغل کرنے لگے۔

قلعے کی فصیل پر جو مسلمانوں کا لشکر تھا اس نے ان پر حملہ کیا اور نہایت دلیری کے سا
ان کا مقابلہ کیا لیکن بیدڑے تعداد میں بہت زیادہ تھے اور پھر اس سے بھی بڑھ کر مشکل
ہو رہی تھی۔ کہ بیدڑوں کے پیچھے پیچھے مرہٹے بھی ٹڈی دل کی طرح کوہستانی سلسلے کی طر
قلعے کی فصیل پر چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

سردار خان نے اپنے محافظوں کے ساتھ ایک بار پوری طاقت اور قوت صرف کر
ہوئے بیدڑوں اور مرہٹوں کو اپنی تلواروں کی دھار پر رکھ لیا لیکن جہاں وہ ایک بیدڑے
مرہٹے کو ختم کرتے وہاں اس کی جگہ لینے کے لئے دس مزید بیدڑے اور مرہٹے سامنے آ جا
اس طرح آہستہ آہستہ سردار خان اور اس کے لشکریوں کی قوت استقامت ختم ہو گئی اور
مزید یہ کہ اس ہولناک ٹکراؤ میں خود سردار خان بھی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا اس طرح نچکل
مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور نچکل کے والی سردار خان کو مرہٹوں نے ایک اسیر کی حیثیت
اپنے لشکر میں رکھ لیا تھا۔

اس قدر فتوحات حاصل کرنے کے بعد مرہٹوں پنڈاروں اور بیدڑوں کے حوصلے او
ولولے بڑھ گئے تھے لہٰذا مرہٹوں کے پیشوا مادھوراؤ نے اب حیدر علی کے مرکزی شہر سرنگا پٹم
رخ کیا تھا۔

حیدر علی کے مخبر اس کے طلایہ گر مرہٹوں کی نقل وحرکت کی ہر اطلاع حیدر علی تک پہنچا
ہے تھے لہٰذا حیدر علی کو جب خبر ہوئی کہ سردار خان کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد مرہٹوں
ڈی دل لشکر اب سرنگا پٹم کا رخ کر رہا ہے تو جن جنگلوں کے اندر اس نے اپنے لشکر کے
اتھ پڑاؤ کر رکھا تھا وہاں وہ فوراً حرکت میں آ گیا۔

جس قدر لشکر اس کے پاس تھا اسے اس نے فی الفور تین حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ
س نے اپنے پاس رکھا دوسرا غازی خان کی سرکردگی میں دیدیا اور تیسرے حصے کا سالار
ہا مرزا کو بنایا گیا تھا اور جنگل کے اندر ہی جس طرح سرنگا پٹم کی طرف بڑھنے والے مرہٹوں
حملہ آور ہونا تھا اس کا لائحہ عمل بھی مکمل طور پر تیار کر لیا گیا تھا۔

پھر بڑی بے خوفی سے مرہٹے بیدڑے اور پنڈارے پیش قدمی کرتے ہوئے جب اس
نگل سے گزرنے لگے تو سب سے پہلے غازی خان نے اپنے کام کی ابتدا کی اچانک شاہراہ
کے قریب سے ہی وہ اپنی گھات سے نکلا پھر وہ مرہٹوں پر ذرے ذرے میں خوف طاری
کرتے نفرت کی جوالا جیسے آتشی نقوش کوچے کوچے میں وحشتیں بھر دینے والی جذبات کی
شوریدہ کاری اور قابض کی طرح زندگی کا بساط کو لپیٹ دینے والے خون کے سیلاب کی بپھری
موجوں اور اعصاب میں قضا کی سنسنی دوڑا دینے والے غم حیات کی تلخیوں کی طرح حملہ آور ہوا
تھا۔

اس اچانک حملے سے مرہٹے، بیدڑے اور پنڈارے ابھی افراتفری اور ایک طرح کی سنسنی
کا شکار تھے کہ دوسرا انقلاب رونما ہوا وہ یہ کہ مہا مرزا بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات
سے نکلا اور وہ بھی دشمن پر فراز کوہ کے روزنوں سے اچانک نکل پڑنے والے پرجوش موجوں
کے طوفانوں قہر سمندر کی یورش، ارتقاء کے عمل میں انقلاب برپا کر دینے والے سخت موسموں
کی یلغار اور روح میں مرگ کے خاروں کی خراشیں بھرتے پر ہول اور ملول نوحوں کی طرح
ٹوٹ پڑا تھا۔

اب مرہٹوں، بیدڑوں اور پنڈاروں کے اندر افراتفری بڑھ گئی تھی وہ ایک طرح سے
بدحواسی کا شکار ہو گئے تھے وہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ شاہراہ کے کنارے اچانک گھات
سے نکل کر کوئی لشکر ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے گا اب بھی وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہے تھے کہ
ان پر آخری ضرب لگانے کے لیے حیدر علی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنی گھات سے نکلا
پھر وہ بھی دشمن پر راستوں کو آگ اور خون سے بھر دینے والے دشت خاموشی سے اٹھتے
بگولوں سحر کے ماتھے پر درد کی دھوپ پھیلانے والے پرانے اداس نوحوں اور نگاہوں میں

عذاب کے ساگر کھڑے کرتے قہر کی تنگی لئے وقت کے تیز منجدھاروں کی طرح یلغار کر گیا تھا حیدر علی غازی خان اور مہامرزا کے ان حملوں میں گلوں کی شادابی صبح کے ترانوں جیسی اولوالعزمی ابر پاروں سے نکلتے چاند اور آبشاروں کے سمندر پن جیسا زور تھا۔

سرنگا پٹم کی طرف جنگل سے گزر کر جاتی شاہراہ پر کچھ دیر تک ہول کا رن پڑا یہاں تک کہ مرہٹوں کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے خوابوں کے اجڑے کھیتوں سوز پیہم میں گرفتار روح کی آشفتگی، سنگین ساعتوں میں جانفگار لمحوں اور موت سے بغلگیر ہوتی ادھوری خواہشوں سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مرہٹے آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے لگے تھے مرہٹوں کا پیشوا مادھو راؤ امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اچانک حیدر علی کے لشکری اس کے لشکر پر حملہ آور ہو کر ایک محشر برپا کر دیں گے لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو سمیٹا اور سرنگا پٹم کی طرف بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹا تھا لیکن اس پیچھے ہٹنے کے عمل کے دوران بھی حیدر علی غازی خان اور مہامرزا عجیب اور انوکھے سے انداز میں ان پر بار بار جنگل سے نکل کر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے لشکر کی صفوں کو روندنے لگے تھے۔

ان چھاپہ مار حملوں کی وجہ سے مرہٹوں کے لیے اب سرنگا پٹم کی طرف بڑھنے کے لیے راستہ اتنا صاف اور آسان نہیں رہا تھا مرہٹے اس خدشے کا شکار ہو گئے تھے کہ سرنگا پٹم کی طرف جو شاہراہ جاتی ہے اس کے کنارے جگہ جگہ حیدر علی نے چھاپہ مار دستے پھیلا رکھے ہیں اور وہ حملہ آور ہو کر مرہٹوں کے لشکر کی تعداد کم کرنے کا عزم کیے ہوئے ہیں اور پھر مادھو راؤ نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ حیدر علی کے چھاپہ مار دستوں نے بار بار مرہٹہ لشکر پر چھاپے مارتے ہوئے ان کے اندر ہنگامے برپا کر دیئے تھے اور مرہٹوں کے لشکر کے ہراول اور بار برداری پر انہوں نے خصوصیت کے ساتھ ایسی دلیری ایسی شجاعت کے ساتھ حملہ آور ہونے کا مظاہرہ کیا تھا کہ مادھو راؤ کے پنڈارے جو قذاقی مکاری اور جانبازی میں مشہور تھے ان پر خوف طاری ہو گیا تھا اور انہوں نے لشکر کے اندرونی حصوں سے کناروں کی طرف جانا بند کر دیا تھا۔

اب مرہٹے باوجود اپنی کثرت اور لاؤ لشکر کے حیدر علی کے لشکریوں کے خوف سے لرز کانپ گئے تھے مادھو راؤ نے سرنگا پٹم کی طرف بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا پیچھے ہٹا اب اس نے یہ سوچا کہ سرنگا پٹم کے اطراف میں جتنے چھوٹے بڑے قلعے ہیں پہلے ان پر قبضہ کیا جائے اور وہاں کے حاکموں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا جائے اس کے بعد حیدر علی کے مرکزی شہر سرنگا پٹم پر آخری ضرب لگائی جائے۔

اپنے اس ارادے کے مطابق مرہٹہ لشکر اب سرنگا پٹم جانے کی بجائے پیچھے ہٹا اور بالا پور

خورد کی طرف بڑھا وہاں کے فوج دار نے جب دیکھا کہ مرہٹوں کے سامنے دفاع کرنا بے کار ہے تب اس نے مرہٹوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ایسا کرنا مصلحت وقت کے پیش نظر درست بھی تھا۔

بالا پور خورد پر قبضہ کرنے کے بعد مرہٹوں نے پھر اپنی پیش قدمی شروع کی اور وہ کولار پہنچے وہاں کے حاکم نے بھی ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اس کے بعد مرہٹے کوہ مڑواکل پہنچے اور وہاں کا محاصرہ کر لیا یہاں مرہٹوں نے بڑی سفاکی اور خونریزی کی اور قلعہ والوں کا قتل عام کیا یہاں تک کہ قلعہ دار کی بھی گردن اڑا دی وہاں سے وہ کرم کنڈا پر یورش کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے کرم کنڈا میں مرہٹوں کو زیادہ دقت پیش نہیں آئی جلد ہی انہوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا کرم کنڈا بھی حیدر علی کے سالار میر علی رضا خان خاندان کی جاگیر تھا جو اس وقت مرہٹوں کے لشکر میں شامل تھا لہٰذا مرہٹوں نے کرم کنڈا پر میر علی رضا کو حاکم مقرر کر دیا۔

سرنگا پٹم کے اردگرد سارے چھوٹے بڑے شہروں اور قلعوں کو زیر کرنے کے بعد اب مرہٹوں کے سامنے کوئی قابل ذکر مقام نہیں رہا تھا جو ان کی ترکتاز کا نشانہ بنتا اس لیے مرہٹوں نے اب براہ راست سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

مرہٹوں کے پیشوا مادھو راؤ نے اس بار سرنگا پٹم کی طرف بڑھنے کے لیے وہ شاہراہ استعمال نہ کی تھی جس شاہراہ کے کنارے پہلے حیدر علی غازی خان اور مہامرزا نے ان کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی تھی اور انہیں کافی نقصان پہنچایا تھا اس بار انہوں نے سرنگا پٹم کی طرف جانے والی ایک اور شاہراہ کو استعمال کیا تھا۔

دوسری جانب حیدر علی کے مخبر اور اس کے نقیب بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے اور انہوں نے حیدر علی کو سرنگا پٹم کی طرف مرہٹوں کی پیش قدمی کی اطلاع کر دی تھی لہٰذا جس طرح پہلی شاہراہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگائی تھی اسی طرح اس شاہراہ کے کنارے جنگل میں حیدر علی نے مرہٹوں پر ضرب لگانے کے لیے گھات لگا لی تھی۔

جونہی مرہٹہ لشکر گھات کے قریب آیا حیدر علی نے اپنے کام کی ابتدا کر دی لشکر کو اس نے پہلے ہی تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ایک حصہ اس کے اپنے پاس دوسرا غازی خان تیسرا مہامرزا کی سرکردگی میں تھا اور حیدر علی کے کہنے پر سرنگا پٹم سے لشکر کا ایک اور حصہ لے کر ہیبت جنگ بھی اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور حیدر علی نے اسے اپنے حصے کے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔

جونہی مرہٹوں کا ہراول لشکر جو لگ بھگ پچاس ہزار سواروں پر مشتمل تھا اور جس کے پاس حرب وضرب کے علاوہ خوراک کا ڈھیروں سامان تھا گھات کی جگہ پر آیا حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ چوکس ہوگیا اپنے ہراول لشکر کو مرہٹے لشکر بنی یعنی لشکر کی ناک کہہ کر پکارتے تھے اور یہ ان کے چنیدہ لشکریوں پر مشتمل ہوتا تھا اچانک حیدر علی نے سب سے پہلے اپنے کام کی ابتدا کی اپنے حصے کے لشکر اور ہیبت جنگ کے ساتھ وہ نکلا اور مرہٹوں پر وہ ذوق عصیان میں جوش وطلاطم برپا کر دینے والے محشر کالی گھٹاؤں کے اژدھام اور عشرت افشار کے موسموں میں لذتوں کی انوکھی گراں باری کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

حیدر علی کے پیچھے ہی پیچھے ایک دوسری سمت سے غازی خان مرہٹوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح گناہوں کی تشنہ خیز موجوں اور بدی کی تیز تند لہروں کے اندر دنیا بھر کے آلام کھڑے کرتی شعلوں کی جھلسانی حدتیں گھستی چلی جاتی ہیں۔

تیسری طرف سے مہامرزا بھی نکلا اور وہ مرہٹوں پر آشوب رتوں کی طغیانیوں، خوف و وحشت کی پرچھائیوں اور ورطہ جنوں میں ڈبو دینے والے بے تعبیر خوابوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

حیدر علی اور اس کے سالاروں کی طرف سے یہ انتہا درجہ کا خوفناک اور کامیاب ترین شب خون تھا اس شب خون کے نتیجے میں مرہٹوں کا لگ بھگ پچاس ہزار کا لشکر حواس باختہ اور پراگندہ ہو کر رہ گیا تھا حملہ ایسا خوفناک تھا کہ بعض مرہٹہ لشکریوں نے چاولوں کے تھیلے اور بوریاں خالی کر کے ان میں چھپتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کی کوشش کی اور بہت سے کسی نہ کسی طرح تگ ودو کر کے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے تھے مرہٹوں کی کافی تعداد ایسی تھی جو حیدر علی اور اس کے لشکریوں کے ہاتھوں ماری گئی تھی اور جو کچھ نہ کر سکے انہوں نے ہتھیار پھینک کر جان کی امان پائی تھی۔

مرہٹوں کے لشکر کے ہراول کا جو سپہ سالار تھا وہ ایسا بدحواس ہوا کہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا اسے بغیر زین کا ایک گھوڑا بھاگتا ہوا دکھائی دیا وہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر ہی سوار ہوگیا اور بے سروسامانی کی حالت میں اپنے لشکر کے دوسرے حصے کی طرف بھاگ گیا جس میں خود مادھوراؤ پیش قدمی کر رہا تھا۔

کہتے ہیں حیدر علی کے اس شاندار اور کامیاب ترین شب خون کے نتیجے میں مرہٹوں کا چھوڑا ہوا بے شمار مال اور سامان حیدر علی کے ہاتھ لگا اس سازوسامان میں جھنڈے اور توپ خانہ بھی تھا مرہٹوں کے ہراول لشکر کے بچے کھچے لشکری جب مادھوراؤ کے پاس پہنچے تو سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اس موقع پر مادھولال نے انتہائی دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے انہیں کہا

"آہا تم لوگوں نے پیشوا کی ناک کٹوا کے رکھ دی۔"

مرہٹوں کی اس بدترین شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ انہیں سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی جاری ھنے کی ہمت نہ رہی مادھوراؤ نے اپنے لشکر کو روک دیا پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر امباجی درگ ے کوہستانی سلسلے میں جا کر پڑاؤ کر گیا تھا۔

مرہٹوں پر کامیاب شب خون مارنے کے بعد حیدر علی اور اس کے لشکریوں کے حوصلے ھ گئے تھے اور پھر جب انہیں خبر ہوئی کہ مرہٹے کوہستانی سلسلے کے اندر جا کے پڑاؤ کر گئے ں تب حیدر علی آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ اس نے دوسری ہی رات اپنے کام کی ابتدا کی اور پنے لشکر کے ساتھ اس نے بالا پور کی طرف کوچ کیا اور راتوں رات دھاوا بولتے ہوئے بالا پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس پر قبضہ کر لیا۔

وہاں جس قدر مرہٹے اور ان کا سالار مقیم تھا سب کو حیدر خان نے موت کے گھاٹ اتار ا اور بالا پور پر قبضہ کرنے کے بعد حیدر علی کے بڑی برق رفتاری سے اپنے یورش کی ابتدا کی ر وہ ماگری درگ کی طرف بڑھا حیدر علی کی اس تیز رفتار ترکتاز سے مرہٹے بڑے پریشان ئے انہوں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ حیدر علی کی اس ترکتاز کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔

لیکن اس مرہٹہ لشکر کی بدقسمتی کہ ان کا ٹکراؤ حیدر علی کے پورے لشکر سے نہیں بلکہ اس لشکر ے ہوا جو غازی خان اور مہامرزا کی سرکردگی میں ماگری درگ کے نواح میں حالات کا جائزہ لے رہا تھا غازی خان اور مہامرزا مرہٹوں کے اس لشکر سے ٹکرا گئے اور اسے ایسی بدترین کست دی کہ اس پورے لشکر کو تقریباً تباہ و برباد کر کے رکھ دیا بہت کم مرہٹوں کو واپس جانا یب ہوا اور ان کے سارے سامان پر بھی غازی خان اور مہامرزا نے قبضہ کر لیا تھا۔

اب حالات کچھ ایسی صورت حال اختیار کر گئے تھے کہ مرہٹے جو ایک بے پناہ سیلاب کی رح اپنے ٹڈی دل کو لیے بڑھتے چلے آرہے تھے لیکن چند چھاپوں میں شکست اور اس کے ند بدترین شب خون کا سامنا کرنے کے بعد حیدر علی اور اس کے لشکریوں سے خائف اور دل ہو گئے تھے باوجود اس کے کہ ان کے لشکریوں کی تعداد حیدر علی کے لشکر سے کئی گنا زیادہ ی وہ کوہستانی سلسلے سے باہر نکل کر حیدر علی سے ٹکرانے کی ہمت اور جسارت نہیں کر رہے تھے۔

دوسری جانب حیدر علی نے اپنے ان کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا جنہیں مرہٹوں نے فتح کیا تھا اب مرہٹے بھی قریبی کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور ان کی تعداد بھی

بے شمار تھی لہٰذا حیدر علی محتاط تھا وہ چونکہ ابھی اپنی سلطنت کی تعمیر میں مصروف تھا اس نے اپنی نوزائیدہ سلطنت کے استحکام کو اس حد تک نہ پہنچایا تھا جہاں تک وہ اسے لے جانا چاہتا تھا لہٰذا وہ یہ چاہ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح مرہٹوں کے ساتھ اس جنگ کو روک کر مرہٹوں کو ٹال دیا جائے۔ اس نے اس مقولے پر عمل کیا کہ عقل مند آدمی کوئی نامناسب حرکت نہیں کرتا بلکہ سرکش دشمن کے ساتھ وہ نرمی اختیار کرتا ہے کیونکہ آگ جب خوب بڑھکتی ہے تو اس پر پانی چھڑکتے ہیں کوئی شخص آگ کو آگ سے نہیں بجھاتا۔

لہٰذا حالات کو دیکھتے ہوئے حیدر علی نے بھی مرہٹوں سے مصالحت کر لینا ضروری سمجھا اور کچھ دانش مند اور تیز رفتار قاصد تحائف دے کر مرہٹوں کے پیشوا مادھوراؤ کی طرف روانہ کیے ان کے علاوہ سات لاکھ کی نقدی بھی بھجوائی یہ نقدی حیدر علی کو اپنے پلے سے نہیں دینا پڑی تھی اس لیے کہ اس سے کئی گنا زیادہ نقدی مرہٹوں کے ہراول لشکر کو شکست دینے کے بعد اس کے ہاتھ لگی تھی۔

ساتھ ہی اپنے قاصدوں کے ذریعے حیدر علی نے مرہٹوں کو پیغام بھجوایا کہ:

"بے سبب انسانی جانوں کی تباہی اور بربادی بہادروں اور جرات مند حکمرانوں کا شیوہ نہیں جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا اب تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ خلق اللہ کے کشت و خون سے باز آؤ اور مردم آزاری سے ہاتھ روک کر اپنے ملک کو لوٹ جاؤ اور جو رقم روانہ کی جا رہی ہے اسے اپنے خزانہ میں داخل کر لو اور اس کو اپنی لشکر کشی کا منافع سمجھو اور ہمارے علاقوں سے نکل کر اپنے علاقوں کی طرف چلے جاؤ ہماری مملکت کو دشمن کی بجائے اپنا مددگار اور معاون سمجھو۔"

جو قاصد حیدر علی نے مرہٹوں کی طرف بھجوائے تھے انہوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کی تکمیل کی بڑے احسن طریقے سے رقم مرہٹوں کے حوالے کی مرہٹے پہلے ہی جنگ سے تنگ آئے ہوئے تھے حیدر علی اور اس کے لشکریوں کی طرف سے ان پر خوف بھی طاری تھا اور پھر اس جنگ میں ان کا ہر لحاظ سے زیادہ نقصان بھی ہوا تھا مزید یہ کہ ساری ہنگامہ آرائی میں وہ بیکار چند ماہ تک مصروف رہے اور اس کے باوجود وہ ان علاقوں میں کوئی حقیقی حکومت بھی نہ قائم کر سکے بلکہ کئی لحاظ سے ان کے لشکر کا بہت زیادہ نقصان بھی ہوا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنی بہتری اسی میں دیکھی کہ حیدر علی جو پیش کش کر رہا ہے اسے قبول کر کے اپنے لشکر کو لے کر لوٹ جائیں۔

لہٰذا جو مسلمان قیدی ان کے پاس تھے انہیں انہوں نے خلعتوں اور انعام سے نوازا حیدر علی کو پیغام بھیجا کہ اس کے پاس جو مرہٹے قیدی ہیں ان کو رہا کر دیا جائے۔ حیدر علی نے جس قدر

مرہٹوں بیڈروں اور پنڈاروں میں سے جو قیدی اس کے پاس تھے انہیں رہا کر دیا ایسا ہونے کے بعد مرہٹے اپنے لشکر کو لے کر پونا کی طرف چلے گئے تھے حیدر علی چند یوم تک ان علاقوں کی حالت درست کرتا رہا جہاں مرہٹوں نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا اور اس کے بعد وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم کی طرف چلا گیا تھا۔

گرونتی نے غازی خان کے ساتھ اپنے کھیل کی ابتدا کر دی تھی غازی خان جب گھر پہ
ہوتا تو وہ زیادہ وقت اس کے پاس گزارتی اس کی ماں کی خدمت کرتی بھاگ دوڑ کر کے
غازی خان کا ہر کام کرتی اس کے علاوہ اس نے اپنی خوشبو کھلی صداؤں آنکھوں کے
خانوں کی پیاس اور کاروان شوق تک کو بڑھکا دینے والے اپنے جسم کے نشیب و فراز کی
شعریت سے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی غازی خان کے لیے وہ لب
شیریں کی تشنگی کے پس منظر میں ہمہ رنگ ہمہ خوشبو ہمہ سوز و گداز ہمہ نشہ و خمار اور ہمہ شعلہ
شوق بن کر اس کے دل میں چاہت کا سوز نگاہوں میں محبت کا گداز بننے کے عمل کی ابتدا کر
چکی تھی جب کبھی بھی وہ غازی خان کے ساتھ اکیلے میں بیٹھتی تتلیوں جیسے اپنے الفاظ کی گفتگو
سے وہ اس کے سامنے ہر حرف کو شعر ہر جملے کو جادو بنا کے رکھ دیتی وہ بل کھاتی جلترنگ بجا
ندیوں کی طرح بھاگ دوڑ کرتے ہوئے غازی خان کے کام کرتی اس طرح اس نے ا
طرف سے غازی خان کے شیشہ جاں کو ریزہ ریزہ قریہ دل کو لخت لخت کرنے کی بھرپور کوشش
شروع کر دی تھی اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہی تھی۔

اپنی انہی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے گرونتی نے اپنی اداؤں کی گھاتوں اپنے دلربا خدوخال
اپنی ساحر نگاہوں اپنے کرن چہرے اپنی بے لباس خواہشوں کو بنیاد بناتے ہوئے غازی خان
کے دل کے الاؤ اور اس کی روح میں لہو کی گردش کی طرح دوڑ جانے والی اپنی محبت کے رنگ
بکھیر کے رکھ دیئے تھے۔ اور گرونتی خوش بھی تھی اس لیے کہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جس
قسم کا پیار بھرا سلوک وہ غازی خان کے ساتھ کر رہی ہے اس کے نتیجے میں غازی خان بڑی
تیزی سے اس کی طرف جھکتا جا رہا ہے اس کی طرف مائل ہو چکا ہے۔

مرہٹوں کے ساتھ جنگ کے بعد غازی خان اپنا زیادہ تر وقت گھر پہ گزارتا تو اس دوران
گرونتی پوری طرح اس پر چھائی رہتی دن کا پورا حصہ وہ اس کے ساتھ گزارتی اور رات گئے
تک اس کے ہاں قیام کرتی اس کی ماں کی خدمت کرتی اس کے باپ کی ہر آسائش کا خیال
رکھتی بروقت اسے دوا پلاتی ان کے لیے کھانے کا اہتمام کرتی اس طرح گرونتی نے نہ صرف

یہ کہ اپنے سجاؤ اپنے انداز اور اپنی کارکردگی کی بناء پر غازی خان کے دل میں جگہ پا لی تھی
بلکہ زعیم اور زباب بھی دونوں میاں بیوی اسے بے حد پسند کرنے لگے تھے۔

اسی دوران ایک اور انقلاب بھی سرنگا پٹم میں رونما ہونا شروع ہو چکا تھا وہ اس طرح کہ
حیدر علی فرانسیسیوں کی طرف خوب راغب ہونا شروع ہو چکا تھا اور انگریز اسے اپنے لیے خطرہ
سمجھتے تھے اس لیے کہ یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان چھڑ جانے والی ہفت
سالہ جنگ جو نہ صرف یورپ میں بھڑکی تھی بلکہ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی مرتب ہونا
شروع ہو چکے تھے اور یہاں بھی انگریز فرانسیسیوں کو اپنا سب سے بڑا اور بدترین دشمن خیال
کرنے لگے تھے فرانسیسیوں کی بدقسمتی کہ وہ ہندوستان میں انگریزوں کے مقابلے میں اپنے
پاؤں نہ جما سکے ان کے پاس پانڈی چری کی بندرگاہ تھی جو انگریزوں نے ان سے چھین لی
پھر دوسری ایک بندرگاہ ان کی مالا بار کے ساحل پر تھی وہ بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اس
طرح وہ سمندری جزیرے تک محدود ہو کر رہ گئے تھے اور اسی سمندری جزیرے کے اندر انہوں
نے اپنی طاقت اور بحری قوت کو مجتمع کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان حالات میں وہ حیدر علی کی طرف متوجہ ہوئے حیدر علی کے لشکر میں پہلے ہی نہ صرف یہ
کہ فرانسیسی شامل تھے بلکہ فرانسیسیوں کے کچھ سالار بھی سرنگا پٹم میں قیام کیئے ہوئے تھے اور
وہ حیدر علی کے لشکر کی تربیت کا کام بھی سرانجام دے رہے تھے انگریزوں نے جب دیکھا کہ
حیدر علی کا جھکاؤ فرانسیسیوں کی طرف ہے اور وہ انگریزوں کو نظر انداز کر رہا ہے تب انہوں
نے اپنی روایتی لومڑی کی عیاری جیسی سیاست سے کام لینا شروع کیا انہوں نے اپنی طرف
سے پوری کوشش کرنا شروع کی کہ دکن کے نظام، ارکاٹ کے نواب اور مرہٹوں کو حیدر علی کے
خلاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں انگریزوں کا خیال تھا کہ اگر ان تین بڑی قوتوں کو حیدر
علی کے خلاف کر دیا جائے اور یہ تینوں قوتیں حیدر علی کے بجائے انگریزوں کا ساتھ دیں تو اگر
فرانسیسی حیدر علی کے ساتھ مل بھی جائیں تب بھی وہ انگریزوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

انگریزوں نے اب تہیہ کر لیا تھا کہ حیدر علی چونکہ فرانسیسیوں کی طرف مائل ہو چکا ہے اور
فرانسیسیوں کو انگریز اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں لہٰذا انگریزوں نے فیصلہ کیا کہ ہر صورت
میں فرانسیسیوں کی طرح حیدر علی کو بھی اپنے سامنے زیر کیا جائے ارکاٹ نواب پہلے ہی ان
کے ساتھ ملا ہوا تھا اب انہوں نے دکن کے نظام کو ترغیبات دینی شروع کیں اور اسے بھی
انہوں نے حیدر علی کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لیے کہا نظام دکن ڈرتا تھا کہ اگر اس نے
حیدر علی کے خلاف لشکر کشی کرنے کی کوشش کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مرہٹوں کو مار بھگانے والا

حیدرعلی اس کا رخ کرے اور اسے اس کے علاقوں سے ہی محروم کر دے۔

لیکن انگریزوں نے اسے یقین دلایا کہ جب نظام حیدرآباد حیدرعلی کے خلاف حرکت آئے گا تو پس پردہ رہتے ہوئے انگریز پوری طرح اس کی مدد کریں گے اس کے لشکر کو ہر کی سہولیات اور اسلحہ فراہم کریں گے ساتھ ہی ایک خاصی بڑی رقم کی ترغیب بھی نظام کو د جس پر نظام حیدرعلی کے خلاف برسر پیکار ہونے پر راضی ہو گیا تھا۔

اب دو قوتوں کو تو انگریزوں نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا ایک ارکاٹ کا نواب اور دوسرا حیدرآباد اب انگریزوں کی نگاہ مرہٹوں پر تھی وہ چاہتے تھے کہ مرہٹوں کو بھی اپنے ساتھ ملا اس طرح بیک وقت جب تین قوتیں تین محاذ کھول کر حیدرعلی کے خلاف حرکت میں آ گے تو حیدرعلی کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ وہ ان تین قوتوں کے انگریزوں کے سامنے بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے۔

انگریز ابھی ارکاٹ کے نواب اور نظام آف حیدرآباد کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد مرہ کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ مرہٹے حیدرعلی کے خلاف پہلے حرکت میں آ گئے۔

ہوا یوں کہ مادھوراؤ حیدرعلی کے خلاف اپنی پہلی فوج کشی کرنے کے بعد صلح کے مطا کرناٹک اور بالا گھاٹ سے پونا واپس چلا گیا تھا لیکن صوبہ سرا پر اس کا قبضہ برقرار رہا تھا وہاں اس نے اپنا ایک لشکر بھی متعین کیا تھا تاکہ اس علاقے کی نگرانی کے علاوہ اس کا نظم و صحیح رکھا جا سکے۔

حیدرعلی مرہٹوں کے جانے کے بعد لگاتار ان علاقوں کی بہتری کے لیے کام کر رہا جنہیں مرہٹے پامال کر کے چلے گئے تھے حیدرعلی اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور اس نے حیدرنگ رخ کیا اور وہاں کے بندوبست کو درست کرنے لگا مرہٹوں کی وجہ سے جو وہاں نقصان ہوا اسے پورا کیا لوگوں کے ذاتی نقصان کی بھی اس نے خوب تلافی کی۔

اس دوران صوبہ سرا میں جو مرہٹوں کا والی اور قلعہ دار تھا اسے خوف ہوا کہ کہیں حیدر کے حالات درست کرنے کے بعد حیدرعلی صوبہ سرا پر حملہ آور ہو کر مرہٹوں کا جو لشکر ہے اس قلعہ قمع کر کے نہ رکھ دے ان خدشات کے تحت اس نے جو صورتحال تھی وہ تفصیل کے ساتھ اپنے پیشوا مادھوراؤ کو لکھ بھیجی۔

مادھوراؤ کو بھی اس بارے میں بڑی تشویش ہوئی اور وہ اس خدشے میں مبتلا ہو گیا کہ حید علی دن بدن طاقت اور قوت پکڑتا جا رہا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے علاقوں سے نکل کر

ٹوں پر حملہ آور ہو اور مرہٹہ سلطنت کو تہس نہس کر کے رکھ دے لہٰذا اس نے سوچا کہ جب حیدرعلی کی عسکری طاقت اور جمعیت منتظم ہے اس وقت تک مرہٹے محفوظ نہیں اس نے یہ خیال کیا کہ اگر حیدرعلی کے لشکر کو پراگندہ اور منتشر کر دیا جائے تو حیدرعلی کی عسکری طاقت ضعف آ جائے گا اور وہ آنے والے دنوں میں مرہٹوں کے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ے گا۔

انہی خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے مادھوراؤ نے ایک بہت بڑا لشکر منظم کیا اس لشکر سے بڑا جو اس نے پہلی مہم میں تیار کیا تھا اور پھر اپنے سارے سالاروں کو ساتھ لے کر وہ پونا نکلا اور بالا گھاٹ کا اس نے رخ کیا پھر آگے بڑھتے ہوئے وہ حیدرعلی کے علاقوں میں ہوا اور جو قلعہ اس کے سامنے آتا رہا اسے زیر کرنے کے بعد اس نے اطراف و اف میں اپنے لشکر کے مختلف حصے پھیلا دیئے تھے۔

ادھر مدراس کے انگریز حکمرانوں کو جب خبر ہوئی کہ مرہٹے ان کے لائحہ عمل سے پہلے ہی رعلی کے خلاف حرکت میں آ چکے ہیں تب انہوں نے تاؤ نام کے ایک سالار کو مرہٹوں کی ف روانہ کیا تاؤ نام کا یہ شخص بڑا چالاک انگریز تھا اس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ مرہٹوں یہ ترغیب دی جائے کہ وہ حیدرعلی کے خلاف جنگ جاری رکھیں اس وقت تک جب تک رعلی ان کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک دیتا ساتھ ہی تاؤ کے ذریعے انگریزوں نے مرہٹوں کو یہ ترغیب دی کہ وہ حیدرعلی کے مقابلے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ عنقریب ارکاٹ کا نواب اور م دکن اپنے اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی سمت سے حیدرعلی کی سلطنت پر حملہ آور ہو جائیں ، تاؤ کے ذریعے مرہٹوں کو یہ بھی یقین دہانی کرائی جاتی تھی کہ ارکاٹ کا نواب اور نظام وں نہ صرف اپنی قوت کو استعمال کرتے ہوئے حیدرعلی کے خلاف حرکت میں نہیں آئیں ، بلکہ انگریزوں کی عسکری قوت ان کی پشت پر ہو گی جس کی بناء پر حیدرعلی کی شکست یقینی ہو ئے گی بہر حال یہ پیغام لے کر انگریزوں کا سالار تاؤ مدراس سے بڑی تیزی کے ساتھ ٹوں کے پیشوا مادھوراؤ کی طرف بڑھا تھا۔

اس دوران انگریزوں نے حیدرعلی کے خلاف اپنا حصار مزید تنگ کرنے کے لئے ایک اور زش تیار کی انہوں نے کڑک والا اور کلی کوٹ کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو حیدرعلی کے ف بغاوت پر اکسایا اور انہیں بھاری رقوم دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حیدرعلی کے اف سرکشی اور علم بغاوت کھڑا کر دیں۔

کڑک والا اور کلی کوٹ کے چھوٹے چھوٹے حکمران بھی سلطنت بیجاپور کے ماتحت ہوا

کرتے تھے اور صوبہ سرا کے حاکم کے توسط سے اپنا خراج وہ بیجا پور کی سلطنت کو ادا تھے۔

بیجا پور کی سلطنت کے زوال کے بعد وہ مقررہ رقوم دکن کے نظام آصف جاہ کو با مندی سے اور کبھی دباؤ سے ادا کر دیا کرتے تھے۔

تاہم آصف جاہ کے آخری دور نظامت میں جب کہ وہ مرہٹوں سے جنگ میں مص اس کو ان علاقوں کے بندوبست پر توجہ دینے کی فرصت نہ ملی اس مہلت سے فائدہ اٹھا چھوٹے چھوٹے حکمرانوں نے باہم اتحاد کر کے خراج اور مالیانہ دینا بند کر دیا اور آپ ا خودسر ہو کے بیٹھ رہے۔

صوبہ سرا کے حکام بھی جو نظام دکن کی طرف سے اس علاقہ کے لوگوں کی گوشمالی مقرر تھے سرکاری فرائض سرانجام دینے میں سستی برتنے لگے اس طرح یہ چھوٹے چ پالیکار اور حکمران خودسر ہو گئے۔

حیدرعلی نے جب اپنی سلطنت کو وسعت دیتے ہوئے ان علاقوں کو اپنی سلطنت شامل کرلیا اور ان چھوٹے چھوٹے سرکش حکمرانوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا تو یہ بڑی با سے حیدرعلی کو خراج ادا کرنے لگے تھے۔

اب انگریزوں کے اکسانے پر انہوں نے نہ صرف یہ کہ خراج دینے سے انکار کر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکر متحد کر کے انہوں نے حیدرعلی کے علاقوں میں شورش برپا کر ان کے علاقوں میں حیدرعلی کے چھوٹے چھوٹے لشکر جو حفاظت کے لیے مقرر تھے ان کرنا شروع کر دیئے حیدرعلی چونکہ مرہٹوں کے خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف تھا ان چھوٹے حکمرانوں کی طرف توجہ نہ دے سکا اور یہ اپنی من مانی کرتے ہوئے شورش کرنے لگے۔

اب صورتحال یہ تھی کہ بیک وقت حیدرعلی کے خلاف کئی طاقتیں اٹھ کھڑی ہوئی مرہٹے حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہے تھے نظام دکن اور ارکاٹ کا نواب مشرقی سرحدوں پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول رہے تھے اور اب مزید یہ کہ کڑک والا کوٹ کے چھوٹے چھوٹے حکمران بھی حیدرعلی کے خلاف بغاوت کر چکے تھے اور ان علاقوں میں شورش برپا کرنی شروع کر دی تھی۔

ان سارے حالات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تو اور مستعد تھا ہی لیکن دوسری قوتوں میں سے سب سے زیادہ وہ نظام دکن کو اپنے لیے خطر

خیال کرتا تھا لہٰذا اس نے ارکاٹ کے نواب اور کڑک والا اور کلی کوٹ کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو فی الحال نظر انداز کر دیا ایک وفد اس نے نظام دکن کی طرف روانہ کیا اور اس وفد کے ہاتھ تحائف کے طور پر کچھ ہاتھی اور رقم بھی نظام دکن کی طرف روانہ کی وفد کے وہ ارکان جنہیں حیدرعلی نے نظام دکن کی طرف روانہ کیا تھا انہوں نے بڑی مشاقی بڑی دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظام دکن کو تحائف پیش کرنے کے بعد اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ کم ازکم نظام دکن کو ایک مسلمان کی حیثیت سے حیدرعلی کے خلاف انگریزوں کی ترغیب پر حرکت میں آکر حملہ آور نہیں ہونا چاہیے۔

نظام دکن اس وفد کی بات مان گیا اپنے لشکر کو لے کر وہ حیدرعلی کے علاقوں میں داخل ہو چکا تھا وہیں سے وہ واپس چلا گیا تاہم ارکاٹ کا نواب انگریزوں کے حق میں حیدرعلی کے خلاف مخالفت پر تلا رہا۔

جب نظام دکن اپنے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا تو حیدرعلی کو ایک طرح کی یکسوئی حاصل ہوئی کم ازکم مشرق کی سمت سے اب اسے بڑا خطرہ نہیں رہا تھا اس لیے کہ نظام اپنے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا تھا اور ارکاٹ کا نواب اس کے لیے کسی بڑے خطرے کا باعث نہیں بن سکتا لہٰذا فی الحال ارکاٹ کے نواب کڑک والا اور کلی کوٹ کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لیے حیدرعلی نے پیش قدمی شروع کی۔

سیموگا اور بسواپٹن کی راہ اس نے دریائے تنگبھدرہ کو عبور کیا اور ہری ہر اور ہرنی کے مقام پر پہنچا۔

دریائے تنگبھدرہ دراصل ایک نہیں دو دریاؤں کا نام ہے یہ جنوبی ہند کا بہت بڑا دریا ہے جو سلسلہ بندیاچل سے نکل کر دکن کے ایک بڑے علاقے کو سیراب کرتا ہے یہ اصل میں دو دریاؤں پر مشتمل ہے ایک کا نام تنگا اور دوسرے کا نام بھدرے ہے دونوں کڑی کے مقام پر ایک دوسرے سے ملتے ہوئے سنگم بناتے ہیں اور جب دونوں مل کر بہتے ہیں تب ان دونوں کا نام تنگبھدرہ پڑ جاتا ہے۔

ہری ہر اور ہرنی کے مقام پر ستانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ حیدرعلی میرک کے علاقے میں داخل ہوا جسے کبھی شکار پور کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہاں اس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

مرہٹوں کو بھی حیدرعلی کی پیش قدمی کی اطلاع مل گئی تھی لہٰذا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ

یلغار کرتے ہوئے اس طرف بڑھے جہاں حیدر علی نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اور حیدر علی کے سا انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

پھر جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے مرہٹوں نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر تھیں نقارے بجنے لگے تھے طنبوروں کی آوازیں دل کو دہلانے لگی تھیں۔

حیدر علی بھی اپنے لشکر کی تنظیم درست کرنے لگا تھا لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم تھا درمیانی حصے میں حیدر علی خود رہا دائیں جانب کے حصے پر غازی خان کو بائیں جانب نے ہیبت جنگ کو رکھا اور باقی سالاروں کو اپنے غازی خان اور ہیبت جنگ کے ماتحت مقر دیا گیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے مرہٹوں کے پیشوا مادھو راؤ نے زمین کو دھنساتی آس امید کی فص برباد کرتی۔ بادلوں کے رتھ کی زہر آلود غضبناک خونی برسات کی طرح آگے بڑھا اس کے وہ حیدر علی کے لشکر پر دلوں کے آئینوں کو مکدر زمین کی چوکھٹ کو زنگ آلود کر دینے والے آلود شب کے جبر مسلسل رات کے بے گور و کفن نقوش میں اجالوں کو ڈستی تاریکیوں اندھیروں کے ہجوم کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

حیدر علی غازی خان ہیبت جنگ اور دوسرے سالاروں نے پہلے مرہٹوں کے لشکر کو روکا انہوں نے مرہٹوں کے لشکر کو اتنے خوبصورت انداز میں روکا تھا کہ کسی بھی مرہٹے کو اپنی صف میں نہ گھسنے دیا تھا اس بار بھی حیدر علی کا سب سے محترم سالار محمد علی لشکر میں شامل نہیں تھا، پٹم کی حفاظت پر اسے مقرر کیا گیا تھا۔

مرہٹوں کو روکنے کے بعد طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ نے یک آواز ہو کر شہر در شہر بکھرتی کرنوں کی آوازوں بزم در بزم پھیلتی روشنیوں انجمن انجمن اپنا رنگ جماتے زمزموں اور بستی بستی پھیلتی ھدی خانوں کی صداؤں کی طرح تکبیر بلند کی تھیں ان تکبیروں کے جواب میں حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ کے لشکریوں۔ اس طرح تکبیریں بلند کیں کہ پورا رن کھول اٹھا تھا اس کے بعد حیدر علی نے پہلے دفاع جامہ اتار پھینکا جارحیت پر اترا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ مرہٹوں پر برہم انگیز ا میں ریت اڑاتی لو کی اندھی اڑانوں حوصلوں عزائم اور استقلال کو جھلساتے بستی بستی قیام برپا کرتے آگ کے ہولناک شعلوں اور دشت در دشت انجانی منزلوں کے نہ رکنے وا اندھیاؤ کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

حیدر علی کے ساتھ ہی ساتھ غازی خان بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ بھی خا

ی چلچلاتی دھوپ میں غموں کی داستانیں کھڑی کرتی تیز تند یلغار کی لہروں سکوت کے ان سمندر میں ایک ایک لمحے کو عذاب ایک ایک پل کو حشر سامانیوں میں تبدیل کر دینے لے زہر بن کر بکھرتے قہر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

غازی خان کے بعد ہیبت جنگ نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی اور خوب کی وہ بھی مرہٹوں ہولتے بحر کی گرم لہروں کے طوفانوں تار نفس کو گردن کا پھندہ بناتے سینے میں سلگتے انگاروں آرزومند آنکھ پر بشارت طلب دل کو خون اگلتی فضاؤں میں خستہ و زخم خوردہ کر دینے والی ن کنی کو منزلوں کی طرح جارحیت کی ضربیں لگانے لگا تھا۔

اب میدان جنگ عجیب صورت اختیار کر گیا تھا لگتا تھا جنت کے سرابوں میں دوزخ کے اب ناچ اٹھے ہوں اور زندگی موت قرب و فرقت ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو ئے تھے کتنی مغموم امنگوں اور گہنائے ہوئے چاند کی طرح جسم و روح کے رشتے منقطع ہونا روع ہو گئے تھے تقدیر کے تیز دھاروں کے اندر ابتلا اور آزمائش کے مراحل چار سو ناچ اٹھے تھے۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی مرہٹوں نے جب دیکھا کہ حیدر علی اور اس کے سالار کسی بھی طرح ان کے سامنے نہ پسپا ہوتے ہیں نہ شکست تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے پنے طور سے انہیں گھیرنے کی کوشش کی لیکن ہیبت اور غازی نے اطراف میں حملے کرتے ہوئے مرہٹوں کے ان لشکریوں کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیا جنہوں نے ان کے لشکر کے پہلو سے آگے بڑھ کر حصار قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس طرح شام تک ہولناک جنگ ہوتی رہی مرہٹے پریشان تھے کہ حیدر علی کے لشکر سے کئی گنا بڑا لشکر رکھنے کے باوجود بھی وہ حیدر علی کو نہ پسپا کر سکے تھے نہ اس کے لشکریوں کے اندر گھس کر اس کے لشکر کی تعداد کو کم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

سورج غروب ہونے کے بعد جب رات آ گئی تب جنگ تو ختم ہو گئی لیکن دن بھر کی جنگ کے بعد حیدر علی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے مقابلے میں مرہٹے ٹڈی دل کی طرح ہیں اس کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تعداد رکھتے ہیں لہٰذا ان سے کسی طریقے سے ہٹ کر انہیں شکست سے دو چار کرنا چاہیے۔

اس سوچ بچار کے بعد حیدر علی نے عملی قدم اٹھایا جونہی رات گہری ہوئی اس نے میدان جنگ سے کوچ کیا اور چرولی انوٹی اور چرا کے علاقوں سے ہوتا ہوا ان علاقوں کی پشت کی جانب جو بہت بڑا جنگل تھا اسے عبور کیا اور جنگل کی دوسری جانب جا کر اس نے اپنے لشکر کا

پڑاؤ کر لیا تھا اور ساتھ ہی جو بلند کوہستانی سلسلہ تھا اس کے اوپر اپنے لشکر کی حفاظت
اس نے خندقیں اور جابجا مورچے کھود لیے خندقوں کے اندر اس نے توپیں نصب کر
مورچوں کے اندر اس نے ان گنت تیر انداز بٹھا دیئے تھے تاکہ مرہٹے اگر ادھر کا ر
ان پر گولے برسائے جائیں اور جب وہ نزدیک آنے کی کوشش کریں تو تیر انداز
انہیں خاطر خواہ نقصان پہنچا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کریں۔

اپنے سارے انتظام کرنے کے بعد اب حیدر علی غازی خان ہیبت جنگ اور
سالار مرہٹوں کا انتظار کرنے لگے تھے مرہٹوں کو خبر ہو چکی تھی کہ حیدر علی کس طرف گ
انہوں نے بھی پیش قدمی کی۔

اس دوران ساؤنور کا حاکم حسب سابق اپنے لشکر کے ساتھ پھران سے آن ملا
اس جگہ آئے جہاں حیدر علی نے پڑاؤ کیا تھا یہاں کوہستانی سلسلوں کے دامن میں کئی
جھڑپیں ہوتی رہیں اور ان جھڑپوں میں مرہٹوں کا نا قابل تلافی نقصان ہوا یہ صورتحا
ہوئے مرہٹے پیچھے ہٹ گئے اور جنگل کے دوسری جانب انہوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ
اور حالات کا جائزہ لینے لگے تھے۔

مرہٹوں کے اس طرح پیچھے ہٹنے کے بعد حیدر علی نے ایک فیصلہ کیا اپنے پڑاؤ کی
پر اس نے ایک چھوٹے سالار کو رکھا خود غازی خان اور ہیبت جنگ کے ساتھ اس ۔
کی گہری تاریکی میں کوچ کیا تاکہ مرہٹوں پر ایسا ہولناک شب خون ماریں کہ وہ شکست
پونا کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو جائیں۔

اپنے لشکر کو لے کر جنگل میں حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ بڑی تیزی ۔
بڑھے لیکن سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ دن کچھ ایسا منحوس تھا کہ انجانے راستے ہونے کی و
بعض جگہ حیدر علی اور اس کے سالاروں کو جنگل کاٹ کر راستہ بنانا پڑا جس کی بناء پر انہ
تاخیر ہو گئی جس وقت وہ شب خون مارنے کے لیے مرہٹوں کے لشکر کے قریب پہنچے
وقت رات گزر چکی تھی اور سورج طلوع ہو چکا تھا اور مرہٹے بھی اس صورتحال کو بھانپ
تھے لہٰذا مرہٹوں کے پیشوا مادھوراؤ نے اچانک اپنے پورے لشکر کے ساتھ جنگل میں
اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

گھنا جنگل تھا اجنبی راستے تھے اور ان کے اندر حرکت کرنا بڑا دشوار ہو رہا تھا جس ۔
میں حیدر علی کے چھوٹے سے لشکر کو مرہٹوں نے چاروں طرف سے گھیرنا شروع کر
حالات کی سنگینی کو حیدر علی نے بھانپ لیا تھا لہٰذا اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ فو

ٹ کر اپنی جانیں بچائیں یہ حکم ملتے ہی جنگل میں حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ کے
لشکری پیچھے ہٹے اس بھاگ دوڑ میں مرہٹوں نے ان کا تعاقب کیا اور کافی نقصان پہنچایا۔
مرہٹوں نے جب تعاقب کیا تب حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ اپنے اپنے حصے کے
لشکر کے ساتھ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔
کہتے ہیں جنگل میں کچھ دور تک مرہٹوں نے تعاقب کیا اور اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ کر
ک گئے اور حالات کا جائزہ لینے لگے حیدر علی کو اس طرح اپنے لشکر کے منتشر ہونے کا بڑا دکھ
اور غم تھا اور اسی دکھ میں وہ جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ کہتے ہیں حسن اتفاق سے
اسی اثناء میں ایک طنبورا بجانے والا ادھر سے گزرا۔
حیدر علی نے جب طنبورا بجانے والے کو دیکھا تو اسے اپنے پاس بلایا اور اسے کہا کہ اگر
زور زور سے پوری قوت کے ساتھ طنبورا بجائے تو وہ اسے خوب انعام دے گا اور اسے مالا مال
کر دے گا۔

طنبورا بجانے والا حکم کی تعمیل بجا لایا جیسے ہی اس نے طنبورا بجانا شروع کیا اور طنبورا کی
ہیبت ناک آوازیں جنگل کے اندر گونجنا شروع ہوئیں حیدر علی کے جو لشکری ادھر اُدھر بکھرے
ہوئے تھے وہ حیدر علی کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے اس لیے کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ایسا
کام حیدر علی ہی کر رہا ہے ساتھ ہی غازی خان اور ہیبت جنگ بھی اپنے لشکروں کو لے کر وہاں
پہنچ گئے تھے دوسری جانب اس طنبورے کے بجنے سے مرہٹوں پر منفی اثر ہوا وہ یہ سمجھے کہ حیدر
علی کی مدد کے لیے سرنگا پٹم یا اس کے کسی اور شہر سے کمک پہنچ گئی ہے۔

حسن اتفاق سے اسی وقت حیدر علی کے حق میں وقت نے ایک اچھی کروٹ بھی لی اس
لیے کہ حیدر علی کے لیے واقعی ایک کمک آ گئی تھی اور کمک آ کے اس لشکر میں شامل ہو گئی تھی
جس کی کمان داری ہیبت جنگ کر رہا تھا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد ہیبت جنگ اور غازی خان دونوں اپنے اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے
حیدر علی کے پاس پہنچ گئے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے حیدر علی کی خوشی اطمینان اور اس کی آسودگی
کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔

پھر وہ غازی خان ہیبت جنگ اور دوسرے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
عزیز رفیقو! یہ جو ہم پر ابتلا ٹوٹی ہے یوں جانو یہ قدرت کی طرف سے ہمارا امتحان تھا اور
ہم نے اس امتحان میں پورا اترنے کی کوشش کرنی ہے۔
میرے عزیز ساتھیو! مرہٹے ہمارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک نہیں پہنچے اب ہم ان کا

تعاقب کریں گے ہمارا پورا لشکر یہاں پہنچ چکا ہے ہم مرہٹوں پر ضرب لگانے کے لیے پہلے کی طرح لشکر تین ہی حصوں میں رہے گا مرہٹوں کی طرف بڑھا جائے گا مرہٹوں پر کی طرف سے میں ضرب لگاؤں گا غازی خان دائیں جانب سے تم حملہ آور ہونا بائیں سے ہیبت جنگ مرہٹوں کو اپنا ہدف بنائے گا اس طرح میرے خیال میں جنگل کے ا گنت مرہٹوں کو کاٹ کر ذلت اور شکست کو ان کا مقدر بنا کے رہیں گے۔

غازی خان ہیبت جنگ اور دوسرے سالاروں نے مکمل طور پر حیدر علی کی تجویز سے کیا پھر لشکر نے آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔

طنبورے کی خوفناک آواز نے مرہٹوں کو خوفزدہ کر دیا تھا پہلے وہ جنگل کے اندر گھسے حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے اب پیچھے ہٹ تھے۔ جس وقت وہ پیچھے ہٹ رہے تھے عین اسی لمحہ ان کے وسطی حصے پر حیدر علی کسی ریز طرح حرکت میں آیا اور وہ مرہٹوں کے وسطی حصے پر بیکراں صحرا میں خونخوار درندوں کی غراتی المناک موسموں کی آتشیں نواؤں بھرے کف آلودہ ساگر میں رگوں میں سنسنا والی روحوں کی تشنگی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ مرہٹوں کے دائیں پہلو پر غازی خان ویران اور ہولناک میں مسلسل لاکنار سراب کھڑے کرتی کڑی اذیت ناک دھوپ ہر شے کو موت کی تیغ دینے والی دہکتی آتش کی سلگاہٹوں اور قضا کے بے کراں بھنور کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسی لمحہ مرہٹوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر بھی انقلاب رونما ہو گیا اور اس طرف ہیبت نا آسودگی کے گرم موسموں بے انت اور جان لیوا صداؤں کی دستک دیتے اجل کے لمحوں آندھیوں کے برہم مزاج میں بھڑکتی چنگاریوں کی کسک کی طرح ضرب لگانا شروع ہو گیا اب اس جنگل میں رزم گاہ کے غبار میں چہروں کو مکروہ دل کو مجروح زیست کو ویران لہو کی بارش شروع ہو گئی تھی میدان جنگ کے کرخت سرخ لمحے جسموں کو ریزہ ریزہ کر رہے تھے۔

اس سہ طرفہ حملے نے مرہٹوں کو ہلا کے رکھ دیا تھا اور بڑی تیزی سے مرہٹوں کی ح جھوٹ نگر کے باسیوں کڑواہٹوں کے موسموں ذلت بھرے لمحوں اسیری کی نفرت اور ایذا اندھی کالی گلیوں سے بھی زیادہ بری اور قابل نفرت ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر تک ہولناک رن پڑا یہاں تک کہ مرہٹے پسپا ہونا شروع ہو گئے اور انہیں ذ آمیز شکست ہوئی اس طرح میدان ریزہ گری کر دینے والے حیدر علی کے ہاتھ میں رہا مر

نے پیچھے تو پیں زخمیوں کی لاشیں اور بے شمار سامان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے حیدر علی کے وں یہ مرہٹوں کے لیے انتہائی ذلت آمیز شکست تھی حیدر علی کے ساتھ اس معرکے میں ہٹوں پر ایسا خوف ان پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ مرہٹے اپنے لشکر کو لے کر بنکا پور کی ف چلے گئے اور وہاں انہوں نے پڑاؤ کر لیا برسات کا موسم چونکہ شروع ہو چکا تھا لہٰذا ہٹوں نے وہ موسم وہیں گزارنے کا ارادہ کر لیا تھا جبکہ دوسری جانب حیدر علی نے جس جگہ ہٹوں کو شکست دی تھی وہیں اس نے احتیاط کی خاطر پڑاؤ کر لیا تھا۔

بنکا پور میں پڑاؤ کرنے کے بعد مادھو راؤ نے ایک بار پھر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا اس نے اپنے ایک سالار گوپال رائے کو لشکر کا ایک بڑا حصہ دیا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ تنگبھدرہ کو بور کر کے اس پار کے علاقے میں تباہی کا کھیل کھیلے لوٹ مار کا بازار گرم کرے اور اپنے لشکر ے لیے خوراک اور ضروریات کا دوسرا سامان حاصل کرے۔

پس گوپال رائے نے دریائے تنگبھدرہ کو عبور کیا اور دریا کے اس پار جا کر اس نے یہاتوں قصبوں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا اور لوگوں کے اندر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا مختلف والیوں کے علاقوں کو روندتا ہوا وہ چیتل درگ کے علاقے میں داخل ہو گیا تھا گوپال رائے کی مردم آزادی اور بربریت کی وجہ سے کرناٹک کے سارے علاقے میں ایک طرح کا شور مچ گیا تھا یہاں تک کہ اس کی شکست و ریخت کی خبریں حیدر علی کو بھی پہنچ گئیں۔

حیدر علی اپنے پڑاؤ سے نکلا اپنے لشکر کو بڑی تیزی کے ساتھ حرکت میں لاتا ہوا وہ گوپال رائے کی طرف بڑھا تھا۔

گوپال رائے لوٹ مار تباہی و بربادی میں مصروف تھا کہ اچانک حیدر علی غازی خان اور ہیبت جنگ اس پر حملہ آور ہوئے گوپال رائے زیادہ دیر ان کا مقابلہ نہ کر سکا اور لمحوں کے اندر پرانے بوسیدہ اوراق کی طرح حیدر علی اور اس کے لشکریوں نے گوپال رائے کو پراگندہ اور منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

اس ٹکراؤ میں ان گنت مرہٹے موت کا شکار ہو گئے تھے صرف وہ مرہٹے اپنی جانیں بچا سکے تھے جو کسی نہ کسی طرح بھاگنے میں کامیاب ہوئے یا جنہوں نے حیدر علی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

اپنے لشکر کا زیادہ اور بڑا حصہ کٹوا کر گوپال راؤ واپس مادھو رائے کے پاس چلا گیا تھا۔

اس ٹکراؤ میں بھی حیدر علی کے ہاتھ بے شمار خیمے جھنڈے آلات و ہتھیار اور خیموں میں استعمال ہونے والا دوسرا سامان اس کے علاوہ گھوڑے ہاتھی اور سامان سے لدے ہوئے

بیشمار اونٹ بھی تھے کام کی ساری چیزیں حیدر علی نے اپنے قبضے میں کر لیں اور جو ب
تھیں ان کا انبار لگا کر اس نے آگ لگا دی تھی اس کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کے
سمت چلا گیا تھا جہاں اس نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

مادھو راؤ نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تک وہیں پڑاؤ کر رکھا تھا کہ اس کے لشکر
حکومت کا نمائندہ تاؤ داخل ہوا مادھو راؤ اس کے سالار اور اس کے لشکری بھی حید
ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد انتہا درجہ کے برانگیختہ ہو چکے تھے تاؤ جب مر
لشکر میں داخل ہوا تو اسے کسی نے کوئی اہمیت نہ دی نہ کوئی اسے مادھو راؤ کے پاس
طرح سے اسے نظر انداز کیا گیا اور وہ جو پیغام پہنچانا چاہتا تھا وہ بھی صحیح طریقے
سکا۔

تاؤ مرہٹہ لشکر میں داخل ہونے کے جو آثار مدراس میں اپنی حکومت کو لکھتا ہے وہ
طرح ہیں وہ کہتا ہے۔

”مجھے یہ کہتے ہوئے انتہا درجہ کی شرم محسوس ہوتی ہے کہ جب میں مرہٹوں
لشکر میں داخل ہوا تو مجھے انتہائی حقارت اور ذلت کے سوا کچھ نہ ملا جو سلوک میر
ساتھ کیا گیا وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا اس کے باوجود میں نے اپنے غصے
دبائے رکھا اور جہاں تک ممکن ہوا میں نے اپنی ناپسندیدگی اور نفرت کو چھپا
رکھا۔“

تاہم تاؤ کسی نہ کسی طرح مادھو راؤ سے ملا اور انگریز حکومت کا پیغام اس نے مادھو
پہنچایا لیکن مادھو راؤ پھر حیدر علی کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے پس و پیش کر
جبکہ تاؤ اپنی پوری کوشش کرنے لگا تھا کہ کسی نہ کسی طرح مرہٹوں کو ایک بار پھر حیدر عل
خلاف میدان جنگ میں لے آئے۔

اس نے مرہٹوں کو یہ بھی ترغیب دی کہ مشرق کی طرف سے نظام دکن اور ارکاٹ کا
جبکہ مغرب کی طرف سے کڑک والا اور کلی کوٹ کے چھوٹے بڑے سارے ہی والی اور ح
چونکہ حیدر علی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اس موقع پر اگر مرہٹے بھی اپنی
طاقت اور قوت کے ساتھ یلغار کریں تو حیدر علی گھٹنے ٹیک دے گا اور مرہٹے اپنی شرائط ج
پر مسلط کرتے ہوئے صلح کا عہد نامہ مرتب کر سکتے ہیں۔

مرہٹوں کا پیشوا مادھو راؤ ہو سکتا ہے تاؤ کی اس ترغیب اور انگیخت میں آ جاتا مگر اس د
ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مرہٹوں کے پاؤں تلے زمین کھینچ لی تھی اور تاؤ خوف

ت سے لرز کر رہ گیا تھا۔

ہوا یوں کہ حیدر علی غازی خان ہیبت جنگ اور دوسرے سالاروں کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی
انگریزوں کا نمائندہ تاؤ ایک بار پھر حیدر علی کے خلاف مرہٹوں کو جنگ کرنے کے لیے
سارہا ہے لہٰذا انہوں نے بھی ایک قدم اٹھایا۔

اس موقع پر غازی خان اور ہیبت جنگ نے حیدر علی سے مشورہ کیا کہ اچانک مرہٹوں کے
ر پر شب خون مارنا چاہیے اور انہیں ایسا بھیانک نقصان پہنچانا چاہیے کہ وہ خوفزدہ ہو کر تاؤ
ترغیب میں نہ آئیں اور اپنے مرکزی شہر پونا کی طرف بھاگنے ہی میں اپنی عافیت جانیں
شب خون کی ذمہ داری غازی خان اور ہیبت جنگ نے اپنے ذمے لی تھی حیدر علی نے اس
منظوری دیدی تھی۔

وہ سرما کا موسم تھا سردی اپنے عروج پر تھی رات کی گہری تاریکی میں غازی خان اور ہیبت
نگ مرہٹوں کے لشکر پر گہری اور دہکتی اداسی کے تموج میں اداس رتوں کے ابال، یادوں میں
بانتے خار پلکوں میں ہجر کہانیاں بستیوں میں بارود کی تباہی ذہنوں میں کیمیاوی ارتعاش اور
نزلوں کے راستوں کو آتش گیر کثافت سے بھر دینے والے سوختہ جاں بنتے عذاب لمحوں اور
رسائی کی دھند پھیلاتے غم افزا مناظر کھڑے کرتے حلقوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں غازی خان اور ہیبت جنگ کے اس اچانک حملے نے مرہٹوں کو
دکھلا کر رکھ دیا تھا غازی خان اور ہیبت جنگ نے اس شب خون میں مرہٹوں کا خوب قتل عام
کیا اور ایک طرح سے مرہٹوں کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔

کہتے ہیں اس شب خون کے نتیجے میں غازی خان اور ہیبت جنگ پانچ ہزار گھوڑے انیس
ہاتھی اور سامان سے لدے ہوئے نوے اونٹ لے کر حیدر علی کے پاس واپس آئے یہ ان کا
کامیاب ترین شب خون تھا اس کے علاوہ جو ان گنت مرہٹوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا
مرہٹوں کے لیے نہ بھولنے والا حادثہ تھا۔

اس صورتحال کو دیکھ کر مرہٹے باوجود کثرت تعداد کے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ رات تو کسی ایک
جگہ سونا ان کے لیے مشکل تھا اور دن کو وہ لشکر گاہ سے باہر نکلنا گناہ سمجھنے لگے تھے۔

اس کے علاوہ اس سال چونکہ بارش نے بھی کچھ زیادہ ہی زور باندھا تھا اور سرما ہونے کی
وجہ سے ہوا اس قدر سرد ہو گئی تھی کہ لوگوں اور جانوروں کو ہاتھ پیر ہلانا مشکل ہو گیا تھا اور سرد
ہواؤں کے تھپیڑوں سے ہی کئی آدمی یخ بستہ ہو گئے تھے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مادھو راؤ کے اکثر سردار اور اس کے لشکری جنگ سے جی

چرانے لگے پورے لشکر میں ایک طرح سے سرد مہری بے دلی اور کم حوصلگی کی وبا پھیل اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے مادھوراؤ نے تاؤ کی کسی بھی ترغیب کو ماننے سے انکا اور اپنے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا۔ لہٰذا انگریزوں کا نمائندہ تاؤ بھی ناکام و نامراد لوٹ گیا تھا حیدر علی نے چند روز تک اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا اور اس کے بعد سرنگا پٹم کا رخ کر گیا تھا۔

✿......✿

شام سے تھوڑی دیر پہلے ایک روز غازی خان اپنی حویلی میں داخل ہوا وہ ابھی صحن ہی میں آیا تھا کہ اندر سے اس کی ماں زباب اور اس کے ساتھ گرونتی تیز تیز چلتی ہوئی صحن میں آئی تھیں دونوں نے بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا تھا اس موقع پر گرونتی کے چہرے پر ایسا تبسم ایسی خوشی تھی جس کا الفاظ میں اظہار تک نہ کیا جا سکتا تھا وہ ایسا سلوک اور رویہ پیش کر رہی تھی جیسے غازی خان کے آنے کی اسے لا انتہا خوشی اور مسرت ہوئی ہے۔

پھر اچانک گرونتی آگے بڑھی اور انتہائی شیریں آواز میں وہ غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"لائیں گھوڑے کی باگ مجھے دیدیں میں اسے اصطبل میں باندھتی ہوں۔"

گرونتی کے ان الفاظ پر غازی خان چونکا کہنے لگا۔

"گرونتی یہ تمہارا کام نہیں ہے۔"

گرونتی مسکرائی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے زبردستی غازی خان سے اس کے گھوڑے کی بگ پکڑ لی پھر زہد شکن مسکراہٹ میں وہ غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرا کام کیوں نہیں ہے میں سمجھتی ہوں کہ آپ کے گھوڑے کو اصطبل میں لے جانا میرے لیے ایک سعادت سے کم نہیں اس کے ساتھ ہی وہ مڑی گھوڑے کو اصطبل میں لے گئی زین اور دھانہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور گھوڑے کو اس طرف باندھ دیا جہاں چارہ تھا۔

پھر وہ لوٹی تینوں سامنے کمرے میں داخل ہوئے جہاں ایک بستر پر غازی خان کا باپ زعیم خان پڑا ہوا تھا غازی خان آگے بڑھ کر اپنے باپ سے ملا بہت لاغر ہو چکا تھا۔

اس موقع پر غازی خان کی ماں زباب اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بیٹے تمہارے باپ کی بیماری دن بدن زور پکڑتی جا رہی ہے اور انہیں لاغر کرتی جا رہی ہے بچے اگر گرونتی یہاں میرے پاس نہ ہوتی تو تیری غیر موجودگی میں تیرے باپ کو سنبھالنا میرے لیے محال اور مشکل ہو کے رہ جاتا۔ بیٹے گرونتی یوں جانو اپنا آپ مار کر ہم دونوں میاں بیوی کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ تیری غیر موجودگی میں اکثر راتیں اس نے میرے پاس ہی

گزاریں خود تیرے باپ کو اٹھ کر دوائی دیتی پانی پلاتی کھانا پیش کرتی میرے لیے بھی یہ خو
ہی کھانا تیار کرتی ڈھیر منع کرتی ہوں لیکن یہ ایسی پیاری بچی ہے کہ بھاگ بھاگ کر میرے کام
کرتی ہے۔''

جب تک زباب بولتی رہی مسکراتے ہوئے غازی خان اپنے قریب کھڑی گرونتی کی طرف
دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تب غازی خان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی
مخاب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''گرونتی میری غیر موجودگی میں جو تم میرے ماں باپ کا اس قدر خیال رکھتی ہو تو کبھی
وقت آیا تو تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا گرونتی میں جانتا ہوں تو نے بدنور کے
محل میں آسائشوں بھری زندگی بسر کی ہے اور یہاں رہ کر جو تو ایک عام لڑکی کی حیثیت سے
میری غیر موجودگی میں میرے ماں باپ کی خدمت کرتی ہے تو اس موقع پر میں یہی کہہ سکتا
ہوں کہ تیرے جیسی لڑکیاں ہی دکھ سے اٹی گریزاں ساعتوں میں بشارتوں کا موسم کرب کے
بھونچال میں زندگی کے انمول سکوں کی کھنک زرد پتوں کی کہانیوں میں نئے دنوں کی حکایت
ثابت ہوتی ہیں۔ گرونتی یہ جو تو ہمارے لیے ماہ و سال کی نا آشنائی میں گلابوں کی تازہ مہک
اور بے کلی کے حلقوں میں سکھ کا حریری نوشتہ اور سوز کے لرزہ اندیشوں میں خوشبو کی نرم سرگوشی
ثابت ہو رہی ہے تو یہ تیرے اعلیٰ اخلاق تیرے عمدہ کردار کی ایک جھلک ہے۔''

غازی خان جب خاموش ہوا تو اپنے چہرے پر قرب خیزیاں برساتے تبسم کو بکھیرتے
ہوئے گرونتی کہہ رہی تھی۔

''میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا میں سمجھتی ہوں کہ آپ کے مجھ پر بڑے احسان ہیں میں
جب دیول داس اور سبورن اماں کے ساتھ یہاں آئی تو ہم تینوں یہاں اجنبی تھے جس طرح
کی اہمیت آپ لوگوں نے ہمیں دی کوئی اور نہ دیتا جس طرح کا سلوک و رویہ آپ لوگوں نے
ہمارے ساتھ رکھا یہ کسی اور کے بس کی بات نہ تھی اگر آپ لوگ اس طرح ہمیں اہمیت نہ
دیتے تو ہم تو یقیناً بے چین بھٹکتی پھرتی خواہشوں کے پتوں کی آوارہ سرگوشیوں محرومیاں لیے
گیلی لکڑی کے دھوئیں اور بے احساس امیدوں کی سسکتی جان سے بھی بدتر ہو کے رہ جاتے
آپ لوگوں نے یادوں کے مہکتے لمحوں میں آنے والی رتوں کے دکھ سمیٹ کر ہمیں کبھی نہ ختم
ہونے والا سکھ دیا۔ بے نام شاموں میں ہماری زندگی کے اندر پاکیزہ چاہتوں کے ثمر بھر دیے
زیست کی گردش میں ستاروں کی چمک چاند کی ٹھنڈک ڈال کے رکھ دی غازی خان جو الفاظ
آپ نے استعمال کیے ہیں یہ یقیناً مجھے آپ لوگوں کے لیے کرنا چاہیے تھے اگر آپ لوگ

ہمیں جل تھل برکھا رُت کلیوں کے آنگن اور پھولوں کے خواب نگر میں خوشیاں نہ دیتے تو میں
سمجھتی ہوں اس اجنبی شہر میں ہم کانٹوں اور خشک پتوں کی طرح بکھر کے رہ جاتے۔''

گرونتی جب خاموش ہوئی تب زباب کہنے لگی۔

''غازی خان میرے بچے تم یہیں باپ کے پاس بیٹھو میں ذرا مطبخ کی طرف جاتی ہوں
کھانا تیار کرتی ہوں پھر اکٹھے بیٹھ کے کھانا کھاتے ہیں۔ گرونتی میری بیٹی تم بھی یہیں بیٹھو جانا
نہیں ہے۔''

اس پر گرونتی نے بڑی اپنائیت میں آگے بڑھ کر زباب کا ہاتھ تھام لیا کہنے لگی۔

''اماں! آپ یہاں بیٹھیں ایک بیٹی کے ہوتے ہوئے ماں کام کرے میرے خیال میں
بیٹی کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔'' پھر ہاتھ کھینچ کر زباب کو گرونتی نے ایک نشست پر
بٹھا دیا کہنے لگی۔

آپ آرام سے یہاں بیٹھیں تینوں مل کے آپس میں بات چیت کریں میں مطبخ میں جا
کے کھانا تیار کرتی ہوں یہیں لاتی ہوں اور سب بیٹھ کے اکٹھے کھانا کھاتے ہیں اس کے ساتھ
ہی گرونتی اس کمرے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔

مرہٹوں کے واپس جانے اور شکست خوردہ ہو کر اپنے مرکزی شہر پونا کا رخ کرنے کے بعد حیدر علی کو کسی قدر سکون ہوا اس لیے کہ مشرق کی طرف سے اسے اب صرف انگریزوں کی پشت پناہی میں کام کرنے والے ارکاٹ کے نواب کی طرف سے خطرہ تھا نظام دکن حیدر علی کے سمجھانے پر پہلے ہی انگریزوں کا کہا نہ مانتے ہوئے واپس چلا گیا تھا۔ ان حالات میں حیدر علی نے سوچا کہ ارکاٹ کا نواب تو انگریزوں کی پشت پناہی میں بھی اس کے لیے کوئی بڑا خطرہ کھڑا نہیں کر سکتا لہٰذا سب سے پہلے اس نے کڑک والا اور کلی کوٹ کے راجاؤں اور ان کے آس پاس چھوٹے چھوٹے حکمران کی سرکوبی کا ارادہ کر لیا اس لیے کہ جس وقت حیدر علی مرہٹوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا ان لوگوں نے حیدر علی کے سرحدی علاقوں میں ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے لوٹ مار کا بازار گرم کیا تھا اور ایک طرح کی بغاوت اور سرکشی اختیار کر لی تھی حالانکہ یہ حیدر علی کی عمل داری میں شامل تھے۔

جہاں تک کلی کاٹ کا تعلق ہے تو اس کو کالی کٹ بھی کہا جاتا ہے یہ مالا بار میں سمندر کنارے واقع ہے یہ قدیم زمانہ میں تجارتی بندرگاہ تھی اور مغرب سے آنے والوں کے لیے یہی ہندوستان کا دروازہ خیال کیا جاتا تھا اس بندرگاہ کو راجا پیرول نے جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا بسایا عرصہ تک یہاں مختلف راجوں کی حکومت رہی بعد میں سلطنت بیجاپور کی عمل داری میں شامل ہو گیا اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں یہاں مغلوں کے والی کا مقام تھا۔ اس کے بعد یہ حیدر علی کے قبضے میں آ گیا کچھ عرصہ یہاں فرانسیسیوں کی بھی داری رہی تھی۔ حیدر علی کے بعد یہ علاقہ انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔

بہر حال حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ نکلا کڑک والا اور کالی کٹ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں پہلے اس نے بل کے قلعے کا رخ کیا بل کے قلعے کا جو حاکم تھا اس نے ان جب حیدر علی مرہٹوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا مختلف علاقوں میں سرکشی اختیار کر لوگوں سے مویشی اور مال اسباب چھین کے لے گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی طرف لوگوں میں بڑا خوف و ہراس پیدا ہو گیا لہٰذا سب سے پہلے اس کی سرکوبی کا حیدر علی نے

کیا۔

بل کے حاکم کو جب یہ خبر ہوئی کہ اسے اس کے کاموں کی سزا دینے کے لیے حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے اس کا رخ کر رہا ہے تو وہ جانتا تھا کہ حیدر علی اسے چھوڑے گا نہیں لہٰذا وہ قلعہ خالی کر کے اپنے اہل عیال کو لے کر قلعہ سے بھاگ گیا اور ساتھ ہی اس نے کڑک والا کے راجا کی طرف تیز رفتار قاصد بھجوائے کہ حیدر علی اس طرح میرے علاقوں پر حملہ آور ہو گیا ہے اور میں جنگل میں پناہ لے رہا ہوں لہٰذا اس جنگل میں میری مدد کرو۔

حیدر علی بلا کسی روک ٹوک بل نام کے قلعے میں داخل ہوا یہاں کے حالات درست کیے۔ اس کے بعد وہ اس جنگل کی طرف بڑھا جس میں بل کے قلعہ دار نے جا کر پناہ لے لی تھی ساتھ ہی کڑک والا جو راجا تھا وہ بھی اس کی مدد کے لیے آ گیا اس نے ایک بہت بڑا لشکر بل کے راجا کی مدد کے لیے اس جنگل کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

بل نام کے قلعہ سے روانہ ہونے کے وقت حیدر علی نے جنگل میں پناہ لینے والے راجاؤں کے لشکر کا محل وقوع جاننے کے لیے اپنے طلایہ گر اور مخبر پھیلا دیئے تھے ابھی وہ جنگل کے قریب ہی تھا کہ اس کے مخبروں نے آ کے اطلاع دی کہ کڑک والا کے راجا کا ایک بہت بڑا لشکر جنگل میں گھات لگائے ہوئے ہے بل کا راجا بھی ان کے ساتھ مل چکا ہے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا کہ دائیں جانب جنگل سے باہر کڑک والا اور بل کے راجاؤں کا پڑاؤ ہے اور اس پڑاؤ میں انہوں نے اپنی عورتوں کے علاوہ ان کی حفاظت کے لیے ایک لشکر بھی رکھا ہوا ہے۔

کہتے ہیں سلطان ٹیپو پہلی بار اس جنگ میں حصہ لے رہا تھا۔ اور اس کی عمر اس وقت اٹھارہ برس کے لگ بھگ تھی جنگل میں داخل ہونے سے پہلے حیدر علی نے اپنے لشکر کو وہاں روک دیا اپنے بیٹے کے علاوہ سارے سالاروں کو اس نے جمع کر لیا کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''غازی خان جنگل میں عام طریقہ استعمال کرتے ہوئے دشمن سے ہم نبٹ نہیں سکیں گے جہاں تک مخبروں نے اطلاع دی ہے دشمن کے پاس خاصا بڑا لشکر ہے غازی خان جو لشکر عموماً تمہاری سرکردگی میں رہتا ہے وہ تمہاری کمانداری میں علیحدہ کر دیا جائے گا۔ میں اور ہیبت جنگ دوسرے سالاروں کے ساتھ جنگل میں داخل ہو کر سیدھا آگے بڑھیں گے جس وقت ہم پیش قدمی کریں گے تم ایسے کرنا جنگل میں داخل ہونے کے بعد بائیں جانب ہٹ جانا لمبا

کاوا کاٹتے ہوئے دشمن کی پشت کی طرف جانا اور ان کی پشت پر حملہ آور ہونا اس طرح د
کی شکست کو ہم یقینی بنا دیں گے۔ ساتھ ہی میں دشمن پر ایک اور ضرب بھی لگانا چاہتا ہوں ا
یہ کام میں اپنے بیٹے فتح علی کے سپرد کر رہا ہوں فتح علی بھی اپنے ایک لشکر کے ساتھ دائ
جانب ہوتا ہوا جنگل سے باہر جو پڑاؤ کر رکھا ہے اس پر وارد ہوگا اور پڑاؤ کا جو محافظ لشکر
اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا اس طرح دشمن کو جب یہ خبر ہوگی کہ ان کے پڑاؤ پر
ہم نے حملہ کر دیا ہے تو اگر وہ ہمارے مقابلے میں جم بھی گئے تو تب بھی شکست تسلیم کر
ہوئے بھاگنے والی بات کریں گے۔ میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ سرنگا پٹم سے اس مہم
لیے نکلتے وقت محمد علی نے مجھ پر زور دیا تھا کہ میں اسے جنگوں میں حصہ لینے کا موقع نہیں د
جب کسی مہم پر میں نکلتا ہوں اسے سرنگا پٹم کے نظم ونسق کے لیے سرنگا پٹم میں ہی چھوڑ جا
ہوں وہ یہ بھی شکوہ کر رہا تھا کہ نظم ونسق مجھ سے بہتر غازی خان کر سکتا ہے یہ کام ہیبت خا
بھی انجام دے سکتا ہے پر میں نے اس بار بھی اسے سرنگا پٹم ہی میں رکھا اور مجھے امید ہ
اس جنگل میں بھی ہم تینوں اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ دشمن سے خوب نبٹیں گے۔"

سارے سالاروں نے حیدر علی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر لشکر کے دو حصوں
ساتھ حیدر علی اور ہیبت جنگ جنگل میں داخل ہو کر سیدھا آگے بڑھے اپنے حصے کے لشکر
ساتھ غازی خان جنگل کے اندر بائیں جانب چکر اور کاوا کاٹتے ہوئے دشمن کی پشت
طرف بڑھا تھا اس کی راہنمائی کے لیے کچھ مخبر اس کے ساتھ تھے جب کہ ٹیپو سلطان کی
راہنمائی کرتے ہوئے مخبر اسے دائیں جانب سے لے جاتے ہوئے جنگل کی پشت میں د
کے پڑاؤ کا رخ کر گئے تھے۔

دشمن کے سامنے جاتے ہی حیدر علی اور ہیبت جنگ دونوں راجاؤں کے متحدہ لشکر
صدیوں کی تلخیاں لیے غموں کی شب خون جسم کی تانوں کو الجھا کر ہونے نہ ہونے کی شاد
تک چھین لینے والے زیروزبر کرتے خشمناک بحر اور برسوں سے ماہ وسال میں کھولتی نارسا
کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں دونوں راجاؤں کا متحدہ لشکر بھی حیدر علی اور ہیبت جنگ پر مفاد وحرص کے ا
کی رداء اوڑھے خواہشوں کے ان گنت رت جگوں فطرت کی بزم ارتقا میں گھس جانے وا
بدی کے انجام اور کالے باطن کے کہنہ عکس کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اتنی دیر تک غازی خان بھی جنگل کے اندر ہوش وخرد کے کسی پاسبان لفظ ومعنی کے
کے کسی راز دان کی طرح جنگل کے اندر کاوا کاٹ رہا تھا پھر وہ دشت امکان میں اچا

اق و اضطراب کا انقلاب اور قریہ بہ قریہ جو بجو جسم و جان پر کسمساہٹ طاری کر دینے
ے حوصلوں کی پنہاں آرزوؤں کی طرح نمودار ہوا۔

دشمن کی پشت پر آتے ہی اس نے اپنے حصے کے پورے لشکر کے ساتھ بیکراں افلاک کی
توں میں خوابیدہ صحراؤں کو جگا دینے اور کوہساروں تک کو ہلا دینے والے انداز میں
بریں بلند کیں پھر وہ دونوں راجاؤں کے لشکر کی پشت کی جانب سے محدود رتوں کی زنگ آلود
وں میں دکھ کے اڑتے بادلوں غم کے خونیں سایوں ہر لحہ کو عرصہ محشر ہر ساعت کو صدیوں
یط کر دینے والے طلسمات کے مسلسل جبر کی طرح حملہ آور ہوا تھا عین اسی لمحہ سلطان ٹیپو بھی
ا کاٹتے ہوئے دشمن کے پڑاؤ کی طرف بڑھا اور پڑاؤ کی حفاظت کے لیے جو لشکر دونوں
اؤں نے چھوڑ رکھا تھا اس پر وہ نفس نفس میں زہر گھول دینے والی بھوکی جبلتوں کے رقص
اور بے ہوشیوں کا غلبہ طاری کر دینے والی قیامت کی گھڑیوں اور نیستی کی جستجو کی طرح
آور ہو گیا تھا۔

پہلی بار جنگ میں حصہ لیتے ہوئے ٹیپو سلطان نے اپنی شمشیر آبدار کے خوب جوہر
ائے دشمن کے پڑاؤ پر وہ اس طرح حملہ آور ہوا کہ پڑاؤ کی حفاظت کے لیے جو لشکر تھا اسے
نے لمحوں کے اندر زیر کرتے ہوئے کچل ڈالا ٹیپو سلطان کی یلغار ایسی ہولناک تھی کہ اس
پڑاؤ کے محافظوں کو سنبھلنے ہی نہ دیا اور انہیں تلواروں نیزوں کی نوک پر رکھ لیا کہتے ہیں کہ
سلطان کا یہ حملہ ایسا ہولناک تھا کہ پڑاؤ کے محافظوں پر اس کے حملے سے ایسی وحشت
ری ہوئی کہ بے شمار بھاگ کھڑے ہوئے کچھ لشکریوں نے اپنی عورتوں کی ساڑھیوں میں
ں کر جان چھپانے کی کوشش کی یہاں تک کہ کچھ نے عورتوں کا لباس پہن کر اپنی جان
نا چاہی بہرحال دشمن کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر پڑاؤ کے سارے محافظوں کا ٹیپو سلطان نے
نہ کر دیا اور پڑاؤ پر قبضہ کر لیا تھا۔

دوسری جانب جنگل کے اندر راجاؤں کے متحدہ لشکر پر سامنے کی طرف سے حیدر علی اور
ت جنگ ناقابل برداشت ضربیں لگا رہے تھے اور پشت کی طرف سے غازی خان نے حملہ
ر ہو کر بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی اس دوطرفہ حملے کے باعث
اؤں کا متحدہ لشکر بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اس لمحہ ان کو خبر
ا کہ ان کے پڑاؤ پر بھی حملہ کر دیا گیا ہے پڑاؤ کے محافظ لشکر کا خاتمہ کر کے پڑاؤ کی ہر چیز
یدر علی کے بیٹے ٹیپو سلطان نے قبضہ کر لیا ہے۔

اپنے پڑاؤ کے دشمن کے ہاتھ میں چلے جانے اور عورتوں کے گرفتار ہونے کی خبر جب

راجاؤں کے متحدہ لشکر میں پہنچی تو ان پر وحشت طاری ہو گئی ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے کہتے ہیں دونوں راجا حیدر علی کی خدمت میں حاضر اور اپنے رویے کی معافی مانگی حیدر علی نے ترس کھا کر انہیں معاف کر دیا ان کی عورتیں کے اہل و عیال بھی ان کے حوالے کر دیئے اور اس جنگ میں حیدر علی کے ہاتھ مال متاع وخزانہ کے علاوہ ہاتھی و اونٹ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی ہاتھ لگا جو ان راجاؤں اجداد نے جمع کیا ہوا تھا اور یہ ذخیرہ کہتے ہیں وزن میں پچاس اونٹوں کے بوجھ کے اس کے علاوہ راجاؤں نے کافی بھاری رقم بھی ہرجانے اور نذرانے کے طور پر حیدر ع کی اور اپنی جانوں کی امان پائی۔

ان دونوں راجاؤں کی سرکوبی کرنے کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ پھر حرکت اور کنیا نور کی طرف بڑھا کنیا نور کے حاکم نے جس کا نام علی راجا تھا کبھی حیدر علی بغاوت یا سرکشی نہیں کی تھی لیکن اس کے ہاں سے گزر کر حیدر علی کالی کٹ کا ارادہ رکھتا

کنیا نور کے حاکم علی راجا کا تعلق ماپلہ قوم سے تھا کہتے ہیں یہ ماپلا عربوں اور ہند مخلوط نسل کا نام ہے جن کا وطن مغربی ساحل پر مالا بار کے اضلاع ٹراونکور کوچین اور ا پھیلا ہوا تھا موپلا کے معنی شاہ یا داماد کے ہیں جب عرب تاجر شروع شروع میں مالا ساحل پر آئے تو انہوں نے مقامی کلن نام کی قوم میں شادیاں کرنی شروع کر دیں اس داماد یا موپلا کہلائے۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ موپلا مہاپلا کا بگڑا ہوا تلفظ ہے مہا کے معنی بڑا او معنی بیٹا کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ما کے معنی ماں اور پلا کے معنی بچہ کے ہیں اس کا مطلب ہوا ماں کا بچہ اور انہوں نے اس ماں کے بچے کی کہانی کچھ یوں بیان کی مسلمان تاجروں کے ساتھ جو قاضی تھے ان میں سے ایک شخص نے قاضی کو چھیڑنے ماپلا یعنی ماں کا بچہ کہا جب سے ان لوگوں کا یہ نام پڑ گیا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ماپلا دراصل معبر کا بگڑا ہوا تلفظ ہے جس کے معنی پانی چونکہ عرب تاجر سمندر کی راہ سے وہاں آئے تھے لہٰذا ان کو پانی پر سے آنے والا ماپلا ماپلا کے متعلق ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں ان تیرہ ع اولاد ہے جو عرب سے ایک خط لے کے وہاں کے مقام راجا پیرول کے پاس آئے۔ بار کا حاکم تھا اور وہ وہیں بس گئے یہ ماپلا کہلائے اس کا کہنا ہے کہ ماپلا بڑے مخلص ہوتے ہیں اکثر یہ شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں جہاز رانی میں بڑے ماہر سمجھے جا

ہتے ہیں آزادی کی لڑائی میں ماپلا قوم نے بڑی بہادری و ایثار کا مظاہرہ کیا تھا۔

بہر حال حیدر علی جب اپنے لشکر کے ساتھ کنیا نور پہنچا تو وہاں کے حکمران علی راجا نے یدر علی کا بہترین استقبال کیا تھا حیدر علی کی آمد پر اس نے اپنی دلی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ں نے بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ نہ صرف حیدر علی کی اطاعت قبول کر لی بلکہ اپنے لاقوں کے سارے وسائل اس نے حیدر علی کے لیے وقف کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

حیدر علی چونکہ کالی کٹ کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور علی راجا ان علاقوں کے چپہ چپہ سے واقف تھا لہٰذا حیدر علی کے کہنے پر علی راجا حیدر علی کے لشکر میں شامل ہو گیا اس کے ساتھ ں کے کچھ محافظ دستے بھی تھے تاکہ کالی کٹ اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں علی راجا پنے آدمیوں کے ساتھ حیدر علی اور اس کے لشکر کی راہنمائی کر سکے۔

سب سے پہلے حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ کالی کٹ کے گردونواح کا رخ کیا وہاں ئمار قوم آباد تھی کہتے ہیں نائمار اور نائر ایک ہی معنی رکھتے ہیں اس کا مطلب آقا یا سردار خیال کیے جاتے ہیں کچھ لوگوں کا خیال یہ لفظ نازیار سے بنا ہے جس کے معنی ملاح کے ہیں اصل میں یہ دھیلا ذات کا ہندو فرقہ ہے جو آریہ اور قدیم دراوڑ فرقوں کی مخلوط نسل ہے۔ مالا بار کے سارے علاقہ میں اراضیات کے مالک رہے تھے اس کے علاوہ ماپلا کے ساتھ ان کی رشتہ داریاں بھی تھیں اور دشمنیاں بھی جس طرح کہ کرناٹک کے علاقے میں کچھ راجا میسور کے حق میں تھے اور کچھ اس کے دشمن بھی تھے۔ نائماروں کی مادری زبان تامل ہے اور یہ طبعاً بزدل اور کمزور خیال کیے جاتے ہیں۔

بہر حال علی راجا کے ساتھ محمد علی نے کلی کٹ کے گردونواح کا رخ کیا اور وہاں جس قدر سرکش قبائل تھے سب کو مغلوب کیا جنہوں نے سرکشی اختیار کرنے کی کوشش کی ان کا خاتمہ کر دیا۔

کالی کٹ کے نواح میں چرکل کے حکمران پر بھی حیدر علی نے ضرب لگائی وہ حیدر علی کے حملوں کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا اپنے پیچھے اہل خانہ کو چھوڑ گیا حیدر علی کے ہاتھوں اس کا ایک سات سال کا بیٹا گرفتار ہوا کہتے ہیں حیدر علی نے اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا اور اس کا نام اس نے ایاز خان رکھا تھا۔

کالی کٹ کے اطراف و اکناف کے سارے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو زیر کرنے کے بعد حیدر علی نے کالی کٹ کا رخ کیا اور اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

یہاں زیادہ تر نائمار ہی آباد تھے ان کے حکمران نے بخوبی اندازہ لگا لیا کہ اب اس کی قوم

کا ستارہ ڈوب چکا ہے اس لیے کہ گردونواح کے سارے علاقوں پر حیدر علی ضرب لگا بعد اس کا رخ کر رہا ہے وہ جانتا تھا کہ وہ حیدر علی کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی فرار اپنی جان بچا سکتا ہے۔

لہٰذا اس نے درمیانی راستہ اختیار کیا اپنے کچھ نمائندوں کو اس نے بیش قیمتی رسد ا بھاری رقوم دے کر حیدر علی کی طرف روانہ کیا ساتھ ہی ان نمائندوں کے ذریعے اس نے علی سے اپنے قصوروں کی معافی بھی چاہی۔

حیدر علی نے ان نمائندوں کو واپس بھیج دیا اور کہا کہ راجا خود اس کی خدمت میں حا راجا اطاعت پر اتر آیا اور حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ حیدر علی کے سامنے اس نے جان و مال کی امان طلب کی حیدر علی نے اسے معاف کر دیا۔

لیکن اسے معاف کرنے کے باوجود حیدر علی نے دوبارہ اس کی سرزمینوں پر ا حکومت کو بحال نہیں کیا البتہ اس کے گزر بسر کے لیے اس کا معقول ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا جب کالی کٹ کے دور افتادہ علاقوں میں بھی یہ خبر پہنچی کہ حیدر علی نے حملہ آور ہو صرف یہ کہ کالی کٹ کے گردونواح کے علاقوں کو زیر کر لیا ہے بلکہ کالی کٹ کے سرکش طاقت اور قوت کو بھی تباہ و تاراج کر کے رکھ دیا ہے۔

تب اردگرد کے چھوٹے چھوٹے سارے سالاروں نے حیدر علی کی فرمانبرداری اخ لی تھی۔

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ کچھی بندر کا رخ کے بعد ملی وار کی طرف بڑھا وہاں کے راجہ نے بھی اطاعت اختیار کر لی اور وہاں اپنی مہم تکمیل کے بعد اپنے لشکر کو آرام دینے کے لیے حیدر علی نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

پڑاؤ میں ایک روز حیدر علی کے ساتھ اس کا بیٹا سلطان ٹیپو سالاروں میں سے مہامر علی ابو مروہ خاں ہیبت جنگ اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ہرکارہ ا حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور حیدر علی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حید اسے پہچان چکا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تو اگر سرنگا پٹم سے آیا ہے تو بتا تو وہاں کی کوئی اچھی خبر لے کے آیا علی تو ٹھیک ہے سرنگا پٹم میں کسی قسم کا کوئی خطرہ تو نہیں۔''

آنے والا ہرکارہ کچھ دیر خاموش رہا سوچتا رہا اس کے بعد کہنے لگا۔

''محمد علی کے علاوہ آقا سرنگا پٹم میں ہر طرح کی خیریت ہے لیکن میں بہر حال کوئی

ں بلکہ ایک بری خبر لے کے آیا ہوں اور بری خبر یہ ہے کہ امیر غازی خان کا باپ زعیم ن فوت ہو چکا ہے۔''

یہ خبر سن کر حیدر علی کے علاوہ وہاں بیٹھے سارے سالار افسردہ اور پریشان ہو گئے تھے ہاتھ اشارے سے حیدر علی نے اس ہرکارے کو وہاں بیٹھ جانے کے لیے کہا جب وہ بیٹھ گیا تب ر علی نے اپنے قریب ہی بیٹھے ہیبت جنگ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ہیبت جنگ یہ کہو کہ اس وقت غازی خان کہاں ہے۔''

ہیبت جنگ جو غازی خان کے باپ کے مرنے کی خبر سن کر اداس اور افسردہ ہو گیا تھا چونکا نے لگا۔

''امیر وہ اپنے حصے کے لشکر میں کچھ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔''

اس پر کچھ سوچتے ہوئے حیدر علی کہنے لگا۔

''ہیبت میں جانتا ہوں کہ غازی خان تم سے کس قدر قریب اور مانوس ہے اٹھو جاؤ اسے رے پاس لے کے آؤ لیکن مجھ تک آنے سے پہلے پہلے اسے اپنے باپ کی رحلت کی خبر کہہ نا تاکہ مجھ تک پہنچتے پہنچتے کسی حد سنبھل جائے ورنہ اس کی حالت میرے لیے ناقابل اشت ہو جائے گی۔''

حیدر علی کے کہنے پر سر جھکائے افسردہ ہیبت جنگ اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ لشکر گاہ میں ایک ف نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہیبت جنگ لوٹا اس کے ساتھ غازی خان بھی تھا غازی خان بے چارہ بجھا ا اداس اور افسردہ تھا جب وہ قریب آیا۔ حیدر علی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ئے باقی سالار بھی کھڑے ہو گئے تھے حیدر علی آگے بڑھا غازی خان کو اس نے اپنے ساتھ ایا پھر پدرانہ شفقت میں غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے حیدر علی کہہ رہا تھا۔

''غازی خان میرے عزیز بیٹے! غموں کی بھیڑ میں ہر شخص کے خواب اور امیدیں پوری ں ہوتیں بیٹے ہر کوئی جیون کے ساغر میں اپنے لیے نئی بستیاں آباد کرنے کی کوشش کرتا ہے ت کے حروف لکھنا چاہتا ہے لیکن کبھی کبھی سارے ارادے صلبی زدہ سوچوں میں کھو کے رہ تے ہیں اس کائنات میں اور لمحوں کے صحرا کی وسعتوں میں ہر زندگی کا بھرا ساغر ایک نہ روز خالی ہونا ہی ہوتا ہے۔ دنیا کی لمبی راہوں پر انسانی زندگی قطرہ قطرہ گر کر ختم ہوتے سوؤں کی مانند ہے موت جب آتی ہے تو کوئی آہٹ کوئی گونج کوئی چاپ نہیں دیتی بے ے خوابوں کی طرح وارد ہوتی ہے اور اپنے سکوت میں چھپائے جاتی ہے جس پر وارد ہوتی

ہے وہ شخص اجل کی ظلمت کے سائے میں خشک ہوتی بوندوں کی طرح تمام ہو کے رہ جاتا اور پھر اس کے پیچھے ہزاروں بچے بلک بلک کر روتے ہیں ان گنت مائیں سسکتی ہیں بہنیں بچھڑنے والے کا نوحہ گاتی ہیں باپ درد کے لمحوں میں آبشار میں کھو جاتے ہیں اور ٹوٹتے ستاروں کے غبار کی طرح بکھر جاتے ہیں۔ غازی خان میرے بیٹے! یہ دنیا کا نظام چلتا آیا ہے چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا اور پھر خداوند قدوس کے طبعی قوانین میں دخل اندازی نہیں کر سکتا بیٹے ہر ایک کو ایک نہ ایک دن یہاں سے کوچ کر جانا ہے کسی کی رحلت پہلے آجاتی ہے اور کسی کی تھوڑا بعد میں چلی جاتی ہے۔ فرق کوئی نہیں سب نے دن یہاں سے کوچ کرنا ہی کرنا ہے۔''

اس کے بعد غازی خان کا ہاتھ پکڑ کر حیدر علی نے اسے اپنی نشست کے قریب بٹھا پھر اس کا دل بہلانے کے لیے دوسرے موضوعات پر گفتگو ہونے لگی تھی اگلے روز لشکر وہاں سے سرنگا پٹم کی طرف جانے کے لیے کوچ کیا تھا۔

ایک روز دیول داس اور اس کی بیوی سبورن دونوں حویلی میں اکٹھے دیوان خانے بیٹھے ہوئے تھے کہ گرونتی غازی خان کی حویلی میں گئی ہوئی تھی اس موقع پر دیول داس نے بیوی سبورن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''سبورن گرونتی نے اپنے رویے سے مجھے ایک عجیب طرح کی الجھن اور پریشانی مبتلا کر کے رکھ دیا ہے یہ چاہتی ہے کہ غازی خان کو پہلے اپنی محبت کا شکار کرے جب سے محبت کرنے لگے گا تو یہ پیچھے ہٹے گی نفرت کا اظہار کرے گی وہ یہ خیال کرتی ہے کہ غازی خان سے نفرت کا اظہار کرے گی تو غازی خان اپنی محبت سے مجبور ہو کر اس کے پیچھے آئے گا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی منتیں کرے گا اور اسے راضی کے لیے ہر جتن استعمال کرے گا۔ لیکن سبورن میرا دل کہتا ہے ایسا نہیں ہوگا۔ گرونتی لگائے ہوئے ہے کہ جب غازی خان اس سے اپنی محبت کو اپنے عروج پر لے آئے گرونتی پیچھے ہٹ جائے گی۔ اس سے نفرت کا اظہار کرنا شروع کر دے گی گرونتی یہ بھی لگائے ہوئے کہ جب یہ غازی خان سے ناراضگی اور نفرت کا اظہار کرے گی تو غازی دیوانہ وار اس کے پیچھے آئے گا اس سے معذرت چاہے گا اور اسے منا کر اپنی محبت کو بخشنے کی کوشش کرے گا۔ سبورن یہ صرف گرونتی کے خیالات ہیں لیکن میں اس سے اتفا کرتا اور تم بھی جانتی ہو غازی خان ان جوانوں میں سے ہے جو عذاب رتوں کے

چاندنی کے ریزوں باد و باراں کے خونی طوفانوں کو موج در موج شادمانی سینوں میں چھپے درد کے رشتوں کو شوخ گلابی کرنوں اور رسوائیوں کے موسموں کو کہکشاں کے چمکتے راستوں میں تبدیل کرنے کا ہنر اور صناعی جانتے ہیں۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ جب گرونتی کھلے عام اور صاف واضح الفاظ میں غازی خان سے نفرت کا اظہار کرے گی تو غازی خان کچھ اس طرح پیچھے ہٹے گا کہ گرونتی خود اس کی محبت میں مبتلا ہو کر اسے راضی کرنے کی کوشش کرے گی لیکن غازی خان کو وہ پھر اپنے پہلے جیسے اعتماد اور محبت کی ردا میں نہ لے سکے گی میں سمجھتا ہوں کہ گرونتی انتہائی خطرناک راہوں پر چل پڑی ہے یہ عجیب اور انوکھا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے اب اس کی زندگی کا اصل مقصد اور آورش یہ ہے کہ یہ ہر صورت میں غازی خان کو اپنے سامنے جھکا کر اسے یہ تاثر دینے پر تلی ہوئی ہے کہ جو شخص ایک بار اس کا چہرہ دیکھ لے وہ اسے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا اب دیکھیں گرونتی کی یہ خواہش اور آرزوئیں پوری ہوتی ہیں یا غازی خان اپنے دلیرانہ رویے سے گرونتی کی حالت گہنائے ہوئے چاند جیسی کر کے اپنے پیچھے آنے پر مجبور کرتا ہے۔ گرونتی کی خواہش یہ ہے کہ غازی خان اس کے پیچھے پیچھے لگا رہے ہر جگہ اس سے محبت کا اظہار کرے لیکن میں سمجھتا ہوں ایسا نہیں ہوگا غازی خان اس کے پیچھے پیچھے نہیں آئے گا بلکہ مجھے ڈر ہے کہ حالات گرونتی کو اس قدر دور گھسیٹ کے لے جائیں گے کہ یہ خود دیوانہ وار غازی خان کی محبت میں پس کر اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے پر مجبور ہو جائے گی۔''

یہاں تک کہتے کہتے دیول داس خاموش ہو گیا اس لیے کہ حویلی کے باہر شور مچنے لگا تھا کہ حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم میں داخل ہو گیا ہے۔

یہ سن کر دیول داس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بیوی سبورن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''سبورن اٹھو غازی خان کی حویلی چلیں گرونتی پہلے ہی وہاں ہے تھوڑی دیر تک غازی خان اپنی حویلی میں آئے گا تو ہم دونوں کم از کم اس سے اس کے باپ کے مرنے کا افسوس تو کر سکیں گے۔'' سبورن نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں میاں بیوی اپنی حویلی سے نکل کر غازی خان کی حویلی کا رخ کر گئے تھے۔

اپنے گھوڑے کی باگ تھامے غازی خان اپنی حویلی میں داخل ہوا تھا گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھا اس نے دیکھا صحن بالکل خالی پڑا تھا باہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا لہٰذا وہ چپ

چاپ اندر داخل ہو گیا تھا گھوڑے کا دھانہ زین اس نے اتار دی گھوڑے کو اس
کے ساتھ باندھا زین کے ساتھ بندھی ہوئی خرجین اپنے کندھے پر ڈالی پھر وہ
اندرونی حصے کی طرف گیا اس نے اس کمرے کا رخ کیا تھا جہاں اس کا باپ پڑا رہتا
اس نے دیکھا اس بستر پر اس کی ماں زباب بے سدھ سی پڑی تھی اس کے قریب
بیٹھی ہوئی تھی اس کے کندھے دبا رہی تھی اور ایک طرف چپ چاپ اداس اور افسردہ
دیول داس اور سبورن بیٹھے ہوئے تھے۔

عجیب سی حالت میں غازی خان ماں کے بستر کی طرف بڑھا اس سے گرونتی کے
پر گہرے تاثرات تھے زباب نے بھی آنکھیں کھول کر غازی خان کو دیکھا چہرے پر
مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے غازی خان آگے
بستر پر لیٹی ہوئی اپنی ماں کے دونوں بازوؤں میں سما گیا تھا زباب بے چاری سسک سسک
ہچکیاں لے لے کر رونے لگی تھی غازی خان کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا۔ گرونتی دیول داس اور سبورن اپنی آنکھوں میں آنسو لیے
چاپ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔

پھر جب غازی خان علیحدہ ہوا تو گرونتی کے قریب جو خالی نشست پڑی ہوئی تھی اس
زباب نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا غازی خان جب بیٹھ گیا تب اس کی ماں نے اسے مخاطب
کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے بیٹے کاش تو اپنے باپ کی موت پر یہاں موجود ہوتا وہ تجھے بہت یاد کرتا تھا
نکلنے سے پہلے بھی اس نے تمہیں بہت یاد کیا پر ہائے افسوس تم یہاں نہ تھے۔"

اس کے بعد گرونتی دیول داس اور سبورن غازی خان سے اس کے باپ کے مرنے کا
اور افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد غازی خان کی ماں زباب نے اسے مخاطب کر
ہوئے کہنا شروع کیا۔

غازی خان میرے بیٹے اگر گرونتی یہاں نہ ہوتی تو مجھے لگتا ہے تمہارے باپ کے ساتھ
میں بھی یہاں سے ہمیشہ کے لیے کوچ کر چکی ہوتی اگر یہ مجھے سنبھالا نہ دیتی تو روایات
آگ برساتے لمحوں اور خوفناکی کی راکھ بکھیرتی ساعتوں میں میں ایک پیاسا درخت ہو کے
جاتی جس کی قسمت میں دھوپ کی تنہائیوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا چند گھڑیوں کی مہمان
ایسی آوارہ گھٹا بن جاتی جو بارش کے بجائے آگ سنگ اور وحشت برسانے کے لیے پیدا

جاتی ہے میرے بچے اگر یہ گرونتی نہ مجھے سنبھالتی تو زندگی کی قتل گاہوں میں میں تخیلات کی
بے ربطگی حادثات میں پرورش پاتے اپنائی کے قحط کا شکار ہو کے رہ جاتی۔"

جب تک زباب بولتی رہی غازی خان چپ چاپ بڑے شوق سے گرونتی کی طرف دیکھتا
رہا جب وہ خاموش ہوئی تو اچانک غازی خان نے اپنے ہاتھ بڑھائے گرونتی نے اس وقت
اپنے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھے ہوئے تھے غازی خان نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے پھر
چاہت بھری آواز میں کہنے لگا۔

"گرونتی یہ تمہارا ہم پر احسان ہے جسے میں کبھی بلکہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا میرے
باپ کی بیماری میں جو تو نے ان کی خدمت کی اور پھر میری ماں کو سنبھالا دیا تو اس کے لیے
میں زندگی بھر تمہارا ممنون و شکر گزار رہوں گا۔"

اس موقع پر گرونتی کے چہرے پر سختی پھیل گئی تھی اپنے دونوں ہاتھ اس نے فوراً چھڑا کر
پیچھے کر لیے تھے پھر وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کمرے کے دروازے پر گئی ہاتھ کے
اشارے سے اس نے غازی خان کو اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ
کھڑا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

گرونتی دیوان خانے کی طرف جا رہی تھی غازی خان بھی اس طرف ہو لیا غازی خان
جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا گرونتی دیوان خانے کے وسط میں کھڑی تھی
اس کی آنکھوں میں غضب کی آگ چہرے پر غصے کے گہرے اثرات تھے۔

دوسری جانب دیول داس اور سبورن نے بھی معاملے کی سنگینی کو شاید بھانپ لیا تھا دیول
داس وہیں بیٹھا رہا جبکہ سبورن اٹھ کے مطبخ کی طرح چلی گئی تھی جہاں رہتے ہوئے وہ دیوان
خانے میں گرونتی اور غازی خان کے درمیان ہونے والی گفتگو سن سکتی تھی۔

غازی خان جونہی دیوان خانے میں داخل ہوا گرونتی اس پر برس پڑی۔

"غازی خان تو نے سب کے سامنے اس بے باکی سے میرے ہاتھ تھامنے کی جرات کیسے
کی کیا میں کوئی تمہاری آموختہ ہوں تمہاری ساختہ ہوں تمہاری داشتہ یا پرداختہ ہوں کہ تم جہاں
جب جس جگہ چاہو مجھ سے اپنی مرضی کے مطابق سلوک کرتے رہو تم نے تو ایسے میرے ہاتھ
تھام لیے جیسے میں تم سے بے پناہ محبت کرتی ہوں اور تم بھی مجھے چاہتے ہو۔ تو نے یہ حرکت
کیسے کی کیا تو نے کبھی محسوس کیا کہ میں نے تمہارے لیے چاہتوں کے دیپ جلائے ہوں کیا
اپنے دل کی گنگناتی شہنائیوں میں میں نے کبھی تمہارے نام کی صدائیں دی ہیں کیا سپنوں کی
تتلیوں کی اڑانوں کی پھڑ پھڑاہٹ میں کبھی تو نے میری محبت کی چاپ بھی سنی ہے کیا زیست

کے دشت کی مدھ ماتی رتوں میں کبھی تو نے میری آنکھوں میں اپنے لیے محبتوں بھرے رنگوں کی دھنک دیکھی ہے کیا میرے ہونٹوں کے مہکتے پھولوں میں تو نے کبھی اپنے لیے چاہت کی پکار سنی ہے پھر کیوں تو نے مجھے دھوپ کے صحرا میں بھوک کی فصل سمجھ کر اور بے تعبیر خوابوں میں آہیں بھرتی تنہائی جان کر سب کے سامنے اس قدر اپنائیت کے ساتھ میرے ہاتھ تھام لیے۔ غازی خان تو نے یہ سرکش جرات یہ گستاخانہ جسارت کیسے کر دی کیا تو نے کبھی محسوس کیا ہے کہ میرے تن کی مانگ نے تیری محبت کی کھیتیاں آباد کی ہوں میری من کی پیاس نے فکر و خیال کی رعنائیاں سنواری ہوں کیا تو نے کبھی کسی بھی موقع پر دیکھا ہو کہ میرے رنگین رس بھرے ہونٹوں اور میرے شباب کی طغیانیوں میں تیرے لیے محبت و چاہت کی قندیلیں روشن ہوئی ہوں۔ جس طرح تو نے میرے ہاتھ تھامے ہیں اس طرح تو کسی داشتہ کے ساتھ کیا جاتا ہے کیا میں تیری داشتہ ہوں یہ تو کہو غازی خان کیا میں نے کبھی بھی کسی بھی موقع پر اپنی ذات کا کشکول تیرے سامنے پھیلایا ہو کیا کبھی میرے لبوں کی دعوت نے تجھے محبت کی برہنہ ترغیب کبھی دی ہے کیا تو نے میرے جذبوں کی تازگی میں اپنے لیے رنگوں کی شدت میرے رنگ روپ سروپ انوپ میں گلابوں کی تازہ مہک جیسے میرے ہونٹوں میری آنکھوں کو مستی میرے سرخ سجیلے چہرے میرے سوچوں کے کناروں اور میرے دل کی درپن میں کبھی اپنی محبت کے عکس دیکھے ہیں۔"

جب تک گرونتی بولتی رہی غازی خان عجیب سی حالت میں گردن جھکا کر سنتا رہا کبھی کبھی وہ چونک جانے والے انداز میں انتہا درجہ کی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی کی طرف دیکھ بھی لیتا تھا۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد گرونتی نے پھر کہنا شروع کیا۔

"تمہاری خاموشی بتاتی ہے کہ جو سوالات میں نے تم سے کیے ہیں ان کا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں اگر میں نے تم سے محبت کا اظہار ہی نہیں کیا میں نے کبھی تم سے اتنا تک نہیں کہا کہ میں تمہیں چاہتی ہوں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں پھر تم نے کیسے میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے غازی خان مجھے تمہارے اس رویے سے بے حد دکھ بے حد افسوس اور بڑی تکلیف ہوئی ہے۔" یہاں تک کہتے کہتے گرونتی کو رک جانا پڑا اس لیے کہ ندامت کا اظہار کرتے ہوئے غازی خان بول پڑا۔

"گرونتی معاف کرنا میں اپنے رویے پر معذرت خواہ ہوں دراصل میری ماں نے جن الفاظ میں تمہاری تعریف کی جو خدمت تم نے میری غیر موجودگی میں میرے باپ اور میری ماں کی دیکھ

بھال کی اس کے تحت میں مغلوب ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھا ورنہ میرا خدا گواہ ہے میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا میں ایک بار پھر تم سے اپنی اسی غلطی پر معذرت خواہ ہوں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد غازی خان نے پھر کہنا شروع کیا۔

"گرونتی اس موقع پر میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہوں گا دیکھو آج سے تم میرے لیے اجنبی ہو جو کچھ ہوا اس پر مٹی ڈال دو آج کے بعد یہ بھی کوشش کرنا کہ ہمارے گھر میں نہ آؤ جاؤ میری ماں کو اس کے حال پر چھوڑ دو جس طرح کا رویہ تم نے میری ماں کے ساتھ رکھا ہوا ہے جیسی تم اس کی دیکھ بھال کرتی ہو تمہاری اس دیکھ بھال کی وجہ سے تمہارے اس عمدہ سلوک کی بناء پر وہ بھی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے کہ شاید تم میری طرف مائل ہو میں نہیں چاہتا کہ آنے والے دنوں میں تمہاری وجہ سے میری ماں کو دکھ اور تکلیف نہ ہو لہٰذا ابھی سے کنارا کشی کر لو تا کہ میری ماں اس دھوکے میں نہ رہے کہ تم اس گھر کو اپنا جان کر اس کی خدمت کرتی ہو۔" اس کے ساتھ ہی غازی خان دیوان خانے سے نکل گیا تھا سبورن بھی فوراً مطبخ سے نکل کر دوبارہ دیول داس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی غازی خان دوبارہ اپنی ماں کے قریب آ کے بیٹھا تھا تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد گرونتی بھی کمرے میں داخل ہوئی جہاں سے اٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی وہ نشست چونکہ غازی خان کے پہلو میں تھی اور وہاں بیٹھتے ہوئے گرونتی کا لباس اور اس کا جسم غازی خان سے مس ہوتا تھا لہٰذا غازی خان فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اماں میں لباس تبدیل کر لوں۔" غازی خان کی بات کاٹتے ہوئے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں زباب کہنے لگی۔

"بیٹے تم لباس تبدیل کر لو اتنی دیر تک میں تمہارے لیے کھانا لگواتی ہوں۔"

اس پر عجیب بیگانگی میں غازی خان کہنے لگا۔

"نہیں اماں کھانے کا اہتمام نہ کرنا۔" اس موقع پر گرونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور زباب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں میں کھانا تیار کرتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی گرونتی نکل کر مطبخ کی طرف بڑھی تھی اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے غازی خان گرونتی کے پیچھے پیچھے مطبخ کی طرف گیا اور اس بار کسی قدر سخت لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گرونتی تم کوئی حق نہیں رکھتی ہو کہ اس مطبخ میں داخل ہو میرے لیے کھانا تیار کرو اگر تم نے کھانا تیار بھی کر لیا تو یاد رکھنا میں نہیں کھاؤں گا کتوں کا راتب سمجھ کر باہر پھینک دوں گا

گرونتی تو نے میری شخصیت کا غلط تجزیہ کیا ہے تو نے میرے جذبات میرے احساسات ک
رنگ دے کر ایک نئی طرح کے سلوک کی بنیاد رکھی ہے بہر حال میں پھر تمہیں تنبیہہ کرتا
میرے لیے کھانا مت تیار کرنا۔'' گرونتی نے گھورنے کے انداز میں غازی خان کی ط
دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میں تمہارے لیے کھانا تیار نہیں کروں گی اپنی ماں کے لیے کھانا بناؤں گی۔'' اس
غازی خان نے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''تم کس قسم کی لڑکی ہو میری ماں کے لیے تم کھانا کیوں تیار کرواؤ گی یہ کام میرا ہے
جیسے چاہوں اس کا اہتمام کروں۔''

گرونتی نے کچھ سوچا پھر ایک گہری نگاہ اس نے غازی خان پر ڈالی اور اس بار وہ د
لہجے میں کہنے لگی۔

''دیکھو غازی خان تمہاری ماں کو میں نے اپنی ماں کہا ہوا ہے اور ایک بیٹی کی حیثیت
میں ان کی خدمت ضرور کروں گی چاہے تم مجھے منع کرتے رہو مجھے روکتے رہو تمہارے رو
سے نہ میں رکوں گی تمہارے منع کرنے سے نہ میں منع ہوں گی اس لیے کہ وہ میری ماں
اور انہیں میں اپنی ماں سمجھتی رہوں گی اب رہا معاملہ تمہارا تو جس کسی کو بھی میں ماں سمجھو
میں اس کے بیٹے سے عشق کرتی رہوں اس سے محبت کرتی رہوں وہ میرے ہاتھ تھامتا ر
اور جیسے چاہے میرے ساتھ سلوک کرتا رہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی بہر حال آج کے بعد تم
بھی مجھے ماں کی خدمت کرنے سے منع نہ کرنا اور نہ منع ہوں گی اگر تم نے ایسا کرنے کی کو
کی تو میں طوفان کھڑا کر دوں گی۔''

غازی خان نے کچھ سوچا پھر وہ مطبخ سے باہر نکل گیا تھا اپنے کمرے کی طرف گیا لب
اس نے تبدیل کیا پھر اپنی ماں کے پاس آیا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اماں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں لشکر کا تھوڑا سا کام ہے میں اسے نبٹا لوں اس لیے
اس وقت تمہارے پاس گرونتی کے علاوہ دیول داس اور سبورن بھی بیٹھے ہوئے ہیں میں
لوٹ آؤں گا۔'' اس کے ساتھ ہی غازی خان حویلی سے نکل گیا تھا۔

غازی خان کے جانے کے بعد سبورن اپنی جگہ سے اٹھی اور حویلی کے اندرونی حصے
ایک کمرے کی طرف جاتے ہوئے زباب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اس کمرے کی صفائی کل رہ گئی تھی میرے خیال میں میں آج اس کی صفائی کر دوں
مسکراتے ہوئے زباب نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی اس پر اس کمرے کے دروازے

کر ہاتھ کے اشارے سے دیول داس کو بھی سبورن نے بلا لیا تھا دیول داس بھی اٹھ کر اس
کمرے میں گیا۔

دیول داس جب اس کمرے میں داخل ہوا تو سرگوشی میں سبورن نے دیوان خانے کے
اندر گرونتی اور غازی خان کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تفصیل اسے کہہ دی تھی۔

سب کچھ سن کر دیول داس کچھ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا پھر دھیمے سے کہنے لگا۔

''سبورن یہ بہت برا ہوا کم از کم گرونتی کو غازی خان کے لیے ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہیں
کرنے چاہئیں تھے اگر غازی خان نے احسان مندی کے تحت اس کے دونوں ہاتھ تھام ہی لیے
تھے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہوا غازی خان نے کوئی اس سے محبت اور چاہت کا اظہار تو نہیں
کیا جو گرونتی یوں برا مان گئی ہے۔'' اس پر سبورن کہنے لگی۔

''دیول داس گرونتی کو یہی تو غلط فہمی یا یوں کہو کہ خوش فہمی ہے وہ یہ جانتی ہے کہ بلکہ اسے
پورا یقین ہو چکا ہے کہ غازی خان دیوانگی کی حد تک اسے چاہنے لگا ہے اسے پیار کرتا ہے
حالانکہ میں سمجھتی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں اور پھر یہ بھی تو جانو کبھی بھی غازی خان نے اس
سے پہلے نہ ایسی حرکت کی نہ اس سے چاہت اور محبت کا اظہار کیا وہ اگر گرونتی کے ساتھ ہنس
کے بول لیتا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ گرونتی کو چاہنے لگا ہے گرونتی اپنے اس رویے
کی وجہ سے ایک روز پچھتائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سبورن رکی اس کے بعد گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی
تھی۔

''دیول داس میں سمجھتی ہوں گرونتی کے سارے ہی اندازے اس کی ساری ہی آرزوئیں
غلط ثابت ہوں گی اس نے اپنے من میں یہ سوچ رکھا ہے کہ چونکہ غازی خان اب اسے محبت
کرنے لگا ہے اور جب وہ اسے ٹھکرائے گی اس سے نفرت کا اظہار کرے گی تو غازی خان
اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کی محبت اس کی چاہت کی خاطر اس کے پیچھے پیچھے اس
کی منت سماجت کرے گا اس کی خوشنودی کے لیے ہر جتن ہر کوشش کرے گا لیکن میں سمجھتی
ہوں ایسا نہیں ہو گا اور جب غازی خان ایسا نہیں کرے گا تو یاد رکھنا گرونتی کو اپنے اس رویے
پر اس قدر پچھتاوا ہو گا کہ اسے زندگی بھر دیوان خانے میں غازی خان کے خلاف کہے ہوئے
الفاظ تیر بن کر اذیت میں مبتلا کرتے رہیں گے۔''

پھر دونوں میاں بیوی مل کر اس کمرے کی صفائی کرنے لگے تھے تھوڑی دیر تک کھانا تیار کر
کے گرونتی وہیں لے آئی اور بڑے پیار سے وہ زباب کو کھانا کھلانے لگی تھی اس موقع پر گرونتی

کی طرف دیکھتے ہوئے زباب کہنے لگی۔

"یہ غازی خان تھکا ہارا آیا ہے اور کھانا کھائے بغیر ہی دوبارہ لشکر گاہ میں چلا گیا ہے۔"

اس پر ٹالنے کے انداز میں گرونتی کہنے لگی۔

"اماں وہاں کوئی ضروری کام ہو گا کھانا بھی اس کا وہیں ہو گا۔" زباب چپ رہی ا خاموشی کے ساتھ گرونتی اسے کھانا کھلانے لگی تھی۔

اپنے باپ کی موت کے بعد غازی خان پریشان الجھا الجھا رہنے لگا تھا اپنا زیادہ وقت مستقر میں اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ گزارتا اس سلسلے میں اس کے ساتھی بھی بڑ ہمدردی سے اس کے ساتھ پیش آتے خصوصیت کے ساتھ محمد علی کا رویہ اس کے ساتھ انتہ شفیقانہ تھا اس کی ماں زباب بھی جانتی تھی کہ اس کے باپ کی موت نے ایک طرح سے ا منتشر کر کے رکھ دیا ہے اور وہ بھی کوشش کرتی کہ جب وہ اس کے پاس بیٹھے تو اسے بات میں مصروف رکھے۔

تاہم گرونتی بالکل پہلے کی طرح زباب کا خیال رکھتی تھی بیٹیوں کی طرح اس کی خد میں لگی رہتی تھی۔

ایک روز زباب اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی دیوان خانے میں دیول داس گرونتی اور سبورن بیٹھے ہوئے تھے اچانک دیول داس نے گفتگو اور موضوع کا رخ بدلا اور گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی جس موضوع پر میں گفتگو کرنے لگا ہوں اس سے متعلق میں گزشتہ کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی تم چونکہ مجھے بابا، سبورن کو اماں کہہ کر پکارتی ہو لہٰذا ان رشتوں کو سامنے رکھتے ہوئے تم سے کچھ کہنے پر مجبور ہوں۔ میری بیٹی جس روز غازی خان یہاں آیا تھا اور دیوان خانے میں تمہاری اس کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی تھی میں سمجھتا ہوں وہ گفتگو تمہاری طرف سے غازی خان کے ساتھ زیادتی ہے بیٹی میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ بعد میں اس گفتگو کی ساری تفصیل تم نے سبورن سے کہہ دی تھی لیکن سبورن اس وقت مطبخ میں تھی اس وقت ہی وہ تمہاری ساری گفتگو جو تم نے غازی خان سے کی تھی اس نے سن لی تھی اور مجھے بھی اس سے آگاہ کر دیا تھا بیٹی اس طرح کیا تم نے غازی خان کی دل شکنی نہیں کی اور وہ تم سے نفرت اور بیزاری کا اظہار نہ کرنے لگے گا بلکہ میں کہتا ہوں کر رہا ہے۔"

گرونتی کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

"اگر وہ مجھ سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرے گا تو میرا کیا بگاڑ لے گا ویسے بابا میں آپ سے کہوں ایسا ہو گا نہیں تم جانتے ہو جس روز میری اس کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی تھی اس روز اس نے بڑی بے باکی اور جرات کا اظہار کرتے ہوئے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے تھے اور ایسا کرنا اس کی طرف سے اس بات کی غمازی تھی کہ وہ مجھے چاہنے لگا ہے اور مجھ سے محبت کرتا ہے۔ بابا اب جبکہ میرے ذہن میرے من میں یہ بات بیٹھی ہے کہ وہ مجھے چاہتا ہے تو یاد رکھنا میری چاہت ضرور رنگ لائے گی میں نے جان بوجھ کر دیوان خانے میں اس سے تلخ کلامی کی اس کی دل آزاری کی اب دیکھنا میری محبت جو اس کے دل میں اپنی جگہ بنا چکی ہے کیا رنگ لاتی ہے آج نہیں تو کل وہ اپنے رویے کی مجھ سے معذرت طلب کرے گا معافی مانگے گا جب ایسا ہو گا تب میرے من کو سکون ملے گا اور میں جانوں گی کہ میں جس

طرح غازی خان کو اپنے سامنے زیر کرنا چاہتی تھی جس طرح اسے اپنے سامنے جھکانا چاہ
تھی اس میں میں کامیاب رہی ہوں۔"

دیول داس نے جواب میں کچھ سوچا اس کے بعد گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بیٹا جو کچھ تم نے سوچا ہے ہوسکتا ہے یہ درست ہی ہو پر کبھی کبھی اس طرح کے معاملا
الٹ بھی ہو جاتے ہیں۔"

گرونتی نے تیز نگاہوں سے دیول داس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

"بابا تمہارا کیا مطلب ہے کہ میں اس کے سامنے جھک جاؤں گی میں اس سے اپ
رویے کی معافی مانگوں گی اور مجھ سے بیزاری اور مجھ سے نفرت کا اظہار کر کے وہ مجھے ا
مفتوح بنا لے گا۔"

دیول داس کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔" کہنے لگا۔

"ہاں بیٹے ایسا ممکن ہے تم دیکھتی ہو دیوان خانے میں جو اس کے ساتھ تمہاری تلخ کلا
ہوئی اسے کئی روز گزر چکے ہیں کیا تم نے اس کے رویے میں کوئی تبدیلی محسوس کی ہے وہ بالکل
پہلے جیسا ہے اپنے روزمرہ کاموں میں مصروف ہے اگر وہ پریشان ہے فکرمند ہے الجھا الجھا
منتشر ہے تو وہ تمہارے ٹھکرانے کی وجہ سے نہیں ہے وہ اپنے باپ کی موت کی وجہ سے ای
ہے جس روز تدریجی انداز میں اس کے دل سے اس کے باپ کی موت کا غم ہلکا ہو جائے گا
پھر اپنے روزمرہ کے معمول پر آ جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ویسے بیٹی برا مت ماننا ایک لحاظ سے میں غازی خان کی تعریف توصیف اور ستائش
ضرور کروں گا جس طرح اس روز دیوان خانے میں تم نے اس کے لیے انتہائی سخت الفاظ
استعمال کیے تھے وہ بھی ایسے الفاظ استعمال کر سکتا تھا اگر وہ انتقام لینے پہ آتا تو اس گھر میں د
تمہارا داخلہ بند کر سکتا تھا اور تم کیا سمجھتی ہو کہ لڑکی ہو کر تم زبردستی اس کے خلاف من مانی کر
سکتی ہو نہیں ہرگز نہیں میں سمجھتا ہوں یہ اس کی شرافت نفسی ہے کہ....."

مسکراتے ہوئے گرونتی دیول داس کی بات کاٹ کر بول اٹھی۔

"بابا میں تمہاری اس تجویز تمہارے ان الفاظ سے اتفاق نہیں کرتی یہ اس کی فراخ دلی
نہیں ہے نہ ہی اس کی بردباری اور تحمل ہے بابا یہ اس کی مجھ سے محبت و چاہت ہے جو اسے
میرے خلاف زبان کھولنے نہیں دیتی اگر ایسا نہ ہوتا تو دیوان خانے میں وہ ڈٹ کر میرے
ساتھ گفتگو کرتا جس طرح میں نے اس کے لیے سخت الفاظ کہے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر

ے لیے الفاظ استعمال کرتا اور اسی وقت دھکے دے کر اپنی حویلی سے باہر کرتا مگر اس نے
نہیں کیا تو یہ اس بات کی غمازی ہے کہ اس کے دل میں کسی نہ مٹنے والی مہر کی طرح میری
ت میری چاہت اپنا مقام بنا چکی ہے۔"

گرونتی جب خاموش ہوئی تب کچھ سوچتے ہوئے دیول داس بول اٹھا۔

"بیٹی اب تمہارے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے جھکے گا تم سے
انی مانگے گا اور اگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ میں کہتا ہوں وہ ایسا نہیں کرے گا۔" گرونتی نے
دیول داس کو اپنی بات مکمل نہ کرنے دی اس کے دائیں جانب چھوٹی سی ایک دف پڑی
ئی تھی اس نے خفگی کی حالت میں دف پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی۔

"بابا ایسا نہیں ہوسکتا مجھے یقین ہے کہ کوئی میری خوبصورتی کا پرتو برداشت نہیں کرسکتا
معاملہ غازی خان کے ساتھ بھی ہوگا وہ میرے سامنے جھکے گا اور اسے....."

گرونتی یہیں تک کہنے پائی تھی کہ خاموش ہوگئی کہ اسی لمحہ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے
ی خان حویلی میں داخل ہوا تھا صحن میں رک کر اس نے دیوان خانے میں بیٹھے ان تینوں
یک نگاہ ڈالی پھر اصطبل کی طرف گیا اپنے گھوڑے کو اس نے وہاں باندھ دیا تھا۔ اس موقع
یوان خانے میں دیول داس نے پھر گرونتی کو مخاطب کیا۔

"بیٹی غازی خان آ گیا ہے ایک میرا بھی تجربہ اپنے ذہن میں رکھنا اگر وہ تمہیں چاہتا ہے
سے محبت کرتا ہے تو اصطبل میں اپنے گھوڑے کو باندھ کر وہ دیوان خانے کا رخ کرے گا
ر اگر اس کے من میں تمہاری چاہت نہیں ہے تو اصطبل سے نکل کر اپنی ماں کے کمرے کی
ف جائے گا۔"

اس پر کچھ سوچتے ہوئے گرونتی کہنے لگی۔

"نہیں ایسا ممکن نہیں میری چاہت اس کے دل میں ہونے کے باوجود اصطبل سے نکل کر
اپنی ماں کی طرف جائے گا اس لیے کہ وہ اپنی ماں کا احترام کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے
اسے ایسا کرنا بھی چاہیے۔"

دیول داس نے کچھ سوچا پھر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

"گرونتی اس وقت تم دیوان خانے میں بیٹھی ہوئی ہو لہٰذا غازی خان ادھر نہیں آئے گا اگر
میری باتوں کا امتحان لینا ہی چاہتی ہو تو اٹھو اور جا کر اس کی ماں کے کمرے میں جا کے بیٹھ
و لیکن اس کے پاس سے گزر کے جاؤ تاکہ وہ تمہیں دیکھے کہ تم دیوان خانے سے اٹھ کر اس
ماں کی طرف گئی ہو پھر دیکھنا میرا دل کہتا ہے وہ اپنی ماں کے کمرے کی طرف جانے کی

بجائے دیوان خانے میں آ کے ہمارے پاس بیٹھے گا تمہاری طرف جانے کی کوشش نہیں
گا۔"

گرونتی مسکرائی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"چلو بابا یہ بھی دیکھ لیتے ہیں میں اماں کی طرف جاتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی دیوان خانے سے نکلی صحن میں آ کر کھکاری اس وقت تک غازی خان اصطبل میں گھوڑے کو باندھ چکا تھا اس نے گرونتی کو اپنی ماں کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے تھا لہٰذا اصطبل سے نکل کر وہ حویلی کے صحن میں آ کر تھوڑی دیر کھڑا ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا اتنی دیر تک گرونتی زباب کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی اپنی ماں کے کمرے کی طرف کے بجائے غازی خان دیوان خانے میں دیول داس اور سیورن کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔

"غازی خان میں آج دف اپنے ساتھ لایا تھا میں دیکھتا ہوں گزشتہ کئی دن سے تم پریشان فکر مند اور بکھرے بکھرے سے لگتے ہو میں نے سوچا آج تمہارے پاس بیٹھوں میں کچھ گاؤں گا جب میرا تمہارا پہلا تعارف ہوا تھا تو میں نے تم پر انکشاف کیا تھا دونوں میاں بیوی اچھے مغنی و مغنیہ ہیں گرونتی کی مہربانی کہ وہ ہمیں اپنا داس یا داسی نہیں بلکہ ہمارے ساتھ کچھ اس قسم کا ہمدردانہ سلوک کرتی ہے جیسے میں اس کا باپ اور میری اس کی ماں ہو۔"

اس کے بعد وہ اپنا کوئی من پسند نغمہ الاپ رہا تھا جس کا مفہوم کچھ اس طرح کیا جا سکتا

میرے ہم نشیں نہ رو یہ زندگی عجیب ہے
کوئی بھی ہو یہاں قضا ، اس کا نصیب ہے
لوگ آتے ہیں اس انام میں کوچ کے لیے
کسی کی رحلت بعید کسی کی قریب ہے
جگہ ملے گی ایک سی شہر خموشاں میں
پھر کیا گلہ تجھے وہ امیر تو غریب ہے
نفس کو رغبت نہ دو کہ ہوس بڑھائے گا
کہ ایسا نفس ہی سب سے بڑا رقیب ہے
کس سے شکوہ کریں لوگ کس سے گلہ کریں
داد گر ہے یہاں نہ کوئی مجیب ہے
صاصو ساتھیو یہ زندگی مضاف ہے

کسی کا حبیب نہ یہ کسی کا رقیب ہے
چلتے رہو راہی سفر محشر دراز ہے
تیرا کوئی رہبر نہ کوئی نقیب ہے

یہاں تک کہنے کے بعد دف بجنی بند ہو گئی تھی دیول داس نے گانا بند کر دیا تھا کچھ دیر ثی رہی غازی خان گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"دیول داس تمہارا کہنا درست ہے یہ زندگی ایک سفر ہی ہے اور یہاں انسان کوچ کرنے لیے آتا ہے روز و شب کے تسلسل میں انسان خود روتا ہوا آتا ہے اور کوچ کرتے وقت ں کے دامن کو اشکوں سے دھوتا ہوا نکل جاتا ہے دل کے بند دروازوں سے خوشی خوشی آتا گناہوں سے سنورتے طوفانوں نیکی کی لکھی علامتوں سے ہوتا ہوا اپنی زندگی کے دن گزار ا ہے۔ دیول داس میرے عزیز یہ زندگی بھی اپنے دامن کے اندر عجیب رنگ رکھتی ہے کوئی وؤں کے سمندر میں بھیگی ریت اور سوچوں کی مٹی پھانکتے لمحوں کی طرح زندگی بسر کر جاتا کسی کی زیست صفوں کے اندر ماتمی لہروں کی طرح بیت جاتی ہے کوئی گمشدہ موسموں کے آشیانہ پرندوں کی طرح گزر جاتا ہے بہر حال جو انسان پہ گزرتی ہے اسے خود ہی سہنا پڑتا ۔ اور جو خود بخود آن پڑتی ہے اسے خود ہی نبھانا بھی پڑتا ہے۔ انسان جب اس انام میں دھوتا ہے تو لوگ رنگوں کے خزینوں شفق کے پیکروں جیسی خوشیاں مناتے ہیں اور جب اپنا تمام کر کے کوچ کر جاتا ہے تو دنوں کے اندر ہی پرانی یادوں کی رات اور گئی رتوں کی دھول کے رہ جاتا ہے زیست کا یہ سفر بھی عجیب بلکہ عجیب و غریب ہے۔ کوئی اپنے وقت کی عتوں کو جوڑنے کے لیے ساری عمر پلکوں سے کانٹے چن چن کر گزار جاتا ہے اور کوئی یدوں کا دامن پکڑے تعبیر کے سائبانوں تلے سفر کے سنگ میل کی طرح چپ رہ کر گزارتا ہے اور کوئی جھلمل لہروں میں خوشبو جیسی خوشیاں مناتے ہوئے گزار دیتا ہے۔ بہر حال گزر ب کی جاتی ہے یہ زندگی واقعی ایک سفر ہے یہ کسی کا حبیب کسی کا رقیب نہیں ہے سب کو اں دواں رکھتا ہے سب کو اپنے انجام تک پہنچاتا ہے کسی کا کوچ پہلے ہو جاتا ہے کسی کے کوچ ں کچھ دیر لگتی ہے لیکن کوچ ہوتا سب کا ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے جب ازی خان رکا تو دیول داس بڑی شفقت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عزیز غازی خان! میں جانتا ہوں تمہارے باپ کی موت نے تمہیں منتشر پراگندہ اور فکر مند کر دیا ہے لیکن تم جانو ہر انسان کو یہاں سے کوچ کرنا ہے میں سمجھتا ہوں تمہیں اپنے آپ کو سنبھالنا چاہیے تمہارے سنبھل جانے سے تمہاری ماں کی صحت بھی سنبھل جائے گی اور اگر تم

"پریشان اور پراگندہ رہے تو یاد رکھنا تمہاری ماں بستر سے لگ جائے گی۔"

دیول داس کی اس گفتگو کا جواب غازی خان دینا ہی چاہتا تھا کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

اس پر غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے۔"

پھر وہ دیوان خانے سے نکلا حویلی کا صدر دروازہ اس نے کھولا تو سامنے ایک مسلح تھا اور غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر آپ کو فی الفور سلطان نے طلب کیا ہے۔"

غازی خان کچھ فکر مند ہو گیا تھا اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔" جب وہ مسلح جوان وہاں سے چلا گیا تو خان دیوان خانے کی طرف جانے کی بجائے اپنی ماں کے کمرے کی طرف بڑھا۔

دیول داس بھی اور سبورن بھی دیوان خانے سے نکل کر اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔

غازی خان اپنی ماں کے کمرے میں داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی مامتا بھری آوا زباب کہنے لگی۔

"بیٹے گرونتی بتا رہی تھی کہ تم کافی دیر کے آئے ہوئے ہو کہاں تھے؟"

ناپسندیدگی کی ایک نگاہ غازی خان نے گرونتی پر ڈالی پھر زبردستی چہرے پر مس بکھیری اور اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ماں میں ذرا دیوان خانے میں دیول داس اور سبورن اماں کے پاس بیٹھ گیا تھا آج مجھے ایک عبرت خیز نغمہ سنایا بس اسی متعلق اس کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی کہ درواز کسی نے دستک دی میں نے دروازہ کھولا تو ایک مسلح جوان آیا اس نے اطلاع دی کہ نے فی الفور مجھے طلب کیا ہے شاید کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غازی خان رکا پھر وہ دوبارہ اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہو رہا تھا۔

"ماں میں متنقر میں جا رہا ہوں سب سالار اور خود سلطان وہاں پہنچ چکے ہیں لوٹ آؤں گا۔"

غازی خان پیچھے ہٹنا چاہتا تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے زباب نے اسے روکا پھ بھری آواز میں کہنے لگی۔

"بیٹے گرونتی کہہ رہی تھی کہ اکثر و بیشتر تم اب گھر پہ کھانا نہیں کھاتے باہر سے کھا آتے ہو بیٹے تم جانتے ہو کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے گھر کا سارا کام کاج کھانا پکانا گرونتی ہی کرتی ہے اس کو یہ بھی شکوہ ہے کہ شاید تم اس کے ہاتھ کا کھانا پکا ہوا نہیں کھانا چاہتے بیٹے اگر ایسی بات ہے تو پھر میری بڑی دل شکنی ہو گی۔ مجھے بے حد دکھ ہو گا اس لیے کہ گرونتی کی حیثیت اس گھر میں میری بیٹی جیسی ہے اگر کوئی میری سگی بیٹی ہوتی تو وہ بھی گرونتی سے بڑھ کر میرا خیال نہ رکھتی۔"

جواب میں غازی خان مسکرا دیا کہنے لگا۔

"نہیں اماں یہ گرونتی کی غلط فہمی ہے کھانا تو میں کھا لیتا ہوں لیکن کام کے سلسلے میں اکثر مجھے متنقر میں رہنا پڑتا ہے اس لیے جب کھانے کا وقت ہوتا ہے تو میں وہیں اپنے ساتھیوں اور سالاروں کے ساتھ کھا لیتا ہوں اس میں اماں دیکھئے کسی قسم کا کوئی شکوہ اور گلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اماں پہلے بھی میں نے آپ کو کوئی ایسا موقع دیا ہے کہ آپ کو شکایت کرنی پڑے۔"

زباب مسکرا دی کہنے لگی۔

"نہیں بیٹے موقع تو کبھی نہیں دیا بہر حال بیٹے تم گرونتی کا بھی خیال رکھو یہ دیکھو ہمارا کتنا خیال رکھتی ہے۔" غازی خان پیچھے ہٹا پھر اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں میں جاتا ہوں سب لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔" جواب میں زباب نے جب گردن اثبات میں ہلا دی تب غازی خان بڑی تیزی سے نکلا اور پھر باہر نکل گیا تھا۔

......

متنقر میں ایک خاصے بڑے کمرے کے اندر حیدر علی کے سارے چھوٹے بڑے سالار بیٹھے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد حیدر علی اس کا بیٹا ٹیپو سلطان اس کمرے میں داخل ہوئے ان کی آمد پر سب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ دونوں باپ بیٹا ایک نشست پر بیٹھ گئے پھر سلطان حیدر علی سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عزیزان من! میں تم لوگوں کے لیے ایک خبر رکھتا ہوں جسے اچھا نہیں کہا جا سکتا انگریزوں نے اپنی طرف سے کوشش کی تھی کہ مرہٹوں نظام دکن ارکاٹ کے نواب کا ایک متحدہ محاذ بنا کر انہیں ہمارے خلاف حرکت میں لائیں اور ان کی پشت پر رہتے ہوئے ہمارے خلاف ان کی مدد کریں اب ہماری خوش قسمتی کہ مرہٹوں کو ہم نے کامیاب نہیں ہونے دیا وہ واپس لوٹ گئے کسی نہ کسی طرح سے نظام کو بھی انگریزوں سے توڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا اب

ارکاٹ کا نواب محمد علی کٹھ پتلی کی طرح انگریزوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ انگریز چونکہ اپنی اس سازش میں تو ناکام ہو گئے ہیں کہ وہ مرہٹوں اور نظام دکن کو ترغیب دیں کہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں اب وہ خود ہمارے خلاف حرکت میں آرہے ہیں ارکاٹ کے نواب کو انہوں نے اپنے ساتھ ملایا ہے ایک بہت بڑا لشکر انہوں نے تیار کیا ہے اور اس لشکر کے کئی حصے کیے ہیں ایک بڑا حصہ انگریزوں کے سالار اعلیٰ اسمتھ کی سرکردگی میں ہے ایک لشکر وڈ کی کمانداری میں ہے تیسرا لشکر کالوٹ سنبھالے ہوئے ہے چوتھا لشکر کک کی رہبری میں ہے لشکر کا پانچویں حصے کی راہنمائی کوسکی نام کا ایک سالار کر رہا ہے لشکر کا چھٹا حصہ تھامسن کی کمانداری میں ہے اور لشکر کا ساتواں حصہ ان انگریزوں کے ایک سالار بنجوز کی کمانداری میں ہے اب ارکاٹ کے نواب کو اپنے ساتھ ملا کر انگریز ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں انگریزوں کے لشکر کے مختلف حصے ہمارے علاقوں کی سرحدوں پر آ کے مقیم ہو چکے ہیں نواب ارکاٹ بھی اپنے لشکر کے ساتھ چند دن تک ان سے آن ملے گا اس کے بعد اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔ اب نظام دکن کی طرف سے جو قاصد ہمارے پاس آیا ہے اسی نے ہمیں یہ خبریں دی ہیں اور نظام چاہتا ہے کہ ہم ایک لشکر لے کر اپنی سرحدوں کی طرف آئیں اتنی دیر تک نظام بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ جائے گا نظام چاہتا ہے کہ پہلے دونوں مل کر ارکاٹ کے نواب پر ضرب لگائیں اور اس کی مدد کے لیے جب انگریز حرکت میں آئیں تو ان سے بھی نبٹا جا سکے گا۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اب تم لوگ بولو اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔''

سارے سالاروں نے جب سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو سب کو سلطان نے اپنے اپنے گھروں میں جا کر تیاری کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ آنے والی شب کو لشکر سرنگا پٹم سے کوچ کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی حیدر علی اور سارے سالار اس کمرے سے نکل کر چلے گئے تھے۔

غازی خان جب لوٹ کے گھر آیا تو اس طرح اس کی ماں بستر پر پڑی ہوئی تھی اس کے قریب بیٹھی گرونتی اسے دبا رہی تھی اور دوسری سمت چپ چاپ دیول داس اور سبورن بیٹھے ہوئے تھے گرونتی کو نظر انداز کرتے ہوئے غازی خان اپنی ماں کے چہرے کے قریب آیا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ زباب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بیٹے کیا ہوا خیریت تو ہے سلطان نے اس طرح ہنگامی صورت میں تمہیں کیوں بلایا حالانکہ تم تھوڑی دیر پہلے مستقر کی طرف سے ہی آئے تھے۔''

اس پر کچھ سوچتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

''اماں آج رات میں لشکر کے ساتھ کوچ کر رہا ہوں ارکاٹ کے نواب کو ساتھ ملا کر انگریز ہمارے خلاف حرکت میں آرہے ہیں اور ان سے نبٹنے کے لیے آج رات لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ اماں یہ جو مہم درپیش ہے میں اس سے فارغ ہو لوں پھر تمہارے لیے کسی مناسب خاتون کی تلاش کروں گا جو تمہارے پاس رہے میری غیر موجودگی میں تمہاری خدمت کرے تمہاری دیکھ بھال کرے۔'' زباب نے اس موقع پر گھورنے کے انداز میں غازی خان کی طرف دیکھا تھا ایسا ہی انداز گرونتی کا بھی تھا پر انہیں نظر انداز کرتے ہوئے غازی خان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے اس کی ماں زباب اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی تھی۔

''بیٹے کس قسم کی باتیں کر رہے ہو تمہیں میرے لیے کسی مناسب خاتون کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس میری بیٹی گرونتی ہے اور پھر اس کے ساتھ سبورن بھی میرے پاس ہے ایک بھائی کی حیثیت سے دیول داس میرے پاس ہے مجھے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔''

غازی خان دکھ بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''اماں ہمیں اپنے حالات کو اپنے ہی دامن میں سمیٹنا ہے اماں کوئی دوسرا کب تک ہمارے غم افزا مناظر تیرگی کے ہمارے سایوں روتی خاموشی کے ہمارے حلقوں اور ہمارے حالات کے ہیبت زدہ سکوت کو اپنے دامن میں سمیٹتا رہے گا اماں صعوبتوں کے سلسلوں اور بیتے برسوں کے کرب جیسے حالات کا اپنا بوجھ کسی دوسرے پر نہیں ڈالنا چاہیے اماں ہم لوگ کوئی خوابوں کی اسیری اور یادوں کی بے ثمری کی طرح مجبور اور بے بس تو نہیں ہیں کہ ربط و بے جوڑ باتوں اور زندگی کے پل پل بہتے سفر میں الجھے سلسلہ تنفس کی طرح مجبوری کی حالت میں اپنے دن کاٹتے رہیں اماں سخن سازی کے قرض اور الفاظ و معنی کے رشتے جیسے اپنے حالات کا بوجھ کسی پر نہیں ڈالنا چاہیے ان سے نبٹنے کے لیے ہمیں خود ہی اپنے آپ کو تیار کرنا ہو گا اماں تم گرونتی پر بھروسہ کر رہی ہو تو یہ کب تک ساتھ دے گی یہ جوان لڑکی ہے ایک نہ ایک روز اپنے گھر چلی جائے گی تو اس کے بعد بھی تو ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔''

زباب نے جھڑک دینے کے انداز میں کہنا شروع کیا۔

''جب ایسا کوئی موقع آئے گا تو تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری شادی کا اہتمام کر دوں گی اور سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔''

زباب جب خاموش ہوئی تو ہار ماننے کے انداز میں غازی خان کہنے لگا۔

"اماں میں آپ کے ساتھ حجت بازی نہیں کرنا چاہتا میں ذرا اپنے کمرے
ہوں اپنی تیاری کرلوں اس کے بعد میں نے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔"

زباب نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلایا پھر کہنے لگی۔

"تم اپنی تیاری کرلو اتنی دیر تک میں کھانا تیار کرواتی ہوں کھانا کھا کے جانا۔"

جواب میں مسکراتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

"اماں اس کی ضرورت نہیں ہے اس بار لشکر میں کچھ تبدیلی کی جارہی ہے پہلے سلطان یہاں سرنگا پٹم کی حفاظت کے لیے چھوڑ جایا کرتا تھا اس بار وہ لشکر میں شامل میں مستقر میں جا کر اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا اور پھر لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں"
کے ساتھ ہی زباب کے جواب کا انتظار کئے بغیر غازی خان پیچھے ہٹ گیا تھا اپنے کمرے طرف گیا اپنی تیاری کی پھر آ کے اپنی ماں سے ملا اصطبل میں آ گیا گھوڑے کو تیار کیا بعد وہ وہاں سے نکل گیا تھا آنے والی شب کو انگریزوں اور ارکاٹ کے نواب سے نمٹنے لئے سلطان حیدرعلی کا لشکر سرنگا پٹم سے کوچ کر گیا تھا۔

✡.....✡

انگریزوں کا بڑا سالار اسمتھ اپنے لشکر کے ساتھ ملاپٹی کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور کاٹ کے نواب کا لشکر بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے انگریز سالار اسمتھ سے ملنے ے لیے ملاپٹی کا رخ کیے ہوئے تھا۔

ایسے میں حیدرعلی اپنی سرحدوں پر آیا وہاں نظام کا لشکر پہلے ہی اس کا منتظر تھا دونوں کے کر متحد اور مجتمع ہوئے پھر دونوں لشکروں نے ارکاٹ کے نواب کے علاقے میں اس شاہراہ کا خ کیا جس پر نواب کا لشکر انگریز سالار اسمتھ کا رخ کیے ہوئے تھا۔

ملاپٹی کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف حیدرعلی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے یش قدمی کر رہا تھا کہ ایک جگہ محمد علی اور غازی خان دونوں نے اپنے گھوڑے کو بھگاتے ھگاتے ہوئے صلاح مشورہ کیا پھر دونوں حیدرعلی کے قریب آئے اور محمد علی حیدرعلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم اگر آپ لشکر کو یہاں روکیں تو میں اور غازی خان نے مل کے ایک فیصلہ کیا ہے میرے خیال میں اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہم ایک ساتھ انگریزوں کے سالار اسمتھ اور ارکاٹ کے نواب کے لشکر کو بیک وقت نقصان پہنچا کر اپنے لیے بے خطر بنا سکتے ہیں۔"

محمد علی کے ان الفاظ پر حیدرعلی نے اپنے لشکر کو وہاں روک دیا تھا پھر وہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوا کہنے لگا۔

"لشکر کو میں نے روک دیا ہے اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

محمد علی حیدرعلی کو پھر مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! میں اور غازی خان نے جو مل کے مشورہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ جو لشکر میری اور غازی خان کی سرکردگی میں ہے اسے علیحدہ کر دیا جائے آپ دیگر سارے سالاروں کے ساتھ اور نظام دکن کے لشکر کو لے کر ارکاٹ کے نواب کے اس لشکر پر حملہ آور ہوں جو ملاپٹی میں اسمتھ سے ملنے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے۔ جبکہ میں اور غازی خان نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ براہ راست اسمتھ کا رخ کریں گے اس کے لشکر

پر شب خون ماریں گے اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بیک وقت ہم ارکا
نواب اور اسمتھ کے لشکر پر ایک طرح سے لرزہ طاری کرنے میں کامیاب ہو جائیں
ایسا ہونے کے بعد دونوں قوتیں بڑی سوچ و بچار کے بعد ہمارے خلاف کوئی خطرنا
اٹھانے کی کوشش کریں گی۔"

محمد علی جب خاموش ہوا تب حیدر علی نے کچھ سوچا پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو کچھ تم دونوں نے سوچا ہے اس سے میں اتفاق کرتا ہوں جیسا تم چاہتے ہو تم
ایسا کرنے کی اجازت ہے یہیں دونوں لشکر علیحدہ ہوتے ہیں میں ارکاٹ کے نواب
رخ کرتا ہوں تم دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اسمتھ کا رخ کر جاؤ اور اگر تم اس
ہونے یا شب خون مارنے میں کامیاب رہے تو میں سمجھتا ہوں یہ ایک ہی وقت میں انگ
اور ارکاٹ کے نواب کے خلاف ہماری بہترین کامیابی ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ ملاپٹی کی شاہراہ کا رخ کر رہا تھا ج
اور غازی خان انگریزوں کے سالار اسمتھ کی طرف بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہے

حیدر علی ارکاٹ کے نواب کے لشکر کی طرف بڑھا اور جو شاہراہ اسمتھ کے لشکر ک
جاتی تھی اس پر اس نے اس لشکر کو جا لیا اور جاتے ہی وہ ارکاٹ کے نواب کے لشکر
کی سخت بوچھاڑ تشنگی کے نام سے قطعی نا آشنا زیست کی بھرپور جستجو کی طرح وارد ہوا
بڑی تنظیموں اور تخیلات کی ساری تشکیل کو پریشان و پراگندہ کر کے دھواں دھواں دکھ
پھیلاتے ہوئے آلام کے بھاگتے بھورے بادلوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ارکاٹ کے لشکر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روکیں ا
کاروائی کریں لیکن انہیں اس کا موقع ہی نہیں ملا اور پھر جب ارکاٹ کے لشکر میں یہ ا
گئی کہ ان پر حیدر علی اپنے سالاروں کے ساتھ حملہ آور ہو چکا ہے تو ان کے پاؤں
زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی وہ تو یہ امید لگائے تھے کہ اسمتھ کے ساتھ ملنے کے بعد
کے خلاف حرکت میں آئیں گے لیکن یہاں جو حیدر علی نے انہیں پہلے ہی آ لیا تو
سارے حوصلے اور ولولے جھاگ ہو کے رہ گئے زیادہ دیر وہ میدان میں ٹھہر نہ س
کھڑے ہوئے اس طرح حیدر علی اور نظام دکن کے لشکر کے ہاتھوں ارکاٹ کے لشکر
شکست ہوئی اور وہ منتشر ہوئے جس کا منہ جدھر کو اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔

……

دوسری جانب محمد علی اور غازی خان رات کی گہری تاریکی میں انگریز سالار اسمتھ

ہوئے انہوں نے انگریزوں پر شعور کی سرحدوں اور حواس کی بے ثباتی طاری کرتی آلام کی
گراں باری بصارت اور سماعت کو گروی رکھوا دینے والے خونی سوالوں کے انبار، اور آنکھوں کی
چلمنوں میں اندھے کالے بھیانک غاروں کا کمال برپا کر دینے والی کھولتی بھوکی جبلتوں کی
طرح حملہ کر دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں اسمتھ کے لشکر میں حشر برپا ہو کے رہ گیا تھا انگریزوں نے اپنی طرف
سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روک کر ان کے خلاف جوابی کارروائی کریں اور ان کے
شب خون کو ہر حالت میں ناکام بنائیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے مورخین لکھتے ہیں کہ اس حملے اور
شب خون کے نتیجے میں حیدر علی کے لشکری انگریزوں کے وہ بہت سے چھکڑے اپنے ساتھ
بھگا کے لے گئے جس کے اندر لشکریوں کے کھانے پینے کے سامان کے علاوہ لشکر میں شامل
گھوڑوں کے چارے کا بھی ذخیرہ تھا اس طرح جہاں ارکاٹ کے لشکر کو حیدر علی نے ناقابل
تلافی نقصان پہنچایا وہاں شب خون مارتے ہوئے محمد علی اور غازی خان نے انگریز سالار
اسمتھ اور اس کے ساتھیوں کو ہلا کے رکھ دیا تھا اور انہیں ان کی خوراک اور گھوڑوں کے
چارے سے بھی محروم کر دیا تھا۔

اپنے اس نقصان پر انگریز سالار اسمتھ سیخ پا ہو گیا تھا دوسری جانب ارکاٹ کا شکست
خوردہ لشکر بھی اس کے ساتھ آن ملا تھا اور اس طرح انگریزوں کے لشکر کو خوب تقویت ملی تھی
اب انہوں نے انتقام لینے کے لیے اس سمت پیش قدمی کی جس طرف حیدر علی کا لشکر تھا اسمتھ
پر کامیاب شب خون مارنے کے بعد محمد علی اور غازی خان واپس حیدر علی کے پاس جا چکے
تھے۔

حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ مزید پیچھے ہٹ گیا انگریز لشکر بڑی ترتیب سے آگے بڑھ رہا
تھا۔ ایک حصہ خود اسمتھ کے پاس تھا دوسرا کالوٹ کے پاس تیسرا انجون کے پاس چوتھا تھامس
کی سرکردگی میں ایک کک کی سالاری میں تھا پشت کی جانب کا لشکر کوسکی کی کمانداری میں پیش
قدمی کر رہا تھا اور اس کے علاوہ ارکاٹ کا لشکر بھی انگریزوں کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

انگریزوں کے لشکر کی نقل و حرکت کی اطلاع حیدر علی تک پہنچ رہی تھی لہٰذا چنگامہ نام کے
گاؤں کے قریب ایک پہاڑی تھی اس کے قریب جا کے حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ رکا نظام
دکن کے لشکر کا ایک سالار نام جس کا رام چندر راؤ تھا اسے پانچ ہزار تین سو لشکریوں پر مشتمل
دستے دے کر حیدر علی نے کوہستانی سلسلے کے اوپر گھات میں بیٹھ جانے کا حکم دیا تھا۔

دراصل حیدر علی چاہتا تھا کہ چنگامہ کے آس پاس کے علاقوں ہی کو انگریزوں کے شکست

کی جگہ بنائی جائے اس لیے کہ جس کوہستانی سلسلے کے اوپر اس نے پانچ ہزار تین سولشکریوں کے ساتھ رام چندر راؤ کو گھات میں بٹھایا تھا وہ شاہراہ اسی پہاڑی کے پاس سے ہو کر گزرتی تھی جس پر انگریز اور ارکاٹ کے لشکری پیش قدمی کرتے چلے آ رہے تھے۔

انگریزوں کا لشکر جب اس پہاڑی کے قریب پہنچا تو سامنے کی طرف سے محمد علی اور غازی خان نے ان پر حملہ کیا اور ایک طرف سے حیدر علی اپنے حصے کے دوسرے لشکر کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑا تھا حیدر علی نے پہاڑی کے اوپر رام چندر راؤ کی سرکردگی میں جو پانچ ہزار تین سو لشکری متعین کیے تھے وہ سودمند ثابت نہ ہوئے اس لیے کہ انگریزوں کے لشکر کا ایک حصہ اس پہاڑی کے گرد چکر لگاتا ہوا اس پہاڑی کے اوپر چڑھنا شروع ہو گیا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رام چندر اپنے اس لشکر کو لے کر فوراً ہی نیچے اتر آیا تھا۔ اب پورے کا پورا لشکر انگریزوں کے لشکر کے سامنے جمنے لگا تھا۔

اس صورتحال کو بھانپتے ہوئے حیدر علی نے فوراً اپنے لشکر کو سمیٹا اور پیچھے ہٹنا شروع کر دیا دراصل حیدر علی انگریزوں کو چھاپہ مار جنگ کی مار مارنا چاہتا تھا اپنے لشکر کو لے کر فوراً وہ پیچھے ہٹا انگریزوں نے سمجھا کہ حیدر علی کو شکست ہوئی ہے وہ اس کے تعاقب میں لگ گئے۔

کہتے ہیں راستے میں ایک ندی پڑتی تھی جس میں اس وقت بہت کم پانی بہہ رہا تھا انگریزوں نے کوشش کی کہ اس ندی کے اندر ہی بھاگتے حیدر علی کے لشکریوں کو جا لیں لیکن جب انگریز ندی کے وسط میں پہنچے ایسا لگتا تھا حیدر علی جان بوجھ کر ندی کی طرف پسپا ہوتا آیا تھا ندی کے وسط میں آتے ہی حیدر علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ لو کی آغوش میں باد غبار، کالے بادلوں کے کھیل اور برق کے رقص کی طرح مڑا تھا مڑنے کے ساتھ ہی اس کا لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا سامنے حیدر علی خود رہا دائیں طرف سے محمد علی بائیں طرف غازی خان رہا تھا پھر سامنے کی طرف سے حملے کی ابتدا حیدر علی نے کی اور وہ خواب وارداتوں کی تلخی بھری تعبیروں جرائم کے خلاف سزا در سزا دائرے بنتے قضا کے آہنی پنجے کی طرح انگریزوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسی لمحہ حیدر علی دائیں جانب سے بدنوں کو زخموں سے چور چھلنی کرتے درد کے ہزاروں گھاؤ اور ضربوں کو خون کی مہمیز لگاتی المناک مشق کی طرح ٹوٹ پڑا تھا بائیں جانب سے غازی خان ہر جامہ تدبیر کو ادھیڑتے وحشتوں کے بے روک حساب اور زندگی کے ماہ و سال میں تیر کی طرح پیوست ہو جانے والے دست قضا کے قہر کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس سہ طرفہ حملے سے ندی کے اندر انگریزوں کو یوں لگا جیسے ان کے پاؤں تلے

زمین ادھڑنا شروع ہو گئی ہو اور ان کی تقدیر خاک کے خونی ذروں کے اندر اڑنا شروع ہو گئی ہوا ان تیز حملوں کے باعث انگریزوں کو ندی کے اندر یوں لگا جیسے وہ فطرت کے خواب نگر میں خون کی فصل کاٹنے لگے ہوں بڑی تیزی سے حیدر علی محمد علی اور غازی خان نے ان کی حالت جدائی کے راستوں پر سلگتی ریت کی حدت فرقت کے وقت روتے لمحوں اور دہکتی شام کی پر آشوب چیخوں سے بھی زیادہ ہولناک بنانا شروع کر دی تھی انگریزوں کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے تھے اور وہ اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ حیدر علی کے خلاف زوال کا معرکہ برپا کیے ہوئے ہیں اور فطرت نے ان کے خلاف مجبوریاں تراشنا شروع کر دی ہیں۔ دوسری جانب حیدر علی محمد علی اور غازی خان فرقت کے موسم میں بپھرے ساگر شور مبارزت آرائی اور پتھروں تک کو موم کر دینے والے کرب کے منظر دکھاتی درد کی آگ کی طرح ضربیں لگا رہے تھے۔

ندی کے اندر اپنے بے پناہ نقصان اٹھانے اور شکست قبول کرتے ہوئے انگریز اپنا بہت سا جنگی سامان چھوڑ کر واپس بھگے تھے جبکہ حیدر علی اس جنگی سامان کو سمیٹا ہوا لشکر کے ساتھ آگے بڑھا شائد اب وہ انگریزوں کے خلاف کوئی نیا اور ان دیکھا محاذ کھولنا چاہتا تھا۔

دوسری جانب انگریز بھی بار بار حیدر علی کی یلغار اور انہیں نقصان پہنچانے اور ان کے لشکر کی تعداد کم کرنے سے تنگ آ چکے تھے انگریزوں کے بڑے سالار اسمتھ نے فیصلہ کیا کہ ایک محاذ کے بجائے حیدر علی کے لیے کئی محاذ کھولنے چاہئیں اس طرح اس کی طاقت اور قوت بٹے گی اور اس میں کمزوری کے آثار پیدا ہوں گے اس طرح اس کے مقابلے میں انگریزوں کو فتح حاصل کرنے کی امید تھی۔

اس کام کے لیے لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا حصہ اس نے کلوٹ کی سرکردگی میں دیا تیسرا اپنے دوسرے سالاروں رابنسن اور ڈیوس کے حوالے کیا تھا۔

رابنسن اور ڈیوس نے ون باڈی کے شہر میں قیام کیا جبکہ کلوٹ نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ امبور میں قیام کیا تھا۔

انگریزوں کا لائحہ عمل یہ تھا کہ ون باڈی سے رابنسن اور ڈیوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلیں اور امبور سے کلوٹ نکلے دونوں حیدر علی پر ضرب لگائیں اور جنگ کو طول دینے کی کوشش کریں اس دوران اسمتھ اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ حیدر علی اور اس کے لشکر کی پشت کی طرف سے نمودار ہو گا اور شکست کو حیدر علی کا مقدر بنانے کی کوشش کریں گے۔

یہ ساری خبریں حیدر علی اور اس کے سالاروں کو بھی مل رہی تھیں لہٰذا اپنے سالاروں سے

مشورہ کرنے کے بعد حیدر علی بڑی تیزی کے ساتھ حرکت میں آیا اور اس نے ون باڑ
کیا وہ چاہتا تھا کہ کلوٹ کے پہنچنے سے پہلے ہی پہلے وہ رابنسن اور ڈیوس کے لشکر
نبٹ لے اور جب تک کلوٹ اور اسمتھ اس پر ضرب لگانے کے لیے آئیں اس وق
رابنسن اور ڈیوس دونوں کو اپنے سامنے زیر کر چکا ہوگا۔

اپنے اس منصوبے کے تحت حیدر علی بڑی تیزی سے ون باڈی کی طرف مڑا تھا۔

رابنسن اور ڈیوس دونوں انگریز سالاروں نے ون بارڈی شہر سے باہر اپنے لشکر
کیا انہیں خبر ہوگئی تھی کہ بڑی تیزی سے حیدر علی ان کا رخ کر رہا ہے وہ یہ بھی ا
ہوئے تھے کہ جونہی حیدر علی ان پر حملہ آور ہوگا ان کا دوسرا سالار کلوٹ ان سے آن
اتنی دیر تک اسمتھ اپنے دوسرے لشکر کے ساتھ حیدر علی کی پشت پر نمودار ہو کر فتح ک
عناصر کو اپنے ہاتھ میں کر لے گا۔

لیکن ان کی امیدوں کے کہیں خلاف حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ پہلے ہی ان
گیا اپنے لشکر کو اس نے ون بارڈی پہنچنے تک پہلے ہی تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ت
میں حیدر علی خود تھا دائیں جانب محمد علی بائیں جانب غازی خان تھا پھر انگریز لشکر
آتے ہی حیدر علی نے پہلے تکبیریں بلند کیں حملہ آور ہونے کی ابتدا بھی اس نے کی۔

انگریزوں کے لشکر پر وہ بے یقینی کے دشت میں بدگمانی کے کرب کے اندھیا
در و دیوار پر دستک دیتی بے انت کڑوی داستانوں اور بے کل اور خون کی گہرائیو
کے مساموں تک میں اتر جانے والے زہر کی طرح دھاوا بول گیا تھا۔

اتنی دیر تک بائیں جانب سے غازی خان اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا وہ بھی
ترستے صحرا میں خشک سالی کی ظریفیوں باطن کے نشیب و فراز تک کو کھنگال د
بھری تعبیروں اور تن کے کواڑوں پر دستک دیتے بدترین موسموں کی شدتوں اور آتشیں
چنگاریوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

جبکہ دائیں جانب سے محمد علی اس خونی جولان گاہوں والے طوفانوں کی طرح
جو اپنے پیچھے اجڑی بستیوں کے مناظر فنا کی گھاٹیوں انا کی دھجیوں کے نقوش شکس
کے خدو خال غلامی کی اداسی دکھوں کے نوحوں کی تشنگی اور غم اٹھائے زخموں کے
چھوڑتا۔

اس سہ طرفہ حملے سے انگریزوں کی حالت عجیب و غریب ہوگئی تھی رابنسن اور
حیدر علی محمد علی اور غازی خان کے حملوں کے زور کو روک نہ سکے اور بڑی تیزی

الات قہر و جفا کے سلسلوں میں ٹوٹے خوابوں کے رشتوں نشتر کاری سے دوچار ہوتے گناہگار
ہوں جلے ہوئے کاغذ کے حروف پندار کے قید خانے میں بند تھکے ماندے سے عناصر اور
زاں آثار لمحوں کے مسافروں سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو چکی تھی۔

کہتے ہیں حیدر علی نے رابنسن اور ڈیوس دونوں کے لشکریوں کو بدترین شکست دی ان کے
ر کا اکثر حصہ اس نے تہ تیغ کر دیا اور زندہ بچنے والے سب کو اس نے گرفتار کر لیا تھا۔

گرفتار ہونے والے انگریزوں سے حیدر علی نے گفتگو کی جو واپس اپنے لشکر میں جانا
تے تھے انہیں اسمتھ کی طرف جانے دیا جو شکست کھانے کے بعد اپنے لشکر میں جا کر
نی زندگی بسر نہ کرنا چاہتے تھے اور حیدر علی کے پاس رہنا چاہتے تھے ان انگریزوں کو
ر علی نے اس نیت کے تحت اپنے مرکزی شہر سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا کہ وہاں رہتے
ے وہ حیدر علی کے نئے بھرتی ہونے والے لشکریوں کی تربیت کا کام سرانجام دے سکیں۔

گرفتار ہونے والے ان قیدیوں میں انگریز عورتیں اور کافی لڑکیاں بھی تھیں انہیں بھی
نگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔

بہت سے انگریزوں کو گرفتار کرنے اور انگریز لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے بعد
ر علی اپنے لشکر کے ساتھ کاویری پٹن میں جا کے خیمہ زن ہوگیا تھا۔

انگریزوں کے بڑے سالاروں اسمتھ اور وڈ کو جب خبر ہوئی کہ حیدر علی نے ان کے کچھ
روں کو بدترین شکست دی اور ان کے بہت سے افراد گرفتار کر لئے ہیں تب حالات کا جائزہ
ینے کے لیے اسمتھ اور وڈ نے حیدر علی سے ذرا فاصلے پر اپنے لشکر کو روک دیا تھا تاکہ جائزہ
ں کہ حیدر علی کے اردگرد کا جو محل وقوع ہے وہ کیسا ہے اور اس کے ساتھ جنگ کی صورت میں
کیا کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا پڑیں گی۔

اس موقع پر اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد حیدر علی نے ایک عجیب و
ریب طریقہ کار اختیار کرنے کا فیصلہ کیا عموماً ایک لشکر دوسرے لشکر پر شب خون مارتا ہے۔
ر نقصان پہنچاتا ہے لیکن حیدر علی نے دشمن پر دن کا خون مارنے کا تہیہ کر لیا تھا جو ایک
ہایت خطرناک اور نیا اور انوکھا عمل تھا بہر حال حیدر علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ سانسوں
کے تسلسل اور رگ رگ کے خمار میں قہر مانیت کی اڑتی دھوپ بھر دینے والے دشت کے لو
بھرے بگولوں کی طرح حرکت میں آیا تھا جس وقت انگریز پڑاؤ کر رہے تھے حیدر علی زخمی
کہانیاں رقم کرتے کھولتے بپھرے ساگر کی طرح ان پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

کہتے ہیں حیدر علی ایک سرے پر حملہ آور ہوا اور انگریزوں کے لشکر کے بیچوں بیچ گزرتا چلا

گیا تھا اس کا یہ گزرنا بھی کمال کا تھا انگریز دنگ رہ گئے تھے کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے حیدر علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ انہیں کاٹتا مار دھاڑ کرتا ہوا وقت کے نادیدہ قافلوں فضاؤں کے ماورائی لمحوں کی طرح ان کے اندر گھسا تھا کرامات کی ان ساعتوں کی طرح چلا گیا تھا جو جسموں کی نیلی تہوں تک بھی اتر جاتی ہیں اس کے حملہ آور ہونے میں سرفراز کے افشاں عزائم اور نہ ختم ہونے والی جرات مندی کا ایک انوکھا سلسلہ تھا انگریزوں کے لشکر کے ایک طرف سے داخل ہو کر وہ اپنے لشکر کو بالکل بچا کر دوسری سمت سے نکل گیا اور اپنے پیچھے لاشوں کے انبار لگاتا چلا گیا تھا۔

انگریز حیدر علی کی اس جرات اس کی اس جسارت پر دنگ رہ گئے تھے انگریزوں نے اس پیچھا نہیں کیا ان کی حالت سے ایسا لگتا تھا جیسے اس طرح حملہ کر کے حیدر علی نے ان خیالات کی گردش کو منجمد کر دیا ہو یا اپنے پیچھے ستاروں تک کو نگل جانے والی خونی دلدلیں کھڑی کر دی ہوں۔ جو حوصلوں کے بھنور تک کو بھی اپنے اندر ڈبو سمو لیں۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حیدر علی کا یہ حملہ چھبیس ستمبر کو ہوا تھا اور وہ ہاتھ میں تلوار لیے اتنی تیز سے انگریزوں کے خیموں اور پڑاؤ کے حصے سے گزرا کہ انگریز اس کی گرد تک کو نہ پا سکے ا طرح حیدر علی دشمن پر کاری ضرب لگاتے ہوئے آگے نکل گیا تھا۔

اب انگریز حیدر علی کے ہاتھوں بار بار ہزیمت اٹھاتے اور بے پناہ نقصان برداشت کر کرتے تنگ آ چکے تھے حیدر علی کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لیے انہوں نے دو سازشیں کیں۔

پہلی یہ کہ انہوں نے اپنی حکومت کو لکھا کہ حیدر علی اس وقت اپنے علاقوں کی شم سرحدوں پر انگریزوں کے ساتھ برسرپیکار ہے لہٰذا انگریز ایسا کریں کہ کچھ لشکر حیدر علی مغربی ساحل کی طرح روانہ کریں اور وہ اس کی بندرگاہ منگلور پر قبضہ کر لے اس طرح حیدر کی توجہ دو حصوں میں بٹ جائے گی ایک اپنی مغربی سرحدوں کی طرف اور دوسری شم سرحدوں کی طرف جہاں اس وقت انگریز اس کے ساتھ برسرپیکار تھے۔

دوسری سازش جو انہوں نے تیار کی وہ یہ کہ انہوں نے نظام حیدر آباد کو حیدر علی سے علیٰ کرنے کے لئے کوشش شروع کر دی تھی اس کو لالچ دیا رقم کی پیش کش کی اور اپنے قاصد در پے اس کی طرف روانہ کرنے شروع کر دیئے تھے۔

انگریزوں نے نظام حیدر آباد سے قاصدوں کا سلسلہ شروع کیا تو نظام کے رویے تھا جیسے وہ انگریزوں کے معاملے میں کسی قدر ڈھیلا دکھائی دے رہا ہو بظاہر ایسا لگتا تھا؟

نظام انگریزوں کے ساتھ خود ہی صلح کی کوشش کرنے کے لیے بے چین تھا لیکن اس نے وہ طریقے اختیار کیے جن سے یہ ظاہر ہو کہ انگریز صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور اس کی طرف سے کوئی پہل نہیں کی جا رہی۔

مختلف قاصد بھیجنے کے بعد نظام کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے کے لیے مدراس کی انگریز حکومت نے نظام حیدر آباد سے یہ مطالبہ کیا کہ یا تو وہ حیدر علی کو چھوڑ دے یا اپنے سارے لشکر کو لے کر کرنل اسمتھ کے ساتھ آن ملے یا فوراً حیدر علی کو چھوڑ کر اپنا لشکر لے کر حیدر آباد چلا جائے۔

جس وقت نظام حیدر آباد کے ساتھ انگریز اس قسم کی گفتگو کر رہے تھے اس وقت انگریزوں کا لشکر کاویری پٹن سے ذرا فاصلے پر تھا حیدر علی کے مخبروں نے بھی اسے اطلاع کر دی تھی کہ انگریز نظام حیدر آباد کو اس سے علیحدہ کرنے کے لیے سازشیں کر رہے ہیں چنانچہ حیدر علی نے بھی اپنی طرف سے نظام کو بہلایا اسے لالچ دیا اچھے اچھے وعدے اس سے کیے اور جب بات آگے نہ بڑھی تو مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ آخر میں حیدر علی نے نظام کو برے نتیجے کی دھمکیاں بھی دیں۔

آخر انگریز اپنی سازش پر عمل کرنے میں کامیاب رہے نظام حیدر آباد اپنے پورے لشکر کو لے کر حیدر علی سے علیحدہ ہو کر حیدر آباد چلا گیا تھا۔

دوسری جانب انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر دو سالاروں والسن اور گیون کی سرکردگی میں حیدر علی کی مملکت کے مغربی ساحل کی طرف بڑھا اور انہوں نے حیدر علی کی بندرگاہ منگلور پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں جو کشتیاں اور جہاز کھڑے ہوئے تھے انہیں بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔

یہ صورتحال حیدر علی کے لیے بڑی گھمبیر تھی اسے پہلا صدمہ یہ پہنچا کہ نظام حیدر آباد بے وفائی کا مظاہرہ کرتے غداری کا ثبوت دیتے ہوئے انگریزوں کے کہنے میں آ کر اس سے علیحدہ ہوا اور حیدر آباد چلا گیا اور دوسری ضرب جو حیدر علی کو پہنچی وہ یہ کہ انگریزوں نے اس کے مغربی ساحل کی بندرگاہ منگلور پر قبضہ کر لیا تھا ان حالات میں کاویری پٹن کے مقام پر حیدر علی نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب اس کے بلاوے پر سارے سالار اس کے سامنے جمع ہوئے تو حیدر علی کچھ دیر افسردہ سے انداز میں سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے دیرینہ ہمدمو! حالات نے جو اچانک پلٹا کھایا ہے ان سے میں بھی باخبر ہوں تم لوگ بھی آگاہ ہو انگریز چاہتے ہیں کہ دو طرفہ ضربیں ہم پر لگا کر ہمیں اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر

مجبور کر دیں لیکن خداوند نے چاہا تو ہم ایسی نوبت نہیں آنے دیں گے اس میں کوئی شک نہیں ہماری مغربی بندرگاہ منگلور پر انگریز قابض ہو چکے ہیں اور وہاں اس وقت انہوں نے اچھی خاصی اپنی لشکری قوت کو جمع کر لیا ہے۔ دوسری جانب مشرقی محاذ پر انگریزوں نے اپنے سارے سالاروں اور لشکروں کو یکجا کر دیا ہے ارکاٹ کا نواب محمد علی بھی پہلے سے بڑھ کر ان کے ساتھ تعاون کر رہا ہے اس کا وہ لشکر جو پہلے سے انگریزوں کے ساتھ تھا اس میں اس نے مزید اضافہ کر دیا ہے۔

اس وقت انگریزوں کا لائحہ عمل یہ ہے کہ جو لشکر اس وقت ان کا مشرقی محاذوں پر ہے وہ جنوب سے یلغار کرتا ہوا میسور کے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اور انگریزوں کے جس لشکر نے اچانک حملہ آور ہو کر ہماری بندرگاہ منگلور پر قبضہ کر لیا ہے وہ مغرب کی طرف پیش قدمی کرے گا اور بنگلور کا رخ کرے گا دوسری جانب انگریزوں کے مشرقی سپہ سالار اعلیٰ اسمتھ کا یہ بھی منصوبہ ہے کہ جنوب سے ہوتا ہوا ہمارے علاقوں میں داخل ہو گا اور پھر وہ بھی بنگلور کا رخ کرے گا اور اس طرح بنگلور میں انگریزوں کے مشرقی اور مغربی دونوں لشکر آپس میں ملنے کے بعد ہمارے خلاف متحد ہو کر اپنی کارروائی کی تکمیل کریں گے لیکن خدا نے چاہا ہم انہیں ان کے ان ناپاک منصوبوں میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔

میرے عزیز! تم سب لوگوں کی آمد سے پہلے میں محمد علی غازی خان اور اپنے بیٹے سے صلاح و مشورہ کر چکا ہوں لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ بڑا حصہ میرے پاس ہو میرے ساتھ میرے بیٹے کے علاوہ مہامرزا خان ابو مروہ خان ہیبت جنگ اور کچھ دوسرے سالار ہوں گے میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ منگلور کا رخ کروں گا اور میں کوشش کروں کہ کم از کم وقت صرف کرتے ہوئے انگریزوں سے ٹکراتے ہوئے انہیں بدترین شکست دوں اور انہیں مجبور کر دوں کہ وہ منگلور خالی کرتے ہوئے جدھر سے آئے ہیں ادھر بھاگنے پر مجبور جائیں ایسا کرنے کے بعد میں پلٹوں گا اس کے بعد میرا اگلا لائحہ عمل کیا ہو گا۔ یہ حالات دیکھتے ہوئے میں فیصلہ کروں گا۔

جہاں تک لشکر کے دوسرے حصے کا تعلق ہے اس میں محمد علی غازی خان بدر الزماں اور نظام علی وغیرہ رہیں گے عددی لحاظ سے یہ لشکر قدرے چھوٹا ہو گا۔

محمد علی اور غازی خان کو میں نے بتا دیا ہے کہ یہ اپنی جنوبی اور مشرقی سرحدوں پر نگاہ رکھیں گے انگریز جب مشرقی یا جنوبی جانب سے حملہ آور ہوں تو یہ ان کے خلاف جارحیت نہیں کریں گے اور جارحیت کرنی بھی نہیں چاہئے اس لیے کہ پہلے پورا لشکر انگریزوں کے ساتھ ٹکراتا رہا

بڑی مشکل سے ہم انہیں روکتے رہے ہیں اور انہیں شکستیں دیتے رہے ہیں اور اب آدھے سے بھی کم لشکر کے ساتھ میں نہیں چاہتا محمد علی اور غازی خان اپنے آپ کو خطرات میں ڈالیں۔ محمد علی اور غازی خان پر میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اگر مشرق سے یا جنوب سے انگریزوں کا سالار اعلیٰ اسمتھ کسی بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو تو یہ کھلے میدانوں میں اس کی راہ روک کر اس کے ساتھ جنگ کی طرح ہرگز نہ ڈالیں بلکہ اس کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کریں اور اس کے آگے بڑھنے کی رفتار کو اس قدر سست کر دیں کہ اتنی دیر تک میں بھی منگلور کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد ان سے آن ملوں جب ایسا ہو جائے گا تو پھر میرے خیال میں ہم انگریزوں پر ایسی ضربیں لگائیں گے کہ یہ ان کی آنے والی نسلوں کے لیے بھی باعث تازیانہ اور عبرت خیزی کا سامان ہوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد حیدر علی رکا کچھ سوچا اور اس کے بعد دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"جو منصوبہ میں نے تمہارے سامنے پیش کیا ہے اس سے محمد علی غازی خان اور میرا بیٹا پہلے ہی اتفاق کر چکے ہیں تم سارے سالار بھی باہم مشورہ کر لو اس کے بعد جس بات پر تم متفق ہو اسی پر عمل کیا جائے گا۔

کچھ دیر سارے سالار آپس میں سرگوشیوں کے انداز میں گفتگو کرتے رہے پھر محمد علی ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے حیدر علی کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! جو منصوبہ آپ نے پیش کیا ہے اس پر سالاروں میں سے کسی کو کوئی اعتراض اور شک و شبہ نہیں میرے خیال میں ہمیں اسے آخری شکل دینی چاہئے تاکہ وقت ضائع کیے بغیر انگریزوں کے منصوبے کو ناکام بنانے کی ابتدا کر دیں۔"

محمد علی کے ان الفاظ پر حیدر علی خوش ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر اٹھو لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دیں۔ اس کے بعد لشکر کے دونوں حصے اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کر جائیں گے۔"

حیدر علی اٹھ گیا سارے سالار بھی کھڑے ہو گئے لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دی گئی پھر حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں باپ بیٹا اپنے دوسرے سالاروں کو لے کر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ منگلور کا رخ کر گئے تھے جبکہ محمد علی اور غازی خان دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر جنوب کی سمت چلے گئے تھے جہاں انگریزوں اور ارکاٹ کے نواب محمد علی کے لشکروں کا اجتماع ہو رہا تھا۔

ایک روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے گرونتی حویلی میں داخل ہوئی وہ
الجھی الجھی اور حواس باختہ تھی سیدھی اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں دیول د
سبورن دونوں میاں بیوی بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔

گرونتی کی حالت دیکھتے ہوئے دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ اپنی جگہوں پر اٹھ
ہوئے گرونتی آگے بڑھ کر سبورن کے پہلو میں بیٹھی کچھ دیر خاموش رہی پھر دیول دا
شفقت بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

''گرونتی میری بیٹی تیری اس حالت نے ہم دونوں میاں بیوی کو پریشان کر دیا۔
الجھی الجھی اور فکر مند ہے خیریت تو ہے اور پھر ہم دونوں کے لیے پریشانی کی دوسری
ہے کہ تم ابھی تھوڑی دیر ہوئی غازی خان کی حویلی میں گئی تھی اور تم تو رات گئے تک
خان کی ماں زباب کے پاس بیٹھنے کی عادی ہو ابھی گئی ہو اور ابھی لوٹ آئی ہو کیا بات
زباب کے ساتھ تمہاری کوئی تلخ کلامی ہو گئی یا حویلی میں غازی خان لوٹ آیا ہے اور ا
تمہارا جھگڑا ہو گیا ہے۔''

جواب میں گرونتی نے ایک لمبا سانس لیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''بابا ایسی کوئی بات نہیں آپ جانتے ہیں زباب ایک ماں کی طرح چاہتی ہے جہ
غازی خان کا تعلق ہے تو وہ یہاں ہے ہی نہیں اگر ہوتا بھی تو بابا تم جانتے ہو وہ عورتو
ساتھ جھگڑا کرنے کا عادی نہیں ہے گو میں نے اس کی بڑی اہانت کی تھی اس کی بے
تھی پھر بھی کبھی اس نے مجھ سے سختی کے ساتھ یہ نہیں کہا کہ میں ان کی حویلی میں ن
کروں معاملہ کچھ چوپٹ ہوتا جا رہا ہے۔''

دیول داس اور زیادہ پریشان ہو گیا سبورن بھی فکر مند ہو گئی تھی اس بار سبورن نے پ
''بیٹا تم کیا پہیلیوں میں گفتگو کر رہی ہو کون سا معاملہ چوپٹ اور خراب ہوتا جا رہا
اس پر آہ بھرنے کے انداز میں گرونتی پھر کہنے لگی۔

''اماں غازی خان کی حویلی کے اس طرف تو ہم ہیں دوسری طرف کی جو حویلی ہے

اس کی بات کاٹتے ہوئے دیول داس بول پڑا۔

''دوسری طرف کی حویلی میں ان انگریز عورتوں اور مردوں میں سے کچھ آ گئے ہیں جنہیں حیدر علی نے جنگی قیدی بنا لیا تھا اور جنہوں نے واپس انگریز لشکر میں جانے کے بجائے یہاں رہنے کو فوقیت دی وہ تو کئی دنوں سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور ان میں سے کچھ لڑکیوں کا زباب کے پاس آنا جانا بھی ہو رہا ہے چند دن پہلے میں جب زباب کے ہاں گئی تو دو لڑکیاں جن کے نام سوسا اور شولیر ہیں وہ زباب کے گھر کے سارے کام کرنے میں مصروف تھیں میں انہیں ایسا کرتے دیکھ کر بے حد خوش ہوئی وہ دونوں بچیاں تم نے دیکھا ہو گا انتہا درجہ کی خوبصورت ہیں نوعمر ہیں اور جب وہ زباب کو مخاطب کرتی ہیں تو ماں کہہ کر پکارتی ہیں انہیں یہاں آئے ہوئے چند ہی دن ہوئے ہیں لیکن زباب نے مجھ پر ایک ناقابل اعتبار انکشاف کیا تھا اس کا کہنا تھا کہ وہ دونوں لڑکیاں اسلام قبول کر چکی ہیں۔''

دیول داس خاموش ہوا تو رو دینے والے انداز میں گرونتی کہنے لگی۔

''یہی تو دکھ کی بات ہے کہ ان دونوں لڑکیوں کا اماں زباب کے ہاں بہت زیادہ آنا جانا ہو گیا ہے اور وہ اس کا سارا کام کرنے لگ گئی ہیں دوسری تشویش کی بات یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہیں اس ناطے سے میری نسبت وہ اماں سے زیادہ قریب ہو جائیں گی اور میرے لیے تیسری اور سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ ان لڑکیوں کے وہاں آنے جانے کی وجہ سے مجھے خدشہ ہے کہ کہیں غازی خان ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف یا دونوں کی طرف مائل نہ ہو جائے اس طرح وہ میری طرف رغبت تو نہیں کرے گا مجھ سے اپنے رویے کی معافی نہیں مانگے گا مجھ سے معذرت نہیں کرے گا اس طرح جو میں نے غازی خان سے متعلق اپنے من میں ٹھان رکھا ہے کہ میں اسے اپنے سامنے زیر کروں گی نیچا دکھاؤں گی تو اس میں تو کامیابی نہیں ہو گی۔''

دیول داس کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ہاں بیٹا یہ ہے تو فکرمندی کی بات چند دن پہلے جب میں اور سبورن وہاں گئے تو وہ دونوں لڑکیاں وہاں تھیں کام کاج کر رہی تھیں ان سے متعلق جب ہم نے دریافت کیا تو زباب کہنے لگی کہ جس وقت انہیں جنگ کے دوران گرفتار کیا گیا۔ غازی خان کے ہاتھوں گرفتار ہوئیں تھیں ان کے ساتھ کچھ اور دیگر انگریز افراد بھی تھے جنہیں غازی خان نے گرفتار کر لیا تھا اور غازی خان نے ان کے ساتھ بڑا اچھا اور عمدہ سلوک کیا تھا اسی سلوک سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے واپس جانے کی بجائے سرنگاپٹم آنا پسند کیا اور غازی خان کے اسی سلوک سے متاثر

ہو کر اب یہ دونوں لڑکیاں زباب کی خدمت کرنا چاہتی ہیں۔ بیٹا اس میں تو کوئی شک نہ
دونوں انتہا درجہ کی خوبصورت ہیں ایک دوسری سے بڑھ کر پری جمال ہیں اور پھر یہ کہ
تیزی سے زباب کے گھر پر چھاتی جارہی ہیں اور اس کے دل میں بھی جگہ پاتی جارہی ہیں
اگر تم برا نہ مانو تو اس موقع پر میں ایک بات کہوں۔ میں سمجھتا ہوں یہ تم نے جو غازی خا
اپنے سامنے نیچا دکھانے اور زیر کرنے کی ٹھان رکھی ہے اس کو ترک کر دو غازی خان برا
نہیں ہے اگر شروع میں اس نے تمہارے خیالات کی تردید کی تھی یا تمہاری خواہشو
خلاف بات کی تھی تو بیٹے ہر ایک کو اپنے اپنے اندازے اپنی اپنی عقل کے مطابق گفتگو کر
حق حاصل ہے۔ کسی کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر اس نے تمہارے نقاب پر اعتراض کیا
تو پھر بیٹی تم بھی ایک غلطی کر چکی ہو تم نے عہد کیا تھا کہ تم کسی مرد کے سامنے چہرے سے نقا
نہیں ہٹاؤ گی صرف اس مرد کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کرو گی جسے تم اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چا
گی اور تم جانتی ہو تم نے سب سے پہلے غازی خان کے سامنے ہی اپنے چہرے سے نقا
ہٹایا اپنا چہرہ ننگا کیا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا
''اب سب سے زیادہ دکھ اور پریشانی کی بات یہ ہے کہ میری بیٹی کہ جس نوجوان
سامنے پہلی بار تو نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا اب اسے ہی تو اپنی زندگی کا سب سے
بلکہ بدترین دشمن خیال کر رہی ہے اور اسی کو تو نے اپنے سامنے ذلیل کرنے اسے ہی تو ا
سامنے پست و زیر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔''

گرونتی کچھ پریشان سی ہو گئی تھی کہنے لگی۔

''کچھ سمجھ نہیں آتا کیا کروں لیکن میں غازی خان کو ایسے چھوڑوں گی نہیں اب بھی
دل کہتا ہے کہ ان لڑکیوں کی موجودگی کے باوجود چونکہ اس کے دل میں میری محبت سرایت
چکی ہے لہٰذا وہ مجھ سے اپنے رویے اپنے سلوک کی معافی ضرور مانگے گا ضرور میرے سا
جھکے گا ضرور معذرت کرے گا۔''

اس بار سبورن نے بڑے غور سے گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بیٹی اگر اس نے ایسا نہ کیا تو۔''

''وہ ایسا ضرور کرے گا۔'' گرونتی نے اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا تھا۔

''بیٹی فرض کرو وہ ایسا نہیں کرتا تب تم کیا کرو گی۔'' سبورن نے بھی اسی کے سے ل
میں کہہ دیا تھا اس پر لمحہ بھر کے لیے گرونتی کی گردن جھک گئی تھی پھر کہنے لگی۔

''پھر میں سوچوں گی کہ مجھے اگلا قدم کون سا اٹھانا چاہئے۔ مجھے ان دو لڑکیوں سوسا ا

ویلر کی طرف سے بڑی فکر مندی ہے کہ یہ اماں زباب کی حویلی پر امنڈ کر آنے والے بادلوں
کی طرح چھاتی چلی جارہی ہیں اور یہ میرے لیے ناپسندیدہ فعل ہے۔''

گرونتی کو پریشان بکھرا بکھرا دیکھ کر سبورن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اسے گلے لگا لیا پھر
کہنے لگی۔

''گرونتی میری بیٹی زیادہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے سوسا اور شولیر اگر
کی حویلی میں آتی ہیں تو اس سے تمہاری ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا اٹھو میں تم دیول داس
وں غازی خان کی حویلی میں چلتے ہیں اور زباب کے پاس جا کے بیٹھتے ہیں دیکھو ان دو
یوں سوسا اور شولیر کے ساتھ کسی قسم کی سخت کلامی مت کرنا ابھی حالات کا جائزہ لیتے ہیں
ن کے ساتھ اچھا رویہ رکھو ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو ان کے ساتھ بہترین سلوک کا مظاہرہ
رو پھر دیکھتے ہیں کہ کیا بنتا ہے۔''

سبورن کے ان الفاظ سے گرونتی کو کسی قدر حوصلہ ہوا پھر تینوں اٹھے اور غازی خان کی
یلی کا رخ کر رہے تھے۔

✲......✲

حیدر علی کی بندرگاہ منگلور پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں کے سالار واٹسن اور گیون
نوں اپنے لشکریوں کے ساتھ صدیوں کی تاریخ میں بگل مارے بیٹھی خاموشیوں جیسے مطمئن
وفانوں کی زنجیروں کے سلسلے میں خوابوں کے بے خطر سفر سے آسودہ چنگ و بربط کی صوتی
لچل اور شنگرفی رنگوں کے میلے جیسے مطمئن تھے اس لیے کہ ان کے راستے میں کوئی سد راہ نہ ہوا
ا کوئی ان پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے حملہ آور نہ ہوا تھا جو انہیں نقصان پہنچاتا بغیر کسی
زاحمت بغیر کسی دقت و دشواری کے انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ منگلور پر دو طرفہ حملہ کر کے
ں پر قبضہ کر لیا تھا اور اب وہ مدراس کی حکومت کے اگلے احکامات کی تکمیل کرنے کے لیے
نگلور کا رخ کرنے والے تھے۔

لیکن انہیں ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ حیدر علی اپنے بیٹے اور دوسرے سالاروں کے ساتھ کچھ
ں انداز میں ان کی طرف بڑھ رہا ہے جیسے خاموشی کی شبنم میں آوازوں کے شعلے سرابوں کے
فر میں شوق کے کارواں ٹوٹے خوابوں کی بکھری تعبیروں میں دلکشا اور پرکشش حقیقت اور
قت کی غلامی اور بے رحم زر اندوزی میں کم نگاہی کے شر خیز کرب حرکت میں آتے ہیں۔

واٹسن اور گیون کو اس وقت حیدر علی کی اطلاع ہوئی جب وہ منگلور سے چند میل ہی فاصلے
پر تھا لہٰذا منگلور سے باہر نکل کر انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔

منگلور کے نزدیک آتے ہی حیدر علی نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک اپنے پاس رکھا دوسرا حصہ ہیبت جنگ کی سرکردگی میں دیا اس لیے کہ حیدر علی کے مخبرا دے چکے تھے کہ انگریزوں کے سالار واٹسن اور گیون دونوں شہر سے باہر نکل کر مقابلہ ک کے لیے مستعد ہیں لہٰذا حیدر علی کا یہ لائحہ عمل تھا کہ ان پر ایک طرف سے وہ خود حملہ آو دوسری طرف سے ہیبت جنگ ضرب لگائے گا۔

پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا دائیں جانب سے انگریزوں پر حیدر علی پیار کے موسموں ک رستے زخم بھر دینے والے ان گنت راہوں کی شدت روحوں کے دریچوں میں نفس نفس م خوشبو کے اندر اذیت کی گرد اڑاتی بیکراں امنگوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جبکہ بائیں جانب سے ہیبت جنگ نے اپنی کارروائی کی ابتدا کی اور وہ انگریزوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے زیست کے امید بھرے راستوں پر بھوک سے تڑپتی خواہش پریشانیاں وارد ہوتی ہیں جیسے کیف و مستی کے جاوداں وفور میں سنگین خونی ساعتیں نفوذ ک جیسے زیست کی نغمہ ساز تمناؤں میں نفرت کے طوفان اور عذابوں کے مدوجزر کے رقص ا دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔

انگریزوں کے سالار واٹسن اور گیون دونوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ک شہر سے باہر حیدر علی کے حملے کو روکتے ہوئے اسے پسپا کرنے کی کوشش کریں لیکن ح ایک طرف سے اور دوسری جانب سے ہیبت جنگ نے کچھ اس انداز میں انگریزوں پر تھا کہ بڑی تیزی سے انہیں کاٹتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔

اس صورتحال نے واٹسن اور گیون دونوں کو بوکھلا کے رکھ دیا تھا وہ جان گئے تھے کہ ا طرح جنگ جاری رہی تو حیدر علی اور ہیبت جنگ اس دوطرفہ حملے میں ان کے پورے کاٹ کر رکھ دیں گے لہٰذا وہ فکرمند ہو گئے تھے وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ان کے لشکر کی بڑی تیزی سے پیاس کے صحرا میں کھوئی کھوئی متلاشی آنکھوں مرگ کی سیڑھیوں سے گا زرد موسموں کے خشک پتوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی لہٰذا دونوں نے آپ صلاح مشورہ کیا اور شکست اٹھا کر اس طرح بھاگے جیسے کوئی صید ہوس کوئی اسیر قفس زن لذتوں سے لبریز خواہشوں کی تکمیل کے لیے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

دوسری جانب مشرقی اور جنوبی محاذ پر اسمتھ اور جنرل وڈ نے اپنے سارے د سالاروں کے ساتھ اپنی مہم کو جاری رکھا یہاں انہوں نے کچھ کامیابیاں بھی حاصل کیں کے مقابلے میں محمد علی اور غازی خان نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ اپنے آپ کو

ل محدود رکھا کبھی کبھی گھات سے نکل کر وہ ان پر حملہ آور ہوتے اور ان کی رفتار کو سست کر تے کئی مقامات پر انہیں رک کر پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کر دیتے اس طرح وہ انگریزوں کے لشکر ا رفتار سست کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے اتنی دیر تک منگلور کے نواح میں واٹسن اور یون کو بدترین شکست دینے کے بعد وہاں چند روز رک کر حیدر علی نے منگلور کے دفاع کو مستحکم کیا پھر وہ بنگلور پہنچا یہاں اسے جنوبی اور مشرقی محاذ کی پوری صورتحال سے آگاہ کر ید ا تھا۔

حیدر علی نے بنگلور میں زیادہ قیام نہیں کیا اس نے اپنے مخبروں سے کام کی خبریں حاصل یں پھر بڑی تیزی سے وہ حرکت میں آیا اور اس سمت بڑھا جہاں محمد علی اور غازی خان ون انگریزوں کی راہ روکے ہوئے تھے۔

راستے میں ایک دم حیدر علی نے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی راہ بدلی اس نے محمد علی اور زی خان کا رخ نہیں کیا لگتا تھا یہ معاملہ اس نے پہلے سے سوچ رکھا تھا لہٰذا اس نے مل اگل نام کے قلعے کا رخ کیا جس پر انگریز قابض ہو چکے تھے اس قلعے پر حیدر علی نے اس بناک انداز میں ضرب لگائی کہ قلعے کو اس نے فتح کر لیا۔

اس قلعے کے فتح کی خبر سن کر انگریزوں کے سالار اسمتھ اور وڈ کے پاؤں تلے سے زمین ل گئی تھی وہ تو یہی سوچ رہے تھے کہ حیدر علی اپنے چند سالاروں کے ساتھ ابھی تک مغربی اذ پر ان کے سالار واٹسن اور گیون سے الجھا ہوا ہوگا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس قدر یزی کے ساتھ اس مہم سے نبٹنے کے بعد حیدر علی مشرق میں پہنچ جائے گا اور پھر اس کے ساتھ ا انہیں یہ بھی خبر مل گئی تھی کہ حیدر علی نے منگلور کے باہر واٹسن اور گیون کے لشکر کو بدترین کست دی ہے لشکر کے اکثر حصے کو اس نے کاٹ دیا ہے اور انگریزوں کے دونوں سالار واٹسن ر گیون چند بچے کھچے لشکریوں کو لے کر مدراس کی طرف بھاگ گئے ہیں۔

ل بھاگل کے قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد حیدر علی نے اپنی اگلی کارروائی کی ابتدا کی اب قلعے سے نکلا بڑی برق رفتاری سے محمد علی اور غازی خان کی طرف گیا ان کے پاس بھی یادہ دیر قیام نہیں کیا ان کے ساتھ صلاح مشورہ کیا انگریزوں کے سالار اسمتھ اور وڈ اس قدر یدر علی کے خلاف غضبناک اور غصے کی حالت میں تھے کہ دونوں نے حیدر علی کا تعاقب کرنا روع کیا۔

محمد علی اور غازی خان کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ ل شاہراہ کی طرف گیا جو وہاں سے سرنگا پٹم کی طرف جاتی تھی۔

اسمتھ اور وڈ یہ سمجھے کہ شاید حیدر علی کو خبر ہو گئی ہے کہ انگریزوں کا پورا لشکر ل[...] انتقام لینے کے لیے اس کے درپے ہے لہٰذا وہ اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگا ہے۔

انگریزوں کی حماقت کہ وہ آنکھیں بند کیے اس شاہراہ پر ہو لیے جس پر حیدر علی نے تیزی سے سرنگا پٹم کا رخ کیا تھا لیکن حیدر علی نے کمال تیزی کمال سرعت کا مظاہرہ کیا کہ[...] جا کر وہ جنگلوں کے اندر روپوش ہو گیا کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ حیدر علی کدھر گیا ہے۔

پھر انگریزوں کی بدبختی کہ جب وہ اس جنگل کے قریب گئے تو ان کے لیے ان[...] مجبوریاں اور دشواریاں اٹھ کھڑی ہوئیں اس لیے کہ محمد علی اور غازی خان ان کے تعاقب لگے ہوئے تھے جنگل کے قریب ہی اچانک ایک طرف محمد علی اپنے حصے کے لشکر کے دھرتی سے آکاش کی طرف پرواز کرتی آوارہ فطرت روحوں اور رگ رگ ریشے ریشے میں جانے والی خوفناک یورش کی لہروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اور دوسری جانب سے سینہ تک میں پیوست ہو جانے والی درخشاں آتشی شعاعوں زخموں کی تمناؤں درد کی خواہش اپنے دامن میں سمیٹے دہکتے صحرا سے اٹھتے بگولوں کی طرح غازی خان نے انگریزوں پر کر دی تھی۔

اس دوطرفہ حملے نے انگریزوں کے سالار اسمتھ اور وڈ کو بوکھلا کے رکھ دیا تھا اور پھر اور غازی خان نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک دم انگریزوں پر حملہ آور ہوتے اور پھر اچانک ہٹ جاتے۔

انگریزوں پر ضرب لگانے اور پھر اپنی جان بچا کر بھاگ جانے کا یہی عمل محمد علی اور[...] خان نے انگریزوں کے ساتھ کئی دن تک جاری رکھا۔

ان کے ان حملوں کی وجہ سے انگریز سراسیمہ اور حیران رہ گئے تھے انہوں نے دیکھ[...] علی اور غازی خان دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چمکتے ابر نیساں کی طرح ہوتے تھے اور جس وقت انگریزوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے وہ ایک دم [...] طبل تمنا کی گونجوں اور شعبدہ باز روشنیوں کی طرح نظروں سے اوجھل ہو کر اپنا آپ اور لشکریوں کو بچا کر نکل جاتے تھے یہ خطرناک کھیل محمد علی اور غازی خان نے کئی روز انگر[...] کے ساتھ جاری رکھا اور انہیں نہ صرف یہ کہ بوکھلا کر رکھ دیا بلکہ ان کے لشکر کو کافی[...] نقصان بھی پہنچایا۔

لگتا تھا محمد علی اور غازی خان یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی تدبیر اور پہلے سے طے شدہ عمل کے تحت ہی کر رہے تھے پھر اچانک انگریز سالاروں کو یہ خبر ملی کہ حیدر خان ا[...]

کے ساتھ انگریزوں کے مرکزی شہر مدراس سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر رہ گیا ہے اور اگر انگریزوں نے حیدر علی کے ساتھ جنگ جاری رکھی تو حیدر علی ایک ہی ضرب میں مدراس کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اگر ایسا ہوا تو پھر انگریزوں کی حیثیت ان علاقوں میں خانہ بدوشوں سے زیادہ مختلف نہ ہو گی۔

انگریزوں نے اس صورتحال کو دیکھا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی لہٰذا انہوں نے حیدر علی سے صلح کی درخواست کی۔

حیدر علی اور انگریزوں کی اس جنگ سے متعلق مختلف مورخین نے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے کچھ کہتے ہیں کہ ایشین کے معاملے میں یورپی لشکریوں کی برتری ایک مستند حیثیت رکھتی تھی کاویری، پلاسی، بکسر اور اس کے علاوہ دوسری بہت لڑائیوں نے اس بات کو پختہ کر دیا تھا کہ ایشیائی لشکر یورپی لشکریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن اس جنگ میں حیدر علی کے خلاف انگریزوں کی پے در پے ناکامی اور پھر اس سے صلح کی درخواست نے اس یقین کو متزلزل کر دیا تھا کہ یورپی ایشیائی لشکریوں پر فوقیت رکھتے ہیں ایک اور مورخ کچھ اس طرح لکھتا ہے کہ حیدر علی اور انگریزوں کے درمیان یہ جنگ اس لحاظ سے کافی دلچسپ تھی کہ پہلی بار اس جنگ میں انگریزوں نے ایک ہندوستانی طاقت سے صلح کی درخواست اور گزارش کی تھی اور پھر انگریزوں کی اس شکست کے نتیجے میں کہتے ہیں حیدر علی نے ایک کارٹون بنانے کا حکم دیا تھا جس میں انگریزوں کے گورنر اور اس کی نسل کے ممبران اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے جھکے ہوئے دکھائے گئے تھے اس میں یہ بھی دکھایا گیا تھا کہ حیدر علی نے انگریزوں کے ایک سالار کی ناک پکڑی ہوئی تھی جو ہاتھی کے سونڈ کی مانند بنائی گئی تھی اس کارٹون میں حیدر علی کو دکھایا گیا تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں تلوار دوسرے میں معاہدہ نمایاں کیا گیا تھا۔

ایک اور یورپی مورخ اس جنگ سے متعلق لکھتا ہے کہ۔

انگریز سالاروں لشکریوں کی برتری کا پورے یورپ میں چرچا تھا اور یہ چرچا انگریزوں کے گھوڑوں اور ان کے شاہسواروں کی بہتری میں مضمر تھا انگریزوں کے وہ سالار جو پہلے پہل ہندوستانی لشکر میں شامل کیے گئے اور جن کے ذمے تنظیم اور تربیت کا کام سونپا گیا تھا انہوں نے بھی اپنے نو وارد لشکریوں کو یورپ کی طرز کی تربیت دی تھی انہوں نے یہاں بھی یورپی نظم ونسق اور تربیت برقرار رکھنی چاہی اور انہوں نے وقت جگہ اور اشخاص کے فرق ملحوظ نہ رکھا۔

وہ مزید لکھتا ہے کہ انگلستان سے جن نئے لشکریوں کو ہندوستان بھیجا گیا وہ زیادہ تر اوباش اور برے کردار کے لوگ تھے اور چونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کسی لشکری

رکھتی تھی اس لیے شاہسواروں کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جا سکتی تھی وہ یہ تھی کہ ان کو پیادہ لشکر میں فرائض انجام دینے کے لیے بھیج دیا جاتا تھا اور جب وہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہو تو اسے سوار لشکریوں میں تبدیل کر دیا جاتا اس طرح وہ کہیں بھی اپنے کردار کو بہتر طور پر پیش نہ کر سکتے۔

مدراس کی اس انگریز حکومت نے اپنی اس شکست کی وجہ ضروری اخراجات کے لیے مالی وسائل کی کمی کو قرار دے کر اپنی شکست پر ایک طرح سے پردہ ڈالنے کی کوشش کی تھی اس جنگ کے متعلق انگریزوں کے کورٹ آف ڈائریکٹر کا تبصرہ کچھ اس طرح ہے۔

ہندوستان کی طاقتوں نے جن کو ہمارا نام اور ہمارے ہتھیار ہی خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے اور جنہوں نے ہماری خوشحالی میں بڑی مدد کی تھی یہ بھی دیکھ لیا کہ کس طرح ایک دیسی طاقت نے انگریزوں کو صلح کی التجا کرنے پر مجبور کر دیا اس شکست نے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفاد اور اثر کو اس قدر دھچکا لگایا اور ایسا نقصان پہنچایا کہ مدت مستقبل کے بہترین صلاحیتوں کے مالک ثابت قدمی کے پیکر بے روگ وفاداری کے پتلے انگریز بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقار کو ہندوستان اور ہندوستان میں بسنے والی قوموں کی نگاہوں میں دوبارہ جلد استوار نہ کر پائیں گے۔

حیدر علی نے انگریزوں کی صلح کی درخواست کو قبول کر لیا اور یہ طے پایا کہ انگریز اور حیدر علی دونوں خطرات کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اس لڑائی کے دوران جو ایک دوسرے کے علاقے فتح کیے گئے تھے وہ واپس کر دیے تاہم حیدر علی نے انگریزوں کو کرور کا قلعہ واپس نہیں کیا اور یہ ایک طرح سے حیدر علی کی انگریزوں پر واضح فتح مندی اور کامیابی کا ایک بین ثبوت اور نشانی تھی معاہدے میں اس شرط کو خوب نمایاں رکھا گیا کہ اگر انگریزوں پر کوئی حملہ آور ہو گا تو حیدر علی ان کی مدد کرے گا اور اگر حیدر علی پر کوئی قوت ضرب لگاتی ہے تو انگریز اس کی مدد کے لیے آئیں گے اس طرح انگریزوں کی اس شکست نے ان علاقوں میں حیدر علی کی دھاک بٹھا دی تھی اور سارے انگریز لشکر اس شکست کے بعد سمٹ سمٹا کر مدراس کی طرف چلے گئے۔

ایک روز دیول داس اور سبورن دونوں حویلی میں داخل ہوئے دونوں شاید بازار سے لوٹے تھے اس لیے کہ وہ کافی سامان اٹھائے ہوئے تھے جب وہ حویلی کے صحن میں آئے تب سامنے والے کمرے سے گرونتی نکلی پھر کسی قدر شکایت بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''آپ دونوں نے اس قدر دیر کر دی میں کب سے تم لوگوں کا انتظار کر رہی ہوں بازار میں پہلے تو اتنی دیر آپ لوگوں نے کبھی نہیں لگائی تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی رکی دیول داس اس کے اس سوال کا جواب دینا چاہتا تھا کہ گرونتی پھر بول اٹھی۔

''اماں زباب کا سامان کیا ان کے ہاں رکھ آئے ہو۔''

گرونتی جب رکی تو مسکراتے ہوئے دیول داس بول اٹھا۔

''بیٹا تمہارا کہنا ٹھیک ہے ہمیں واقعی دیر ہوئی زباب کے ہاں کا کھانے پینے کا سامان ہم ان کے ہاں رکھ کے آئے ہیں اور یہ سارا سامان ہمارا اپنا ہے بیٹا ہمیں وہاں بیٹھنا پڑ گیا دیر ہوگئی اس لیے کہ غازی خان آیا ہوا ہے وہ دونوں انگریز لڑکیاں سوسا اور شولیر بھی وہیں تھیں ہم سب غازی خان کے پاس بیٹھ گئے اور غازی خان گزشتہ جنگوں کی تفصیل ہم کو بتاتا رہا جس بنا پر ہم دونوں میاں بیوی کو کچھ دیر ہوگئی۔''

دیول داس کی اس گفتگو سے گرونتی کسی قدر فکرمند اور پریشان ہوگئی تھی پھر گہری سوچوں میں ڈوبی رہی اس کے بعد کہنے لگی۔

''یہ اس سوسا شولیر نے غازی خان کے ہاں کچھ زیادہ ہی آنا نہیں شروع کر دیا اب تو میں نے گاہے گاہے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ گھر کا سارا کام کرنے لگی ہیں اس طرح وہ میری حق تلفی کر رہی ہیں میں زباب کو اپنی ماں سمجھنے لگی ہوں ان کی خدمت کرنا اب میرا فرض ہے یہ دونوں میرے بعد آئی ہیں ابھی تک میں ان کے سامنے بولی نہیں اور ان کی حرکات کو خاموشی سے دیکھ رہی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ دونوں اگر اس طرح حویلی میں پھیلتی رہیں تو مجھے ٹوکنا پڑے گا اور انہیں اس حویلی کے کام کاج کرنے سے باز رکھنا پڑے گا۔''

پھر اچانک گرونتی کو کچھ سوجھا اور کہنے لگی۔

”آپ دونوں کھانے پینے کا سامان رسوئی میں رکھوائیں کھانا بھی تیار کرائیں اتنی دیر میں زباب اماں سے مل کے آتی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی تیز تیز چلتی ہوئی گرونتی اپنی جو سے نکل گئی تھی۔

☼......☼

سورج غروب ہونے کے لیے جھک گیا تھا صحنوں چھتوں اور در و دیوار پر رقص کرتی ہو دھوپ اپنی طیلسان اور روا سمیٹتی ہوئی چاروں طرف شفق رنگ بکھیرنے لگی تھی ایسے میں بڑ تیزی سے گرونتی غازی خان کی حویلی میں داخل ہوئی۔

پہلے وہ سیدھی مطبخ کی طرف گئی اس نے دیکھا وہاں سوسا اور شولیر دونوں کھانا پکانے؛ بری طرح مصروف تھیں ایک اچٹتی ہوئی نگاہ گرونتی نے ان دونوں پر ڈالی پھر وہ زباب کمرے میں داخل ہوئی اندر زباب اور غازی خان دونوں ماں بیٹا بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھ کمرے کے دروازے پر گرونتی کو دیکھتے ہی زباب نے جس نشست پر وہ بیٹھی ہوئی اس کے ساتھ والی نشست پر ہاتھ مارتے ہوئے گرونتی کو مخاطب کیا۔

”آؤ بیٹی یہاں میرے پاس آ کے بیٹھو۔“

گرونتی آگے بڑھی وہ بڑی سنجیدہ اور کسی قدر پریشان سی تھی آگے بڑھ کر وہ زباب پہلو میں بیٹھ گئی کچھ دیر خاموشی رہی پھر زباب نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

”گرونتی میری بیٹی آج تو کوئی خلاف معمول کچھ اداس پریشان اور بکھری بکھری سی خیریت تو ہے۔“

گرونتی شاید اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ فوراً اس نے ا آپ کو سنبھال لیا اپنے خوبصورت لبوں پر اس نے ہلکی سی مسکراہٹ بکھیر لی پھر کہنے لگی۔

”نہیں اماں آپ کو یونہی وہم ہوا ہے آپ کے ہوتے ہوئے میں کیوں پریشان ہوں آپ میری ماں ہیں ماں کے ہوتے ہوئے بیٹی کو پریشانی کیسی۔“

گرونتی جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے زباب کہنے لگی۔

”بیٹا دیول داس اور سیورن مطبخ میں کافی سامان رکھ گئے ہیں میں نے تو بیٹے تمہیں تو سامان منگوانے کے لیے کہا تھا تم نے تو پورے مہینے کا سامان ڈلوا دیا ہے اور پھر جب میں سامان کی قیمت کا اس سے پتا کیا تو وہ ٹال گئے کہنے لگے اس سلسلے میں گرونتی ہی بات کر گی اب بیٹی بتاؤ اس سارے سامان کی مجھے تمہیں کیا رقم دینی ہے۔“

گرونتی نے گھورنے کے انداز میں زباب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”اماں یہ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہیں بیٹی بھی کہتی ہیں اور پھر سامان کی رقم کی ادائیگی کا بھی اصرار کرنے لگی ہیں اماں یہ مجھ سے برسوں صدیوں اور قرنوں جیسی اجنبیت جذبوں اور خواہشوں سے نا آشنا بیگانگی تو نہ برتو کم از کم مجھ سے اپنی قربت کا احساس خوشہ گندم کی مانوس خوشبو جیسی ممتا اور ماں کے رشتے کی خوشگوار حدت تو نہ چھینو ماں تو بیٹیوں کے لیے مسافر نواز درخت سچائی الفت اور خودداری کی عبارت اور مہتاب عکس کی مانند ہوتی ہیں جبکہ بیٹیاں ماؤں کے لیے زندگی کی تابندہ پریشانی یادوں کے گنبد میں کومل ملائم نرم پنکھڑی اور زندگی کے پتھریلے خارزاروں میں محبت کا پیکر معصوم جمالیاتی رنگ سہانی خوشبو اور جیون کا انمول رس ہوتی ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے زباب کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی بڑی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غازی خان بول اٹھا تھا۔

”گرونتی تم غلط کہتی ہو ساری بیٹیاں ایسی نہیں ہوتیں کچھ بیٹیاں بے ساختہ نفرت تیزابی تلخیوں اندھیری رات کے سناٹوں میں درد و کرب کا پیکر روایتوں کے کسیلے ذائقے اور سینے میں چبھ جانے والی زندگی کی ویرانیوں جیسی بھی ہوتی ہیں۔“

اس موقع پر گرونتی نے گھورنے کے انداز میں غازی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”آپ بیچ میں نہ بولیں ہم دونوں ماں بیٹی باہم گفتگو کر رہی ہیں یہ ماں بیٹی کا تنازعہ ہے۔“

گرونتی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے غازی خان بول اٹھا تھا۔

”میں کیوں نہ بولوں میں بھی اس گھر کا ایک فرد ہوں اور اس گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے میں اچھائی برائی کا اظہار سب کے سامنے کر سکتا ہوں اپنے جذبات اپنے تاثرات بھی دوسروں کے سامنے پیش کر سکتا ہوں اب یہ لازم تو نہیں کہ جو میرے جذبات اور تاثرات ہیں ویسے ہی دوسرے کے بھی ہوں۔“

غازی خان جب خاموش ہوا تو بڑے پیارے انداز میں زباب نے گرونتی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اسے سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹا دیکھ یہاں رہتے ہوئے ہمیں تیری مدد کرنی چاہئے تیری ہر ضرورت کا خیال رکھنا چاہئے تجھے رقم نقدی کی ضرورت ہو تو وہ ہمیں تمہیں دینی چاہئے نہ کہ تمہیں ہم پر خرچ کرنی

چاہئے۔"

جواب میں گرونتی مسکرائی کہنے لگی۔

"اماں آپ نقدی کی بالکل فکر نہ کریں میں جب نگر سے ادھر آئی تھی تو آپ جانتی ہیں وہاں میرا قیام محل میں تھا سلطان حیدر علی کی مہربانی کہ انہوں نے مجھے اجازت دی تھی کہ نگر کے محل سے جس قدر اثاثہ لینا چاہوں لے سکتی ہوں سو اماں میں نے وہاں سے اس قدر نقدی اور دوسری قیمتی اشیاء لیں کہ میں بیس سے پچیس افراد کے گھرانے کو ساری عمر بیٹھ کر سے کھلا پلا سکتی ہوں اب آپ بولیں کیا کہتی ہیں۔"

زباب سے پہلے ہی پھر کسی قدر بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

"تم ہمیں بے فکری سے کھلانے پلانے والی باتیں نہ کرو ہم اس قابل ہیں کہ اپنے گھر اخراجات احسن طریقے سے پورے کر سکیں اب جو اشیاء تم نے دیول داس کے ہاتھ بھجوائی ہیں اماں کو ان کی قیمت بتاؤ تاکہ میں تمہیں وہ رقم ادا کروں۔"

اس پر کسی قدر خفگی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی کہنے لگی۔

"آپ پھر میرے اور اماں کے بیچ بول رہے ہیں آپ اپنی نقدی اپنے پاس رکھیں اگر سامان دیول داس دے گیا ہے تو وہ میرے کہنے پر دے گیا ہے اور میری ماں کے لیے دیا گیا ہے اس سے زیادہ نہ میں کچھ سننا پسند کرتی ہوں اور نہ ہی سنوں گی۔"

پھر گرونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور زباب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں میں تھوڑی دیر تک آپ کے پاس آتی ہوں۔" ساتھ ہی اس نے غازی خان طرف دیکھا۔

"آپ ذرا باہر آئیں میری بات سنیں۔

اس کے ساتھ ہی گرونتی اس کمرے سے نکل کر صحن کی طرف گئی تھی غازی خان اپنی جگہ بیٹھا رہا اٹھا نہیں جبکہ گرونتی باہر کھڑی ہو کر بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگی تھی کمرے کے اندر جھانکنے لگی تھی اس موقع پر زباب نے غازی خان کو مخاطب کیا۔

"غازی خان بیٹے گرونتی تمہیں اپنے پیچھے بلا کے گئی ہے شاید وہ کسی اچھے اور اہم موضوع پر تم سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتی ہے جاؤ بیٹے اس کے پاس۔"

اس پر غازی خان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا کہنے لگا۔

"مجھ سے اس نے علیحدگی میں کیا بات کرنی ہے جو کچھ کہنا ہے یہیں کہہ لے۔" اس پر زباب نے سختی سے کہنا شروع کیا۔

"میں نے کہا ناں اٹھو جاؤ وہ تمہیں بلا کے گئی ہے۔"

زباب کے اس طرح کہنے پر غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے سے باہر نکلا گرونتی ایک جگہ کھڑی بے چینی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جب وہ اس کے قریب گیا تو غازی خان نے اسے کسی قدر سخت لہجے میں مخاطب کرتے پوچھا۔

"کیا ہے جو بات تم نے کہنی تھی وہیں اماں کے پاس کہہ دینی تھی مجھے اس طرح باہر خفیہ خفیہ علیحدگی میں بلا کر جاسوسی کا کردار ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

گرونتی سنجیدہ رہی کچھ سوچا پھر غازی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"غازی خان یہ جو باورچی خانے میں سوسا اور شولیر نام کی دونوں لڑکیاں کام کر رہی ہیں ان سے کہیں یہ اس گھر کا کام نہ کیا کریں اور یہاں آنا جانا کم رکھیں۔"

غازی خان نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

"وہ کس خوشی میں اور کیوں، اس گھر میں آسکتی ہیں اس لیے کہ وہ مجھے اپنا محسن مربی سمجھتی ہیں میں نے جنگ کے دوران جبکہ یہ لوگ گرفتار ہوئے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس کی وجہ سے متاثر ہو کر یہ میری ماں کو اپنی ماں سمجھتی ہیں اور اس کی خدمت کرنا چاہتی ہیں اگر وہ کیا کرتی ہیں تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔"

گرونتی نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مجھے اعتراض ہے اور مجھے اعتراض ہونا چاہئے اس لیے کہ میں پہلے اس شہر میں وارد ہوئی اور ان دونوں سے پہلے میں نے ماں کی خدمت کرنا شروع کی لہٰذا اماں کی خدمت کرنا ان دونوں کی نسبت میرا زیادہ حق بنتا ہے اس بنا پر کہ میں پہلے سے یہاں ہوں۔"

غازی خان نے پھر پہلے جیسے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"پہلے اور بعد میں آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بس وہ خلوص نیت کے ساتھ اماں کی خدمت کرنا چاہتی ہیں لہٰذا انہیں کیسے منع کیا جا سکتا ہے۔"

گرونتی اس بار بارود کی طرح پھٹ پڑی۔

"کیا وہ مجھ سے اچھی ہیں؟"

"ہاں بالکل اچھی ہیں۔" غازی خان نے بھی تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کس لحاظ سے اچھی ہیں؟"

"ہر لحاظ سے اچھی ہیں۔"

گرونتی خفا ہوگئی تھی غضبناک سے انداز میں اس نے غازی خان کو مخاطب کیا۔

"کیسے وہ اچھی ہیں مجھ سے کیا وہ مجھ سے خوبصورت ہیں مجھ سے زیادہ پرکشش ہ مجھ سے بہتر انداز میں ماں کی خدمت کرسکتی ہیں۔"

غازی خان سنجیدہ رہا کہنے لگا۔

"ہاں تم سے بہتر ہیں تم سے خوبصورت ہیں تم سے زیادہ پرکشش ہیں۔"

گرونتی پریشان ملول سی ہوگئی تھی کہنے لگی۔

"اس کا مطلب ہے آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں بدصورت ہوں؟"

غازی خان نے گلا صاف کیا پھر کہنے لگا۔

"ہاں تم بدصورت ہو سیرت کی بدصورت ہو اخلاق کی بدصورت ہو اور ان کے رویے اور اپنے سلوک کی زشت رو ہو اگر تم ماں کی خدمت کرنا ہی چاہتی ہو تو جاؤ ان ساتھ مل کے کام کرلو انہیں گھر سے کیوں نکالتی ہو تم اس سرزمین کی رہنے والی ہو وہ اس اس سرزمین میں اجنبی ہیں اجنبیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے جس قسم کا تم چاہتی ہو اور اجنبی اگر اچھے لوگ ہوں شریف لوگ ہوں تو میزبانوں کو حتی المقدور ان کی ان کے اطمینان کا اہتمام کرنا چاہئے۔"

گرونتی منہ بسورتی ہوئی زباب کے کمرے میں گئی غازی خان بھی اس کے پیچھے تھا د جن نشستوں سے اٹھے تھے وہاں جا کر بیٹھ گئے پھر ضد کرنے کے انداز میں زباب کو مخاط کے گرونتی کہنے لگی۔

"اماں یہ جو سوسا اور شولیر نام کی دولڑکیاں وارد ہوگئی ہیں یہ میری حق تلفی کر رہی ہیں۔"

زباب نے سوالیہ سے انداز میں گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"میری بچی کیسی حق تلفی؟"

رو دینے والے انداز میں گرونتی کہہ رہی تھی۔

"اماں جب سے یہ آئی ہیں مجھے رسوئی میں کام کرنے کا موقع نہیں ملتا نہ میں اس آپ کی خدمت کر پاتی ہوں جس طرح میرا من چاہتا ہے آپ بھی دیکھیں وہ دونوں ہیں کام میں مصروف ہیں میں آپ کے پاس بیٹھی ہوں مجھے اس طرح فارغ بیٹھنا اچھا لگتا میں آپ کی بیٹی ہوں بیٹی کی حیثیت سے میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔"

جواب میں زباب تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر اس نے آواز دے کر سوسا اور شولیر وہ دونوں باورچی خانے سے تقریباً بھاگتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئیں اور زباب

ں آن کھڑی ہوئیں زباب نے ہاتھ کے اشارے سے ان دونوں کو بیٹھنے کے لیے کہا وہ دں گرونتی اور غازی خان کے سامنے بیٹھ گئی تھیں۔

پھر جو گفتگو گرونتی نے کی تھی اس کی تفصیل زباب نے سوسا اور شولیر سے کہہ دی تھی اس پر دونوں ہنس دی تھیں پھر سوسا نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

"میری بہن ہم تمہاری حق تلفی نہیں کرنا چاہتیں ہم بھی اسی سرزمین کی بیٹیاں ہیں ہم یہیں ا ہوئیں یہیں پلی بڑھیں اگر تم زباب اماں کو اپنی ماں سمجھتی ہو تو ہم بھی اسے اپنی ماں ہی تی ہیں تو ان کی خدمت ماں جان کر کر رہی ہیں اگر میری بہن تمہیں یہ تکلیف ہے کہ ارے آنے کی وجہ سے تم ان کی خدمت نہیں کر پاتی ہو تو آؤ ہمارے ساتھ کام میں لگو تینوں ل کر کام کرتی ہیں اس طرح ہم تینوں کو ذہنی آسودگی اور قلبی اطمینان ہوگا۔"

پھر سوسا اپنی جگہ سے اٹھی آگے بڑھ کر بڑے پیارے انداز میں اس نے گرونتی کا ہاتھ تھاما را سے اوپر اٹھایا اس کے بعد سوسا اور شولیر دونوں ہنستی اور مسکراتی ہوئی گرونتی کو اپنے ساتھ لے جا رہی تھیں ان کے اس سلوک پر گرونتی کی حالت سے بھی لگتا تھا کہ جیسے وہ مطمئن ہو اور وش ہو اور تینوں خوشی خوشی مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔

کافی رات گئے گرونتی اپنی حویلی میں داخل ہوئی تھی اس کمرے کی طرف گئی جس میں دیول داس اور سبورن دونوں میاں بیوی بیٹھے باتیں کر رہے تھے ان دونوں نے دیکھا گرونتی الجھی الجھی اور اداس اور پریشان تھی چپ چاپ ان کے پاس آ کے بیٹھ گئی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر بڑی شفقت میں دیول داس نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

"بیٹا میں دیکھتا ہوں تو آج اداس ہے پریشان ہے آخر کیا وجہ ہے کیا تیرا کسی سے جھگڑا ہوا ہے لڑائی ہوئی؟"

جواب میں کچھ سوچ کر گرونتی نے غازی خان کی حویلی میں جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل کہہ دی تھی۔

گرونتی جب خاموش ہوئی تب دیول داس کہنے لگا۔

"بیٹا اس میں پریشانی فکرمندی اور یوں اداس اور ملول ہونے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

جواب میں گرونتی الجھے الجھے انداز میں کہنے لگی۔

"بابا گو میں وہاں سوسا اور شولیر کے ساتھ گھر کے سارے کام کرتی رہی ان کے ساتھ گھل مل بھی گئی ان کی عادت ان کی طبیعت بھی مجھے پسند آئی سب کے ساتھ مل کے میں نے کھانا بھی کھایا لیکن بابا مجھے غازی خان کے وہ الفاظ نہیں بھولے جس میں اس نے مجھے کہا تھا کہ

میں اخلاق کی بدصورت سیرت کی کریہہ المنظر اور باطن کی زشت رو ہوں بابا آخراس
میرے لیے ایسے الفاظ کیوں استعمال کیے اس کے یہ الفاظ اس بات کی نشانی اور غمازی ہ
وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے میں نے تو یہ جانا تھا کہ اس نے جو میرے ہاتھ تھامے تھے
بات کی نشانی ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے مجھے چاہتا ہے اور اسی چاہت میں میں اسے
سامنے زیر اور مغلوب کرنا چاہتی تھی لیکن لگتا ہے حالات حقیقت اور سچائی اس کے الٹ
بابا آخر اس نے کیوں میری سیرت میرے اخلاق میرے باطن پر حرف گیری کی کیا میں
ہی ایسی ہوں جیسے الفاظ غازی خان نے میرے لیے استعمال کیے ہیں۔''

جواب میں دیول داس تھوڑی دیر تک سوچتا رہا گہری سوچوں میں ڈوبا رہا اس د
گرونتی اور سبورن بھی خاموش رہیں پھر بڑے پیار سے گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے د
داس کہہ رہا تھا۔

''گرونتی میری بیٹی سیرت انسانی زندگی کی عکاس بھی ہے اور معکوس بھی یہ بے زبان
زبان سے بھی انسان کی خوش نظری کی ترجمان بن جاتی ہے گناہ کے اندھیروں میں سیرت
وشر میں امتیاز کر جاتی ہے۔ جہاں تک انسان کے اچھے اخلاق کا تعلق ہے تو اچھا اخلاق
کی سرسراہٹ میں کلیوں کی گنگناہٹ بادلوں کی گڑگڑاہٹ میں بارش کی گیت مالا کی ط
اپنے آپ کو عیاں کر جاتا ہے بیٹا انسانی اخلاق بوند بوند پانی کو ترستی اور صحرائی کیفیت او
دینے والے سوالات کی یورش میں بھی روز و شب میں آنکھوں کے اشاروں کی نیرنگی
سفاک لمحوں میں خوبصورت ہونٹوں کے حروف تازہ کی طرح اپنا رنگ دکھا جاتا ہے۔
بات انسان کے باطن کی تو انسان کا باطن اس کی قیمت اس کے قامت کے مطابق لگاتا
باطن صاف ستھرا ہو تو روشن کو روشنی جوہر کو جوہر کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اگر باطن صاف
ہو میلا گدلا ہو تو پھر بدی اور گناہ کو عادت بنا لیتا ہے ہوس اور حرص کو اپنی فطرت بنانا فخر مح
کرتا ہے برا باطن اپنائیت کی سندرتا نوں رشتوں کی پہچان سے عاری ہو جاتا ہے ایسا با
رکھنے والا انسان خوابوں کے تعاقب میں بھاگتا ہے اور میری بیٹی جو لوگ خوابوں کے تعا
میں بھاگتے ہیں اس کی حالت اس ملاح جیسی ہے جو اپنی کشتی کے بادبان کھول کر اپنے آپ
سمندر کی خونیں اور قضا کا کھیل کھیلتی لہروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ بیٹی برا نہ ماننا آج
تمہارے جذبات سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں میری بیٹی تو نے حقیقت آمیز جذبوں
عاری ہو کر غازی خان کو اپنی چاہت کی بھٹی میں تپانا چاہا تو نے ایک ایسے مسافر کی طرح
کی ابتدا کی جس کی کوئی منزل نہ ہو میری بیٹی غازی خان کے معاملے میں تمہاری حالت

ایسی ہے جیسے کوئی سفر کی لکیروں اور ہواؤں کے قافلوں پر اپنی حیات کی تحریریں رقم کرے اور جب کوئی ایسا کرتا ہے تو میری بیٹی یاد رکھنا وہ اپنی فنا کی تختی لکھتا ہے بیٹا یہ بات تو اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ انسان چاہے تو اپنی زندگی کو خوشیوں کا نغمہ گر بنا لے چاہے غم کا منشور اور بے ربط لمحوں کی ناپسندیدہ تصویر بنا کے رکھ دے۔''

جب تک دیول داس بولتا رہا گرونتی خاموشی سے بیٹھی رہی گاہے گاہے اپنی موٹی موٹی خوبصورت آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیتی تھی دیول داس جب خاموش ہوا تو گرونتی نے کچھ سوچا پھر اس نے اسے مخاطب کیا۔

''بابا اب آپ میری راہنمائی کریں ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھٹک چکی ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے غازی خان کی دلی کیفیت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔''

گرونتی کے ان الفاظ پر دیول داس ہی نہیں سبورن بھی مسکرا دی تھی پھر بڑے پیار سے دیول داس نے اسے مخاطب کیا۔

''بیٹا اگر میری بات مانو تو کسی وقت مناسب موقع جان کر تم غازی خان سے اپنے سخت اور نامناسب اور ناروا رویے کی معذرت کر لینا۔''

دیول داس کے ان الفاظ پر گرونتی کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات ظاہر ہوئے پھر کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''نہیں بابا ایسا کیسے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں میں کسی بھی صورت اس شخص سے معذرت نہیں کروں گی اور اپنے رویے کی معافی نہیں مانگوں گی اس لیے کہ جہاں میں اسے اپنے سامنے جھکانے کے لیے کوشاں تھی وہاں کیا آپ مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں خود کو اس کے سامنے جھکا دوں اپنی ذات کو اپنی خوبصورتی کو اس کے سامنے ذلیل و رسوا کر کے رکھ دوں ایسا نہیں ہو گا۔''

گرونتی کے خاموش ہونے پر دیول داس نے پھر مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اچھا بیٹی تم معافی نہ مانگ معذرت طلبی نہ کر پر یہ تو کہہ کیا غازی خان برا آدمی ہے۔''

گرونتی چونکی تیز نگاہوں سے دیول داس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میں نے کب کہا ہے کہ وہ برا آدمی ہے۔''

دیول داس مسکرایا پھر دوسرا سوال کیا۔

''کیا کبھی اس نے تمہاری اہانت کی تمہارے سامنے بدخلقی کا مظاہرہ کیا یہ جو اس نے

تمہاری سیرت تمہارے اخلاق اور تمہارے باطن پر حرف گیری کی یہ تمہارے اس رویے کی عکاسی ہے جو تم نے اسے علیحدہ لے جا کر اس کی بے عزتی کی۔''

گرونتی پھر جھٹ سے کہنے لگی۔

''نہیں یہ جو الفاظ اس نے استعمال کیے ہیں اس سے پہلے کبھی نہ اس نے میری اہانت کی ہے نہ کبھی وہ میرے ساتھ بد خلقی سے پیش آیا۔''

''بیٹا اگر یہ بات ہے تو پھر تو کیوں اسے ذلیل و رسوا کر کے اپنے سامنے جھکانا چاہتی ہے کیا تو اسے کسی معاملے کا انتقام لینا چاہتی ہے۔'' دیول داس نے بڑے غور سے گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

گرونتی دیول داس کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ دیول داس پھر بول اٹھا۔

''بیٹا یہ جو اس نے تمہاری سیرت اخلاق اور باطن کے متعلق کچھ کہا ہے تو بیٹا اپنے طور پہ اس نے درست کہا ہوگا اس لیے کہ تمہارا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی تھا اور پھر یہ بھی کہوں بیٹی کہ آج کل وہ الجھا الجھا پریشان ہے اس کا باپ فوت ہو چکا ہے اب گھر میں اس کی اکیلی ماں ہے اس کی بھی اسے فکر ہے اس لیے کہ اکثر و بیشتر وہ جنگوں میں رہتا ہے۔''

دیول داس کو گرونتی نے بات مکمل نہ کرنے دی جھٹ سے بول پڑی۔

''اس کو ماں کی کیا فکر ہے اور نہ ہی اسے ماں کی فکر ہونی چاہئے وہ بھلے جنگوں میں حصہ لیتا ہے لیکن ماں کی تو میں خدمت کرتی ہوں اس کی غیر موجودگی میں اسے سنبھال سکتی ہوں اس کی ہر چیز اس کی ہر خواہش کا احترام کر سکتی ہوں پھر اسے ماں کی طرف سے کیا دکھ اور غم ہو سکتا ہے۔''

دیول داس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹا تو بھی عجیب و غریب ہے دیکھ اب جو تو غازی خان کے خلاف نفرت انگیز اور اہانت آمیز رویہ روا رکھے ہوئے ہے تو وہ اپنی ماں کے سلسلے میں کیسے تم پر اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہے۔ میری بیٹی اس گھر کے دو ہی افراد ہیں ایک غازی خان ایک اس کی ماں اب تعجب اور دکھ کی بات یہ ہے کہ اس کی ماں سے تو تم ماں جیسا رویہ رکھتی ہو اس سے محبت کرتی ہو اس کی خدمت کرتی ہو اور جہاں تک اس ماں کے بیٹے کا تعلق ہے اس سے نفرت اور بیزاری کرتی ہو اس طرح گاڑی کیسے چلے گی اگر تم غازی خان سے نفرت کا اظہار کرو گی تو اس کے دل میں یہی بات بیٹھے گی کہ تم اس کی ماں کو بھی ناپسند کرتی ہو میرے خیال میں تمہارے اسی رویے کی بنا پر اس نے ان دو انگریز لڑکیوں سوسا اور شولیر کو اجازت دیدی ہے کہ وہ جب اور جس وقت

چاہیں اس کی حویلی میں آئیں۔'' میرا اندازہ ہے کہ تمہاری نفرت کی وجہ سے غازی خان ایسا کر رہا ہے تا کہ اس کی غیر موجودگی میں سوسا اور شولیر دونوں اس کی ماں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کر سکیں اور تم دیکھتی ہو کہ وہ دونوں لڑکیاں غازی خان کے گھر کا کام بڑی جانفشانی اور بڑے خلوص سے کرتی ہیں میری بیٹی ان حالات میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم غازی خان سے اپنے رویے کی معافی مانگو معذرت کر لو۔''

اس پر گرونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

پھر وہ پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی اس طرح دن بڑی تیزی سے گزرتے چلے گئے تھے۔

مرہٹوں کا پیشوا مادھوراؤ حیدرعلی کے خلاف مرہٹوں کی پہلی اور دوسری مہم میں ذلت آ
ناکامی اور شکست کے بعد انتہا درجہ کا مایوس ہو گیا تھا۔ اپنی اس مایوسی اور نامرادی میں وہ کڑ
رہتا تھا آخر کار اس خلش میں اسے خفقان کا عارضہ ہو گیا تھا کہتے ہیں مرہٹوں کا پیشوا مادھو
اسی منحوس بیماری میں انتہائی حسرت و یاس کے عالم میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے کوچ
گیا۔

مادھوراؤ کے مرنے کے بعد اس کا بھائی نارائن راؤ مرہٹوں کا پیشوا بنا پیشوائی کی گدی
بیٹھنے کے بعد کچھ عرصہ تک نارائن راؤ اپنی سلطنت کے اندرونی نظم ونسق میں مصروف رہا۔
لشکر کی تعداد بڑھاتا رہا عسکری طاقت اور قوت میں اضافہ کرتا رہا۔

جب اس نے دیکھا کہ اپنی عمل داری کے داخلی امور کو وہ بہتر طور پر نبٹا چکا ہے اور ا
لشکر کی طاقت بھی جس قدر وہ چاہتا تھا بڑھا چکا ہے تب حیدرعلی سے گذشتہ شکستوں کا انتقا
لینے کے لیے اس نے جو لشکر تیار کیا تھا اس کا سپہ سالار اور کماندار اس نے اپنے ماموں ترمک
راؤ کو بنایا اور اسے اس ارادے سے پونا سے روانہ کیا کہ وہ حیدرعلی پر حملہ آور ہو کر اس کی عمل
داری پر قبضہ کرے۔

کہتے ہیں ترمک راؤ جو لشکر لے کر حیدرعلی کے خلاف روانہ ہوا اس میں لگ بھگ ایک سو
کے قریب توپیں تھیں اور لشکر ایک لاکھ بیس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل تھا اپنے ماموں
ترمک راؤ کو روانہ کرنے کے بعد مرہٹوں کا نیا پیشوا نارائن راؤ پونا سے نکل کر ستارہ شہر میں آ
کر مقیم ہوا تھا۔

ترمک راؤ اپنے بھانجے نارائن راؤ سے رخصت ہو کر کوچ پر کوچ منزل پر منزل مارتا ہوا
دریائے تنگبھدرہ کو عبور کر کے آگے بڑھا جیسے ہی دریائے تنگبھدرہ کے اس پار چھوٹے چھوٹے
حکمرانوں اور راجاؤں کو خبر پہنچی کہ مرہٹوں کا ایک بہت بڑا لشکر پیشوا کے ماموں ترمک راؤ کی
سرکردگی میں حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے تو اس علاقے میں کچھ ایسی کیفیت
طاری ہو گئی گویا سوکھے دھانوں میں پانی پڑ گیا ہو چنانچہ چیتل درگ رتن گیری اور بہت سے

دوسرے علاقوں کے حکمران اور راجا جنہیں ماضی میں سلطان حیدرعلی نے قابو پانے کے
باوجود اپنے غیض و غضب کا نشانہ نہ بنایا تھا بلکہ ان کو امن و امان دے کر ان کے سابقہ
مناصب بحال کر دیئے تھے سارے کے سارے مرہٹوں کے ساتھ مل گئے ہر ایک دوسرے
سے بڑھ کر مرہٹوں کے لشکر کی خدمت کرنے لگے ان کو غلہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے
لشکری بھی ان کے حوالے کرنے لگے یہاں تک کہ ساؤنور اور کڑپا کے مسلمان حاکموں نے
بھی مرہٹوں کے ڈر اور خوف سے مرہٹوں کی فرمانبرداری اختیار کر لی اور وہ بھی اپنے
عساکر کے ساتھ مرہٹوں کے لشکر میں شامل ہو گئے اس طرح مرہٹوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ
سے بھی کہیں اوپر ہو کے رہ گئی تھی۔

بہر حال مرہٹوں کا سالار ترمک راؤ اپنی بے پناہ جمعیت کے ساتھ ٹڈی دل کی طرح اس
سارے علاقے کو روندتا ہوا حیدرعلی کے مرکزی شہر سرنگا پٹم کی طرف بڑھ رہا تھا راستے میں جو
بھی شہر اور قلعے پڑتے انہیں فتح اور مسمار کرتا چلا گیا تھا۔

کہتے ہیں مرہٹوں کے راستے میں جو قصبے جو دیہات، تعلقات بھی پڑے وہ ایسے برباد
اور بے چراغ ہوئے کہ عرصہ تک آباد نہ ہو سکے۔

جس خطہ زمین میں بھی ان منحوس وحشیوں کا سایہ ذرا سی دیر کے لیے بھی پڑتا وہ برس
ہا برس کے لیے ویران ہو کے رہ جاتے اور جس مقام پر یہ غارتگر لٹیرے چند گھڑیوں کے لیے
بھی ٹھہر جاتے تباہی اور بربادی ہمیشہ کے لیے اس علاقے کا مقدر بن جاتی اس سارے
علاقوں کے لوگ ایسے تباہ و برباد ہوئے جیسے کبھی آبادی تھی ہی نہیں قتل و غارتگری کا بازار گرم
کرتے ہوئے بہر حال مرہٹے بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے اور اپنی پیش قدمی کے لیے
جو جو راستہ وہ اختیار کرتے جا رہے تھے ان راستوں پر آہ و فغاں کا ایک عالم اور طوفان سا اٹھ
کھڑا ہوا تھا۔

سلطان حیدرعلی کو جب مرہٹوں کی اس پیش قدمی اور یلغار کا علم ہوا تو فوراً ہی اس نے
اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا لشکر کو تیار رہنے کا حکم دیدیا جب سارے سالار کیا چھوٹے
کیا بڑے سلطان کے پاس جمع ہو گئے تب جو حالات سامنے تھے اس پر حیدرعلی نے مشورہ کیا
سب کا مشورہ یہی تھا کہ مرہٹے بڑی تیزی سے سرنگا پٹم کا رخ کر رہے ہیں لہٰذا سرنگا پٹم سے
نکل کر جنگل میں گھات لگانی چاہئے بالکل اس شاہراہ کے قریب جس شاہراہ پر گزرتے ہوئے
مرہٹوں نے آگے بڑھنا ہے اور پھر مناسب وقت پر گھات سے نکل کر مرہٹوں پر ایسی ضرب
لگائی جائے کہ ان کی تعداد کو خاصی حد تک کم کر دیا جائے۔

اس بار بھی جب سرنگا پٹم سے کوچ کرنے سے قبل حیدر علی نے حسب سابق اپنے سالار محمد علی کو سرنگا پٹم کے نظم ونسق کے لیے پیچھے چھوڑنا چاہا تب محمد علی نے التجا کی کہ وہ کئی جنگوں میں حصہ نہیں لے سکا شہر کے نظم ونسق کے لیے اسے پیچھے چھوڑا جاتا رہا۔ اس بار اسے ضرور لشکر میں شامل کیا جائے۔

حیدر علی نے محمد علی کی اس التجا کو قبول کر لیا تیاری کر کے سلطان حیدر علی اپنے لشکر ساتھ سرنگا پٹم سے نکلا اور اپنے پیچھے سرنگا پٹم اور قلعے کی حفاظت کے لیے ایک چھوٹے اسمٰعیل خان کو چھوڑا تھا اس طرح مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لیے حیدر علی اپنے لشکر کے نکلا تھا اس بار بھی لشکر میں سلطان حیدر علی کا بیٹا ٹیپو سلطان شامل تھا۔

کہتے ہیں سلطان حیدر علی کے علاقوں تک کسی بھی قوت نے مرہٹوں کی راہ نہ روکی تو ان کے حوصلے بڑھ گئے وہ شیر ہو گئے اس بناء پر وہ پوری بے باکی اور جسارت کے ساتھ وحشیانہ کارروائیوں میں مصروف رہتے ہوئے پیشقدمی کرتے رہے اور لوٹ مار کرتے ہوئے غارتگری کا بازار گرم کیے اپنی یورش اپنی پیشقدمی کو جاری رکھا۔

دوسری جانب حیدر علی ماگڑی درگ کے جنگل میں اس ارادہ سے جا کے گھات لگا کر جب مرہٹے دارالسلطنت سرنگا پٹم کے محاصرے کے لیے آگے بڑھیں گے تو وہ اچانک گھات سے نکل کر مرہٹوں کے عقب پر حملہ کر کے مرہٹوں کی جمعیت کو پراگندہ کر کے دے گا۔

لیکن حالات کی بدقسمتی کہ جب جنگل میں اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی نے گھات لگا اس کی اطلاع مرہٹوں کے مخبروں نے ترمک راؤ کو کر دی لہٰذا ترمک راؤ نے اپنا رخ بدلا پٹم کی طرف جانے کے بجائے اس نے اس جنگل کا رخ کیا تھا۔

یہ صورت حال سلطان حیدر علی کے لیے یقیناً تشویشناک تھی سب سے پہلے جو کام نے کیا وہ یہ کہ اپنے تیز رفتار مخبر اور نقیب اس نے روانہ کیے تا کہ مرہٹہ لشکر کی نقل وحرکت اسے آگاہ کرتے رہیں جنگل کے اندر سلطان نے جو دوسرا کام کیا وہ یہ کہ سارے سالاروں اس نے ایک جگہ جمع کیا۔

جب سارے سالار جنگل میں کھلے آسمان تلے جمع ہو گئے تب جو صورتحال پیش تھی سے سب کو آگاہ کیا پھر ان کا مشورہ طلب کیا۔

جواب میں کچھ دیر سارے سالار باہم مشورہ کرتے رہے پھر محمد علی ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے حیدر علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! اس میں کوئی شک نہیں حالات ہمارے لیے تشویشناک ہیں لیکن ہم نے ہر صورت ان حالات پر قابو پانا ہے آپس میں صلاح ومشورہ کرنے کے بعد جو لائحہ عمل ہم سب نے مل کے تیار کیا ہے وہ کچھ یوں ہے۔"

"گو مرہٹوں کے مقابلے میں ہمارے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے مرہٹہ لشکر دو لاکھ سے بھی کہیں تجاوز کر چکا ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ جس جنگل میں ہم نے گھات لگا رکھی ہے اس پورے جنگل کا محاصرہ کر لیں۔ لیکن ان کے ایسا کرنے سے پہلے ہمیں اپنے کام کی ابتدا کر دینی چاہئے جو فیصلہ ہم نے کیا ہے اس کے تحت جس قدر بھی لشکر ہمارے پاس ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں ٹیپو سلطان کے علاوہ بیت جنگ بھی آپ کے ساتھ رہے گا باقی دو لشکر میری اور غازی خان کی کمانداری میں رہیں گے اور چھوٹے سالاروں کو آپس میں بانٹ لیں گے۔ جونہی مرہٹوں کا لشکر اس جنگل کے قریب آئے لشکر کے تینوں حصے باری باری اس پر ایسی ضرب لگائیں کہ ان کی ان گنت صفوں کو چیر کر کوہستان میل کوٹہ کی طرف نکل جائیں اور وہاں خندقیں اور گڑھے کھود کر دوبارہ مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دیدی جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد علی رکا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! یہ ساری کارروائی ہمیں اس روز کرنا ہوگی۔ جب ہمارے وہ مخبر لوٹیں گے جنہیں ہم نے مرہٹہ لشکر پر نگاہ رکھنے کے لیے روانہ کیا ہے جونہی ہمیں وہ مرہٹہ لشکر کے محل وقوع اور ان کی نقل وحرکت سے آگاہ کرتے ہیں ہم اپنے کام کی ابتدا کر دیں گے۔"

حیدر علی نے اپنے سالاروں کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر لشکر کی تقسیم کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔

آخر سلطان حیدر علی کے مخبر لوٹے اور انہوں نے اطلاع دی کہ مرہٹوں کا ہراول لشکر آگے آگے پیش قدمی کر رہا ہے جبکہ باقی لشکر اس کے پیچھے پیچھے جنگل کا رخ کیے ہوئے ہے۔

یہ خبر ملنے پر حیدر علی اور اس کے سالاروں نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کر لیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ جونہی مرہٹوں کا ہراول لشکر جنگل کے قریب آئے اس پر پوری طاقت اور قوت سے حملہ کرتے ہوئے اسے فنا کر دیا جائے اور پھر پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق کوہستان میل کوٹہ کا رخ کر لیا جائے۔

اس وقت تک سلطان حیدر علی اپنے لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دے چکا تھا ہر لشکری مرہٹہ پر حملہ آور ہونے کے لیے سر پر کفن باندھ کر بالکل تیار اور مستعد تھا ایسے میں حیدر علی جنگل میں

زمین کی ننگی پیٹھ پر سجدہ ریز ہوا پھر انتہائی عاجزی اور انکساری میں وہ دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے میرے اللہ! تو ہی ازل کا حاکم تو ہی ابد کا ناظم ہے بستی بستی قریہ قریہ تیری عظمتوں کے چرچے ہوتے ہیں تیری ہی رضامندی کے تحت کہیں شبنم کہیں شعلہ کہیں ر کہیں دن کہیں اندھیرا کہیں اجالا کارفرما ہوتا ہے۔

اے رب مہربان و کریم اے خدائے لازوال و لافنا تیری رحمت تیری بخشش بے پا ہے اے اللہ دشمن کے عناد اور اس کے پیچ و تاب کے سامنے ہم تیرے ہی سامنے کشکول گ دراز کرتے ہیں میرے اللہ دشمن کی بپھری گھات اس کی اندھی عداوتوں کے سامنے مر مالک ہمیں لذت جرات کی گرمی رفعتوں کے جمال اور کامیابی و کامرانی اور سودمندی فرما۔"

دعا مانگنے کے بعد حیدر علی اٹھ کھڑا ہوا جب تک وہ دعا مانگتا رہا سارے سالار چپ خاموش کھڑے تھے ہر ایک پر ایک طرح کی رقت اور سوز و گداز طاری تھا اور پھر جب مخ نے یہ اطلاع دی کہ مرہٹوں کا ہراول لشکر بالکل جنگ کی اس سیدھ میں پہنچنے والا ہے ج سلطان نے گھات لگا رکھی ہے تب سلطان کے حکم پر پورے لشکر نے جنگل کے اس ح طرف پیش قدمی کی پھر ذرا فاصلے پر جا کر تینوں حصے ایک دوسرے سے پہلو سے پہلو کھڑے ہو گئے تھے۔

جونہی مرہٹوں کا ہراول لشکر گھات لگانے کی جگہ کی سیدھ میں آیا ایک طوفان ایک ت رات کی تاریکی میں اٹھ کھڑا ہوا سب سے پہلے حیدر علی نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ را کی کروٹوں میں خون اگلتی ابتلا یادوں کے لمحوں میں کلبلاتے خونی رقص کرتے پیاسے بگول اور نہ ختم ہونے والے مسلسل تلاش کی طرح جسم کی ہر رگ میں حلول کر جانے والے زہر طرح مرہٹوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

حیدر علی کے پیچھے ہی پیچھے غازی خان برف کی ٹھنڈ کو آگ کی کھولتی حدت دل کے مس روح کے قرطاس پر محرومی کے سندیس کھڑے کرتے موت کے سایوں کے کڑے لمحات ا روح میں نہ مندمل ہونے والے گھاؤ اور دل میں کرب خیز خلش کھڑی کر دینے والے تن برق گام طوفانوں کی طرح مرہٹوں کے ہراول کے دوسرے پہلو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

ساتھ ہی ساتھ محمد علی بھی حرکت میں آیا وہ بے کراں اداسیوں میں دل کی سطح پر سوزاں ا لرزاں اندیشے کھڑے کرتے قحط کے آزار، درد و الم سے بھری فضاؤں میں حرکت کرتے

استعاروں، لاکنار بے رحم وسعتوں کے اندر ٹڈی دل کی طرح یلغار کرتی دکھ کی تعبیروں کی ح ضرب لگانا شروع ہو گیا تھا۔

میدان جنگ کے اندر زندگی کی گردشیں اور عمر کی بے جہت مسافتیں زلف کے ان گنت وں میں چھننے لگی تھیں موت تشنگی کا فریب دے کر چاروں طرف بیکل کرتی نوحہ گری انے لگی تھی کربناک وحشت جسموں کو اذیت ناکی کا شکار کرتے ہوئے دلوں کو زخم زخم نفس وزسوز کرتی چلی جا رہی تھیں۔

تین جہتوں سے حیدر علی کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے کے باعث بڑی تیزی سے وں کے ہراول لشکر کی حالت غلامی کے بکھرے عناصر آسیب زدہ دکھ غم زندگی کے الجھاؤ ئی اور ذلت کے ملبوس اور دریاؤں کی بانہوں پر لکھی تحریروں اور ریت پر لکھے موہوم الفاظ بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ حیدر علی محمد علی اور غازی خان نے ں کے لشکر کو تقریباً کاٹ کے رکھ دیا اور ان کے پاس جس قدر ساز و سامان اور یات کی چیزیں تھیں ان سب کو سمیٹ کر وہ کوہستان میل کوٹہ کی طرف چلے گئے تھے اور خندقیں اور گڑھے کھود کر اپنی عسکری حیثیت کو مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

اپنے ہراول لشکر کی تباہی پر مرہٹے بڑا سیخ پا ہوئے ان کا سالار اعلیٰ ترمک راؤ کھول اٹھا ا کی طرف جانے کی پیش قدمی اس نے روک دی اور اس نے بھی کوہستان میل کوٹہ کا رخ بدھر حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ گیا تھا۔

اس کوہستانی سلسلے کے پاس جا کر مرہٹہ سالار ترمک راؤ نے کوہستانی سلسلے کے اطراف ان میں گڑھے کھود کر اپنی عسکری حیثیت کو مضبوط بنانا شروع کر دیا تھا جونہی اس کوہستانی کے اوپر اور اس کے اندر حیدر علی اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہونے کے لیے مرہٹے قدمی کرتے حیدر علی کی طرف سے ان پر تیروں اور توپ کے گولوں کی اس انداز میں ی جاتی کہ مرہٹے ناکام و نامراد ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے۔

یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا یہاں تک کہ اس کوہستانی سلسلے کے اندر جب حیدر علی کے اپنے لشکر کے لیے خوراک اور جانوروں کے لیے چارہ ختم ہونا شروع ہو گیا تب وہ فکرمند راس نے اس کوہستانی سلسلے کی گھات کو ترک کرنے کا ارادہ کیا۔

آخر اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد سلطان نے رات کی گہری تاریکی کوہستانی سلسلے کی پشت پر جو گھنا جنگل تھا اسے کٹوا کر راستہ بنانے کا حکم دیا اور اپنے ایک رکو حکم دیا کہ وہ جنگل کے اندر بننے والے اس راستے کے ذریعے لشکر کے توپ خانے اور

دوسری ضروری اشیاء کو لے کر سرنگا پٹم کی طرف نکل جائے اتنی دیر تک سلطان ا
ساتھ مرہٹوں کو روکے رکھے گا یہاں تک کہ جب سارا سامان اور توپیں سرنگا پٹم پہنچ
تو خود سلطان بھی اپنے لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر سرنگا پٹم کی طرف چلا جائے گا۔

جب اس سالار کی سرکردگی میں توپیں اور دوسرا سامان جنگل میں بننے والے ذریعے سرنگا پٹم کی طرف روانہ ہو گیا تب اچانک سلطان کوہستانی سلسلے سے مرہٹوں کے سامنے صف آرا ہوا اور ان پر اس زوردار انداز اور ایسی خونفا کی سے حملہ کی رہی سہی کئی صفوں کو ڈھیر کر کے رکھ دیا پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا یہ ساری کارروائی حیدر علی مرہٹوں کو اپنے سا رکھنے کے لیے کر رہا تھا تاکہ جو سالار لشکر کی توپیں اور دوسرا سامان لے کر ج بحفاظت سرنگا پٹم پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔

لیکن جنگل کو کاٹ کر جو راستہ بنایا تھا وہ انتہائی دشوار گزار تھا اس راہ پر نشیب گڑھے بہت زیادہ تھے لہٰذا توپ خانے اور دوسرے سامان کو لے جانے والے بہت کم تھی آخر جب صبح ہونے کے قریب آئی تب خدا خدا کر کے وہ لشکر توپ دوسری اشیاء کو لے کر جنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اتنی دیر تک سورج طلوع چاروں طرف روشنی پھیل چکی تھی۔

بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے کھلے میدانوں میں توپ خانے اور لشکر کے اس ہوئے دیکھ لیا اور اس علاقے میں مرہٹوں کے ہرکارے اور مخبر بھی سرگرداں نے اس کی اطلاع مرہٹوں کے سالار ترمک راؤ کو کر دی کہ سلطان کا توپ خا سے سرنگا پٹم کی طرف جا رہا ہے۔

ترمک راؤ نے یہ اطلاع ملتے ہی سارے لشکر کو توپ خانہ چھین کر اپنے پاس دے دیا تھا اور خود بھی اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اس سمت روانہ ہوا تھا۔

جس وقت ترمک راؤ نے سلطان کے اس قافلے پر حملہ آور ہونے کا اراد قدمی کی اس وقت سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم سے تین چار کوس کے فا تھا یہاں تک کہ اسے یہ تشویش ناک خبر ہوئی کہ مرہٹوں نے اس کے کاروان پر قدر اس کاروان میں توپیں اور دوسرا عسکری سامان تھا اس پر انہوں نے قبضہ کر لی یہ ہولناک خبر سن کر کوئی اور حکمران ہوتا تو ہمت ہار بیٹھتا لیکن شیر دل حیدر علی سنتے ہی فیصلہ کیا بڑی تیزی سے پلٹا اور یلغار کرتے ہوئے دشمن کے لشکر پر حملہ

اس وقت حیدر علی کے توپ خانے اور اس کے ساتھ سفر کرنے والے اس کے لشکریوں اطراف میں مرہٹوں کا کثیر لشکر چاروں طرف پھیلا ہوا تھا ایسے موقع پر دشمن پر حملہ کرنا آسان کام نہ تھا لیکن حیدر علی نے دشمن کے ایک پہلو کو چنا اور یکبارگی اس طاقت اور سے پہلو پر حملہ کیا کہ مرہٹوں کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا اور انہیں منتشر و ندہ کرتا ہوا اپنے توپ خانے اور اس کے ساتھ اسیر کیے جانے والے اپنے لشکریوں سے ا۔

پھر بلا توقف اس حالت انتشار میں اس نے اپنے لشکر کی صف آرائی کی سواروں کو قلب رکھا پیادہ لشکریوں کو میمنہ اور میسرہ میں ہراول اور چند دوسرے لشکر کے حصے ترتیب دیئے ں پھر جو قبضے میں آ گئی تھیں انہیں بھی استوار کر لیا اور دشمن پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے شروع کر دیئے۔

دوسری طرف مرہٹوں نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح حیدر علی کے کردہ حصار کو توڑ کر دوبارہ اس کی توپوں اور دوسرے سامان پر قبضہ کر لیں لیکن حیدر علی کے اندازوں کی لگاتار گولہ باری تیر اندازی سے مرہٹوں کو ہمت نہ ہوئی اور وہ پیچھے ہٹنے پر ہو گئے۔

اس کامیابی کے بعد سلطان حیدر علی اپنے سارے لشکر اور اپنے سارے سامان کو لے کر ستہ آہستہ سرنگا پٹم کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔

لیکن بدقسمتی سے اتنی دیر تک دشمن کے لشکر کے ایک حصے نے راستے میں پڑنے والے تالاب کے بند پر آٹھ کے لگ بھگ توپیں نصب کر دی تھیں اس طرح دشمن کا یہ حصہ علی کی راہ مسدود کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مرہٹوں کے اس دستے نے حیدر علی کے لشکر پوں سے گولہ باری شروع کر دی تھی۔

اس گولہ باری سے حیدر علی کے لشکر میں کسی قدر بدنظمی پھیلی بار برداری کے جانور ادھر ادھر ڑ بھاگنا شروع ہوئے اس پریشان کن صورت حال کو دیکھ کر حیدر علی نے کچھ لشکر کو اپنی داری میں لیا غازی خان کو اپنے نائب کی حیثیت سے استعمال کیا ہیبت جنگ اور محمد علی کو کے دوسرے حصے کی نگہبانی پر چھوڑا اور پھر حیدر علی مرگ ناگہاں کی طرح تالاب کے ب جو مرہٹوں کا لشکر تھا اس پر اس دلیرانہ انداز میں حملہ آور ہوا کہ ان کا قتل عام کیا ان پاس جس قدر توپیں تھیں جس قدر دوسرا جنگی اور خوراک کا سامان تھا اس پر قبضہ کر لیا۔
اور اسی جگہ تالاب کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا لشکر کا دوسرا حصہ بھی محمد علی اور ہیبت جنگ کی

کمانداری میں ان سے آن ملا تھا۔

دشمن کو اس قدر زک اور نقصان پہنچانے کے بعد حیدر علی وہاں اس قدر قیام کرنا چاہ جس کے دوران وہ اور اس کے لشکری کھانا کھالیں اس کے بعد وہ اپنے لشکر کو لے کر سر کی طرف فوراً کوچ کر جانا چاہتا تھا۔

اس موقع پر سلطان حیدر علی کے سارے سالاروں نے باہم مشورہ کیا اور مشورہ کرنے بعد حیدر علی کو صلاح دی کہ ایک دن اور رات وہیں خیمے نصب کر کے گزارے جائیں اور بعد اگلے روز صبح سویرے دارالسلطنت کا رخ کیا جائے۔

دراصل سالار چاہتے تھے کہ جس جگہ انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہے وہ محفوظ جگہ ہے وہاں مرہٹے اگر حملہ آور ہوتے ہیں تو اپنا دفاع کرتے ہوئے انہیں آسا پسپا کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ محمد علی غازی خان اور ہیبت جنگ کا یہ خیال تھا کہ اس اپنے ہرکارے اپنے مخبر اور طلایہ گر چاروں طرف پھیلا دیئے جائیں اور مرہٹہ لشکر کی حرکت پر نگاہ رکھی جائے اور جو اطلاعات ملیں ان کی روشنی میں مرہٹوں کے خلاف کارر ابتدا کی جائے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ یہ ایک بہترین اور انتہائی دانش مندانہ رائے تھی ساتھ ہی یہ کرتے ہیں کہ یہ قدرت کی کارروائی ہے کہ حالات ہر وقت ایک ہی مدار پر گردش نہیں بلکہ کارکنان قضا وقدر ہمیشہ اپنے پانسے بدل بدل کر پھینکتے رہتے ہیں۔

کہتے ہیں مشیت ایزدی کے مطابق چونکہ مرہٹوں کے ہاتھوں سلطان حیدر علی کے اٹھانے کا وقت آن پہنچا تھا لہٰذا اس نے اپنے سالاروں کا مشورہ قبول نہ کیا مورخین لکھتے ہیں جب کسی شخص پر کوئی بری گھڑی آتی ہے تو وہ قبل از وقت آگاہ نہیں ہو سکتا نہ امکان میں ہے کہ وہ قبر کی رات تک اپنے گرم بستر میں بسر کر دے اس لیے کہ حکم خدا کچھ ہوتا ہے وہی قسمت کے فیصلے سامنے کر دیتے ہیں۔ تقدیر انسانی کی کیا مجال کہ وقت پر اس کو خوش آمدید نہ کہے۔

اور پھر جب کسی کے زوال کا وقت آتا ہے تو عقل پر جنون غالب آجاتا ہے بلکہ دنوں کی آمد پر نیک اندیشے بھی عقل کو کوتاہی کی طرف لے جاتے ہیں یہاں بھی معاملہ ہوا حیدر علی نے اپنے سالاروں کے مشورے کو قبول نہ کیا اور وہاں پڑاؤ کر بجائے کھانا کھانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اس نے سرنگا پٹم کی طرف کوچ کر لیا تو حقیقت یہ ہے کہ وہ وقت کوچ کرنے کا نہیں تھا۔ اس لیے کہ اس وقت مرہٹہ

بڑی دل اور حشرات الارض کی طرح پھیلا ہوا تھا جونہی حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ سے سرنگا پٹم کی طرف کوچ کیا اس کے کوچ کی خبر مرہٹوں میں پھیل گئی اور مرہٹے چاروں طرف سے یلغار کرتے ہوئے حیدر علی کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کرتے رہے بار بار آپس میں ٹکراؤ ہوتا مرہٹے حیدر علی کو روکنے کی کوشش کرتے حیدر علی ان کی رکاوٹوں کو دور کرتا ہوا سرنگا پٹم کی طرف بڑھتا رہا۔

یہاں تک کہ کوہ چرکالی کے قریب جب حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا تو بدقسمت لمحوں کی ابتدا کچھ اس طرح ہوئی کہ مرہٹوں کی توپ کا ایک گولہ اس اونٹ پر آن کر گرا جس پر سلطان حیدر علی کے لشکر کے تیر لدے ہوئے تھے۔

یہ گولہ گرنے سے جہاں بار برداری کے جانوروں کو خاصا نقصان ہوا وہاں حیدر علی کے لشکر میں بھی ایک افراتفری بھڑک اٹھی تھی۔

اسی افراتفری کے عالم میں ہی سلگتا ہوا ایک تیر اڑ کر اس بارود اور مصالحے کے صندوق میں جا کے گرا جسے استعمال کرتے ہوئے توپ کے گولے چلائے جاتے تھے۔

سلگتے ہوئے اس تیر کا بارود کے اندر گرنا تھا کہ طوفان اٹھ کھڑا ہوا ایک ایسا دھماکہ ہوا کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر حیدر علی کے جو لشکری حفاظت کے لیے مقرر تھے اور جو حملہ آور مرہٹوں کو روکنے میں کامیاب ہو رہے تھے وہ اس دھماکے کی وجہ سے قلابازیاں کھاتے ہوئے سر کے بل زمین پر گرنے لگے تھے یوں مرہٹوں کی توپوں کے گولے گرنے اور اس کے بعد حیدر علی کے لشکر کے بارود کو آگ لگنے سے حیدر علی کے لشکر کا شیرازہ بکھر کے رہ گیا تھا۔

سالار اپنے لشکر پر اپنی گرفت نہ رکھ سکے تھے ہر کوئی دوسرے سے بچھڑ گیا تھا ایک شور اور واویلا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اس افراتفری کے عالم میں مرہٹے حرکت میں آئے اور ان کے چھاپہ مار دستوں نے اسے ایک اچھا موقع جانتے ہوئے بغیر کسی روک ٹوک کے سلطان حیدر علی کے لشکر میں گھس کر اس کے لشکر کو تلواروں اور تیروں کی باڑھ پر رکھ لیا تھا۔

مرہٹے حیدر علی کے لشکر پر تاریخ کے آسمان پر حقارت کے نشے میں ڈوبے تمدن کی طرح وارد ہوئے تھے لہو کے طلاطم قلوب کے طوفان کھڑے کرتے کرتے حوادث کے اندھے روگ کی طرح ضربیں لگانا شروع ہو گئے تھے میدان جنگ میں بھوک کی ٹھہری شام میں افلاس کے رقص کرتے دھبوں پیاس کے کھولتے صحرا میں روحوں کی چیخوں لپکتی خونی قضا کے سے بکھرنے لگے تھے ہوس بھری نا امیدیوں کی شام میں، خاموشیاں سسکیوں سے الجھنے لگی تھیں

حیدرعلی کے لشکر کی افراتفری سے مرہٹے پورا فائدہ اٹھانے کا عزم کیے ہوئے تھے جس ط بھی وہ رخ کرتے چشم ونظر کی شکست خوردگی کا سماں برپا کرتے چلے جاتے بدن زخم زخم کر اور دل ونظر کی آشفتگی کی طرح پھیلتے چلے گئے تھے حیدرعلی کے لشکر کی حالت کچھ اس طر گئی تھی جیسے زیست کے صبر واستقلال پر غم بکھیر سرابوں کے قافلوں نے شب خون مار دیا ہو حیدرعلی کے سالار افراتفری میں ادھر اُدھر بکھر کر رہ گئے تھے لشکری بھی افراتفری کے میں تھے سالاروں کا آپس میں کوئی ربط کوئی رابطہ نہ رہا تھا ادھر اُدھر منتشر ہونے کے بع سالار اپنے طور پر کوشش کرنے لگا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے افراتفری کے شکار لشکریوں کو س دے کر مرہٹوں کے سامنے جما جائے اور ان پر ایسی کاری ضرب لگائی جائے کہ وہ پسپا ہ پر مجبور ہو جائیں پر ایسی کوئی بھی کوشش کسی بھی سالار کی طرف سے کامیاب نہ ہو سکی۔

حیدرعلی کا اس جنگ میں کافی نقصان ہوا سلطان حیدرعلی کے سالاروں میں سے عل خاں علی زمان خان اور یاسین خان مرہٹوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے یاسین خان میں یہ تھی کہ ایک تو وہ سلطان حیدرعلی کے بہترین مصاحبوں میں شامل تھا دوسرے اس کی ش صورت شبہ کی حد تک سلطان حیدرعلی سے ملتی جلتی تھی مورخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں علی کے ساتھ صرف غازی خان رہا غازی خان مار دھاڑ کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح ح کو کوہ چڑکولی پر لے گیا اس وقت حیدرعلی کی حالت انتہائی غیض وغضب کی تھی اپنے لشکر کا اس قدر نقصان دیکھتے ہوئے وہ غصے کی حالت میں تھا لیکن غازی خان نے اسے سنبھ اور حملہ آور لشکریوں کو کسی نہ کسی طرح وہ ہٹاتا اور انہیں پسپا کرتا ہوا حیدرعلی کو سرنگا پٹم کی ط لے جانے میں کامیاب ہوا۔

✡......✡

دوسری جانب جب علی رضا علی زمان اور یاسین حان جیسے سالار بھی گرفتار ہو گئے سے لشکریوں کا بھی نقصان ہوا تو مرہٹے حیدرعلی کو تلاش کرنے کے لیے تگ ودو کرنے لگے موقع پر یاسین خان نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا کیونکہ وہ شکل وصورت میں حیدرعل ملتا جلتا تھا لہٰذا جب وہ گرفتار ہوا تو اس نے اپنے آپ کو حیدرعلی ظاہر کیا۔

مرہٹوں نے واقعی اسے حیدرعلی سمجھ کر اور اسے پکڑ کر اپنے سالار اعلیٰ ترمک راؤ کے پہنچا دیا لہٰذا ترمک راؤ نے یاسین خان کو حیدرعلی سمجھ کر ایک خیمے میں اسیر کر دیا۔

مرہٹوں کے ان حشر انگیز ہنگاموں اور حملوں کی بناء پر جہاں سلطان حیدرعلی کے سے سالار ادھر اُدھر منتشر ہو گئے اور کسی کو کسی کی کوئی خبر نہ رہی وہاں سلطان کا فرزند

لطان بھی لشکر سے جدا ہو گیا تھا۔

غازی خان کے ساتھ سلطان حیدرعلی جب سرنگا پٹم آیا تو ٹیپو سلطان کے وہاں نہ پہنچنے کی جہ سے بڑا افسردہ بڑا اداس اور دلگیر ہوا قلعے میں داخل نہیں ہوا بلکہ قلعے کے دامن میں ریائے کاویری کے کنارے جو ایک درگاہ تھی اس کے قریب ہی پڑاؤ ڈال دیا اور شہر اور قلعے ی حفاظت کے لیے جو اسمٰعیل خان نام کے اپنے چھوٹے سالار کو چھوڑ کے گیا تھا اس کو اپنی مد کی اطلاع بھی کر دی۔

کہتے ہیں عصر کے وقت ٹیپو سلطان اپنے چند سواروں کے ساتھ سرنگا پٹم پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اس کو صحیح سلامت دیکھ کر حیدرعلی کی جان میں جان آئی اور ٹیپو سلطان کو لے کر قلعہ میں داخل ہوا اور خوب صدقہ وخیرات کیا۔

اب حیدرعلی کو سب سے زیادہ فکر اپنے بڑے سالار محمد علی کی تھی اس کی کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں کھو گیا ہے کدھر منتشر ہوا ہے۔

✡......✡

دوسری طرف محمد علی خود لشکر سے علیحدہ ہو کر بڑا پریشان تھا اسے یہ خبر نہ تھی کہ سلطان حیدر علی کا کیا بنا مرہٹوں نے جو یاسین خان کو حیدرعلی سمجھ کر گرفتار کر لیا اور خیمے میں بند کر دیا تو یہ خبر محمد علی کے پاس بھی پہنچ گئی اتنی دیر تک ادھر اُدھر منتشر ہونے والے لشکری اس کے پاس جمع ہو گئے اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے محمد علی نے فیصلہ کر لیا کہ اگر سلطان کا کچھ پتہ نہیں چلتا تو پھر میدان جنگ سے پیٹھ نہیں پھیرے گا اور دشمن سے لڑتے ہوئے جان دیدے گا۔

اس نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے میں مردانگی کا دم بھرتا رہوں گا۔ اگر میری بہادری میں فرق آ جائے تو پھر یہ جان کس کام کی جنگ کے دن ڈرنا نامردوں کے کام ہے میدان جنگ میں سر کٹوا دینا ہی بہادروں کا شیوہ ہے۔ یہ کام اگرچہ مشکل ہے لیکن بہادر آدمی کے لیے تو یہ کام آسان ہی ہے۔

پس یہ ٹھان کر محمد علی نے اپنے ان لشکریوں کو جو اس کے گرد جمع ہو گئے تھے ایک پہاڑی پر چڑھا لیا اور پہاڑی کی چٹانوں کی اوٹ میں اس نے گڑھے اور مورچے بنا لیے گو محمد علی اور اس کے ارد گرد جمع ہونے والے لشکریوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا لیکن انہوں نے بڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا ان میں بہت سے زخمی بھی تھے خود محمد علی کے تلوار کے تین زخم آئے تھے لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور پہاڑی پر مورچے بنانے کے بعد اس نے دشمن سے ٹکرانا شروع کیا بارہا رات کی گہری تاریکی میں دشمن پر شب خون مارتے ہوئے اس

نے مرہٹوں کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔

سلطان حیدر علی کے منتشر ہونے والے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کے لشکری کو سلسلے کے اوپر جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں تب ادر گرد بکھرنے والے چاروں طرف منتشر والے لشکری محمد علی کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے اور انہوں نے محمد علی کی سالار مرہٹوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا شروع کر دیا بار بار مرہٹوں کے لشکر پر شب خون مارتے اور دن کے وقت ان کے حملے کو روکتے ہوئے محمد علی نے کمال جرات مندی اور دلی مظاہرہ کیا اور اس کی اس بہادری دلیری سے مرہٹے بھی عش عش کر اٹھے تھے۔ کہتے مرہٹوں کا سردار ترمک راؤ محمد علی کی اس جرات مندی اور دلیری سے اس قدر متاثر ہوا نے اپنے ایک مسلمان ملازم محمد یوسف کی معرفت امن اور سلامتی کا عہد نامہ محمد علی کے کر اسے اپنے لشکر میں دعوت دی۔

بہادر محمد علی نے مرہٹوں کی اس دعوت کو قبول کر لیا اور اپنے مسلح دستوں کے ساتھ کو سلسلے سے نیچے اتر کر مرہٹوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا مرہٹوں کے سالار اعلیٰ ترمک را بڑے اعزاز کے ساتھ محمد علی کا استقبال کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اس ملاقات کے د ترمک راؤ نے اپنے ملازم محمد یوسف کے توسط سے محمد علی کو اشارہ دیا کہ وہ حیدر علی کو چھوڑ کر مرہٹہ لشکر میں آ جائے مرہٹے اسے اپنا بہترین سالار تسلیم کریں گے اس کے علا محمد علی کو ترمک راؤ نے بڑے بڑے سبز باغ دکھائے اور طرح طرح سے اس کو اس بات پر آما چاہا کہ وہ حیدر علی کو چھوڑ کر اس کے پاس آ جائے لیکن محمد علی نے بڑی جرات مندی کا م کرتے ہوئے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس ملاقات کے بعد محمد علی اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور سرنگا پٹم کا رخ کیا راستے م بھگ دو کوس کے فاصلے پر مرہٹوں کا ایک لشکر سرگرداں تھا شاید وہ لوٹ مار کے ارادے نکلا تھا اور اس وقت وہ شاید تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کر رہے تھے اپنے ہتھیار انہوں کھول دیئے تھے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے محمد علی ان پر حملہ آور ہوا اور اس سختی اور اس کے ساتھ اس نے مرہٹوں پر حملہ کر دیا کہ ان میں سے بہت سوں کو ہلاک کیا باقی زخمی ہ اور سب نے محمد علی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

ان سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا محمد علی سرنگا پٹم چلا گیا اس کی آمد پر حیدر علی نے ا صحت و سلامتی کا سن کر بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔

دوسری جانب مرہٹوں نے سلطان کے لشکر سے گرفتار ہونے والے مختلف سالاروں کو صوبہ سرا کی طرف روانہ کر دیا لیکن سلطان کے سالار امیر رضا علی خان کو جس نے پہلے بڑے قول و قرار کے ساتھ مادھو راؤ کی ملازمت کی تھی جس نے اسے دھرم کنڈہ کی حکومت پر مامور کیا تھا اور بعد میں وہ حیدر علی سے رشتہ داری کا لحاظ کر کے پھر حیدر علی سے جا ملا تھا اس کی اس غداری کی وجہ سے ترمک راؤ نے اسے اپنے سامنے بلا کر بہت برا بھلا کہا اور سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے پونا روانہ کر دیا۔

جہاں تک یاسین خان کا تعلق تھا تو یاسین خان کو ترمک راؤ نے حیدر علی تصور کر کے ایک علیحدہ خیمے میں نظر بند کر رکھا تھا اور اس کی خوب خاطر داری کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اسے اپنے خاندان اور صاحبزادے ٹیپو سلطان کو بلا بھیجنے کے لیے کہا یاسین خان انتہائی دانا آدمی تھا وہ ترمک راؤ کو خوب جل دے رہا تھا اور اس طرح وہ حیدر علی سے اپنی نمک حلالی کا مظاہرہ بھی کر رہا تھا کسی بھی طور اس نے اس بھید کو ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ حیدر علی نہیں ہے حیدر علی کی حیثیت سے جب ترمک راؤ اس سے گفتگو کرتا تو اندر ہی اندر دل ہی دل میں یاسین ہنستا تو بہت لیکن بظاہر بڑا سنجیدہ رہتا اور ترمک راؤ کو کوئی جواب نہ دیتا۔

کہتے ہیں کوئی ہفتے عشرے بعد ترمک راؤ کو پتہ چلا کہ سلطان حیدر علی تو صحیح سلامت اپنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم پہنچ چکا ہوا ہے اور وہاں موجود ہے اور وہ وہاں اپنے لشکر کو پھر سے ترتیب دیتے ہوئے شہر کے استحکام میں لگا ہوا ہے وہ جان گیا کہ یہ معزز قیدی حیدر علی نہیں بلکہ اس کا کوئی جانثار ہے کہتے ہیں ترمک راؤ کو اپنی اس بیوقوفی اور غلط فہمی اور نادانی پر بڑی شرمندگی ہوئی۔

مرہٹوں نے کچھ دن تک اسی جگہ پڑاؤ کیے رکھا جہاں حیدر علی کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہوا تھا اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں حیدر علی کا لشکر منتشر ہوا اور حیدر علی کو اپنے دارالسلطنت سرنگا پٹم کی طرف جانا پڑا تھا۔

پھر مرہٹوں نے وہاں سے کوچ کیا اب ان کا رخ حیدر علی کے مرکزی شہر سرنگا پٹم کی طرف تھا یہاں تک کہ شہر سے باہر اور اس کے اطراف میں انہوں نے خیمے نصب کر کے پڑاؤ کر لیا اور شہر پر حملہ آور ہونے سے متعلق تدبیریں کرنے لگے۔

سلطان حیدر علی کی حالت بھی اب پہلے جیسی کمزور نہ تھی اس کے ادھر ادھر منتشر ہونے والے لشکری جوق در جوق پھر اس کے پاس سرنگا پٹم میں جمع ہو گئے تھے انہیں اس نے استوار بھی کر لیا تھا جب مرہٹوں نے مرکزی شہر سرنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا تب حیدر علی نے سارے

سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تا کہ مرہٹوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لائحہ عمل کو شکل دی جا سکے۔

جب سارے سالار حیدر علی کے سامنے آ گئے تب حیدر علی انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

عزیزانِ من! مرہٹوں کی وجہ سے جو حالت اس وقت سرنگا پٹم کی ہے اسے تم جانتے ہو میں بھی اس سے آگاہ ہوں مرہٹے پوری طرح ہمارے شہر کا محاصرہ کر چکے ہیں لشکر کی حیثیت سے وہ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں اس وقت ہم اس قابل بھی نہیں کہ شہر سے باہر نکل کر ان پر ضرب لگائیں اور اپنے مقاصد حاصل کر سکیں مرہٹے اس وقت تعداد اور قوت میں بہت زیادہ ہیں اور وہ عہد وقت کو دھندلا دینے والے انداز اور چہروں کو الم کی گرد سے اٹ دینے والی ہولناکیوں کی طرح شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ بادبانوں کی سطحوں میں طوفانوں کی طرح نکل کر ہماری کامیابیوں کا گریبان چاک کر دیں لیکن ہم نے ان پر ثابت کرنا ہے کہ ہم سیاہ قہر مذلت اور اک سیل بلا خیز کی طرح مرہٹوں کو اپنی بے پیمانہ خواہشوں عصیانوں کی وحشت اور گناہوں کی لاشوں سے لتھڑی آتش جذبات کی مانگ کو پورا نہیں کرنے دیں گے ہم ان پر ثابت کر دیں گے کہ وقت کی عروس حیات کی گود میں ہم ظلمتوں کے نقوش سے نکل کر زندگی کا دلکش روپ بھی دھار سکتے ہیں۔ آندھیوں کے خروج کی طرح کربے دود شعلوں کی حیثیت بھی اختیار کر سکتے ہیں ہم نے ان پر ثابت کرنا ہے کہ ہم اگلتی موت کی یورش صدیوں کی مسافت کو سمیٹ دینے والی الم خیزیوں کا روپ دھار کر مرہٹوں کو اپنے شہر سے سیاہ تاریکیوں کے ہیولے گندی خواہشوں کے سوداگر جان کر ان کے آدرش کو بکل لمحوں میں تبدیل کرتے انہیں یہاں سے ہٹنے پر مجبور بھی کر سکتے ہیں۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے میرے عزیزو ہمیں مرہٹوں کے ساتھ لگاتار شب خون کا کھیل کھیلنا ہوگا اس کام کے لیے کون کون اپنے آپ کو وقف کرتا ہے اس کا فیصلہ اب تمہارا ہی کام ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب سلطان حیدر علی خاموش ہو گیا تب محمد علی نے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں تھوڑی دیر کے لیے اپنے بھائی غازی خان سے اس موضوع پر مشورہ کر لوں اس کے بعد ہم آپ کو جواب دیتے ہیں کہ یہ جو مرہٹوں نے ہمارے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے تو ہمیں کس ردعمل کا اظہار کرنا چاہیے کون سا طریقہ اختیار کرنا

چاہئے کہ مرہٹے تنگ آ کر اور اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کی خاطر سرنگا پٹم کا محاصرہ اٹھا کر واپس چلے جائیں۔

محمد علی کے ان الفاظ سے حیدر علی خوش ہوا تھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"محمد علی تمہیں اور غازی خان دونوں کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔"

جواب میں کچھ دیر تک محمد علی اور غازی خان آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے پھر دوبارہ سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے محمد علی کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم جو لشکر عموماً میری اور غازی خان کی سرکردگی میں کام کرتا ہے اسے لے کر ہم شہر سے نکلیں گے اور ہم دونوں دشمن پر شب خون مارنے کی ابتدا کریں گے ہماری طرف سے آپ بالکل بے فکر رہیں ہم جان بوجھ کر اپنے آپ کو خطرات میں نہیں ڈالیں گے اور ہماری حتی المقدور کوشش ہوگی کہ دشمن کو اس قدر زیادہ نقصان پہنچایا جائے کہ اپنا پڑاؤ ہٹا کر کسی دوسری سمت چلے جانے کا ارادہ کر لیں۔"

سلطان حیدر علی نے محمد علی اور غازی خان کی طرف سے پیش کی جانے والی اس تجویز سے اتفاق کیا اور اس کے بعد سارے سالاروں کی موجودگی میں حیدر علی نے فیصلہ کیا کہ محمد علی اور غازی خان مرہٹوں کے خلاف لگاتار شب خون کا کھیل کھیلیں گے اس دوران لشکر کے دوسرے حصوں کو فصیل کے اوپر چوکس اور مستعد رہنا ہوگا تا کہ کسی بھی لمحہ مرہٹے شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش نہ کر سکیں۔

اس کے ساتھ ہی حیدر علی کے کہنے پر اس کے سارے سالار وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ محمد علی اور غازی خان شہر سے باہر نکل کر مرہٹوں پر شب خون مارنے کی اپنی تیاری میں لگ گئے تھے۔

شام رات کی ٹھٹھراہٹ میں ڈھل گئی تھی منزل سے نا آشنا مسافر کی طرح اندھیرے ادھر ادھر پھیل گئے تھے رات کی روشنی کسی اشارے کسی اصول کسی قاعدے کا اپنے اوپر اطلاق کیے بغیر ہر چیز کو خائف خائف کرتی تاریکی کو ابھارتی اور اجالوں کو کم مائیگی کا احساس دلاتی بھاگتی چلی جا رہی تھی چار سو دشت غربت میں وقت کی تنویر کے سیل رواں اور بے نام جزیروں میں یادوں کی صلیب سی خاموشی گہرے کالے سیاہ اندھیروں میں آسودہ جاں کیلوں کا سا اطمینان اور گہرے خواب بنتی موسموں کی نمی جیسی آسودگی تھی۔

ایسے میں سرنگا پٹم شہر کے میسوری دروازے سے محمد علی اور غازی خان اپنے لشکر کے ساتھ

بے خواب راتوں کی فضاؤں میں صحرائی بگولوں کی طرح سر گرداں ہواؤں چاند راتو
فسوں میں طلسم ہست و بود اور عزم کے پرچم بلند کرتے شفق میں اڑتے حجاب کی طر
کسی آواز اور کھٹکے کے نکلے بڑے راز دارانہ انداز میں انہوں نے دریائے کاویری ک
کے دیواروں اور عید گاہ کی عمارت کی آڑ لیتے ہوئے اس سمت کا رخ کیا جہاں چیتل درگ
علاوہ دوسرے راجاؤں اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے لشکر خیمہ زن تھے یہ وہ حکمران
سلطان حیدر علی کے خلاف مرہٹوں کے ساتھ مل چکے تھے۔

بڑے رازدارانہ انداز میں آگے بڑھتے ہوئے اچانک محمد علی اور غازی خان نے اپ
دکھانا شروع کیا اور وہ ان راجاؤں اور ان چھوٹے حکمرانوں کے لشکر پر جذبات کی
صداقت احساس کی انوکھی لطافت ولولہ انگریز زندہ دلی کا آہنگ لیئے دست جبر کے ع
رگوں میں وحشتیں بھر کر ہر وجود کو ریزہ ریزہ کر دینے والی کراں تا کراں بکھرتی آتشیں
کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

راجاؤں اور حکمرانوں کا وہ لشکر پورے اطمینان کے ساتھ استراحت کر رہا تھا اس
انہیں اس بات کا یقین تھا کہ مرہٹے کسی کو ان پر حملہ آور ہونے کی اجازت نہیں دیں گے
علی اور غازی خان نے اپنی تلواروں اور نیزوں سے ان کے لشکر کو اس طرح کاٹنا اور ا
میں تبدیل کرنا شروع کیا کہ بڑی تیزی سے ان راجاؤں اور حکمرانوں کے لشکر کی
دھواں دھواں عالم میں ڈھول بھرے خوابوں پستیاں ابھارتے پاتال سے نکلتی ابتلاؤں
زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

محمد علی اور غازی خان کا یہ حملہ ایسا ہولناک تھا کہ جس سمت بھی ان کے گھوڑوں ن
کیا اپنے پیچھے لاشوں کے انبار لگاتے چلے گئے تھے۔

دوسری سمت مرہٹے بھی غفلت کی حالت میں پڑے ہوئے تھے وہ امید بھی نہیں کر
تے کہ حیدر علی کا کوئی لشکر ان پر اس انداز میں شب خون مار سکتا ہے وہ تو یہی خیال کر
تھے کہ انہوں نے حیدر علی کی ساری عسکری اور لشکری طاقت کو کچل کر تباہ و برباد کر دیا
اب انہیں کوئی بھی سرنگا پٹم میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا لیکن جب محمد علی اور غا
خان نے رات کی گہری تاریکی میں شب خون مارا تب مرہٹوں کے اوسان خطا ہو گئے
لیے کہ انہیں خبر نہ تھی کہ ادھر اُدھر بکھرنے والے حیدر علی کے سارے لشکر اس کے پاس جمع
چکے تھے۔

جتنی دیر تک مرہٹوں کا لشکر اپنے حواری راجاؤں اور حکمرانوں کی مدد کے لیے پہنچتا

وقت تک محمد علی اور غازی خان نے اپنے کام کی تکمیل کر لی تھی اس لشکر کا مکمل طور پر انہوں نے خاتمہ کر دیا اور ان کے پاس جس قدر ہتھیار گھوڑے توپیں ضروریات کا دوسرا سامان تھا ان سب چیزوں کو بڑی تیزی کے ساتھ سرنگا پٹم شہر میں لے گئے تھے مورخین کہتے ہیں کہ سلطان حیدر علی نے اس کامیاب شب خون پر خوش ہو کر فتح کے شادیانے بجوائے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے توپوں کو داغا گیا۔

محمد علی اور غازی خان کے اس ہولناک شب خون کا مرہٹوں نے کچھ اس طرح انتقام لینا شروع کیا کہ انہوں نے کوہ کری کٹر کے شمال میں مستحکم مورچے بنائے خندقیں کھودیں اور وہاں انہوں نے بڑی بڑی توپیں اور منجنیقیں نصب کرنے کے بعد قلعے کے اوپر گولے پتھر پھینکنے شروع کر دیئے تھے یہ صورتحال حیدر علی اور اس کے سالاروں کے لیے یقیناً ناقابل برداشت تھی اس لیے کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے لگاتار گولوں اور پتھروں کی بارش نے شہر اور شہریوں دونوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا تھا۔

حیدر علی اپنی جگہ مطمئن تھا کہ محمد علی اور غازی خان نے ایک کامیاب شب خون مار کر دشمن پر واضح کر دیا ہے کہ ابھی ان میں اتنی ہمت ہے اور قوت ہے کہ وہ ان پر جوابی حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں ساتھ ہی اس شب خون کے نتیجے میں کافی اسلحہ اور توپیں بھی سرنگا پٹم شہر میں آ گئی تھیں فی الحال وہ مزید کوئی شب خون مارنے کے حق میں نہیں تھا لیکن جب کوہ کری کٹر کے اوپر سے سنگ باری اور گولہ باری شروع ہوئی تب محمد علی غازی خان اور دیگر سالاروں نے حیدر علی کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ زیادہ نہیں تو کم از کم مرہٹوں کے اس حصے پر شب خون ضرور مارنا چاہئے جہاں سے سرنگا پٹم شہر پر گولہ باری اور سنگ باری کی جاتی ہے سالاروں کا خیال تھا کہ اگر کوہ کری کٹر کے اوپر جو مرہٹوں نے مورچے بنا رکھے ہیں انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے تو اس کے دو فائدے ہوں گے۔

اول یہ کہ سرنگا پٹم مرہٹوں کی گولہ باری اور سنگ باری سے محفوظ ہو جائے گا دوسرے یہ کہ اپنے اس نقصان سے مرہٹوں اور ان کے حواریوں کے حوصلے اس قدر پست ہو جائیں گے کہ وہ حیدر علی اور اس کے لشکریوں کو اپنے سامنے بے بس خیال نہیں کریں گے اور آئندہ بڑا سوچ بچار کے بعد سرنگا پٹم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔

حیدر علی نے اپنے سارے سالاروں کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر یہ طے پایا کہ جس طرح محمد علی اور غازی خان نے پہلا کامیاب شب خون مرہٹوں پر مارا تھا اس طرح کا شب خون ایک اور مرہٹوں پر ماریں تاکہ ان کی طاقت اور قوت کو کچلا جا سکے۔

آخر یہ فیصلہ ہونے کے بعد محمد علی اور غازی خان ایک بار پھر میسوری دروازے سے نکلے اندھیرے کی آڑ میں وہ کوہستانی کری کٹر کے اس حصے کا رخ کر رہے تھے جہاں دشمن کی توپیں نصب تھیں جہاں سے شہر پر گولہ باری اور سنگباری کی جاتی تھی۔

اس بار حملہ آور ہونے کا محمد علی اور غازی خان نے عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا شہر سے باہر نکل کر رات کی تاریکی میں وہ دریائے کاویری کے کنارے دو کوس دور چلے گئے اور وہاں سے مختلف بستیوں کے درمیان پڑنے والے بالائی جنگل میں سے ہوتے ہوئے ہر دڑے کوہستان کی طرف آ کر سیدھے مرہٹوں کے لشکر کی پشت کی طرف نموار دار ہوئے۔

جس جگہ توپیں لگی ہوئی تھیں وہاں سے کچھ فاصلے پر محمد علی اور غازی خان نے اپنے لشکر روک دیا پھر محمد علی نے غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”غازی خان میرے عزیز بھائی ہم دشمن کی پشت پر پہنچ چکے ہیں اس موقع پر میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے مجھے امید ہے کہ تم اس سے اتفاق کرو گے۔“

غازی خان نے بڑی انکساری اور عاجزی سے محمد علی کو مخاطب کیا۔

”محمد علی میرے عزیز بھائی تم کہو میں جانتا ہوں تمہاری کوئی بھی تدبیر منفعت اور سودمند سے خالی نہیں ہو گی دیکھو میرے بھائی ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے اپنی کارروائی مکمل کر کے ہمیں واپس سرنگا پٹم چلے جانا چاہئے مزید یہ کہ وقت ضائع کیے بغیر اپنی کارروائی کی ابتدا اس لیے بھی کرنی چاہئے کہ کہیں مرہٹوں کو یہاں ہماری آمد کا علم نہ ہو جائے۔“

اس پر بڑے رازدارانہ انداز میں غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے محمد علی کہہ رہا تھا۔

”میرے بھائی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں مرہٹوں کے لشکر کے اندر ایک بار ہو کے آیا ہوں دوسرے ہمارے مخبر بھی مجھے ان سے متعلق کافی تفصیل بتا چکے ہیں وہ رات کے اس حصے میں جبکہ ہم یہاں موجود ہیں پہرہ دینے والوں کو تبدیل کرتے ہیں میں ایسا کرتا ہوں چند دستوں کے ساتھ دشمن کے اس حصے کی طرف جاتا ہوں جو کوہستان کری کٹر کے اوپر متعین ہے وہ یہی سمجھیں گے کہ میں ان کے پہرے تبدیل کرنے کے لیے آیا ہوں میں اپنا چہرہ ڈھانپ رکھوں گا دشمن کے اندر جا کر میں کسی لشکری کو ڈانٹنے کے لیے زور سے گرجوں گا یہ میری طرف سے تمہیں دشمن کے پہلو پر حملہ آور ہونے کا اشارہ ہو گا میری آواز سنتے ہی تم حملہ آور ہو جانا جبکہ ان کے اندر سے میں حملہ آور ہو کر انہیں دونوں مل کر ایسا نقصان پہنچائیں گے جس کی وہ تلافی نہیں کر سکیں گے میں چاہتا ہوں مرہٹوں نے جس قدر مورچے کوہستانی سلسلے کے اوپر بنا

رکھے ہیں انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے اور ان کی توپوں کو اٹھا کر کوہستانی سلسلے سے نیچے پھینک دیا جائے اس طرح آنے والے دنوں میں اس کوہستانی سلسلے سے سرنگا پٹم شہر پر گولہ باری یا سنگ باری نہ کی جا سکے گی۔“

غازی خان نے محمد علی کی اس تجویز سے اتفاق کیا سوانح نگار لکھتے ہیں کہ محمد علی چند دستوں کے ساتھ کوہستان کری کٹر کے اوپر جو مرہٹوں کا لشکر تھا اس میں داخل ہوا مرہٹے واقعی یہ سمجھے کہ ان کے فرائض تبدیل ہونے کا وقت آ گیا ہے اور ان کی جگہ نئے اور تازہ دم لشکری توپوں پر متعین کیے جائیں گے۔

لہٰذا جس سمت سے بھی رات کی گہری تاریکی میں محمد علی اپنے دستوں کے ساتھ گزرتا اس کے لیے مرہٹے راستہ چھوڑتے چلے جاتے اس طرح محمد علی اپنے دستوں کے ساتھ بے محابا مرہٹوں کے اس لشکر میں داخل ہوا تھا۔

مرہٹوں کے لشکر کے بیچ میں جا کر محمد علی نے غازی خان کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دیا یہ اشارہ ملتے ہی غازی خان اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور ہر چیز کا خون کر دینے والے انداز میں وہ مرہٹوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس اچانک حملے سے مرہٹے افراتفری کا شکار ہو گئے تھے اس لیے کہ وہ تو پہروں کے تبدیل ہونے کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ اب آرام کریں گے اب جو غازی خان نے ایک طرف سے قتل عام شروع کیا تو ان کے لیے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اس لیے کہ جن دستوں کو لے کر محمد علی ان کے بیچ میں داخل ہوا تھا وہ بھی حرکت میں آ چکے تھے اور پھر ان کے اندر بھی محمد علی اور اس کے دستوں کے ہاتھوں تباہی اور بربادی کا کھیل شروع ہو گیا تھا اب دونوں طرف سے بڑی تیزی کے ساتھ مرہٹوں کے لشکریوں کی تعداد کم ہونا شروع ہو گئی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے مرہٹوں کے مورچوں کے اردگرد مرہٹوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے تھے جو مرہٹے خندقوں میں گھات لگائے بیٹھے تھے انہیں خندقوں میں ہی ختم کر کے خندقوں کو ان کی لاشوں سے بھر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد غازی خان اور محمد علی بڑی تیزی سے حرکت میں آئے جن توپوں کو بڑی آسانی سے کوہستانی سلسلے سے نیچے گرا سکتے تھے انہیں نیچے گرا دیا اور کچھ کو گڑھوں میں پھینک کر ان پر مٹی ڈال کر چھپا دیا گیا اور جو ہلکی توپیں تھیں جنہیں وہ حرکت میں لا سکتے تھے انہیں اپنے لشکریوں کے حوالے کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان توپوں کو لے کر فی الفور شہر سرنگا پٹم کی طرف چلے جائیں۔

مرہٹوں کو جب اس شب خون اور غارتگری کا علم ہوا تو انہوں نے جوابی کارروائی کر
ہوئے محمد علی اور غازی خان پر حملہ کیا لیکن جواب میں محمد علی اور غازی خان نے اپنی طر
بڑھنے والے مرہٹوں پر اس جانبازی اور جانثاری سے حملہ کیا کہ وہ مرہٹے جو کوہستان کر
کے اوپر چڑھ کر محمد علی اور غازی خان اور ان کے لشکریوں سے ٹکرانے کی جدوجہد کر رہے
انہیں موت کے گھاٹ اتار کر تہہ تیغ کر کے کوہستانی سلسلے سے نیچے گر جانے پر مجبور کر دیا
اس کے بعد بھی مرہٹوں نے بڑی کوشش کی بڑی جدوجہد کی کہ کسی نہ کسی طرح شب
مارنے والوں کو روکیں اور انہیں واپس سرنگا پٹم کی طرف جانے نہ دیں لیکن انہیں ناکامی
محمد علی اور غازی خان اپنا کام تمام کر چکے تھے توپوں کو نقصان پہنچا دیا تھا کچھ کو کوہستانی
سے نیچے گرا دیا تھا کچھ دفن کر دی تھیں مورچوں کو توڑ کر زمین کے برابر کر دیا تھا اور جتنا
سامان وہاں جمع تھا اسے آگ لگا دی تھی اور صبح ہونے سے پہلے ہی پہلے وہ سرخرو ہو کر
کامیابی اور فوز مندی کے ساتھ سرنگا پٹم شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

کامیاب شب خون کے نتیجے میں سرنگا پٹم میں بہترین خوشیاں منائی گئیں جشن کا اہ
کیا گیا اب حیدر علی کی طرف سے مرہٹوں کو دوبارہ شب خون کی صورت ناقابل تلافی نقص
پہنچایا جا چکا تھا۔

مرہٹوں کے سالار اعلیٰ ترمک راؤ نے جب دیکھا کہ حیدر علی کے سالار جب اور
وقت چاہیں رات کی گہری تاریکی میں مرہٹوں کے لشکر پر شب خون مارنے میں کامیاب
جاتے ہیں انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں تو وہ بڑا بددل ہوا اس نے جب جائزہ
اسے پتہ چلا کہ اس کی بہت سی توپوں کو ضائع کر دیا گیا ہے اور بہت سی توپیں حیدر علی
لشکری ان سے چھین کر سرنگا پٹم شہر میں لے گئے ہیں ترمک راؤ کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان کا لشکر
کافی توپوں سے محروم ہو چکا ہے۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ترمک راؤ نے بڑی بزدلی کا مظاہرہ کیا سرنگا پٹم کا محاصرہ
اس نے ترک کر دیا وہ جان گیا تھا کہ اگر اس نے محاصرہ جاری رکھا تو یونہی آہستہ آہستہ
کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے گا لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیا اور اپنے
کے اندر جو پنڈارے تھے انہیں اجازت دے دی کہ وہ سرنگا پٹم کے نواح میں جس قدر
اور بستیاں ہیں ان کے اندر لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا کھیل شروع کر دیں۔ اور خود ترمک
راؤ اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ کے کنارے کھلے میدانوں میں پڑاؤ کر گیا تھا جو
شہر کی طرف جاتی تھی۔

اسی دوران حالات اور وقت نے مرہٹوں کے لیے ایک اور بدبختی کی ابتدا کرنا شروع کر دی تھی۔

ہوا یوں کہ ہندوؤں کا ایک تہوار آ پہنچا اور ترمک راؤ نے دریائے کاویری کے سنگم پر جو لعل باغ کے قریب تھا اشنان کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے تحت اپنے بہت سے سرداروں اور سالاروں کے ساتھ سوار ہو کر وہ کوہستان کری کٹر کی مشرقی سمت سے روانہ ہوا تاکہ اپنا مذہبی تہوار منانے کے لیے دریائے کاویری میں اشنان کرے۔

مرہٹوں کے سالار اعلیٰ ترمک رائے کے ان ارادوں کی خبر حیدر علی کو بھی ہو گئی تھی اس لیے کہ اس کے مخبر مرہٹوں کی نقل و حرکت سے متعلق پوری طرح اسے آگاہ کر رہے تھے یہ خبر ملتے ہی حیدر علی اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر سرنگا پٹم شہر سے نکلا اور مانا منڈل کے مقام پر اس نے انتہائی رازداری کے ساتھ گھات کی صورت میں پڑاؤ کر لیا۔

وہاں گھات لگانے کے بعد حیدر علی نے دو مزید اقدامات کئے۔

پہلا یہ کہ ایک لشکر اس نے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں دیا اور اسے حکم دیا کہ ا
کرن کول کے مندروں میں جو دریا کے دوسرے کنارے پر تھا گھات میں جا کر بیٹھ جائے۔
جب کہ محمد علی اور غازی خان ہراول کے طور پر اپنے لشکر کو لے کر کوہستان کی ان جنوبی جانب
روانہ ہوئے۔

اب ترمک راؤ بڑی بے خطری بڑی آسودگی بڑے اطمینان سے دریائے کاویری پر پہنچ کر
اپنے سرداروں کے ساتھ پانی کے اندر نہانے تیرنے اور کھیلنے میں مشغول ہو گیا اس کا محاذ
لشکر اس کے پیچھے آہستہ آہستہ آ رہا تھا یہ ساری صورتحال جب محمد علی اور غازی خان پر عیاں
ہوئی تب وہ دونوں ایک جگہ جمع ہوئے پھر غازی خان نے محمد علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہ
شروع کیا۔

''محمد علی میرے محترم بھائی ترمک راؤ کا ہراول لشکر جس کے پاس کافی ہتھیار ہیں ا
سمت کا رخ کر رہا ہے اس سے نمٹنے کے لیے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے وہ کچھ ا
طرح ہے کہ جب ترمک راؤ کا ہراول لشکر ہمارے پاس سے گزر جائے گا تو میں گھات
نکل کر انہیں للکاروں گا اور ان پر حملہ آور ہوں گا۔ کچھ دیر تک ترمک کے لشکر کو اپنے سا
جنگ میں مصروف رکھوں گا پھر پیچھے ہٹنا شروع ہو جاؤں گا میرے بھائی جس جگہ تم بیٹھے
اس سے میں تھوڑا سا آگے نکل جاؤں گا جب ایسا ہو گا تو میں پسپائی ترک کر دوں گا پلٹ
ترمک راؤ کے لشکر پر زور دار حملہ شروع کر دوں گا اس دوران تم بھی اپنی گھات سے نکل کر ا
کی پشت پر حملہ آور ہو جانا۔ ظاہر ہے یہ لوگ بھاگ کر ادھر جائیں گے جہاں ٹیپو سلطان۔
گھات لگائی ہوئی ہے۔ اگر یہ ایسا کرتے ہیں تو پھر ٹیپو سلطان کو بھی ہم اپنے ساتھ ملا کر ا
کے پیچھے لگ جائیں گے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

غازی خان جب خاموش ہوا تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے محمد علی کہنے لگا۔

''جیسا تم چاہ رہے ہو ایسا ہی ہو گا میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔'' پھر دونوں
اپنے لشکروں کے ساتھ اپنی گھات میں خاموش ہو رہے۔

ترمک راؤ کا ہراول لشکر آہستہ آہستہ پیش قدمی کرتا ہوا بالکل اڑن طشتریوں کی انوکھی
ہانیوں اور خوابوں کی سنہری پریوں کے متلاشیوں کی طرح دریائے کاویری کی طرف جا رہا
ا جب وہ اس جگہ کے پاس سے گزر گئے جہاں غازی خان محمد علی نے گھات لگائی تھی تب
لا انقلاب رونما ہوا۔

غازی خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنی گھات سے نکلا اور دریائے کاویری کی طرف
ھنے والے ترمک راؤ کے لشکر پر وہ لباس کو سنگ خوابوں کو عذابوں نیچ ذات کے موسموں کی
ن چادروں کو لا حاصلے کے عذاب میں تبدیل کر دینے والے درد کے نادیدہ ساحلوں کے
ڑوں دوپہر کی لو کی چندھاوں اور دورا دینے والے موسموں کے سرابوں کی طرح حملہ آور ہوا

تھوڑی دیر پہلے مرہٹے خوابوں کی پلکوں سے سکون فصیل شب سے وابستہ سناٹے اور کاغذ
، بے جان بدن کی طرح خاموش اور چپ چاپ دریائے کاویری کی طرف بڑھ رہے تھے
ں پشت کی جانب سے غازی خان کے ان پر حملہ آور ہونے سے ایک شور اور واویلا و ہنگامہ
کھڑا ہوا تھا۔ غازی خان نے بڑی تیزی سے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے قرب
، نشے کو تیروں کے بستر شوق کے دامن کو قرب کی شدتوں وصل خوابوں کے منظر کو اس نے
ا تیزی سے چھا جانے والی خونی دلدلوں میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا۔

غازی خان کچھ دیر جم کر مرہٹوں کا مقابلہ کرتا رہا اس دوران اس نے مرہٹوں کو کافی
صان بھی پہنچایا اپنے لشکر کو اس نے نقصان سے خوب بچا کر رکھا پھر اس نے آہستہ آہستہ
، انداز میں پسپا ہونا شروع کیا کہ اس نے مرہٹوں پر یہی ظاہر کیا کہ وہ ان کے حملوں کو
اشت نہیں کر سکا لہٰذا پیچھے ہٹنا شروع ہوا ہے۔ پسپا ہوا ہے۔

مرہٹے اس چکر اور چکموں میں آ گئے اور دریائے کاویری کی طرف بڑھنے کی بجائے
ول نے اب غازی خان اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کرنے کے لیے ان کا تعاقب کرنا
وع کر دیا تھا اور یہی غازی خان چاہتا بھی تھا۔ آہستہ آہستہ غازی خان انہیں اس جگہ لے
! جہاں اس نے محمد علی کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی پھر اپنے لشکر کے ساتھ غازی خان آندھی
طوفان کی طرح پلٹا اور ایک دم مرہٹوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس نے انہیں کاٹنا شروع
ردیا تھا عین اسی لمحہ مرہٹوں کی پشت کی جانب سے محمد علی اپنے لشکر کے ساتھ آوازوں میں
کا درد کی لہروں دھیرے دھیرے رینگتے موت کے سایوں کی طرح نمودار ہوا پھر وہ
ہتوں کے نغموں اور آہنگ دلداری کی اس ستیزہ کاری اور رفاقتوں کے اتصال کو دھوپ کے

صحرا میں بے تعبیر خوابوں میں بدل دینے والے جبر کی اسیری کے تسلسل کی طرح حملہ آور ہو
تھا۔

اب مرہٹوں پر سامنے اور پشت دونوں جانب سے زور دار حملے شروع ہو گئے تھے اور ا
کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ ان کی حالت سلگتی سکڑتی
راستوں کی دھول اندھیری رات کی چپ میں پہچان کی بے خوابی اور خود اپنی ذات کو بے
کرتے لمحوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی پھر ایک طرف سے ہوتے ہوئے مرہٹو
کا وہ ہراول لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

کہتے ہیں محمد علی اور غازی خان کے ساتھ مرہٹوں کے اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مرہٹوں ک
بہت سے سالار ان کے ہاتھوں مارے گئے ترمک راؤ کے استعمال میں جو ہاتھی رہتا تھا وہ بھ
زخمی ہو کر ختم ہو گیا جس ہاتھی پر اس کا علم رہتا تھا اور جس پر اس کے ساتھ ساتھ اس ک
نقارے بجتے تھے ان ہاتھیوں کا کام بھی تمام کر دیا گیا تھا۔

مرہٹے جب بھاگتے ہوئے آگے گئے تو ٹیپو سلطان بھی اپنی گھات سے نکل کر غازی خا
کے ساتھ مل گیا پھر غازی خان اور ٹیپو سلطان نے دور تک مرہٹوں کا تعاقب کرتے ہوئے ا
کی تعداد کو مزید کم کیا اتنی دیر میں محمد علی نے یہ کام کیا کہ دشمن کا ہراول لشکر اپنے پیچھے جو سامان
چھوڑ گیا تھا اس پر قبضہ کر لیا۔

کہتے ہیں اس سامان میں پانچ ہزار کے لگ بھگ گھوڑے کافی مال غنیمت بہت سا دو
ضرورت کا سامان تھا اس کے علاوہ دو ہزار مرہٹے قیدی بھی تھے یہ سب اور سارا سامان محمد ع
نے سمیٹ کر سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا۔

دریائے کاویری میں نہاتے ہوئے ترمک راؤ کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو وہ گیـ
کپڑوں میں ہی الٹے پاؤں لوٹا اور موتی تالاب کو اپنی خیمہ گاہ بنا کر ٹھہر گیا ترمک راؤ پر پہ
ہی دو جان لیوا شب خون محمد علی اور غازی خان مار چکے تھے اب انہوں نے مرہٹوں کو یہ تیس
نا قابل تلافی نقصان پہنچایا تھا لہٰذا ان تین وارداتوں نے مرہٹوں پر ایک طرح کا لرزہ ا
خوف طاری کر کے رکھ دیا تھا۔

ترمک راؤ اب روز بروز ہونے والے اپنے لشکر کے اس نقصان سے تنگ آ گیا تھا تو
تالاب کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ صلاح مشو
کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ سرنگا پٹم کا محاصرہ ترک کر کے پیچھے ہٹنا چاہئے اور جنوبی پٹم کے علا
پر حملہ آور ہو جانا چاہئے اس لیے کہ جنوبی پٹم کا وہ علاقہ تھا جہاں سے سلطان حیدر علی ک

زی شہر سرنگا پٹم کو ضروریات کی اشیاء غلہ اور دوسرا سامان روانہ کیا جاتا تھا۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد ترمک راؤ نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیا سرنگا پٹم کا محاصرہ اس نے
ختم کر دیا اور وہاں سے کوچ کیا۔

اب اس نے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد جو فیصلہ کیا تھا اس پہ عمل کیا جنوبی پٹم کی
طرف بڑھا اس علاقے میں تال گھات دارہ پور اور ڈنڈ کل کے پرگنے شامل تھے چونکہ اس
علاقے سے حیدر علی کو رسد رسانی کا سامان ملتا تھا لہٰذا ترمک راؤ نے حیدر علی کو مالی نقصان
پہنچانے کا ارادہ کر لیا وہ ان علاقوں پر حملہ آور ہوا دور دور تک اس نے وحشیانہ یلغار کرتے
ہوئے بستیوں کو لوٹنا اور آبادیوں کو برباد کرنا شروع کر دیا۔

ترمک راؤ کی ان ساری کارروائیوں کی خبر سلطان کو اس کے مخبر دے رہے تھے لہٰذا جب
ترمک راؤ اپنے لشکر کے ساتھ جنوبی گھاٹ کی طرف نکلا تو حیدر علی نے بھی یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ
اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور مرہٹے جو مسلمانوں کی بستیوں کو برباد کر رہے ہیں ان کا مرہٹوں
سے انتقام ضرور لے گا۔

لیکن محمد علی اور غازی خان اور دوسرے سالاروں نے مشورہ کرنے کے بعد حیدر علی کو یہ
رائے دی کہ حیدر علی سرنگا پٹم میں قیام کرے تا کہ انہیں کوئی چکما دے کر اگر مرہٹے سرنگا پٹم پر
حملہ آور ہونا چاہیں تو حیدر علی ان کا دفاع کر سکے محمد علی اور غازی خان نے حیدر علی کو یقین
دلایا کہ وہ مرہٹوں سے خوب نمٹیں گے حیدر علی نے اس تجویز سے اتفاق کیا جس کے جواب
میں محمد علی اور غازی خان کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ لشکر کو لے کر سرنگا پٹم سے نکلے
۔

محمد علی نے ٹیپو سلطان کو سات ہزار سواروں کے ساتھ کاویری پٹن کے مقام پر متعین کر دیا
اور خود اور غازی خان اپنے لشکر کو لے کر کشن گیری کے مقام پر گھات لگا گئے تھے ان کا
مدعا یہ تھا کہ وہ رات کے وقت دشمن سے نبٹیں گے محمد علی اور غازی خان دشمن پر شب خون
ماریں گے یہ شب خون مارنے کے بعد وہ دونوں کاویری پٹن کی طرف جائیں گے
اگر مرہٹے ان دونوں کا تعاقب کرتے ہیں تو ایک دم ٹیپو سلطان گھات سے نکل کر تعاقب
کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے گا اس طرح مرہٹوں کو نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

لیکن ابھی اس لائحہ عمل کی تکمیل نہ ہوئی تھی سلطان حیدر علی کے مخبروں نے محمد علی اور غازی
خان کو یہ خبر دی کہ مرہٹوں کا ایک بہت بڑا لشکر بے شمار جانوروں اور انتہائی قیمتی سامان لے کر
اپنے مرکزی شہر پونا کی طرف جا رہا ہے یہ وہ سامان تھا جو مرہٹوں نے جنوبی پٹن کے

علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اور ترک تاز کے نتیجے میں حاصل کیا تھا اور وہ اس سارے سامان کو اب اپنے مرکزی شہر پونا کی طرف روانہ کر رہے تھے کہتے ہیں کہ اس لشکر م شمار زر و جواہرات مال غنیمت اور ان گنت گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے علاوہ کچھ کار بھی تھے جن کے پاس انتہا درجہ کے قیمتی زر و جواہرات تھے۔

پونا کی طرف جانے کے لیے مرہٹوں کا یہ لشکر جب ارکاٹ کے حکمران کی سرحدوں قریب پہنچا تب محمد علی اور غازی خان نے آپس میں صلاح مشورہ کیا جس قدر لشکر ان پاس تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کیا پھر مرہٹوں کے اس لشکر پر ایک طرف سے غازی برہنہ کر دینے والی طاقت و قوت کی شعاعوں اور ہزیمت کے تمغے سجا دینے والی سربریدہ نہاں بربادیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا جبکہ دوسری سمت سے محمد علی اور آدرش کے کنگر دینے والے درد بھرے انتقام کی دستکوں اور زوال کے خدوخال طاری کر دینے والے بھرے اندھیاؤں کی طرح ذہنوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

مرہٹوں کے اس لشکر کی اکثریت کو محمد علی اور غازی خان نے پوری طرح کاٹ کے ر تھا جس قدر سامان مرہٹوں کے اس لشکر سے محمد علی اور غازی خان کے ہاتھ لگا اسے ا نے سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا اس دوران ان کے مخبروں نے خبر دی کہ مرہٹوں کا ایک لشکر اس لشکر کی مدد کے لئے آ رہا ہے جس پر محمد علی اور غازی خان حملہ آور ہوئے ہیں پہلے لشکر کو محمد علی اور غازی خان مکمل طور پر تباہ و برباد کر چکے تھے لہٰذا دونوں اپنے لشکروں ساتھ گھات میں چلے گئے اور نئے آنے والے لشکر کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے۔

مرہٹوں کا وہ لشکر بھی جب قریب آیا تو محمد علی اور غازی خان نے پہلے سے بھی ہولناک انداز میں ان پر حملہ کیا ان کے بہت سے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کم کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا ان سے بھی جو مال و متاع ان دونوں کو ملا وہ ا نے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

مرہٹوں کا سالار اعلیٰ ترمک راؤ اپنے ان دو لشکروں کی تباہی سے بڑا پریشان اور نالاں وہ اس فکر میں بھی پڑ گیا کہ اس کا پہلا لشکر جسے محمد علی اور غازی خان نے حملہ آور ہو کر برباد کیا اس پر ارکاٹ کے ناظم محمد علی کے علاقے میں حملہ کیا گیا اس خبر سے ترمک را پریشان ہوا وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ کہیں یہ دونوں حکمران یعنی ارکاٹ کا حاکم محمد علی اور کا حکمران حیدر دونوں آپس میں مل گئے ہوں اور اگر ایسی بات ہے تو پھر دونوں حکمران طور پر مرہٹوں کے مقابل آ جائیں گے جس کے نتیجے میں مرہٹوں کے پونا جانے والے

دور ہو جائیں گے اور اس طرح مرہٹوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا اور مرہٹوں کے ا کی عزت و آبرو مٹی اور خاک میں مل کر رہ جائے گی۔

ان تفکرات میں پڑتے پڑتے مرہٹوں کے سالار ترمک راؤ نے جس جگہ پڑاؤ کیا تھا وہاں کوچ کیا اور چتور کے گھاٹ کو عبور کر کے اوتان گڑھ کے نواح میں اپنے لشکر کا اس نے قائم کیا۔

مرہٹوں کی اس نقل و حرکت کی اطلاع جب محمد علی اور غازی خان کو ہوئی تو سب سے پہلے م کیا گیا کہ ٹیپو سلطان کو ایک لشکر دے کر پٹن کی طرف روانہ کر دیا گیا اس لیے کہ حیدر علی مخبروں نے یہ اطلاع دی تھی کہ مرہٹوں کے لشکر کا ایک حصہ اس سمت جائے گا اور مرہٹہ کے لیے ضروریات زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

اتفاق سے جس دن ٹیپو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا مرہٹوں کے لشکر کا ایک حصہ دھرم پوری کے نواح میں بہت سے دیہاتوں کو غارت کرنے لوٹ مار کرنے اور گھاس لڑی کے ذخیرے جمع کرنے میں مشغول تھا۔

ٹیپو سلطان نے اپنے لشکر کو ایک جگہ گھات میں بٹھا دیا اور اپنے مخبر مرہٹوں کے لشکر کے بھجوا دیئے اور وہ مرہٹوں کے لشکر کے اندر مرہٹے بن کر ہی کام کرنے لگے تھے۔

جب مرہٹوں کا وہ لشکر بستیوں قصبوں اور شہروں سے لوٹا ہوا مال گھوڑوں اونٹوں اور وں پر بار کر کے واپس جانے لگا تو ٹیپو سلطان کے مخبروں نے ان کی نقل و حرکت کی اطلاع سلطان کو کر دی خبر ملتے ہی ٹیپو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اپنی گھات سے پاؤں تلے زمین دھیڑ دینے والے بپھرے ہوئے ساگر بے وصف کر دینے والی موسموں کی بے نیازی کی ادا شعور ذات میں بھنور بناتے کرب کی طرح نکلا پھر وہ مرہٹوں کے لشکر کے اس حصے پر ت کے خواب نگر میں زندگی کے انمول لمحوں کی یورش وسعت عرصہ کونین میں چاروں لمحوں کے خونی بھنور بناتے عذابوں اور آندھیوں سے رفاقت جوڑتے ریت کے ناتھمنے جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

لمحوں کے اندر ٹیپو سلطان نے مرہٹوں کے اس لشکر کی حالت کسمساتی آنسو بہاتی توں، رسوائیوں آمیز ہزیمت، بے یقینی کے پیراہن میں چھپی ناکامیوں اور ریاکاری کی وں سے بھی زیادہ ذلت آمیز بنانا شروع کر دی تھی۔

اس لشکر کی اکثریت کو ٹیپو سلطان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم مرہٹوں کو جان کر بھاگنے کا موقع مل سکا کہتے ہیں کہ اس حملے کے نتیجے میں سے مال غنیمت کے علاوہ ٹیپو

سلطان کے ہاتھ چار ہزار گھوڑے کچھ بیل پچاس توپیں کھینچنے والے اونٹ بیس ہاتھی اور بے شمار جنگی سامان اور ضروریات کی اشیاء تھیں یہ سارا سامان فی الفور ٹیپو سلطان نے پٹن کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

ٹیپو سلطان کے ہاتھوں اپنے لشکر کے اس حصے کی بربادی کی خبر سن کر مرہٹوں کا سالار ترمک راؤ اور زیادہ خوف زدہ ہو گیا تھا اسی دوران سلطان حیدر علی کے مخبر نے محمد علی اور غا خان کو خبر کر دی تھی کہ اپنا پہلا پڑاؤ چھوڑ کر ڈر اور خوف کے مارے مرہٹوں کا سردار ترمک کاویری پٹم میں جا کر قیام کر گیا ہے۔

یہ خبر ملتے ہی محمد علی اور غازی خان نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اور کچھ جائے اور آنے والی رات کو ترمک راؤ کے لشکر پر ایسا خوفناک اور جان لیوا شب خون جائے کہ ترمک راؤ اپنے لشکر کو واپس لے جانے پر مجبور ہو جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد محمد علی اور غازی خان نے اپنے لشکر کو ساتھ لیا اور مرہٹوں پر لگانے کے لئے کاویری پٹم کی طرف تیزی سے بڑھے۔

لیکن بد قسمتی سے یہ راستہ بڑا دشوار گزار تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے جنگل میں پیش کرتے بڑی دشواری پیش آئی جس کے نتیجے میں جب وہ مرہٹہ لشکر کے قریب پہنچے تو کا پٹم کے ارد گرد اور آس پاس کی بستیوں میں مرغ اذانیں دینے لگے تھے۔ لوگ جاگ تھے۔ روشنی ہو گئی تھی مشرق سے سورج طلوع ہونے والا تھا۔

اس صورتحال کو محمد علی اور غازی خان نے اپنے لیے اچھا نہیں جانا لہٰذا انہوں نے کو کن گڑھ کے دامن میں پناہ لے لی دوسری جانب ترمک راؤ کی بد قسمتی کہ اس نے بھی لشکر کے ساتھ وہیں آن پڑاؤ کیا۔ لیکن وہ وہاں محمد علی اور غازی خان کی موجودگی سے بے خبر

بہر حال محمد علی اور غازی خان نے کسی نہ کسی طرح وہ دن اس جنگل میں بڑی دشواری کاٹا آخر خدا خدا کر کے رات آئی اور انہوں نے اپنے کام کی ابتدا کرنے کا فیصلہ کیا سب پہلے رات کی گہری تاریکی میں دونوں نے اپنے مخبروں کو مرہٹوں کے لشکر کا محل وقوع کے لئے روانہ کیا۔

جب واپس آ کر ان مخبروں نے مرہٹوں کے لشکر کی ساری کیفیت محمد علی اور غازی سے کہہ دی تب کچھ سوچتے ہوئے محمد علی گفتگو کی ابتدا کرنے والا تھا کہ غازی خان پہلے بول کہا

”محمد علی میرے بھائی جو کچھ ان مخبروں نے کہا ہے اس کی روشنی میں ایک بات میں ہوں جیسا کہ ہمارے مخبر بتا چکے ہیں کہ مرہٹوں کا پڑاؤ دور دور تک پھیلا ہوا ہے

ہوں کہ ان کے اس لشکر کے پڑاؤ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم دونوں اپنے لشکر کو پہلے کی طرح تقسیم کریں جو لشکر عموماً میرے ساتھ کام کرتا ہے وہ میرے پاس رہے جو تمہاری سرکردگی میں فرائض انجام دیتا ہے وہ تمہارے پاس رہے۔

ہم دونوں بھائیوں میں سے پہلے ایک دشمن پر شب خون مارنے کی ابتدا کرے اور ایسا ہولناک حملہ کرے کہ پہلے ہی حملے میں ان گنت مرہٹوں کو موت کے گھاٹ اتارتا چلا جائے۔

جس وقت مرہٹوں کے لشکر کا قریبی حصہ سمٹ کر اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے آئے تو اس حصے پر فوراً دوسرا لشکر حملہ آور ہو جائے اور ان کی حالت بھی پہلے لشکر جیسی یا اس سے بھی ہولناک بنا کے رکھے اس طرح مرہٹوں کے لشکر کے اندر ایک ہلچل ایک خوفناکی اور بزدلی پھیل جائے گی اور وہ شب خون مارنے والوں کا سامنا کرنے کی بجائے اپنی جانیں بچانے کو ترجیح دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد غازی خان رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”محمد علی میرے بھائی جہاں تک یہاں سے کوچ کرنے کا تعلق ہے تو دونوں بھائی یہاں سے اکٹھے کوچ کریں گے۔ لیکن مرہٹوں کے لشکر کے پاس جانے کے بعد پہلے ایک حصہ اپنے کام کی ابتدا کرے گا اس کے بعد دوسرا اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آج رات کی گہری تاریکی میں ہم مرہٹوں کے پاؤں تلے سے ان کی ساری جرات مندی اور جسارت کھینچ لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

جب تک غازی خان بولتا رہا محمد علی چپ رہا دھیرے دھیرے مسکراتا رہا۔ جب غازی خان کہہ چکا تب محمد علی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”غازی خان جو تم نے کہا ہے یوں جانو میری نگاہ میرے نقطہ نظر سے یہ بالکل آخری ہے اگر تم تھوڑی دیر تک گفتگو کا آغاز نہ کرتے تو قسم خدائے واحد کی یہی لائحہ عمل تمہارے سامنے میں پیش کرنے والا تھا بہر حال جو تم چاہ رہے ہو ایسا ہی ہو گا رات اب کافی جا چکی ہے آؤ اب اپنے کام کی ابتدا کریں۔“

غازی خان نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں پیچھے ہٹے تھوڑی دیر بعد وہ مرہٹوں پر شب خون مارنے کے لیے اپنے پڑاؤ سے نکل کر مرہٹوں کے پڑاؤ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔

پہلے محمد علی نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ رات کی گہری تاریکی میں مرہٹوں کے لشکر کے ایک حصے پر گردش دہر میں جسموں کو خستہ کر دینے والے فرزانوں کے ہولناک نعروں جسم و

جان کے سفر میں رسوائیوں کی مسافتیں بھر دینے والے قدیم تہذیب کے عذاب بھرے لمحو اور خوابوں تک کی کرچیاں کر دینے والے بے نام خواہشوں کے انمول جوہروں کی طرح ٹو پڑا تھا۔

جس وقت محمد علی کے اس طرح شب خون مارنے سے مرہٹوں کے لشکر کے اندر ایک شو واویلا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور جہاں اس نے شب خون مارا تھا اس کے قریب ترین جو مرہٹوں لشکر تھا وہ جب اپنے ان مرہٹوں کی مدد کے لیے لپکا جس پر محمد علی نے حملہ کیا تھا۔ تب دو خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے مرہٹوں کے لشکر کے اس حصے پر غازی خان آنکھوں میں بے سوالا کی بھرمار اور دل پر دستک دیتے جفا رنگوں کی سحر کاری، ہاتھوں پر بے چین کر دینے والی دستک دیتی خونی آہٹوں سینے میں چھپے جذبوں کے جواہر کو توڑتے بکھیرتے خوف میں بدل دے والی کیمیائی لفظوں کی صوتی ہلچل کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

محمد علی اور غازی خان مرہٹوں کے لشکر کے جس جس حصے پر بھی حملہ آور ہوئے اپنے پیچھ وہ خوف در خوف عذابوں کے بارگراں بیچ در بیچ لہو رنگ مناظر کھڑے کرتے کرتے قہر و ابتلا کے سلسلے اور زندگی کے ماہ سال میں پیوست ہو جانے والے صحراؤں کا آشوب بنتے شعلہ آ سحابوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چھوڑتے چلے گئے تھے جدھر جدھر بھی انہوں نے رخ اپنے پیچھے لاشوں کے انبار لگاتے چلے گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں اس حملے نے مرہٹوں کی حالت باد و باراں کے خونی طوفانو کے سامنے دلدل بنتے گلی کوچوں دھوپ کے زہر میں بجھی رتوں میں زرد بستیوں کی بہر سوچوں بھیگی ہواؤں میں دائرے بنتی رات میں منزل سے قطعی نا آشنا جسم و روح کا آزار بنے ہولناک سفر سے بھی زیادہ بدتر کرنا شروع کر دی تھی۔

مرہٹوں میں ایک ہلچل ایک افراتفری ایک خوف پھیل گیا تھا جبکہ غازی خان اور محمد علی ا کام کرتے رہے زمین کے سینے پر مخنی راستوں پر ہزیمت کی جوش مارتی آندھیوں بدبختی کی بساط کھولتے طوفانوں اور اندھے موسموں کے بے روک بگولوں کی طرح ان پر ضربیں لگا تھے ان کی لاشوں میں اضافہ کرتے رہے۔

غازی خان اور محمد علی کا یہ حملہ بھی خوب تھا مرہٹوں کے لشکر کے اندر تک شب خون مار ہوئے مرہٹوں کے اندر جو گزشتہ جنگوں میں مسلمان قیدی تھے نہ صرف محمد علی اور غازی خان نے انہیں چھڑا لیا بلکہ اس شب خون کے نتیجے میں مرہٹوں کے لشکر سے (900) نو سو گھوڑ

ہاتھی اور انتہائی قیمتی خزانے سے لدے ہوئے گیارہ اونٹ لے کر سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے اپنے شب خون کی تکمیل کرتے ہوئے غازی خان اور محمد علی پیچھے ہٹ کر آنی کل کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔

مرہٹوں کے سپہ سالار اعلیٰ ترمک راؤ کو جب محمد علی اور غازی خان کے ان حملوں کی تفصیل ملی تو وہ غازی خان اور محمد علی کی جرات مندی پر تلملا اور سٹپٹا کر رہ گیا بہرحال اس نے اپنے ہراول لشکر کو تعاقب کی غرض سے محمد علی اور غازی خان کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اور اپنے ہراول کے پیچھے پیچھے اپنے سارے لشکر کو لے کر وہ بھی محمد علی اور غازی خان سے نمٹنے کے لیے روانہ ہوا تھا۔

مرہٹوں کا ہراول لشکر ایک کاوا کاٹتا ہوا محمد علی اور غازی خان سے آگے نکل گیا اس لیے کہ محمد علی اور غازی خان کے پاس وہ سامان تھا جو انہوں نے مرہٹوں سے چھینا تھا لہٰذا ان کی آگے بڑھنے کی رفتار کچھ زیادہ تیز نہ تھی کچھ آگے جا کر مرہٹوں کے ہراول لشکر نے محمد علی اور غازی خان کا راستہ روک لیا۔

غازی خان اور محمد علی نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ایک زوردار حملہ ان پر کیا پھر جنگل کے کنارے ایک ویران بستی میں انہوں نے گھات لگالی تھی مرہٹوں کے ہراول لشکر نے آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کی اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ غازی خان اور محمد علی گھات لگا چکے ہیں اور اگر انہوں نے آگے بڑھ کر بستی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو جو مرہٹہ بھی اس بستی میں داخل ہوگا محمد علی اور غازی خان اسے موت کی گہری نیند سلا دیں گے لہٰذا وہ باقی لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگے اتنی دیر تک ترمک راؤ بھی اپنے سارے لشکر کے ساتھ اس ویران بستی کے قریب نمودار ہوا۔ جو جنگل کے کنارے تھی اتنی دیر تک سورج غروب ہو گیا تھا فضاؤں میں گہری تاریکیاں پھیلنے لگیں تھیں لہٰذا اس بستی کے سامنے ترمک راؤ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا جس کے اندر محمد علی اور غازی خان نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگائی تھی۔

جب رات گہری ہو گئی تب محمد علی اور غازی خان اپنے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے پھر محمد علی نے غازی خان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"غازی خان میرے بھائی مرہٹوں کا پورا لشکر اب بستی کے سامنے پڑاؤ کر چکا ہے اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ جونہی ہم اس بستی سے نکلیں ہم پر حملہ آور ہو جائے جب تک ہم اس بستی میں گھات لگائے ہوئے ہیں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں مرہٹے ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات

وجسارت نہ کر سکیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب محمد علی خاموش ہوا تب غازی خان نے کہنا شروع کیا۔

"محمد علی میرے بھائی تمہارا کہنا بالکل درست ہے لیکن ہم اس بستی میں زیادہ دن گھات بھی نہیں لگا سکتے اس لیے کہ ہمارے پاس جو خوراک کا ذخیرہ ہے ختم ہو جائے گا گھوڑوں کے چارے کا بندوبست اور اہتمام نہیں ہے لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ آج ہی کی رات ہمیں اپنی حفاظت کی خاطر کچھ کرنا ہوگا اب ہم دشمن کے لشکر پر شب خون مارنے سے تو رہے اس لیے کہ دشمن ہمارے شب خونوں سے پہلے ہی چوکنا ہے۔ ساری رات جاگتے رہیں گے اس بنا پر ہم ان پر مزید شب خون نہیں مار سکتے۔ محمد علی میرے بھائی اس طرح کرتے ہیں کہ بستی کے اندر آگ روشن کرتے ہیں مرہٹے یہی سمجھیں گے کہ سردی سے بچنے کے لئے ہمارے لشکر نے آگ روشن کر رکھی ہے اور وہ ٹوٹی پھوٹی دیواریں جو ان کے لشکر کے سامنے ہیں ان پر اپنے لشکر کے اندر سے پرانے بوسیدہ سفید کپڑے لے کر دیواروں پر لٹکا دیتے ہیں جب آگ کے آلاؤں روشن ہوں گے تو مرہٹوں کو یہ سفید کپڑے دکھائی دیتے رہیں گے اور وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم ابھی تک یہاں بستی میں موجود ہیں اور یہ چکما دینے کے بعد ہم اپنے لشکر کے ساتھ پشت کی جانب جو جنگل ہے اس میں سے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ کرتے چلے جائیں گے۔"

محمد علی نے غازی خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں بڑی تیزی سے اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ حرکت میں آئے اس بستی کے اندر جابجا آگ کے بڑے بڑے آلاؤ روشن کر دیئے گئے تھے دیواروں پر بڑی تیزی سے بوسیدہ سفید کپڑے لٹکا دیئے تھے اور اس کے ساتھ ہی محمد علی اور غازی خان خود سارا لشکر لے کر جنگل کی راہ نکل گئے تھے ادھر مرہٹے آگ روشن دیکھ رہے تھے اور دیواروں پر بھی انہیں سفید کپڑے نظر آ رہے تھے اور اسی گمان میں پڑے رہے کہ حیدر علی کے دونوں سالار محمد علی اور غازی خان ابھی تک بستی کے اندر ہی گھات لگائے بیٹھے ہیں مرہٹے بڑی بے فکری سے اپنے پڑاؤ کے اندر پڑے رہے محمد علی اور غازی خان جب اس جنگل سے نکلے تھے ان کا سامنا مرہٹوں کے ان دستوں سے ہو گیا جو جنگل کے گردونواح میں دشمن پر نگاہ رکھنے کے لیے معمور تھے ساتھ ہی وہ اس بنا پر بھی گشت کر رہے تھے کہ اچانک حیدر علی کا کوئی لشکر ان پر شب خون مارنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

مرہٹوں کے اس لشکر نے حیدر علی اور غازی خان سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جنگل کے نواع میں ہولناک رن پڑا جس میں محمد علی اور غازی خان نے مرہٹوں کو خاصہ نقصان پہنچایا گو

ان کا اپنا بھی کچھ نقصان ہوا لشکری ہلاک اور زخمی ہوئے۔ لیکن مرہٹوں کے اس لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا اور ان کے پاس جس قدر سامان تھا اس کو لے کر محمد علی اور غازی خان سرنگا پٹم کی طرف چلے گئے تھے۔

⚝......⚝

اپنے ان گشت کرنے والے لشکروں کی تباہی اور بربادی کا حال جب مرہٹوں کے سالار ترمک راؤ تک پہنچا تو اس کے غصے اور غضبناکی کی کوئی انتہا نہ تھی وہ پہلے ہی محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان کی دست درازیوں سے تنگ آ چکا تھا روز بروز اس کے لشکر کا نقصان بڑھتا جا رہا تھا اب جو اتنے بڑے لشکر کے خاتمے کی خبر ملی تو وہ اور زیادہ پریشان و فکر مند ہوا اور جہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے اس نے کوچ کیا اور مل کوٹ پہنچ کر اس نے اپنا نیا پڑاؤ قائم کیا۔ حالات اب دن بدن ابتر اور خراب ہوتے چلے جا رہے تھے مرہٹے روز بروز ہونے والے اس نقصان سے اس قدر نالاں تھے کہ چاہتے تھے کہ کوئی باعزت مصالحت ہو جائے اور جنگ کے نقصانات پورے ہو جائیں اور واپس چلے جائیں اس مقصد کے لیے حیدر علی نے غازی خان کے ہمراہ اپاجی رام کو کچھ دوسرے نمائندوں کے ساتھ مرہٹوں کی جانب روانہ کیا تا کہ صلح کی گفت وشنید کو آخری شکل دی جا سکے۔

عقل مند دانا اور فرزانہ لوگ کہتے ہیں کہ راست بازوں کے لئے کج راہوں کے ساتھ صلح رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں جیسا کہ تیر کے لئے کمان کی اطاعت کرنا لازمی ہوتا ہے اسی پر عمل کرتے ہوئے حیدر علی اپنے لشکر کی حفاظت کے لیے مرہٹوں کے ساتھ گفت وشنید اور صلح کے لئے رضامند ہوا تھا۔

لیکن ترمک راؤ کو جب خبر ہوئی کہ جنگ کے نقصانات کے بدلے میں اسے حیدر علی کی طرف سے کچھ نہیں مل رہا تو وہ تکبر میں صلح پر رضامند نہ ہوا اور اپاجی رام کو دھمکیاں دیں کہ وہ اس وقت لوٹ نہیں جائے گا جب تک سرنگا پٹم کو فتح نہیں کر لے گا اس کے علاوہ بھی مرہٹوں کا سالار اعلیٰ اپاجی رام کو اپنے سامنے بلا کر اپنی شجاعت کی اور اپنے لشکر کی بہادری کی ڈینگیں مارتا رہا۔

لیکن اندر ہی اندر ترمک راؤ صلح پر بھی آمادہ تھا جب اپاجی رام نے واپس حیدر علی کے پاس جانے کی اجازت چاہی تو اس نے اسے واپس نہیں جانے دیا بلکہ اسے اپنے پاس ہی روک لیا۔

اپاجی رام نے وہاں قیام کے دوران جو بہترین کام کیا وہ یہ کہ اپنے ساتھیوں کے ذریعے

جو اس کے ساتھ گئے تھے مرہٹوں کے لشکر کی مفصل کیفیت اور حالات سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کرتا رہا۔

حیدر علی پر رعب ڈالنے کے لئے اور اسے اس بات پر مجبور کرنے کے لئے کہ اس جگہ میں مرہٹوں کا جس قدر نقصان ہوا ہے وہ حیدر علی پورا کرے مرہٹوں کے سالار اعلیٰ ترمک راؤ نے اعلان کیا کہ اب وہ سرنگا پٹم کے گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے قصبوں پر حملہ آور نہیں ہو گا بلکہ براہ راست سرنگا پٹم پر حملہ آور ہو گا اور اسے اپنے سامنے زیر اور فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔

اپا جی رام نے ترمک راؤ کے ان ارادوں کی اطلاع فی الفور حیدر علی کو کر دی تھی حیدر علی نے یہ خبر ملتے ہی اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا مشورہ ہونے کے بعد یہ طے پایا کہ حسب سابق محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان اپنے چند چھوٹے سالاروں کو ساتھ لے کر نکلیں گے اور مرہٹون کو اس طرح اپنے سامنے الجھانے کی کوشش کریں گے کہ مرہٹے دارالسلطنت کا رخ نہ کر سکیں یہ فیصلہ ہونے کے بعد محمد علی غازی خان ٹیپو سلطان اور کچھ دوسرے سالار لشکر لے کر سرنگا پٹم سے نکلے تھے۔

سرنگا پٹم س روانہ ہونے کے بعد محمد علی، غازی خان اور ٹیپو سلطان کوڑک گھاٹ پہنچے جس کا نام سیدا پور بھی تھا وہاں سے اچانک حالات کو سازگار نہ دیکھتے ہوئے لشکر نے رخ بدلا اور صحرائے کوڑک کو بالکل اپنے بائیں ہاتھ چھوڑ کر پیش قدمی شروع کی لیکن لشکر کے اندر چونکہ توپیں بھاری سامان تھا اور ان کا پہاڑوں اور جنگلوں سے گزرنا اور تنگ و دشوار راستوں کو اس قدر بھاری سامان کے ساتھ عبور کرنا انتہائی مشکل اور دشوار ہو رہا تھا۔

لہٰذا محمد علی غازی خان ٹیپو سلطان نے سارے سالاروں سے مشورہ کیا کہ لشکر کے اندر جو بھاری توپیں ہیں وہ واپس سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دی جائیں یہ فیصلہ ہونے کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے محمد علی کہنے لگا۔

یہ جو ہم اپنا بھاری توپ خانہ اور دوسرا سامان واپس سرنگا پٹم روانہ کر رہے ہیں تو یاد رکھئے گا اس کی اطلاع مرہٹوں کو ہو جائے گی اور وہ اس سامان کو چھیننے کی کوشش کریں گے۔

اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے محمد علی کو مخاطب کر کے غازی خان کہنے لگا۔

"محمد علی تمہارا کہنا درست ہے یہ جو ہم توپوں اور بھاری سامان کو واپس سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کیوں نہ ہم اپنے اس ارادے کو مرہٹوں کی بربادی کا ایک ذریعہ بنا لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دو سالاروں اسد خان اور جہاں خان کی سرکردگی

میں بھاری سامان سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا جائے اور ان کے ساتھ کچھ مسلح دستے بھی کر دیئے جائیں ساتھ ہی آس پاس کے علاقوں میں خود ہی یہ مشہور کر دیا جائے کہ سلطان حیدر علی کا توپ خانہ جسے محمد علی اپنے ساتھ لے کے آیا تھا وہ راستوں کی دشوار گزاری کی وجہ سے واپس سرنگا پٹم کی طرف جا رہا ہے۔ مرہٹوں کے سالار اعلیٰ ترمک راؤ کو جب یہ خبر ملے گی تو لازمی امر ہے کہ وہ اس توپ خانے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا تا کہ سلطان حیدر علی کو جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچا سکے ان حالات میں ہم بھی حرکت میں آ جائیں گے۔

جو لشکر ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں کام کرتا ہے وہ یہاں ہی رہے گا اس کے ذمے کیا کام ہو گا وہ میں بعد میں بتاؤں گا محمد علی میں اور تم اپنے لشکریوں کو لے کر اپنے توپ خانے سے ذرا ہٹ کر دائیں بائیں رہتے ہوئے سرنگا پٹم کی طرف جانے والی شاہراہ کے ساتھ آگے بڑھیں گے اور جب دیکھیں گے کہ مرہٹوں کا لشکر ہمارے توپ خانے کے دستوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے تو ہم دونوں بھائی دو طرفہ حملہ کر کے اس کو پیس کے رکھ دیں گے اس دوران ٹیپو سلطان یہ کام کرے گا کہ اچانک مرہٹوں کے لشکر کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر ایک دم اپنی کوہستانی سلسلوں کی گھات میں آ بیٹھے گا اس طرح مرہٹوں پر یہ خوف طاری ہو جائے گا کہ ان کے سامنے حیدر علی کا صرف وہی لشکر نہیں جو توپ خانے کی حفاظت کے لئے جا رہا ہے بلکہ ان کی پشت پر بھی کوئی لشکر ہے اتنی دیر تک ہم دونوں بھائی مل کر توپ خانہ چھیننے والے مرہٹوں کا خاتمہ کر چکے ہوں گے میرے خیال میں جب پشت کی جانب سے بھی مرہٹوں کو نقصان پہنچے گا اور ہمارے ہاتھوں بھی ان کا ایک خاصہ بڑا لشکر ضائع ہو جائے گا تو ہمارے توپ خانے کو باحفاظت سرنگا پٹم جانے دیں گے بلکہ اپنے لشکر کو محفوظ کرنے کے لئے پیچھے ہٹ جائیں گے۔"

محمد علی ٹیپو سلطان اور دوسرے سارے سالاروں نے غازی خان کی اس تجویز پر اتفاق کیا اور اس پر عمل کرنے کا ارادہ کیا گیا لشکر کا توپ خانہ اور چند دستے علیحدہ کئے گئے اور ان دستوں کا اسد خان اور جہاں خان کو کمان دار بناتے ہوئے توپ خانے کو سرنگا پٹم کی طرف روانہ کیا گیا اس کے تھوڑی ہی دیر بعد محمد علی اور غازی خان بھی سرنگا پٹم کی شاہراہ کے دائیں بائیں ذرا فاصلے پر رہتے ہوئے پیش قدمی کرنے لگے تھے۔

مرہٹے ابھی اسد خان اور جہان خان کے ان دستوں سے ذرا دور ہی تھے جو بھاری سامان سرنگا پٹم کی طرف لے جا رہے تھے کہ محمد علی اور غازی خان نے اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی مرہٹوں کے ہراول لشکر پر جو اسد خان اور جہاں خان کے پیچھے لگا ہوا تھا دائیں جانب

سے محمد علی امیدوں کے در بند کر دینے والے دشت بلاخیز اور سنسان کی چبھتی انیوں کی
ناکیوں پر کھڑا کر دینے والے قہر قضا کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

مرہٹوں کا ہراول ابھی حیران اور پریشان ہی تھا کہ مسلمانوں کا وہ لشکر کہاں سے آ
کہ اسی لمحہ بائیں جانب سے غازی خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ
اور خوابوں، یادوں اور خواہشوں کے سنگم پر موت کی کرب ناکیاں کھڑی کر دینے والے
کے خوف ناک طوفانوں سانسوں کی ساری اوس چاٹ کر موت کی گہری نیند سلا دینے
خونی دھند بھری کہانیوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

مرہٹوں کے لشکر پر دائیں اور بائیں سے حملہ آور ہو کر محمد علی اور غازی خان نے ہر
بے تکریم کرتی ازل سے بھٹکتی روحوں کی صورت اختیار کر لی تھی بستیوں میں آگ جسموں
زہر بھر دینے والے وحشت بھرے اندھیروں میں چیختی ہواؤں کی طرح مرہٹوں پر وہ حملہ
ہو رہے تھے اور بڑی تیزی سے ان کے ہراول لشکر کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

مرہٹوں کو چونکہ محمد علی اور غازی خان نے پوری طرح اپنے ساتھ مصروف کر لیا
ترمک راؤ ابھی باقی لشکر کے ساتھ ذرا فاصلے پر تھا لہٰذا جہاں خان اور اسد خان کو توپ
دوسرا سامان سرنگا پٹم لے جانے کا موقع مل گیا۔

جب تک ترمک راؤ باقی لشکر کے ساتھ اپنے ہراول لشکر کی مدد کو پہنچتا اس وقت تک
اور غازی خان نے مرہٹوں کے ہراول لشکر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ترمک راؤ کا
کرنے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ اس کی پشت کی جانب سے بھی طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ٹیپو سلطان حد نظر تک پھیلے سنسان صحراؤں میں منزلوں کے راستے محروم کرتے
موسموں اور اپنے پیچھے بربادی کے ان مٹ نقوش چھوڑ دینے والے تند و سفاک لمحوں کی
مرہٹوں کے لشکر کے پشتی حصے پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس اچانک پشتی حملے نے ترمک راؤ کو سٹپٹا کے رکھ دیا تھا وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ مسل
کے جس لشکر نے اس کے ہراول لشکر کو برباد کرنے کی کوشش کی ہے اس لشکر کو تباہ
کے رہے گا اب جب اسے خبر ہوئی کہ حیدر علی کے کسی لشکر نے پشت کی جانب سے بھی
دیا ہے تب ترمک راؤ اسی وہم اور اندیشے میں ڈوب گیا کہ سلطان حیدر علی کے چھوٹے
لشکر اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اور اگر اس نے ایک حصے سے ٹکرانے کی کو
تو دوسرے کئی حصے اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر کہیں ایسا نہ ہو کہ مرہٹوں ک
نشان ہی مٹا کے رکھ دیں اس بنا پر اس نے سامنے یا پشت کی طرف سے کوئی کارروائی

لشکر کو وہاں روک کر حالات کا جائزہ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

بجائے اپنے
ترمک راؤ شاید یہ فیصلہ کرنا چاہتا تھا کہ اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے سلطان
علی کے لشکر کے مختلف حصوں کے تعاقب میں لگ جائے جب تک وہ اپنے لشکر کو روک کر
کارروائی کرتا فیصلہ کرتا اس وقت تک جہاں خان اور اسد خان توپوں اور دوسرے سامان
لے کر اس کی نگاہوں سے اس طرح اوجھل ہو چکے تھے جیسے فطرت کی اعاں بخش گود میں
موتی بحر ذخار میں کھو جاتے ہیں اس نے پشت کی جان دیکھا تو وہاں بھی کچھ نہیں تھا ٹیپو
ن بھی اپنی کارروائی کرنے کے بعد جس طرح بحرے ذخار میں نایاب موتی کھو جاتا ہے
ہی اپنی گھات کی طرف چلا گیا تھا ناکام اور مایوس ترمک راؤ نے جب دائیں بائیں سے
رہنے والے محمد علی اور غازی خان کے لشکریوں کا جائزہ لینا چاہا تو وہ بھی وہاں نہیں تھے
غائب ہو چکے تھے جیسے حیات کی مدت کے نشاں موت کے کاروان بن کر روپوش ہو گئے
اس طرح ترمک راؤ سٹپٹا کے رہ گیا تھا غضبناکی اور غصہ پی گیا تھا اور اپنے آپ کو دنیا کا
نہائی بدقسمت اور بے بس انسان تصور کر رہا تھا۔

کہتے ہیں اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ہزاروں مرہٹے موت کی نیند سلا دیئے گئے تھے اور اس
ؤ کے نتیجے میں پچاس کے لگ بھگ مرہٹہ سالار بھی موت کے گھاٹ اتر گئے تھے ترمک
ی بدقسمتی کہ سامنے کی طرف سے تو محمد علی اور غازی خان نے صرف جہاں خان اور اسد
کو بھاری سامان حفاظت سے لے جانے کے لیے ہراول لشکر پر حملہ کیا تھا لیکن اس حملے
انہوں نے ہراول لشکر کے اکثر حصے کو کاٹ دیا تھا پشت کی جانب سے ٹیپو سلطان نے حملہ
ہو کر اپنے لشکر کے لیے بے پناہ فوائد حاصل کیے کیوں کہ ترمک راؤ کے لشکر کے پشت کی
ب تھا اس کی ضروریات اور اسلحے کا سامان تھا کہتے ہیں۔ ٹیپو سلطان جب پشت کی جانب
حملہ آور ہوا تو اس کا حملہ ایسا زوردار تھا کہ پشت کی جانب سے جتنے مسلح مرہٹے تھے انہیں
نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ایسا کرنے کے نتیجے میں ٹیپو سلطان کے ہاتھ 23 ہاتھی 100 اونٹوں اور پچاس خچروں پر
ہوا ضروریات کا سامان ان گنت اور وہ سارے زر و جواہرات تھے جو گذشتہ جنگوں میں
ٹوں نے مختلف بستیوں شہروں پر یلغار کرتے ہوئے حاصل کیے تھے اس کے علاوہ ٹیپو
لطان کے ہاتھ بارود اور گولہ پھینکنے کے مصالے سے بھرے ہوئے کافی صندوق بھی ہاتھ لگے
سامان یہ سارا سامان مرہٹے پونا لے جانے کی تیاری میں مشغول تھے اور ان کا یہ سارا
سامان ان سے چھین کر ٹیپو سلطان اپنی گھات میں چلا گیا تھا۔

مرہٹوں کے سالار اعلیٰ ترمک راؤ کے ذہن میں کچھ نہیں آ رہا تھا وہ پھنس گیا تھا
طرف یلغار کرتا تو سامنے کی طرف سے حیدر علی کے لشکر بھی نمودار ہوتے وہ سامنے
دھیان دیتا تو پشت کی جانب سے کوئی حملہ آور ہو کر اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا
ترمک راؤ کی بدقسمتی وہ ان جنگوں میں کہیں بھی کامیاب اور کامران نہ ہو سکا وہ یہ سوچ
کہ آخر واپس جا کر اپنے پیشوا کو کیا جواب دے گا کہ ان جنگوں کے دوران اس نے کیا
کیا۔

مزید بدقسمتی یہ کہ وہ اپنے پیشوا نارائن رائے کو ان جنگوں کے نتیجے میں کچھ بھی پیش
سکتا تھا بلکہ جو کچھ وہ پونا سے لے کے نکلا تھا اسے بھی گنوا چکا تھا اب وہ اسی سوچ میں
کدھر کا رخ کرے اگر وہ سرنگا پٹم کا رخ کرتا ہے تو قدم قدم پر اس کے لشکریوں کے
موت کے بھیانک چہرے اٹھ کھڑے ہوں گے اگر وہ کسی اور جگہ پڑاؤ کر کے سرنگا پ
اردگرد کے علاقوں کو حدف کرے پھر بھی اس کے لیے مصیبت اٹھ کھڑی ہوگی اس
ایسی کارروائی وہ پہلے کر چکا تھا جس کے نتیجے میں نہ صرف اسے اپنے ہزاروں لشکریو
ہاتھ دھونا پڑے تھے بلکہ لشکر کے اندر جو قیمتی سامان تھا وہ بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا
اب دلی طور پر تو وہ سوچ رہا تھا کہ حیدر علی کے ساتھ صلح ہو جائے اور کسی نہ کسی طر
واپس پونا چلا جائے لیکن جو چیز اسے کھائے جا رہی تھی وہ یہ کہ پونا جا کر وہ اپنے پیشوا
راؤ کو اپنی کارروائی کے متعلق کیا بتائے گا کہ اس نے ان جنگوں کے دوران کیا حاصل کیا
سے علاقے فتح کیے اور کس قدر مال و متاع وہ پونا کے پیشوا کے لئے لایا۔ ترمک
سوچوں میں غرق تھا کہ اس کی خوش قسمتی کہ مرہٹوں کے پیشوا نارائن راؤ کو جو ترمک
بھانجا تھا اس کے چچا رگھوبا نے قتل کر دیا اور خود پیش وائی کی گدی پر بیٹھ کر ملک کا نظم
اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اس وحشت ناک خبر کے سنتے ہی ترمک راؤ نے حیدر علی کے ساتھ جلد از جلد صلح
واپس جانے کا ارادہ کیا اور حیدر علی کے نمائندے اپاجی رام نے ابھی تک ترمک راؤ کے
ہی قیام کیے ہوئے تھا اس نے اپاجی رام کی منت محتاجی کی کہ اس کی عزت اسی میں
حیدر علی اسے تھوڑی بہت رقم دیدے اس طرح اس کی عزت رہ جائے گی کہ وہ حیدر علی
کچھ رقم لے کر صلح پر آمادہ ہوا ہے۔ اس نے اپاجی رام پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اب
مسلمانوں کے ساتھ جو جنگیں ہوئی ہیں ان پر مرہٹوں کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو چکا
حاصل کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ الٹا نقصان ہوا ہے۔

ہتے ہیں اپاجی رام صلح چاہتا تھا اس نے اس پیش کش کو قبول کر لیا تفصیل اس نے سلطان
کو بھجوا دی۔

لطان حیدر علی نے ایک شرط پر دو لاکھ روپیہ دینے کی حامی بھر لی کہ مرہٹوں کے لشکر کے
نا میں جس قدر مسلمان قیدی ہیں وہ سب رہا کر دیئے جائیں۔

ک راؤ نے اس شرط کو قبول کر لیا اور اس طرح صلح ہو جانے پر ترمک راؤ پونا کی طرف
ا۔

ن ترمک راؤ کی بدقسمتی کہ جس وقت وہ دریائے تنگبھدرا کے قریب گیا تو ادھر ادھر
ہوئے وہ مسلح جوان جن کی بستیوں کو مرہٹوں نے نقصان پہنچایا تھا وہ گروہ در گروہ
کے لشکر پر حملہ آور ہونا شروع ہوئے پہاڑوں اور جنگلوں کی آڑ لیتے ہوئے مرہٹوں
ت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا سینکڑوں کو قیدی بنا کے اپنے ساتھ لے گئے
ں کا ڈھیر سارا سامان ان سے چھین کر غائب ہو گئے۔

طرح مرہٹہ لشکر ناکام اور نامراد پونا کی طرف لوٹا جس قدر مسلمان قیدی ان کے پاس
ں بھی چھوڑنا پڑا ان قیدیوں میں میر علی رضا خان بھی شامل تھا جسے گذشتہ جنگ میں
بد کر کے لے گئے تھے وہ بھی رہا ہوا اور پونا سے نکل کر وہ سرنگا پٹم آ گیا تھا۔

ایک روز جبکہ غازی خان مستقر کی طرف گیا ہوا تھا دیول داس اور سبورن دونوں حویلی میں داخل ہوئے حویلی میں اس وقت غازی خان کی ماں زباب کے علاوہ دونوں لڑکیاں سوسا اور شولیر بھی تھیں۔

دیول داس اور سبورن دونوں زباب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ سوسا اور شو سے وہاں زباب کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ہاتھ کے اشارے سے زباب نے انہیں شولیر کے سامنے والی نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا دونوں میاں بیوی وہاں بیٹھ گئے سے لہجے میں دیول داس نے زباب کو کہنا شروع کیا۔

''خاتون آپ نے ہم دونوں میاں بیوی کو طلب کیا ہے؟'' جواب میں زباب کہنے لگی۔

''ہاں میں نے تم دونوں کو ایک کام کے لئے بلایا ہے۔ دیول داس ہم گھر کے دو ہیں میں اور میرا بیٹا غازی خان میرا شوہر مر چکا ہے جب تک شوہر زندہ تھا بیمار ہی میں صحت مند تھی اور اس کی دیکھ بھال کرتی رہی اپنے شوہر کے مرنے کے بعد یوں بستر سے لگ گئی ہوں میری صحت جواب دے رہی ہے اور میں اپنے جیتے جی اپنے خان کی شادی کر دینا چاہتی ہوں۔''

سوسا اور شولیر اپنی جگہ مطمئن بیٹھی تھیں شاید جو کچھ زباب کہنا چاہتی تھی وہ سب اور اس سلسلے میں شاید زباب ان سے مشورہ بھی کر چکی تھی اس موقع پر دیول داس نے مخاطب کیا۔

''خاتون کیا آپ کے ذہن میں کوئی ایسی لڑکی ہے جسے آپ غازی خان کی ساتھی بنانا چاہتی ہیں۔''

اس پر زباب مسکرائی اور کہنے لگی۔

''ہاں میرے ذہن میں وہ لڑکی ایک عرصہ سے ہے جسے میں اپنے بیٹے غازی زندگی کا ساتھی بنانے کا عہد کر چکی ہوں اور وہ لڑکی دور نہیں ہے نزدیک ہی ہے

ہے''

یہاں تک کہنے کے بعد زباب رکی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''دیول داس میں گرونتی کا اچھی طرح جائزہ لے چکی ہوں اپنے حسن اپنی خوبصورتی اپنے جمال ہی نہیں اپنے اخلاق کردار اور اپنے رویے کی بناء پر گرونتی ان لڑکیوں میں سے ایک ہے جو وقت کے حجلۂ تاریک میں افروز ستارہ بن جاتی ہیں جو یادوں کے سلگتے لمحوں میں روشنی کا ہالہ ثابت ہوتی ہیں ایسی لڑکیاں شب کے بانی اندھیرے جنگلوں میں رخشندہ جگنو بن کر نمودار ہوتی ہیں جس کے ساتھ انہیں بیاہ دیا جائے اس کے غم کا مدوہ نہیں ثابت ہوتی ہیں تسکین اور آسودگی کا باب بن جاتی ہیں۔

میں گرونتی کو غازی خان کے لیے پسند کر چکی ہوں اس لئے گرونتی میری پسند ہے گرونتی جیسی لڑکیاں ہی عمر کی بے جہت مسافتوں میں پلکوں پر خاموش نارسائی میں خوابوں کی وادیوں میں آس کا نغمہ اور فکر کے خیابانوں کے بنجر پن میں خوش نوائی اور خوش ادائی کا احساس ثابت ہوتی ہیں۔

میں نے تم دونوں میاں بیوی کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے تو اسی مقصد کے لئے تم دونوں کو بلایا ہے کہ اس سلسلے میں تم میری طرف سے گرونتی سے بات کرو۔ دیکھو میں براہ راست بھی گرونتی سے بات کر سکتی تھی لیکن میں ایسا نہیں چاہتی اس لیے کہ گرونتی تم دونوں کو اپنے ماں باپ کا درجہ دیتی ہے لہٰذا تم اس سے بات کرنا وقت کی ضرورت اور رسوم و رواج کا قاضا بھی ہے اس بناء پر میں تم سے کہوں گی کہ تم دونوں ابھی اور اسی وقت گرونتی کے پاس جاؤ اور جس خواہش کا میں نے اظہار کیا ہے اس سلسلے میں اس سے بات کرو اسے کہنا تمہاری ماں زباب تمہیں غازی خان کی بیوی کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی ہے یہ بتاؤ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔''

زباب جب خاموش ہوئی تو جواب طلب سے انداز میں دیول داس اور سبورن نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا وہ دونوں اداس اور پریشان ہو گئے تھے زباب ہی نہیں سوسا اور شولیر بھی بڑے غور سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھیں آخر زباب نے دیول داس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''دیول داس میں دیکھتی ہوں تم دونوں میاں بیوی میری باتوں سے کسی قدر الجھ گئے ہو پریشانی اور فکر مندی کا شکار ہو گئے ہو خاموش نگاہوں سے ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے ہو اور آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں کر رہے ہو کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو دیکھو میں

تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔"

اس موقع پر پھر دیول داس نے سبورن کی طرف دیکھا جواب میں سبورن نے جب گردن ہلائی تب دیول داس گلا صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"خاتون آپ جو کام کرنا چاہتی ہیں اسے نہ ہی کریں تو بہتر ہے غازی خان اور گرونتی ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی نہیں بن سکتے یہ ان میل ہے اس لیے کہ جہاں گرونتی غازی خان کو پسند نہیں کرتی اس سے نفرت کرتی ہے وہاں غازی خان بھی گرونتی میں نہ ہی کوئی لگاؤ رکھتا ہے نہ وہ اسے پسند کرتا ہے۔"

اس پر زباب کی حالت یکسر بدل گئی تھی وہ اٹھ کے بیٹھ گئی لگتا تھا۔ ان کے الفاظ اسے سخت صدمہ پہنچا ہوا پھر انتہائی دکھ بھرے لہجے میں کہنے لگی۔

"یہ بات تم کس بنا پر کہہ رہے ہو اور کہہ سکتے ہو۔" اس پر دیول داس نے وہ تمام تفصیل کہہ دی تھی جس کے تحت ایک بار گرونتی نے غازی خان کے اس کے ہاتھ تھامنے پر رویے کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہر صورت میں غازی خان کو زیر اور دکھانے کی کوشش کرے گی۔"

ان الفاظ پر غصے میں جھلائے ہوئے زباب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر تقریباً روتی بین کرتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں میں تو گرونتی کو یہاں لانے کا پکا عہد کر چکی تھی اور مجھے یقین کہ وہ میرے بیٹے کو پسند کرتی ہے اور تم نے یہ جو......"

اس سے آگے زباب کچھ نہ کہہ سکی چکرائی فرش پر گری اور ختم ہو گئی۔

اس کے اس طرح گرنے پر سبورن دیول داس چکرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سوسا شولیر بھی بھاگتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں پھر سوسا نے فرش پر بیٹھتے ہوئے زباب کا سر اپنی گود میں رکھ لیا جبکہ شولیر زباب کی نبض دیکھنے لگی تھی پھر شولیر نے زباب کا پکڑا ہوا بازو چھوڑا اس کی آنکھیں بند کر دیں اور روتے اور آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں فوت ہو چکی ہے۔" اس کے ساتھ ہی سوسا، شولیر اور سبورن ہی نہیں دیول داس بھی زور زور سے رونے لگے تھے۔

رونے کی آواز سن کر ساتھ والی حویلی سے بھاگتی ہوئی گرونتی بھی آ گئی تھی جب اس نے دیکھا کہ زباب فرش پر پڑی ہے سوسا نے اس کا سر اپنی گود میں لیا ہوا ہے اور اس کے ارد گرد شولیر دیول داس اور سبورن بیٹھے رو رہے ہیں تب وہ چکرا سی گئی پھر دیول داس کو مخاطب

کرتے ہوئے گرونتی روتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"بابا! کیا ہوا اماں کو؟"

جواب میں بڑے دکھ بھری آواز میں دیول داس کہنے لگا۔

"میری بچی! زباب مر چکی ہے۔" اس کے بعد دیول داس نے اس کے اور زباب کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی کہہ دی تھی۔

گرونتی نے کچھ بھی نہ کہا بیچاری بھاگ کر آگے بڑھی زباب کے پاس بیٹھی زباب کا سر اس وقت سوسا کی گود میں تھا اس نے مردہ زباب کو اٹھایا اور اسے اپنے ساتھ لپٹا کر دھاڑیں مار رونے لگی تھی۔

پھر سوسا اور شولیر کی مدد سے گرونتی نے زباب کی نعش کو مسہری پر رکھنے کے بعد چادر ڈال دی کچھ دیر خاموشی رہی پھر قہر بھرے انداز میں دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے گرونتی کہنے لگی۔

"بابا! تمہیں اس موضوع پر اماں سے بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر بابا تم نے کیوں کہا کہ میں غازی خان سے نفرت کرتی ہوں کیا کبھی تمہارے سامنے یا کسی اور کے روبرو یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں غازی خان کو ناپسند کرتی ہوں یا اس سے نفرت کرتی ہوں میں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں غازی خان کو اپنے سامنے جھکانا چاہتی ہوں تاکہ وہ مجھ سے معذرت کرے مجھ سے اپنے رویے کی معافی مانگے اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں نکالا جا سکتا تھا کہ میں غازی خان کو ناپسند کرتی ہوں اس سے نفرت کرتی ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے گرونتی رکی پھر پہلے سے بھی زیادہ غصے اور ناپسندیدہ لہجے میں دیول داس کو مخاطب کرتی ہوئی کہنے لگی۔

"بابا تو نے بڑا ظلم کیا تو نے اماں کو مار دیا اماں نے اگر تمہیں اس سلسلے میں کچھ کہا تھا تو تمہارا فرض بنتا تھا کہ تم اماں کو اپنا آخری فیصلہ نہ دو اسی وقت تم میرے پاس آتے اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کرتے اس کے بعد جو جواب میں دیتی وہ تم اماں سے جا کے کہتے یا میں خود اماں کے پاس آتی اور اس موضوع پر اماں سے گفتگو کرتی بابا تو نے میری ماں کو مار دیا ہے زباب میری وجہ سے مری ہے اب میں اس سلسلے میں غازی خان کو کیا جواب دوں گی۔

بابا غازی خان کی ماں درد و الم کی آگ میں اس کے لئے پیار کا سنہری بندھن تنہائی کے تہہ خانوں میں پھولوں کی مہکتی آسودگی اور حروف معانی کی کش مکش اور تقویم اور ساعتوں کی زنجیروں میں اس کے لبوں کی آنچ کی پرچھائیوں اور نازک انگلیوں کی ملائم حرارت ہی غازی

خان کے لئے زندگی کا سامان تھی۔ زباب غازی خان کے لئے اداسی کی زرد چادر میں…
لدی ہواؤں کا جھونکا تھی وقت کی ان گنت لہروں میں اس کی ماں اس کے لیے تقدس کا…
کرتا ایک زمزمہ تھی اسے جب خبر ہوگی کہ اس کی ماں مرگئی ہے تو وہ خزاں رسیدہ گلوں…
کی کائنات اور خشک پتوں کے ڈھیر کے منظر کی مانند ہو کر رہ جائے گا۔“
اس سے آگے گرونتی بیچاری کچھ نہ کہہ سکی پھر وہ زباب کی نعش سے لپٹ کر زار…
ہچکیاں سسکیاں لے کر رونے لگی تھی۔
تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں غازی خان بھی داخل ہوا اسے دیکھتے ہی گرونتی تڑپ…
خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ گرونتی پہلے ہی بول پڑی۔
”اماں کو نا جانے کیا ہوا کہ اپنے بستر سے اٹھ کر فرش پر آئی چکرائی گری اور ختم ہو گ…
اس کے دل کی دھڑکن تمام ہوگئی ہے۔“
اس سے آگے گرونتی بیچاری کچھ نہ کہہ سکی دوبارہ زباب کی نعش سے لپٹ کر رونے…
غازی خان آگے بڑھا چادر ہٹا کر اپنی ماں کا چہرہ دیکھا پھر اس کی آنکھوں سے لگا تار آ…
کی جھڑی لگ گئی تھی کچھ دیر ایسا ہی منظر رہا پھر غازی خان باہر نکلا اس کے جو سالار سا…
دوسرے لوگ اس کی ماں کے مرنے کا افسوس کرنے کے لئے آرہے تھے وہ انہیں باہر…
کا اہتمام و انتظام کرنے لگا تھا شام سے پہلے آہوں ہچکیوں سسکیوں غم اور دکھ کی لہر…
ساتھ زباب کو دفن کر دیا گیا تھا۔
زباب کی موت کے چند دن بعد ایک روز گرونتی غازی خان کی حویلی میں داخل ہو…
وقت سوسا اور شولیر دونوں حویلی کی صفائی اور ستھرائی میں مشغول تھیں گرونتی آگے بڑھی ا…
کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”سوسا اور شولیر میری دونوں بہنو! اس حویلی کا سارا کام کر کے ساری نیکیاں تم دو…
سمیٹ کے لے جاتی ہو کچھ کام میرے کرنے کے لئے بھی رہنے دیا کرو اب مجھے ب…
نے کیا کرنا ہے اور یہ بھی کہو کہ غازی خان اس وقت کہاں ہے میں گذشتہ کئی روز سے…
رہی ہوں اور ہر روز یہی جواب ملتا رہا ہے کہ وہ مستقر میں ہے۔“
گرونتی کے ان الفاظ پر سوسا اور شولیر نے کام کرنا چھوڑ دیا پھر سوسا گرونتی کے
ہوئی اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”میری عزیز بہن! امیر غازی خان پچھلے کئی دنوں سے لگا تار حویلی میں آ ہی نہیں…
میں اور شولیر با قاعدگی سے حویلی کی صفائی ستھرائی اسی طرح کر دیتی ہیں جس طرح ا…

…ی میں کیا کرتی تھیں۔ میں نے اپنے کچھ آدمیوں کو مستقر کی طرف روانہ بھی کیا تا کہ امیر کو
…لے آئیں لیکن امیر باہر یہی جواب دیتے ہیں کہ ان کی ماں مر چکی ہے اب انہوں نے
…ں میں آ کر کیا کرنا ہے ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس حویلی میں ان کی ماں کے پیار ماں کی
…ا کا احساس ہے لہٰذا یہاں آ کر انہیں اور زیادہ دکھ تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا
…بنا پر وہ حویلی میں آتے ہی نہیں۔“
یہاں تک کہنے کے بعد سوسا خاموش ہوگئی جب کہ دوسری طرف گرونتی گہری سوچوں میں
…ئی تھی سوسا برابر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ پھر اس نے گرونتی کو مخاطب کیا۔
”گرونتی میری بہن کیا تمہیں امیر سے کوئی ضروری کام ہے میں دیکھتی ہوں کہ تو پریشان
…مند اور الجھی الجھی سی ہے۔“
اس موقع پر گرونتی نے اپنے سر کو جھٹک دیا سنبھلی کہنے لگی۔
”دراصل امیر غازی خاں کے سلسلے میں میں اپنے ذہن اپنے دل اپنے ضمیر پر ایک بوجھ
…س کرتی ہوں ہم نے ان سے جھوٹ کہا کہ ان کی ماں مسہری سے اٹھی چکرائی گری اور مر
…جبکہ حقیقت یہ ہے کہ......“
گرونتی کو رک جانا پڑا اس لیے کہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوسا
…اٹھی۔
”گرونتی تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں نے امیر سے پوری تفصیل
…ردی ہے کہ کس طرح ان کی ماں گرونتی کو امیر سے جوڑنا چاہتی تھی اسے امیر کی زندگی کا
…ی بنانا چاہتی تھی پر دیول داس نے کہہ دیا کہ گرونتی امیر سے نفرت کرتی ہے امیر کو پسند نہیں
…ی اس بناء پر اماں کو دھچکا اور افسوس لگا میرے خیال میں اسی غم اور دھچکے کی وجہ سے ان کی
…ت قلب بند ہوگئی اور وہ انتقال کر گئی۔“
سوسا کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں گرونتی نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔
”جب تم نے امیر پر یہ انکشاف کیا تو امیر کا ردعمل کیا تھا۔“
سوسا نے پھر بڑے مطمئن انداز میں کہنا شروع کیا۔
”انہوں نے کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہیں کیا بس چپ رہے تھوڑی دیر میرے پاس
…ے میرا اور شولیر کا حال احوال پوچھا ہم دونوں کو کچھ نقدی بھی دی اس کے بعد واپس مستقر
…طرف چلے گئے آج دو تین دن سے نہیں آئے ویسے انہیں آنا چاہئے اس لیے کہ میں نے
…ا کے کچھ کپڑے دھو کر صاف کر کے رکھے ہوئے ہیں۔“

سوسا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ گرونتی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ اٹھی۔

''سوسا میری بہن اس حویلی کا کوئی کام مجھے بھی سونپ دیا کرو میں بھی کر لیا کروں گی تو اسے اپنے لیے ایک سعادت خیال کروں گی۔ اس لیے کہ مرنے والی زباب کو میں اپنی حقیقی ماں کا درجہ دیتی تھی ان کی موت نے مجھے ہلا کے رکھ دیا۔'' گرونتی کو رک جانا پڑا اس لیے سوسا بول پڑی۔

''گرونتی اماں تو مر گئی جس کی تم خدمت کرتی رہی ہو باقی رہ گئے امیر غازی خاں تو ان سے تم نفرت کرتی ہو اور جس شخص سے نفرت کرتی ہو اس کی خدمت کیوں کرنا چاہتی ہو اس کی خدمت کر کے تمہیں حاصل بھی کیا ہوگا۔ اور وہ شخص ہو سکتا ہے تم سے کوئی اپنی خدمت لینا ہی نہ چاہے۔''

سوسا جب خاموش ہوئی تب گرونتی نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''کس نے کہا میں ان سے نفرت کرتی ہوں یہ الفاظ دیول داس نے اپنے پاس سے استعمال کر دیئے تھے۔''

سوسا نے گرونتی کی بات کاٹ دی اور پوچھنے لگی۔

''پھر تم ان سے کیا کرتی ہو؟''

تیز نظروں سے گرونتی نے سوسا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میں نہ کسی سے محبت کرتی ہوں نہ نفرت بس زباب کو ماں کا درجہ دے رکھا تھا اور ان کی خدمت کرنے کے لئے آتی تھی اب مجھے اس حویلی سے ایک طرح کا لگاؤ ایک طرح کی ... ہو چکی ہے اور میں آپ سے آپ ادھر کھچی چلی آتی ہوں۔''

اس سے آگے گرونتی کچھ نہ کہہ سکی بیچاری بڑے عجیب سے انداز میں ہونٹ کاٹنے لگی پھر سنبھلی اس کمرے میں گئی جس میں زباب رہتی تھی زباب کی مسہری اس طرح لگی ہوئی اس نے مسہری کا بستر ٹھیک کیا کمرے کی ہر چیز کو قرینے سے رکھنے کے بعد وہ اس کمرے کی صفائی میں لگ گئی تھی۔

گرونتی نے کچھ دیر تک غازی خان کی حویلی میں گزارا کبھی ایک کمرے میں کبھی دوسرے میں جا کر بیٹھی جیسے وہ ادھر اُدھر جاتے ہوئے ذہنی اور قلبی سکون تلاش کر رہی ہو پھر وہاں نکل کر اپنی حویلی میں آئی اس وقت دیوان خانے میں دیول داس اور سبورن دونوں ہوئے تھے اسے دیکھتے ہی سبورن نے پوچھ لیا۔

''بیٹا کیا امیر سے ملاقات ہوئی۔''

غازی خان کی حویلی میں جو گفتگو سوسا کے ساتھ ہوئی تھی اس کی تفصیل گرونتی نے دیول داس اور سبورن سے کہہ دی تھی کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد سبورن بول اٹھی۔

''بیٹا زباب کے مر جانے سے اس حویلی کا حلیہ اس حویلی کی ہیئت ہی بدل کے رہ گئی ہے۔ اب وہ رونق نہیں رہی امیر نے وہاں آنا جانا بالکل کم کر دیا ہے آتے ہیں چند دن بعد اپنے استعمال شدہ کپڑے رکھ جاتے ہیں نئے کپڑے لے جاتے ہیں اور پھر حویلی کی دیکھ بھال کا سارا کام سوسا اور شولیر نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد سبورن نے اپنا سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے گرونتی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''گرونتی میری بیٹی میرے ذہن میں چند دن سے ایک اور بات کھولن پیدا کر رہی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کا ذکر تم سے نہ کر سکی اس بناء پر نہ کر سکی کی اس کا تم سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں ہے۔''

گرونتی نے غور سے سبورن کی طرف دیکھا پھر تفکرات بھری آواز میں پوچھ لیا۔

''کیسی بات؟''

''بیٹا! امیر غازی خان کی دوسری سمت جو حویلی ہے جس میں کچھ انگریز خاندانوں نے آ کے قیام کیا ہوا ہے ان کی کچھ عورتیں چند دن پہلے سوسا اور شولیر کے ساتھ امیر غازی خان کی حویلی میں آئی ہوئی تھیں میں اور تمہارے بابا بھی اس وقت وہاں گئے دراصل ہم امیر سے ملنے گئے تھے امیر تو وہاں نہیں تھے سوسا اور شولیر کے ساتھ جو کچھ بوڑھی عورتیں رہتی ہیں انہوں نے ہم پر عجیب و غریب انکشاف کیا ان میں سے ایک بوڑھی عورت کہنے لگی شاید امیر غازی خان سوسا یا شولیر دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی بیوی کی حیثیت سے انتخاب کریں گے اور ان میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی کر لیں گے دوسری عورت نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ ہو سکتا ہے امیر غازی خان بیک وقت سوسا اور شولیر دونوں سے شادی کر لیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سبورن خاموش ہوئی تو کسی قدر پریشانی اور تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی کہنے لگی۔

''کیا امیر غازی خان نے بھی ان دونوں سے یا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرنے کی حامی بھر لی ہے۔''

سبورن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''اس کا تو علم نہیں جس قدر میں نے تم پر انکشاف کیا بیٹا اسی قدر ہی میں نے سنا اور جو کچھ سنا وہی تم سے کہہ دیا ہے۔''

گرونتی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"اگر امیر غازی خاں ان دونوں سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی بیوی اور زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ وہ مجھے نہیں چاہتے نہ ہی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔"

اس بار سبورن کے بجائے دیول داس نے گرونتی کو مخاطب کیا تھا۔

"بیٹا کیا تم ایسا موقع بتا سکتی ہو جب امیر غازی خان نے تم سے محبت کا اظہار کیا ہو، علیحدگی میں لے جا کر تم سے یہ کہا ہو کہ امیر تمہیں چاہتے ہیں، تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی چاہتے ہیں یا کبھی انہوں نے تم سے اشارۃً ہی اپنی محبت اور چاہت کا اظہار کیا ہو۔"

گرونتی گہری سوچوں میں کھوگئی تھی دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

"بابا! اس روز جو انہوں نے انتہائی پیار اور محبت سے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے تھے تو وہ کیا تھا؟"

دیول داس مسکرایا کہنے لگا۔

"یوں جانو وہ جذبات میں ڈوبا ہوا ایک فیصلہ اور ممنونیت کے احساس میں اس کی ایک حرکت تھی اس لیے کہ تم نے غازی خان کی ماں کی بہترین خدمت کی تھی تمہاری اس خدمت سے غازی خان متاثر تھا مغلوب تھا جذبات میں ڈوبا ہوا تھا اور اسی مغلوبیت میں اس نے ممنونیت کا اظہار کرنے کی خاطر تمہارے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہا۔

لیکن تم نے علیحدہ لے جا کر جو اہانت امیر غازی خان کی کی تو تم نے ان سارے جذبات کو دھو کے رکھ دیا اگر ان جذبات کو تم قائم دائم رہنے دیتی اور انہی جذبات کو امیر غازی خان کے ذہن اس کے دل میں پرورش پانے دیتی تو میں تمہیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج امیر غازی خاں کے ذہن اور اس کے دل کی رفعتوں اور بلندیوں پر ہوتی اور وہ تم سے ایسی چاہت اور محبت کرتے جس کا تم اندازہ جس کا تم سوچ تک نہ سکتی۔

"بیٹا آج مجھے بڑے دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم نے شروع دن سے ہی امیر کو غلط سمجھا اور پھر تم نے غلط راستہ بھی اختیار کیا میں آج تم سے یہ پوچھتا ہوں اگر تم امیر غازی خاں کی ماں کی خدمت کرتی رہی ہو تو کس لیے اور کیوں اس کی کیا وجہ تھی اگر تم دن اور رات کا زیادہ وقت امیر کی حویلی میں گزارتی رہی ہو تو وہ کس لیے ان سارے عوامل کے پیچھے کوئی وجہ کوئی علت کوئی علامت ہے اور یہ سارے کام بغیر کسی علت کے نہیں ہو سکتے۔"

گرونتی نے تیز نگاہوں سے دیول داس کی طرف دیکھا پھر سوالیہ سے انداز میں اس نے پوچھ لیا۔

"کیا اپنی باتوں سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امیر غازی خان مجھے پسند نہیں کرتے بلکہ میں ان سے محبت کرتی ہوں۔"

دیول داس نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"بیٹا جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ تم نے خود ہی کہہ دی یاد رکھنا انسان کے جذبات اس کے دل کے اندر پرورش پانے والے محبت کے بخارات تمناؤں کی دھنک بن کر ظاہر ہو جاتے ہیں میری بیٹی یہی حالت تمہاری بھی ہے تم بے شک اپنی محبت کو ویرانیوں کے کرب پیاسے صحرا کا نوحہ جان کر اسے دباتی رہو پوشیدہ رکھتی رہو لیکن ایسے جذبے ایک نہ ایک روز باد و باراں کے طوفان بن کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ تم بے شک اپنے جذبات اپنے احساسات کو نگوں سر اور تیرہ بخت علامت کی طرح مخفی رکھو پر تقدیر پر رقم کرنے والے عناصر ایسے جذبات ایسے احساسات کو اکلاپے کے دکھ اور آرزوؤں کے آلاؤ کی طرح ایک نہ ایک روز ظاہر کر دیتے ہیں اور جب ایسا سماں آتا ہے تو میری بٹیا جذبات اور احساسات کی ساری تانیں اور سارے پیمانے سرسوتی کے افسانوں کی طرح عیاں ہو کے رہ جاتے ہیں۔"

دیول داس جب خاموش ہوا تو اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے گرونتی نے پوچھ لیا۔

"آپ نے میرے جذبات و میرے احساسات کا غلط اندازہ لگایا آپ نے کیسے سوچ لیا کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں غازی خان کو چاہتی ہوں۔"

ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں دیول داس کہہ رہا تھا۔

"بیٹا میں تمہارے بچپن سے تمہارے ساتھ ہوں جب کبھی بھی تم میرے اور سبورن کے ساتھ امیر غازی خان کے ہاں اس کے سامنے جاتی رہی ہو تو میں تمہارے لب و عارض کے سنورنے کے مناظر تمہارے خوبصورت جسم کی کپکپاہٹ امیر کے سامنے تمہارے گلابی گالوں نیلی آنکھوں میں بدلتی کیفیت تمہارے چاند چہرے پر آبدار لمحوں کی بے روک یورش سے اندازہ لگاتا رہا ہوں کہ تم امیر سے نفرت نہیں ان سے محبت کرتی ہو۔ سن بیٹا کبھی کبھی کچھ لوگ اپنے عزائم کی سربلندی کے لیے اپنی محبت کو مخفی آئینہ علوم اور اظہار کی علامتوں سے ماورا حرکتوں کی طرح دبا کے چھپا کے رکھتے ہیں پر چہرے پر بدلتے پھیلتے عکس اور سوچوں کے دھوئیں میں اڑتے جذبات میری بیٹی محبت کو اس طرح عیاں کر دیتے ہیں جس طرح سورج ڈوبتے وقت

شفق آسمان پر تیرتے بادلوں کو سنہرے رنگوں میں ڈبو دیتی ہے۔"

دیول داس جب خاموش ہوا تب گرونتی نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگی۔

"بابا تمہاری ساری سوچیں غلط ہیں اور تم جو میری حرکات وسکنات سے اندازہ لگا رہے ہو وہ بھی بے بنیاد اور حقیقت پر مبنی نہیں ہیں آج سے یہ بات اپنے ذہن پر لکھ رکھو کہ امیر غازی خان سے محبت نہیں کرتی ہاں مجھے یہ احساس ضرور ہوا تھا کہ امیر غازی خان سے محبت کرتے ہیں لیکن آج جو آپ نے گفتگو کی ہے کہ وہ سوسا یا شولیر میں سے کسی سے یا دونوں سے شادی کریں گے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انہوں نے اگر میرے تھامے تھے تو وہ محبت کا تقاضا نہیں تھا۔ بلکہ جذبات سے مغلوبیت کا ایک فیصلہ تھا بہر حال لکھ لو میں امیر غازی خان کو ناپسند کرتی ہوں نہ ان سے محبت کرتی ہوں اور اس کا ثبوت عنقریب دوں گی اور وہ اس طرح کہ میں بہت جلد ایک ایسے شخص کا اعلان کروں گی جس میں شادی کروں گی جسے میں اپنا جیون ساتھی بنانا چاہتی ہوں اور وہ شخص کسی بھی صورت یاد رکھنا غازی خان نہیں ہوگا اب بولو تم کیا کہتے ہو۔"

دیول داس مسکرایا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"بیٹا انسان کا تجربہ حالات اور وقت کا سب سے بڑا پارکھ ہوتا ہے میں نے جو تم کیفیت تمہارے جذبات اور احساسات کا اندازہ لگایا ہے یاد رکھنا وہ کسی بھی صورت غلط ہے میرا دل کہتا ہے کہ تم کچھ چھپا رہی ہو اگر ایسا نہیں ہے تو پھر......"

مسکراتے ہوئے گرونتی نے پھر دیول داس کی بات کاٹ دی۔

"یہ یقینی بات ہے کہ ایسا نہیں ہے بابا جب میں چند دن تک یا چند ہفتوں یا چند ماہ اس شخص کا اعلان کروں جسے میں اپنے جیون کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں تب بھی آپ اپنی بات پر اڑے رہیں گے کہ میں امیر غازی خان کی طرف محبت اور چاہت کا جھکاؤ ہوں۔"

دیول داس کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر گرونتی کے ان الفاظ کا جواب دینا ہی چاہ کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

اس پر دیول داس اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"بیٹا فی الحال اس موضوع کو یہیں بند کر دو ورنہ یہ موضوع لمبا ہو جائے گا یہ مت کرنا کہ میں تم سے ہار مان گیا ہوں اور تمہارے خیالات سے متفق ہو گیا ہوں ہرگز نہیں اپنے قاعدے کے لئے پر بالکل قائم دائم ہوں پر ٹھہرو میں دیکھوں دروازے پر دستک د

والا کون ہے۔"

اس کے ساتھ ہی دیول داس دیوان خانے سے نکلا سبورن اور گرونتی بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کے پیچھے پیچھے ہولیں تب صدر دروازے پر آئے دیول داس نے جب دروازہ کھولا تو سامنے حسین و خوبصورت سوسا کھڑی تھی۔

اسے دیکھتے ہی بڑے پیار اور محبت میں دیول داس کہنے لگا۔

"سوسا میری بیٹی یہ تم کیا اجنبیت کا اظہار کر رہی ہو میری بچی دروازہ کھلا تھا دستک دینے کی کیا ضرورت تھی تم بغیر رکے دروازہ کھول کر اندر آجاتی۔"

سوسا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا یوں جانو غلطی ہوئی آئندہ ایسا نہیں ہوگا دیکھئے تھوڑی دیر پہلے جب کہ میں اور شولیر دونوں امیر غازی خان کی حویلی کی صفائی ستھرائی کر رہی تھیں گرونتی وہاں گئی تھی اس نے امیر کا پوچھا تھا کہ امیر حویلی میں کیوں نہیں آتے شاید یہ امیر سے کچھ کہنا چاہتی تھی اس وقت امیر گھر پہ نہیں تھے ابھی امیر آئے ہیں تو میں اس لیے آئی ہوں اگر یہ امیر سے کسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہے تو امیر سے مل سکتی ہے۔"

اس موقع پر دیول داس نے بڑے غور سے گرونتی کا جائزہ لیا سوسا کے الفاظ نے اسے بالکل تبدیل کر کے رکھ دیا تھا لگتا تھا غازی خان کی آمد کا سن کر اس کے ہونٹوں کی موسوم لکیروں میں لا انتہا قسم کا دھیما تبسم اپنا رنگ دکھانے لگا ہو بالکل یوں جیسے تنہائی کے تہہ خانوں میں آہستہ آہستہ جوالا بھڑکتی ہے۔ جیسے ٹھنڈی گہری قہر کی چادر میں پریم کی شکتی ستاروں کی طرح اپنا رنگ دکھا جاتی ہے۔

آہستہ آہستہ گرونتی کی حالت اس طرح تبدیل ہونے لگی تھی جیسے بربادی و زبوں حالی اور ویران دلدل کے صحراؤں میں خلوت جلوت میں بربادی کی الم بھری آگ وصال لفظوں کے گیتوں اور دلوں کی کٹھور تانظروں کی ضد زبان کی نرمی میں تبدیل ہونے لگی ہو اس کے چہرے پر ایسی آسودگی اٹھی تھی جیسے جھومتی ڈالیوں کے آپس میں ٹکراتے پتوں کی طرح ان گنت ریشمی کومل سندریاں ناچ اٹھی ہوں یا درپن میں اپنا روپ دیکھ کر کوئی ناری شرمانے لجانے لگی ہو۔

دیول داس نے یہ جائزہ صرف چند ساعتوں تک ہی لیا پھر اس نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

"گرونتی میری بیٹی اگر تم امیر سے کچھ کہنا چاہتی ہو تو چلو چلیں ہم بھی امیر کے پاس جانا

چاہتے ہیں میں دو تین امور پر خود بھی امیر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دیول داس کے ان الفاظ پر گرونتی اس طرح چونکی تھی جیسے وہ کہیں دور خلاؤں میں ان دیکھے خیالات میں کھو گئی ہو پھر کہنے گی۔

"بابا چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ تینوں سوسا کے ساتھ ہو لیے تھے۔

چاروں غازی خان کی حویلی میں داخل ہوئے سوسا انہیں اس کمرے میں لے گئی جس میں زباب آرام کیا کرتی تھی وہ سب اس کمرے میں جب داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا غازی خان اپنی ماں کے بستر پر لیٹا آنکھیں بند کیے گم سم پڑا تھا۔

ان کی آمد پر وہ چونکا اٹھ کے بیٹھ گیا اتنی دیر تک ساتھ والے کمرے سے شولیر بھی نکل کر ان سے آن ملی پھر پانچوں مسہری کے پہلو پر جو نشستیں لگی ہوئی تھیں ان پر بیٹھ گئے سب سے پہلے دیول داس نے غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر غازی خان جہاں میں کچھ امور پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں وہاں گرونتی بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

دیول داس رکا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر غازی خان میں جانتا ہوں آپ کو ماں کے مرنے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہے اس لیے کہ یہ رشتہ ہی ایسا ہے جس کی ماں کی ارتھی اٹھتی ہے اس کو ایسے لگتا ہے جیسے اس کی اپنی چتا جل اٹھی ہو ماں اندھیرے میں نہاتی رات میں مخمل میں لپٹی چاندنی سرد راتوں کی اداسیوں میں نوائے حیات کی حدت سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے وقت کے صحیفوں میں ماں آنکھوں کی بینائی جان و روح کی ان دیکھی شہنائی اور آنگن آنگن پیار کی گونج سے بھی زیادہ عزیز زیادہ محترم ہوتی ہے۔

پر غازی خان بیٹے کسی کے یوں ہمیشہ کے لیے کوچ کر جانے سے وقت رک نہیں جاتا۔ فضائیں ہوائیں تھمتی نہیں ہیں دھڑکنیں حکمت کا افسوس اور جدوجہد کی علامتیں تمام تو نہیں ہو جاتی اور پھر یہ حیات سرگرداں ابر عمر ایک موج رواں زندگی ایک جاری سفر کے تسلسل اور زیست بھٹکتی چاندنی سے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ایک نہ ایک روز ہر شے کی نبض کی جنبش کو تھمنا ہے رشتوں کی زنجیروں کو ایک نہ ایک دن ٹوٹنا ہے۔ ایک نہ ایک دن قضا اور موت ہر جاندار ہر ذی حیات کو زنجیریں ڈال کر ماضی کے غبار، امنگوں کی ... ندیوں اور ڈوب جانے والے حرفوں کے بھید کی طرح ناپید کر دیتی ہے۔ امیر غازی خاں یہ حویلی آپ کی ہے اور اسے

آپ کے دم سے ہی آباد رہنا ہے اگر آپ اسی طرح مستقر میں پڑے رہے اور یہ خیال کرتے رہے کہ حویلی آپ آئیں گے تو چاروں طرف سے آپ کو آپ کی ماں کی یادیں گھیر لیں گی اس بناء پر آپ حویلی میں آنا بند کر دیں تو میرے خیال میں یہ راست اقدام نہیں ہے مرنے والوں کی یادیں ہی رہنے والوں کے لیے اثاثہ ہوتی ہیں اور پھر آپ کا اس حویلی میں رہنا لازم ہے تبھی اس کی رونقیں بحال رہ سکتی ہیں۔

محترم غازی خان سوسا شولیر یا گرونتی اس حویلی کی صفائی کر کے اپنی رہائش گاہوں کی طرف چلی جائیں اور یہ حویلی بغیر کسی رونق اور گہما گہمی کے اندھیروں میں ڈوبی رہے تو میں سمجھتا ہوں اس سے ضرور تمہاری ماں کی روح کو بے سکونی ہی ہوگی۔

امیر غازی خاں میں آج آپ سے یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ آپ لگاتار کئی کئی روز تک مستقر میں رہتے ہیں ادھر نہیں آتے یہ مناسب نہیں ہے آپ یہاں اپنی حویلی میں رہیں آپ دیکھیں حویلی میں کیسی صفائی ستھرائی ہوئی ہے آپ یہاں رہ کے تو دیکھیں بہت سے لوگ آپ کی خدمت پر مامور ہو جائیں گے سوسا ہے شولیر ہے گرونتی ہے میری بیوی سبورن ہے میں خود ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دیول داس جب خاموش ہوا تب دھیمے سے لہجے میں غازی خان کہنے لگا۔

"دیول داس تم ٹھیک کہتے ہو یہ زندگی عارضی ہے ہر کسی کو ایک نہ ایک روز کوچ کر جانا ہے پھر کسی سے کیا شکوہ کیا گلہ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ ہر روز حویلی آ کے قیام کروں اس کے علاوہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔"

اس موقع پر دیول داس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔

"امیر غازی خاں آپ نے میری بات مان لی میں سمجھتا ہوں میرے لیے یہی سب سے بڑا انعام اور سعادت ہے بس میں تو یہی کہنا چاہتا تھا کہ مستقر میں پڑے رہنے سے بہتر ہے آپ یہاں اپنی حویلی میں آئیں آپ کے یہاں رہنے سے اور بہت سے لوگ بھی اس حویلی میں آتے جاتے رہیں گے یہاں پہلے جیسی رونق بحال ہو جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے دیول داس رکا پھر گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"گرونتی میری بٹیا میں نے جو کچھ امیر سے کہنا تھا کہہ چکا اب تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہو۔"

اس موقع پر گرونتی نے ایک گہری اداس نگاہ غازی خان پر ڈالی پھر دھیمے لہجے میں وہ کہہ

رہی تھی۔

''امیر میں نے آپ کے حق میں ایک جرم کیا تھا یا یوں جانیں ایک دانستہ غلطی کی تھی یہ غلطی آپ کی ماں کے مرگ کے سلسلے میں ہے۔''

''گرونتی اگر تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میری ماں بستر سے اٹھتے ساتھ چکرا کر نہیں گری تھی نہ ہی وہ ایسے مری بلکہ اس نے دیول داس سے یہ کہا کہ وہ تمہاری مرضی معلوم کرے کہ میرے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہو کہ نہیں جواب میں جب دیول داس نے کہہ دیا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو تو میری ماں شاید اس غم کو برداشت نہ کر سکی اور مر گئی اس لیے تمہارے یہاں آنے جانے اور جس طرح تم میری ماں کی دیکھ بھال کر رہی تھی ہمہ وقت کی خدمت میں مصروف رہتی تھی اس سے دراصل میری ماں نے غلط اندازہ لگا لیا تھا۔

یہ جو تم گھر کی صفائی ستھرائی کرتی تھی ماں اور میرے لیے کھانا تیار کرتی تھی ماں کی ہر طرح کا خیال رکھتی تھی اس کی صفائی ستھرائی اس کے بستر میں سلوٹ تک نہ پڑنے دیتی تھی تو اس سے ماں نے شاید یہی اندازہ لگایا کہ تم ہمیشہ کے لیے اس گھر میں آنا چاہتی ہو اس گھر کو اپنا گھر کرنا چاہتی ہو مگر افسوس کہ میری ماں کے یہ اندازے غلط تھے کیونکہ ماں نے اپنے ذہن میں یہ چیز بٹھا رکھی تھی کہ ہر صورت میں تمہیں ہی اس گھر میں آنا ہے لیکن اسے جب یہ بتایا گیا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو تو ماں اپنے جذبات اپنے احساسات کی پامالی کو شاید برداشت سکی اور انتقال کر گئی۔

دیکھو گرونتی مجھے تم سے کوئی شکوہ کوئی شکایت نہیں ہے ہر کسی کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے ہر کسی کو زندگی اپنے اندازوں کے مطابق گزارنی ہے جو کچھ میں نے کہا ہے اگر تم یہی کہنا چاہتی ہو پھر تم نے کوئی جرم کوئی غلطی نہیں کی میری ماں نے اس طرح مرنا تھا سو وہ مر گئی۔'' یہاں تک کہنے کے بعد غازی خان رکا کچھ سوچا پھر گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''گرونتی جب تک میری ماں زندہ تھی تم نے اس کی خوب دیکھ بھال کی اس کی ہر آرام کا خیال رکھا اسے ہر آسودگی فراہم کی اس کے لیے میں اب بھی تمہارا شکر گزار ہوں ممنون ہوں لیکن اب ایک بات ذہن میں بٹھا کے رکھنا وہ یہ کہ میری ماں اب مر چکی ہے حویلی میں تم صرف میری ماں کے حوالے سے آتی تھی ہر دیکھنے والے کی نگاہ جانتی تھی میری ماں کو ماں سمجھتی ہو اس کی خدمت کے لیے میری حویلی میں آتی ہو۔

اب جبکہ ان لوگوں کو اس بات کی بھی خبر ہے کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو.......''

یہاں تک کہتے ہوئے غازی خان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ گرونتی فوراً بول پڑی۔

''امیر کیا میں نے کسی موقع پر کہا ہے کہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں دیکھیں یہ ضروری ں کہ ہر شخص کے لیے اپنے دل میں دو ہی جذبے ہوں یا اس سے محبت کرتا ہو یا نفرت ے لوگ ایسے ہیں جن سے نہ نفرت ہوتی ہے نہ ان سے محبت ہوتی ہے بس ایسے بات ان سے متعلق ہوتے ہیں لہٰذا.......''

گرونتی کو بھی رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے غازی خان بول پڑا۔

''معاملہ جو بھی ہو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ سنو میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ تم یں بول پڑی۔

میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ اب جبکہ میری ماں مر چکی ہے تمہارا اس حویلی میں زیادہ آنا جانا ب ہے جہاں تک سوسا اور شولیر کا معاملہ ہے ان کی بات اور ہے ان کے جو لواحقین ہیں مرضی سے انہیں اجازت دے چکے ہیں کہ وہ میرے گھر کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی یں میری ماں کے مرنے کے بعد ان کے لواحقین نے میرے معاملے میں ان کی ذمہ داری اور اضافہ کر دیا ہے پھر یہ بھی دیکھو کہ جس معاشرے میں وہ رہتے ہیں جس تہذیب اور ت کے وہ پروردہ ہیں اس کے تم اور ہم لوگ نہیں ہیں یہ بچیاں اسی سرزمین پر پیدا ہوئیں ن پھر بھی جس ماحول میں انہوں نے پرورش پائی ہے وہ ہم سے خاصہ مختلف ہے ان کے ں آنے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا لیکن جب تم یہاں آؤ گی اور میں حویلی میں لا ہوا کروں گا ماں مر چکی ہے تو لوگ انگلیاں اٹھائیں گے اب جبکہ غازی خان کی ماں مر ا ہے جسے گرونتی ماں سمجھتی تھی تو اب اس حویلی میں گرونتی کیا لینے آتی ہے۔ بس میں تم سے کہنا چاہتا تھا کہ اب کوشش کرنا کہ بغیر کسی کام کے یا بغیر کسی اشد ضرورت کے اس حویلی امت آیا کرنا اسی میں تمہاری عزت اسی میں تمہارا وقار رہے گا۔''

اس موقع پر جو دیول داس نے بڑے غور اور انہماک سے گرونتی کی طرف دیکھا تھا اس ے جائزہ لیا غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی جلتے کھیت کھلیانوں اور چتا میں جلتی چوب کی افسردہ ظلم و افلاس کے مارے ضمیر اور رات کی باہوں کی اسیر گونگی شاہراہوں جیسی غمگین، لوں کی گھنی چھاؤں تلے دردر شتوں کے مردہ گمان جیسی ملول ہو کے رہ گئی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر گرونتی کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر جہاں تک اس حویلی میں آنے کا تعلق ہے تو آپ مجھے منع نہ کیجئے گا۔ اس لیے کہ ل حویلی میں میری مرنے والی ماں کی یادیں وابستہ ہیں ان یادوں کو گلے لگانے کے لیے ان ول کو اپنے ضمیر اپنے دل اپنے ذہن میں تازہ کرنے کے لیے میں اس حویلی میں آتی جاتی

رہوں گی اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو اور دوسرے لوگ باتیں کرتے رہیں مجھے ان کی پرواہ نہیں اس حویلی کے ناطے سے اگر کوئی مجھے بدنام کرتا ہے میری عزت میری عصمت آبرو پر حرف گیری کرتا ہے تب بھی امیر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اس لئے کہ زباب کو میں سگی ماں سمجھتی تھی کیا اپنی ماں کے مرجانے کے بعد اس کے اس کمرے کی ساری چیزوں او اس کی یادوں سے قطع تعلق کرلوں ناطہ ختم کرلوں نہیں ایسا ممکن نہیں ہے۔"

غازی خان نے غور سے گرونتی کی طرف دیکھا پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

"گرونتی تم بات کو سمجھ نہیں رہی ہو لوگ چھوٹی سی بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں پہلے میر ماں زندہ تھی تم اس حویلی میں دن رات کسی بھی حصے میں آتی جاتی رہی ہو کسی کو کوئی اعترا نہیں تھا اور نہ ہونا چاہئے تھا ماں نہیں ہے تم یہاں میری موجودگی میں یا میری غیر موجودگی م آؤ لوگ اسے معیوب سمجھیں گے اس لیے کہ......"

گرونتی نے فوراً غازی خان کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"امیر میں بچی نہیں ہوں اپنا برا بھلا سمجھتی ہوں لوگ کوئی خار نہیں ہیں کہ مجھے اپنے سات الجھالیں گے نہ ہی طاقت وقوت کا خزانہ ہیں کہ مجھے دبا ماریں گے نہ ہی خنکی کا دیوتا ہیں مجھے منجمد کردیں گے نہ ہی وہ میرے لیے بوجھ و دباؤ کا راکشش ہیں کہ مجھے اپنے پاؤں پیس کے رکھ دیں گے ایسی کسی نے حرکت کی بھی تو وہ میرے جیون میں خلل ڈال کر مجھے نیم کا شکار نہیں کر سکتے۔"

غازی خان نے پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"گرونتی بات کو سمجھو تمہاری عمر ابھی زیادہ نہیں کچی عمر کی ہو تجربہ بھی نہیں ہے یاد رکھو لڑکیوں کی عصمت لڑکیوں کی عفت و ناموس خواب لمحوں میں پنہاں آرزوؤں کی کچی کلیو کے موج تنفس جیسی قابل احترام اور شیشل مگید کی طرح پسندیدہ اور ہر دلعزیز ہوتی ہے لوگ ہوس کے سمندر میں دوسروں کے لیے آزار بن جانا اپنے لیے قابل فخر خیال کرتے ہیں لڑکیاں جو عصمت کے گوہر سے محروم ہو جاتی ہیں یاد رکھنا وہ صحن مقتل میں اپنے ہی احساس صلیب پر مصلوب ہو کر رہ جاتی ہیں لڑکیاں بیچاری بزم مہتاب میں دھرتی کی زینت تقدس پھلواری کی طرح ہوتی ہیں جب کوئی ان پر الزام تراشی کرتا ہے پھر گرونتی کئی کہانیاں جنم لے ہیں کئی قصے سر ابھار کر سامنے آجاتے ہیں بدی کی طرف مائل لوگ لڑکیوں کی عزت ان کی عصمت کو داغدار کرتے ہوئے انہیں موت کا نذرانہ زہر کا پیمانہ بناتے ہوئے فخر محسوس کر ہیں۔"

غازی خان جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر کے لیے گرونتی نے اسے ایسی کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھا جن میں محبت کے پیغام تھے اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے اس وقت چھلکتے جام جیسے آنسو امنڈ آئے تھے پھر ضبط کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر میں اتنی بچی بھی نہیں ہوں جانتی ہوں سزا کیا ہے جزا کیا ہے خدا کیا ہے ناخدا کیا ہے میں کوئی منجمد لاش نہیں ہوں کہ لوگ مجھے روندھ کر گزر جائیں گے۔"

غازی خان نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔

"تم اتنی تجربہ کار اور سیانی بھی نہیں ہو جتنی تم بن رہی ہو۔ دیکھو وقت کی کالی سیاست کے اندر یہاں رام کے بھیس میں ان گنت راون گھومتے ہیں اہنسا کے بھیس میں بے شمار فسادی اپنا کام کرتے ہیں۔"

گرونتی بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی فوراً غازی خان کی بات کاٹ کر کہنے لگی۔

"جو مجھ پر بے بنیاد الزام لگائے گا بدی کی تہمت مجھ پر تھوپے گا بے حیائی کے الفاظ مجھ پر اچھالے گا وہ خود بے کفن و بے گور رہے گا بے نام و بے نصب مرے گا کرگسوں کا رزق بنے گا۔"

غازی خان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے تم مجھے بددعائیں دے رہی ہو۔"

گرونتی چونک اٹھی ایک دم اس نے سر گھما کر جب غازی خان کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے اس کے دامن پر گر گئے تھے وہ روتی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"امیر آپ ہر الزام اپنے اوپر لینے کی کوشش نہ کیا کریں میری نگاہوں میں آپ فضائے شب کے اندر سحر کے رخ روشنی کی اذاں دیار صدق کے سفر کی عمدہ مسافت اور خوشبوؤں کے روپ جیسے ہیں آپ ایک ایسی ہستی ہیں جس پر غاروں کے اندھے دھانوں گلیوں کی کاٹتی ویرانیوں مفاد حرص کے آزار میں بھی مکمل اعتماد اور بھروسہ کیا جاسکتا ہے امیر آپ خود ہی اپنے آپ کو کوزہ چشمی کے داغ دینے والوں لکھوری اینٹوں سا اخلاق اور کائی لگے در و دیوار سا کردار رکھنے والوں میں شامل نہ کیا کریں آپ قوموں کے ناموس اور سلطنت کی حفاظت کرنے والے ہیں اس لحاظ سے آپ سب کی نگاہوں میں باعزت باوقار خیال کئے جاتے ہیں آپ بے فکر رہیں میں نیکی بدی بھلائی برائی خیر و بدی میں تمیز کرسکتی ہوں اگر میرے یہاں آپ کی حویلی میں آنے سے کوئی جلتا ہے کوئی مجھ پر الزام تراشی کرتا ہے مجھ پر تہمت لگاتا ہے تو تہمت لگاتا رہے الزام تراشی کرتا رہے میں اس حویلی میں آتی رہوں گی کوئی مجھے منع نہیں کرسکتا۔"

اس کے ساتھ ہی روتی ہوئی گرونتی اٹھ کھڑی ہوئی جب وہ جانے لگی تب ایک دم سوسا کو

مخاطب کرتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

''سوسا اٹھو اس کو پکڑ کر یہاں بٹھاؤ جہاں سے یہ اٹھی ہے میں خود اسے پکڑتا لیکن میں نے اسے ہاتھ نہیں لگانا اس لیے کہ یہ ناراض ہوتی ہے۔''

غازی خان کے ان الفاظ پر ایک دم عجیب سے انداز میں گرونتی مڑی تھی اس لمحے اس کے چہرے پر شکوے ہی شکوے آنکھوں میں شکایتیں ہی شکایتیں تھیں اس کے خوبصورت سرخ گال آنسوؤں سے تر ہو گئے تھے اتنی دیر میں سوسا آگے بڑھی اسے اپنے ساتھ لپٹا کر اسی نشست پر بٹھا دیا جہاں سے وہ اٹھی تھی غازی خان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''گرونتی خدا گواہ ہے اس گفتگو سے میرا مقصد تمہاری دل شکنی کرنا نہیں تھا دیکھو تم جب اور جس وقت چاہو اس حویلی میں آسکتی ہو تمہیں کوئی منع نہیں کر سکتا بس اب جانا نہیں یہیں بیٹھو اب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی غازی خان نے سوسا اور شولیر کو کھانا لانے کے لیے کہا دونوں اٹھ کر جب مطبخ کی طرف جانے لگیں تو گرونتی بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں کھانے کے برتن یہاں لگاتے ہیں پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی تینوں حرکت میں آئیں کھانے کے برتن وہاں لگائے پھر پرسکون ماحول میں بیٹھ کر وہ کھانا کھا رہے تھے۔

❁......❁

مرہٹوں کے پیشوا نارائن راؤ کو اس کے چچا راگھوبا نے جو پہلے پیشوا بالا جی راؤ کے عہد بانید تھا ایک سازش کے تحت قتل کر دیا۔ نارائن راؤ کے قتل کے بعد راگھوبا مرہٹوں کی دائی کی گدی پر بیٹھا مطلق العنان حاکم بن بیٹھا اور اپنے اقتدار کو بڑی حد تک مضبوط کرنے لیے مرہٹوں کے امیروں سرداروں اور دیگر سرکردہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا تھا۔ ادھر مرنے والے پیشوا نارائن کا ماموں ترمک راؤ ایک لشکر کی کمان داری کر رہا تھا وہ اور اس کے لشکری حیران و پریشان تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں پیشوا نارائن کو راگھوبا نے قتل کر دیا ہے لہٰذا اب انہیں کیا قدم اٹھانا چاہیے۔

وہ اس لیے بھی خوفزدہ تھے کہ نئے پیشوا راگھوبا نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ ایک بڑا لشکر تیار کر لیا تھا اور اگر ترمک راؤ اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور شکست کھاتا ہے تو پھر وہ یقیناً ترمک راؤ کو موت کے گھاٹ اتار دے گا بس انہی وسوسوں کے تحت مرہٹوں کے ایک عجیب و غریب کشمکش چل پڑی تھی۔

ایک بڑا لشکر تیار کرنے کے بعد راگھوبا نے جو سب سے پہلا فیصلہ کیا وہ یہ کہ نظام دکن علاقوں پر حملہ آور ہو وہ اس لیے کہ نظام دکن کے علاقے کو مرہٹے اپنا علاقہ خیال کیا کرتے تھے۔

اپنے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مرہٹوں نے دکن کا رخ کیا نظام دکن کو بھی مرہٹوں کے ان ارادوں کا علم ہو چکا تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ وہ مرہٹوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے نکلا۔

لیکن نظام دکن کی بدقسمتی جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو دکن کے لشکری جو نہایت آرام طلب خود پسند اور عیاش ہو چکے تھے وہ ان فناس اور وحشی مرہٹوں سے دوچار ہونے کے بعد ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور ایک ہی معرکہ میں پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بھاگتے وقت نظام دکن کے لشکر نے نظام دکن کو بھی تنہا چھوڑ دیا اور نظام دکن کے پاس

جس قدر سامان جنگ کے علاوہ توپ خانہ تھا وہ مرہٹوں کے ہاتھ لگ گیا اس صورت حال
سامنے رکھتے ہوئے نظام دکن نے مجبور ہو کر مرہٹوں کی اطاعت قبول کر لی نظام دکن کی
قسمتی یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنے لشکر میں جو ایک فرانسیسی کمانڈر رکھا ہوا تھا اس
موقع سے اس نے بھی فائدہ اٹھایا اس نے چند توپوں اور چند ہزار لشکریوں کے ساتھ نظام
دکن کے ہاتھی کو گھیر لیا اور اسے مجبور کیا کہ وہ شہر بیدر اورنگ آباد اور صوبہ برار وغیرہ
عملداری اس کے نام لکھ دے اور نظام دکن نے ایسا ہی کیا اور فرانسیسی سالار کے نام اس نے
بیدر اورنگ آباد اور برار کی حکم رانی لکھ دی۔

نظام دکن کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کے بعد نئے مرہٹہ پیشوا راگھوبا کے حوصلے
اور بڑھ گئے لہٰذا اس نے مزید پیش قدمی کی اور بالا گھاٹ کی طرف بڑھا اور اس کا ارادہ
کہ بالا گھاٹ کے علاقوں میں جس قدر شہر ہیں ان پر قبضہ کرے اور یہ علاقہ سلطان حیدر علی کا
تھا۔

اس دوران ایک اور تبدیلی رونما ہوئی وہ اس طرح کہ مرہٹوں کے شہر پونا میں نانا فرنویس
نام کا ایک کار پرداز تھا یہ نارائن کے حق میں اور راگھوبا کے خلاف تھا جان بوجھ کر اس
بیماری کا بہانہ کیا اور راگھوبا کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل نہیں ہوا جب راگھوبا اپنے لشکر
لے کر اپنی مہم پر نکلا تو خفیہ طور پر نانا فرنویس نے نظام دکن کو لکھا۔

راگھوبا پاگل ہو گیا ہے اس نے اپنے بھتیجے کو قتل کر دیا ہے جو مرہٹوں کے تخت و تاج کا
وارث اور پیشوا کا حقیقی جانشین تھا اور ایسا اس نے محض ملک و مال کی ہوس میں کیا ہے کیونکہ
مرہٹوں کی گدی پر زبردستی قابض ہوا ہے لہٰذا صرف مرہٹوں کا ہی نہیں بلکہ مرہٹوں کے
پاس اور ارد گرد جس قدر حکمران ہیں ان سب کا فرض بنتا ہے کہ ایسے بدکردار شخص کو کیفر کردار
تک پہنچایا جائے۔

کہتے ہیں اس مضمون کا ایک خط نانا فرنویس نے میسور کے سلطان حیدر علی کو بھی روانہ کیا
اور سلطان سے اس نے نئے مرہٹہ پیشوا راگھوبا کے خلاف مدد کی درخواست کی۔

نانا فرنویس نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا نظام دکن اور حیدر علی کو خطوط لکھنے کے بعد
نے تیز رفتار قاصد اپنے خطوط دے کر نئے مرہٹہ پیشوا راگھوبا کے لشکر کی طرف روانہ کیے۔
یہ خطوط راگھوبا کے لشکر میں جو بڑے بڑے سالار تھے ان کو دیئے گئے ان خطوط میں
فرنویس نے لکھا۔

"راگھوبا بدکار نے اپنے بھتیجے کا ناحق خون کر کے اپنے ماتھے پر جعلی پیشوائی کا ٹیکہ

اور اپنے گلے میں رسوائی اور بدنامی کا زنار ڈالے اتراتا پھر رہا ہے دانائی اور ہوشمندی کا
تقاضا یہ ہے کہ ہم سب متفق ہو کر اس سے انتقام لیں اور مقتول نارائن راؤ کی بیوہ کو جو حاملہ
گدی کا وارث اور جانشین بنا کر اس کی اطاعت کر لیں۔"

اس نے مرہٹہ سرداروں کو یہ بھی لکھا کہ۔

"اسی میں ہماری اور تمہاری بہتری اور نجات ہے کیونکہ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ جو
اپنے جگر گوشوں کے ساتھ اس طرح بیہمانہ سلوک کرے اس کے ہاتھوں آخر کسی اور کا
بھلا ہو سکتا ہے۔"

کہتے ہیں نارائن راؤ کے بڑے بڑے سردار جو اس کے مرنے کے بعد مصلحت وقت کی بنا
راگھوبا کے ساتھ ہو گئے تھے جب انہیں فرنویس کے یہ خطوط ملے اور اس کے مضمون سے
آگاہی ہوئی تو ان کو یقین ہو گیا کہ راگھوبا سے کسی بہتری کی امید رکھنا بیوقوفی اور حماقت سے
زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

اب معاملہ یوں ہوا کہ نانا فرنویس کے ان خطوط نے اپنا کام دکھانا شروع کیا چنانچہ ہر
کوئی نہ کوئی مرہٹہ سردار بلا اطلاع اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر راگھوبا کے لشکر سے کھسک
جاتا اور پونا جا کر نانا فرنویس کے ساتھ مل جاتا نہ صرف یہ بلکہ چھوٹے لشکری بھی جوق در جوق
راگھوبا کے لشکر سے نکل کر چوری چھپے پونا کا رُخ کرنے لگے یہاں تک کہ راگھوبا کے پاس تین
سواروں کا ایک لشکر باقی رہ گیا۔

راگھوبا جو بڑے عزم بڑے حوصلے اور بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لشکر
کے ساتھ فتوحات حاصل کرنے کے لیے نکلا تھا یوں اکثر مرہٹہ سرداروں اور لشکریوں کے اسے
چھوڑ کر پونا چلے جانے کی وجہ سے کسی قدر پریشانی اور انتشار کا شکار ہونے لگا اسے یہ بھی فکر
لاحق ہو گئی کہ اگر معاملات اسی طرح چلتے رہے تو پیشوائی بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی اسی
دوران راگھوبا کو یہ بھی اطلاع ملی کہ نظام دکن ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رہا ہے اور عنقریب
راگھوبا سے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے اس کی طرف نکلنے والا ہے ساتھ ہی اسے یہ بھی
اطلاع ملی کہ نانا فرنویس بھی ایک لشکر تیار کر رہا ہے اور مرہٹوں کا یہ لشکر بھی جلد راگھوبا کے
خلاف کارروائی کرنے کے لیے پیش قدمی کرے گا۔ ان حالات نے راگھوبا کو پریشان کر دیا
لہٰذا اس نے تیز رفتار قاصد مدد کی درخواست دے کر سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کیے۔

سلطان حیدر علی اسی وقت ہی چوکنا ہو گیا تھا جس وقت راگھوبا نے نظام دکن کو شکست
دینے کے بعد بالا گھاٹ کا رخ کیا تھا اس صورتحال سے نبٹنے کے لیے اس نے اپنے سارے

سالاروں کا اجلاس طلب کرلیا تھا۔

محمد علی غازی خان مہامرزا خاں بدر الزمان ابو مروہ خان جہان خان اور کئی دوسرے چھوٹے بڑے سردار حیدر علی کے پاس جمع ہوئے اس وقت حیدر علی اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جب سارے سالار اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے تب مرہٹوں کی وجہ سے جو صورتحال پیدا ہوئی تھی اس کی تفصیل سارے سالاروں سے کہہ دی گئی۔

ساری تفصیل کہنے کے بعد حیدر علی نے کچھ سوچا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عزیزان من! جو صورتحال درپیش ہے اس کی تفصیل میں نے تم سے کہہ دی ہے اب تم لوگ باہم مشورہ کرو اور جس زم جس ارادے پر تم متفق ہوتے ہو اس سے مجھے آگاہ کرو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔''

سارے سالار کچھ دیر تک آپس میں مشورہ کرتے رہے پھر محمد علی نے ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے حیدر علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سطان محترم ہم سب سالاروں نے باہم مشورہ کیا ہے اور میرے خیال میں اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہم مرہٹوں کے موجودہ انتشار سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اس وقت مرہٹہ قوت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے ایک قوت کو لے کر راگھوبا مہم جوئی کے لیے نکلا ہوا ہے دوسری قوت نانا فرنولیس کا ساتھ دے رہی ہے جیسا کہ آپ بتا چکے ہیں کہ نظام دکن بھی راگھوبا کے خلاف حرکت میں آنے والا ہے اور نانا نولیس بھی راگھوبا کی مخالفت میں پر تول رہا ہے ان حالات میں یقیناً راگھوبا انتشار اور فکر مندی کا شکار ہو گا ان حالات میں میں چاہتا ہوں ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں اور گزشتہ جنگوں میں ہماری مغلوبی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرہٹوں نے جن علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا انہیں واپس لے لیں حالانکہ مرہٹوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ علاقے بنیادی طور پر انہیں کے تھے لیکن آخر بعد میں وہ علاقے ہمارے ماتحت بھی رہے لہٰذا ان پر قبضہ کرنے کا ہم حق رکھتے ہیں میں سمجھتا ہوں ان علاقوں کو واپس لینے کے لیے اس سے بہتر موقع ہمیں کبھی نہیں ملے گا۔''

محمد علی جب خاموش ہوا تو بڑے اطمینان اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! جو فیصلہ تم نے کیا ہے میں اس سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں ہمیں مرہٹوں کے موجودہ انتشار سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرہٹوں

کے وسائل اور ان کی لشکری اور عسکری قوت ہم سے کہیں زیادہ ہے ہماری حکومت نئی نئی میسور میں قدم جما رہی ہے اور جونہی ہم نے میسور میں اپنی حکومت استوار کرنی شروع کی تب سے مرہٹوں نے ہمیں جنگوں میں دو چار کر رکھا ہے اب حالات اور قدرت اگر ہمیں موقع فراہم کر رہی ہے ہیں تو ہم مرہٹوں سے ان کی ماضی کی کارروائیوں کا انتقام لیں گے اور ایسا ہم ضرور کر گزریں گے۔''

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اسی وقت سلطان کے محافظ دستوں کا سالار اندر آیا اور مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! میں اس مداخلت پر معذرت خواہ ہوں مرہٹوں کے نئے پیشوا راگھوبا کے کچھ قاصد باہر کھڑے ہیں اور فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔''

اس سالار کے یہ الفاظ سن کر معنی خیز انداز میں حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کی طرف دیکھا پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی ایک بھرپور نگاہ اپنے سامنے بیٹھے اپنے سالاروں پر ڈالی پھر آنے والے سالار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

''راگھوبا کے قاصدوں کو اندر بھیج دو۔''

وہ سالار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں راگھوبا کے قاصد داخل ہوئے حیدر علی نے خالی نشستوں پر ہاتھ کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ بیٹھ گئے تب حیدر علی نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''آنے والے قاصدو! مجھے یہ تو بتایا گیا ہے کہ تم مرہٹوں کے نئے پیشوا راگھوبا کی طرف سے آئے ہو تم میرے نام راگھوبا کا کیا پیغام لے کر آئے ہو۔''

ان قاصدوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا صلاح مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے سلطان حیدر علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''آپ جانتے ہیں مرہٹوں کے اندر ایک طرح کی عجیب و غریب کھینچا تانی اور کشمکش شروع ہو گئی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی طرف طنزیہ انداز میں دیکھتے ہوئے حیدر علی کہہ رہا تھا۔

''ہاں میں جانتا ہوں کہ تمہارا موجودہ پیشوا راگھوبا تمہارے پہلے پیشوا بالا جی راؤ کے عہد حکومت میں قید و بند میں ڈال دیا گیا تھا۔ ایک سازش کے تحت زندان سے نکلا اور زندان

سے نکلنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے بھتیجے اور مرہٹوں کے پیشوا نارائن راؤ کو قتل کر دیا
وہ خود مرہٹوں کا پیشوا ہے میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ پونا کے حالات مزید تبدیل ہو
راگھوبا مطمئن تھا کہ اس نے پونا میں اپنی پیشوائی کو مستحکم کر لیا ہے اسی بنا پر اس نے
لشکر تیار کیا اور نظام دکن کے علاقوں پر حملہ آور ہو گیا۔ نظام دکن کی بدقسمتی کہ اس کے
کی تربیت صحیح نہیں تھی لہٰذا راگھوبا کے ہاتھوں اسے شکست ہوئی اس کے بعد را
ہمارے علاقوں کا رخ کیا۔

آنے والے قاصدو! میں نے تمہاری آمد سے پہلے اپنے سالاروں کو اسی مقصد
جمع کیا تھا کہ ہمیں کس طرف سے کہاں سے کس انداز سے راگھوبا اور اس کے مرہٹ
پر ضرب لگانی چاہئے تاکہ اسے واپس جانے پر مجبور کر دیں اور وہ ہمارے ساتھ نظام
سلوک کرنے میں کامیاب نہ ہو۔"

حیدر علی یہاں تک کہنے کے بعد رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام آگے بڑھاتے
کہہ رہا تھا۔

"راگھوبا کے قاصدو اپنے من میں یہ بات بھی یاد رکھنا کہ مجھے اس بات کا بھی
پونا میں حالات پہلے جیسے نہیں ہیں نانا فرنویس جو کبھی مرہٹوں کا کارپرداز ہوا کرتا تھ
پر پرزے نکالے ہیں پونا پر اس نے اپنی پیشوائی کو مستحکم کر لیا ہے اس نے بھی ایک
لشکر تیار کر لیا ہے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ راگھوبا کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ
کر نانا فرنویس کے پاس پونا جا چکا ہے اب سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ر
تمہیں پیغام دے کر میری طرف روانہ کیا ہے۔

یہ ساری صورتحال تمہارے سامنے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ بھی تم نے کہنا
صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہنا کوئی ایسا مطالبہ میرے سامنے پیش نہ کرنا جسے میں ق
سے انکار کر دوں اور ہمارا اور راگھوبا کا نہ ختم ہونے والا ٹکراؤ شروع ہو جائے۔"

جب تک حیدر علی بولتا رہا سارے قاصد اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ر
خاموش ہوا تب وہی قاصد پھر بول اٹھا۔

"آپ نے جو حالات مرہٹوں کے بیان کیے ہیں وہ بالکل درست ہیں راگھو
غلط مشورہ یا غلط مطالبہ دے کر نہیں بھیجا بلکہ اس نے جو مطالبہ دے کر ہمیں بھیجا
آپ کی بہتری ہے راگھوبا نے جو پیغام ہمیں آپ کے لئے دے کر بھیجا ہے وہ اس
کہ راگھوبا چاہتا ہے کہ صوبہ سرا بلکہ دریائے کرشنا کے اس طرف کا سارا علاقہ جس

مرہٹوں کا قبضہ ہے وہ راگھوبا آپ کے تسلط میں دیدے گا وہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ
آپ کے لشکری اس کے لشکر کی موجودگی میں اس علاقے پر قابض ہو جائیں گے اور اس کے
عوض آپ اسے دس لاکھ کی رقم ادا کریں اس لیے کہ نانا فرنویس سے نبٹنے کے لیے اسے اس
وقت رقم کی اشد ضرورت ہے۔"

وہ قاصد جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تک حیدر علی اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کے علاوہ محمد علی
غازی خان اور دوسرے بڑے سالاروں سے مشورہ کرتا رہا پھر قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے
لگا۔

"راگھوبا نے جو پیشکش کی ہے وہ مجھے منظور اور قبول ہے لیکن اس سے ایک شرط بھی
منسلک کرتا ہوں راگھوبا نے جو علاقے ہمیں دینے کی پیشکش کی ہے وہ علاقے پہلے راگھوبا
مرہٹوں سے خالی کروائے جب یہ علاقے مرہٹوں سے خالی ہو جائیں گے تو وہاں میں اپنے
لشکر کے حصے متعین کروں گا اس کے بعد راگھوبا کو اس کی مطلوبہ رقم ادا کر دی جائے گی۔"

کہتے ہیں مرہٹے حیدر علی کے اس جواب سے بے حد خوش ہوئے اور وہ راگھوبا کے پاس
چلے گئے اور اسے حیدر علی کے فیصلے سے آگاہ کیا۔

راگھوبا کو چونکہ رقم کی اشد ضرورت تھی وہ اپنے لشکر کی تعداد بڑھا کر نانا فرنویس کی
سرکردگی میں پونا سے اٹھنے والی بغاوت کو فرو اور ختم کرنا چاہتا تھا اور ایسا کرنے کے لیے اس کا
ارادہ تھا کہ اپنے لشکر کی تعداد بڑھائے گا اور ایسا کرنے کے لیے اسے رقم کی ضرورت تھی۔

ظاہر ہے وہ فی الفور حرکت میں آیا اس نے اپنے سالے باجی راؤ کو ایک خاصا بڑا لشکر
دے کر قلعہ سرا کی طرف روانہ کیا جو اس وقت مرہٹوں کے قبضے میں تھا اور وہاں مرہٹوں کا
ایک سالار بابو جی سندھیا حاکم مقرر تھا۔

راگھوبا کا سالا باجی راؤ اپنے لشکر کے ساتھ سرا پہنچا اور اپنے کچھ قاصد بابو جی سندھیا کے
پاس قلعہ سرا میں بھیجے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ قلعہ خالی کر دے اس لیے کہ یہ قلعہ حیدر علی
کے حوالے کیا جانا ہے تاکہ اس سے وعدہ کے مطابق رقم حاصل کی جا سکے۔

باجی راؤ کے اس پیغام کے جواب میں قلعے کا حاکم بابو جی سندھیا نے جو جواب دیا وہ بڑا
حوصلہ شکن اور توہین آمیز تھا اس نے باجی راؤ کے قاصدوں کے ہاتھ کہلا بھیجا۔

"بدبخت راگھوبا جو اپنے بھتیجے کا قاتل ہے آخر اس کی حیثیت ہی کیا ہے کہ وہ بالا جی راؤ
نانا کے اصلی وارث یعنی پونا کے پہلے پیشوا کے کارندوں پر اپنا حکم چلاتا پھرے باجی راؤ کی
خیریت اسی میں ہے کہ وہ جس قدر جلد ہو سکے اس لشکر کے ساتھ جسے وہ لے کر آیا ہے دفع ہو

جائے ورنہ قلعے سے میں ایسی تیر اندازی کراؤں گا ایسی گولہ اندازی کرنے کا حکم دوں گا
لشکر جو باجی راؤ لے کر آیا ہے اس میں سے ایک ایک لشکری کو گولی کی طرح اڑا کے رکھ
گا۔"

راگھوبا کا سالہ باجی راؤ بابو جی سندھیا کے ان غضبناک الفاظ سے خوفزدہ ہو گیا وہ ا
اپنے لشکر کے ساتھ راگھوبا کے پاس نہیں گیا بلکہ لشکر کا بڑا حصہ تو اس نے راگھوبا کے پاس
دیا چند محافظ دستوں کے ساتھ اس نے سرنگا پٹم کا رخ کیا اور جو سخت الفاظ بابو جی سندھیا
کہے تھے وہ حیدر علی سے کہے ساتھ ہی اس نے حیدر علی سے یہ بھی التماس کی کہ وہ سیدھا
علی کے پاس آیا ہے راگھو کے پاس نہیں گیا اس نے حیدر علی سے مزید التماس کی کہ حیدر
چاہئے کہ ایک لشکر اس کے ساتھ روانہ کرے تاکہ وہ بزور قلعہ سرا پر قبضہ کرے۔
راگھوبا ایسا ہی چاہتا ہے۔

باجی راؤ ابھی تک سرنگا پٹم میں ہی قیام کیے ہوئے تھا کہ کچھ قاصد پونا سے حیدر علی
خدمت میں حاضر ہوئے ان قاصدوں کو نانا فرنویس نے روانہ کیا تھا نانا فرنویس نے اپنے
میں حیدر علی کو یہ پیغام دیا تھا۔

"قاتل راگھوبا کی کسی پرفریب پیشکش اور اس کی مکارانہ باتوں پر ہرگز کان نہ دھرا جا
اور اس سلسلے میں اس کی کوئی مدد نہ کی جائے نانا فرنویس نے یہ بھی یقین دلایا کہ مالک حقیقی
منظور ہوا تو اس بدکردار قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد آپ کے ساتھ سار
معاملات معقول طریقے سے درست کر لئے جائیں گے اس وقت قرین صواب یہ ہے کہ آ
اس بدانجام کی گوشمالی اور سرکوبی کے لیے کوشش کریں۔"

اب جو نئی صورتحال سامنے آ رہی تھی اس نے حیدر علی کو عجیب سی کشمکش میں مبتلا کر دیا
ایک طرف راگھوبا تھا وہ دریائے کرشنا تک مرہٹوں کے سارے علاقے حیدر علی کو دینے
پیشکش کر رہا تھا اور جواب میں پھر دس لاکھ کی رقم مانگ رہا تھا دوسری جانب پونا
نانا فرنویس کے قاصد بھی آ گئے تھے انہوں نے بھی پیشکش کی تھی کہ اگر حیدر علی راگھوبا کی کو
مدد نہ کرے تو نانا فرنویس حیدر علی کے ساتھ سارے معاملات درست کرنے کا عہد کرتا ہے۔

ان سارے معاملات پر کوئی فیصلہ کرنے کے لیے حیدر علی نے پھر اپنے سالاروں
اجلاس طلب کیا۔ طویل صلاح مشورہ ہوا اور اس صلاح مشورے کے نتیجے میں یہ فیصلہ کیا گیا
کہ راگھوبا کی مدد نہیں کرنی چاہئے راگھوبا نے چونکہ بدنیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظام دکن
حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں کے علاقوں کو روندا تھا لہٰذا نانا فرنویس کا ساتھ دیتے ہوئے

گھوبا کی سرکوبی کرنی چاہئے یہ فیصلہ کرنے کے بعد حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم سے
وچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

......

گرونتی اپنی حویلی میں داخل ہوئی اور سیدھی اس کمرے میں گئی جہاں دیول داس اور
رن بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں کے سامنے وہ ایک خالی نشست پر بیٹھ گئی کچھ دیر خاموشی
ی پھر دیول داس نے بڑے غور سے گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
"بیٹا یہاں تمہاری ماں کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہیں تم کہاں چلی گئی تھی۔ میری بیٹی
ں خود بھی بڑا پریشان اور فکرمند تھا کہ تم کچھ بتائے بغیر کہاں چلی گئی ہو۔ ہمیں کم از کم یہ تو علم
نا چاہئے کہ تم کہاں ہو۔ اس لئے کہ تمہاری سلامتی ہماری زندگی کا ایک مقصد ہے۔"
گرونتی نے گہری نگاہ باری باری دیول داس اور سیورن پر ڈالی پھر کہنے لگی۔
"بابا آپ جانتے ہیں آج حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے مرہٹوں پر ضرب
انے کے لیے کوچ کرنا تھا غازی خان نے بھی لشکر کے ساتھ کوچ کر جانا تھا لہٰذا میں اس کی
یلی میں گئی اس وقت سوسا اور شولیر حویلی کے چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف تھیں میں
ی ان کے ساتھ کام میں لگ گئی ساتھ ہی میں نے غازی خان کے کوچ کی تیاری بھی کروا
ی اس کے بعد بابا لشکر کے کوچ کا منظر دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ مستقر کو آنے والے
استوں پر جمع ہو گئے تھے میں سوسا اور شولیر بھی غازی خان کے ساتھ چلی گئیں اور جب لشکر
وچ کر گیا تو ہم تینوں لوٹ آئیں پھر سوسا اور شولیر اپنی حویلی کی طرف چلی گئیں اور میں گھر
گئی۔"
کچھ دیر خاموشی رہی پھر دیول داس نے اپنے تاثرات اپنے خیالات کا اظہار کرتے
وئے کہنا شروع کیا۔
"بیٹا! تم غازی خان کو ناپسند کرتی ہو اس سے نفرت کرتی ہو تو میرے خیال میں اس کا اتنا
یال رکھنا یا اس کے ساتھ اس حد تک جانا درست نہیں جہاں تک حویلی تک جانے کا تعلق ہے
و وہاں زرباب کی یادیں وابستہ ہیں تم اسے ماں سمجھتی رہی ہو وہاں جانا تمہارا بنتا ہے۔
بیٹا ایک بات یاد رکھنا جب پروا بہتی ہے راگنیاں سسکیاں لیتی ہیں اور نیلی جادو بھری
نکھیں کسی کی طرف دیکھتی ہیں تو اثر دکھائے بغیر وہ نہیں رہتی بالکل ایسے ہی جیسے سوکھی دھرتی
ر برکھا کا چھینٹا جب پڑتا ہے تو ردعمل کے طور پر سوندھی خوشبو اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ جب کسی
ے زیادہ میل جول رکھا جائے تو آپ سے آپ محبت کی انگوٹھی کے نگ پیار کے مہرے بن کر

مہک اٹھتے ہیں ایسے ماحول میں کچھ ایسا ہی تاثر اور ردعمل سامنے آتا ہے جیسے مہکتی ہ
میں بے نام اور پوشیدہ نیلم جذبے پیار کے یاقوت بن کر چمک اٹھتے ہیں بیٹا کسی بے
میل جول نفرت کے طوفانوں کو پریم کی سبز صنوبر وادیوں اور چاہت کے امرت میں تبد
سکتا ہے اس بیماری میں جب کوئی مرد مبتلا ہوتا ہے تو اس کی حالت بڑی بھیانک اور م
آنسوؤں سے تر گالوں سے بھی زیادہ خوفناک ہوتی ہے۔ اور اسی روگ میں جب کوئی
مبتلا ہوتی ہے تو جس طرح ہمالیہ کی برفانی ہواؤں کے سامنے پرندے اپنی جان جوکھو
ڈالتے ہیں اسی طرح عورت بھی بپتا کی ماری ہو جاتی ہے بلکہ اس کی حالت اس عور
بھی بری ہو جاتی ہے جس کا پتی رن بھومی سے نہیں لوٹتا۔''

جب تک دیول داس بولتا رہا گرونتی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی اور مسکراتی
خاموش ہوا تب کہنے لگی۔

''بابا کھل کر کہو گول گول بات نہ کرو جو کچھ کہنا ہے صاف الفاظ میں کہو تا کہ میں
میں سمجھوں آپ مجھے کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

گرونتی کے ان الفاظ پر سیورن ہی نہیں دیول داس کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم نمو
تھا اس کے بعد دیول داس نے پھر کہنا شروع کیا۔

''بیٹا میں جو کچھ کہوں گا تیری بہتری تیری بھلائی کی خاطر ہی کہوں گا میں کہنا یہ چاہ
جب تو غازی خان سے نفرت ہی کرتی ہے اسے ناپسند ہی کرتی ہے تو پھر اس کے سا
تک جانے کی کیا ضرورت تھی اور یہ کہ......''

گرونتی مسکرائی پھر خوشگوار لہجے میں کہنے لگی۔

''بابا یہی آپ کی غلط فہمی ہے آپ سمجھتے ہیں کہ انسان کسی سے یا تو محبت کرتا ہے یا
بس یہی دو جذبے رہ گئے ہیں جن کا اظہار کیا جا سکتا ہے لیکن میں اس سے اتفاق نہیں
لازمی نہیں کہ انسان جسے پسند نہیں کرتا اس سے نفرت کرتا ہے مثلاً بہت سے لوگ ہیں
سے میں نفرت کرتی ہوں نہ محبت کرتی ہوں مگر آپ دونوں آپ سے میں ماں باپ جیسی
کرتی ہوں ایسی محبت میں سب کے ساتھ تو نہیں کر سکتی مثلاً میری بڑی بہن بدنور کی راز
میں نفرت کرتی ہوں اور ایسی نفرت میں سب سے نہیں کرتی میری بہن جو یہاں نظر بند
زندگی بسر کر رہی ہے کبھی آپ نے دیکھا میں اسے ملنے گئی جہاں تک غازی خان کا تعلق
اسے آپ غلط رنگ نہ دیں پہلے بھی آپ نے غلط تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے اس کی
موت کا روگ لگا دیا تھا بابا نفرت اور محبت کے علاوہ اور بے شمار جذبے ہیں آپ کسی

انسانی احساسات کے تحت ہمدردی بھی کر سکتے ہیں کسی کو اپنے سے کمتر اور غریب جان کر بھی
اس سے دردمندی کا اظہار کر سکتے ہیں کسی لاچار کسی بے بس انسان کو روتے دیکھ کر اس سے
شفقت کا اظہار کر سکتے ہیں کسی چھوٹے بچے کو دیکھ کر اس سے محبت کا اظہار بھی کر سکتے ہیں
لیکن یہ محبت اس محبت سے کہیں مختلف ہے جو ایک جوان عورت جوان مرد کو دیتی ہے اس لحاظ
سے محبت کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک عورت اپنے ماں باپ کو جو محبت دیتی ہے وہ علیحدہ ہے اپنے
پتی سے جو محبت کرتی ہے وہ دوسری قسم کی ہے اپنے بھائی بہن سے جو محبت کرتی ہے وہ اور قسم
کی ہے اپنے بچوں اور اپنے دیگر لواحقین سے جو محبت کرتی ہے اس کی قسم کچھ اور رہی ہے اس
طرح آپ اپنے آپ کو بہکانے کی کوشش نہ کریں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں غازی خان
سے محبت کرتی ہوں یا نفرت تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے اب آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں میں چونکہ اس
سے نفرت کرتی ہوں مجھے اس سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا نہیں چاہئے
بابا ایسی بات نہیں ہے مجھے اس سے نہ نفرت ہے نہ اس سے محبت بس یہ بات اپنے دل پہ لکھ
رکھیں جہاں تک اس کی حویلی میں جانا اٹھنا بیٹھنا ہے تو ایسے بہت سے مواقع پہ بہت سی انسانی
ضروریات کے تحت کرنا پڑتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی لحہ بھر کے لیے رکی پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے
تھی۔

''بابا میں آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں برا نہ مانیے گا آپ غازی خان کو کیا سمجھتے ہیں یا
دوسرے معنوں میں میں آپ سے یہ سوال کر سکتی ہوں کہ آپ غازی خان سے محبت کرتے
ہیں یا نفرت۔''

دیول داس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی کہنے لگا۔

''بیٹا وہ ایک اچھے انسان ہیں ان سے نفرت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پھر یہ
کہ......''

گرونتی نے فوراً اس کی بات اچک لی کہنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے وہ ایک اچھا انسان ہے اور آپ اس سے نفرت نہیں کرتے لیکن آپ
یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں ایک اچھے انسان کی طرح آپ
اسے پسند کرتے ہیں اس کے علاوہ آپ کو اس سے کوئی لالچ کوئی طمع کوئی لوبھ نہیں ہے یہی
حالت میری بھی ہے ایک اچھے انسان کی حیثیت سے میں بھی اسے پسند کرتی ہوں اور انہی
جذبوں کے تحت میں اس کی حویلی میں آتی جاتی ہوں اور لشکر تک اس کے ساتھ بھی چلی گئی

اکیلی نہیں تھی سوسا اور شولیر بھی میرے ساتھ تھیں۔"

دیول داس نے کچھ دیر گردن جھکا کر سوچا اس کے بعد کہنے لگا۔

"بیٹا تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تم نے اپنے جیون ساتھی کی حیثیت سے کسی کا چناؤ کر لیا بیٹا جب تم غازی خان کے ساتھ اس کے پاس یا اس کے ہاں زیادہ اٹھنا بیٹھنا رکھو گی تو اپنے جیون ساتھی کے طور پر تم نے جس نوجوان کا انتخاب کیا ہے وہ تمہاری ان حرکات تمہارے اس اٹھنے بیٹھنے کو ناپسند نہیں کرے گا تم سے دور نہیں ہو جائے گا۔"

جواب میں گرونتی نے سکھ کا ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگی۔

"جہاں تک جیون ساتھی کے چناؤ کا تعلق ہے تو میں درست کہتی ہوں میں نے ا جیون ساتھی کا انتخاب کر لیا ہے اور میں یہ بھی بتا چکی ہوں کہ وہ غازی خان نہیں کوئی اور کون ہے اس کا انکشاف میں بعد میں کروں گی ساتھ ہی میں یہ بھی بتا دوں کہ اگر وہ غا کے ہاں میرے آنے جانے اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے کو ناپسند کرے گا تو کرتا رہے جہنم جائے میں اس کے ایسے جذبوں اس کی ایسی ناراضگی اور ناپسندیدگی کی ہرگز کوئی پرواہ کروں گی۔"

دیول داس نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"گرونتی میری بیٹی تو ابھی تک بالک کی بالک ہی رہی دیکھ تیرے خیالات میں ابھی بچپنا ہے پختگی نہیں آئی جس نوجوان کو تو نے اپنے جیون ساتھی کی حیثیت سے انتخاب کیا تجھے اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا چاہئے وہ کن چیزوں سے محبت کرتا ہے کن کاموں نفرت کرتا ہے اس کی بھی تمہیں جان رکھنی چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے ہی انسان اپنے کو خوشگوار بنا سکتا ہے۔"

دیول داس کے ان جملوں کا گرونتی نے کوئی جواب نہ دیا اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"بابا اس وقت میں آرام کرنا چاہتی ہوں اس موضوع پر پھر کسی وقت گفتگو کریں گے"

اس کے ساتھ ہی گرونتی وہاں سے نکل کر اپنی خوابگاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

......

سلطان حیدر علی نے سرنگا پٹم سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور چن رائی پٹن کے پر جا کے اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ حالات کا جائزہ لینے لگا۔ پھر حیدر علی نے اپنے بیٹے سلطان کو ان علاقوں پر ضرب لگانے کے لیے روانہ کیا جن علاقوں کو راگھوبا نے دس لاکھ کے عوض حیدر علی کو دینے کی پیشکش کی تھی اور یہ علاقہ دریائے کرشنا کے جنوب میں واقع تھا

ٹیپو سلطان لشکر کے ایک حصے کو لے کر نکلا اور اس نے سب سے پہلے سرا شہر کا رخ کیا یہ مضبوط شہر اور قلعہ تھا اور وہاں کا حاکم مرہٹوں کی طرف سے بابو جی سندھیا تھا یہ وہی بابو سندھیا تھا جس نے اس سے پہلے راگھوبا کے سالے باجی راؤ کو اس کے لشکر سمیت دھتکار تھا۔

سرا پہنچ کر ٹیپو سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کر لیا بابو جی سندھیا نے ڈٹ مقابلہ کیا لیکن ٹیپو سلطان کے تیز اور جان لیوا حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ ماننے پر ہو گیا کہ وہ زیادہ دن ٹیپو سلطان کے سامنے مزاحمت نہیں کر سکتا اس طرح ٹیپو سلطان نے فتح کر لیا اور وہاں بابو جی سندھیا کے بجائے اپنا حاکم مقرر کیا۔

ٹیپو سلطان نے چند روز سرا میں قیام کر کے وہاں کے نظم و نسق کو درست کیا پھر اپنے لشکر ساتھ کوچ اور مدگیری کا رخ کیا یہاں بھی بڑے پر جوش انداز میں ٹیپو سلطان حملہ آور ہوا پھر چار دن کی جدوجہد کے نتیجے میں اس نے مدگیری کو بھی فتح کر کے وہاں اپنا حاکم مقرر دیا اس کے بعد ٹیپو سلطان بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھا اب اس کے بعد لشکریوں کے لے بلند ہو چکے تھے اس لیے کہ وہ دو بہترین شہروں اور قلعوں کو فتح کر چکے تھے اب ٹیپو ان کا رخ چن رائے درگ کی طرف تھا۔

یہاں پہنچ کر اس نے چن رائے درگ کا محاصرہ کر لیا وہ قلعہ اور شہر بھی ٹیپو سلطان کے دباؤ حملوں کی تاب نہ لا سکا اور اس کے ہاتھوں فتح ہو گیا یہاں بھی ٹیپو سلطان نے اپنی طرف ایک حاکم مقرر کیا اور پھر وہ چن رائے درگ سے نکلا اپنے لشکر کے ساتھ اس نے کوچ کیا تمکور کے مقام پر جا کر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا دوسری جانب باقی لشکر کے ساتھ حیدر علی اور سالار بھی کوچ کرتے ہوئے ٹیپو سلطان کے پاس تمکور پہنچ گئے تھے۔

دوسری جانب مرہٹوں کا پیشوا راگھوبا ابھی تک امید لگائے بیٹھا تھا کہ حیدر علی ضرور اس کی کرے گا اور یہ کہ دریائے کرشنا کے جنوبی علاقوں کی خاطر وہ اسے دس لاکھ کی رقم ضرور فر کر دے گا لیکن اس کا قاصد خالی ہاتھ آیا تھا اور پھر جب ٹیپو سلطان نے برق رفتاری سے اور ترکتاز کرتے ہوئے ان علاقوں کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ جن کی پیشکش راگھوبا نے حیدر علی کو رقم کے عوض کی تھی تب راگھوبا کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی۔

بعد میں راگھوبا کو جب خبر ہوئی کہ حیدر علی اپنے سارے لشکر کے ساتھ تمکور کے مقام پر ٹیپو سلطان سے آن ملا ہے تب اور زیادہ فکر مند ہوا پھر اسے یہ بھی خبر ہو گئی کہ سلطان حیدر علی حسب مطالبہ رقم روانہ کرنے کی بجائے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے شمال کی طرف

رخ کر رہا ہے ساتھ ہی اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے بہت سے مرہٹہ شہروں اور قلعوں پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔

اس پر راگھوبا بڑا پریشان اور سخت سراسیما ہوا ان حالات میں جب کے پونا میں نانا فرنویس ایک طرح سے اس کے خلاف بغاوت کر چکا تھا راگھوبا اس بغاوت کو کچلنے کے لیے سلطان حیدر علی کو آخری امید سمجھتا تھا کہ سلطان حیدر علی اس سے تعاون کرے گا اور اس تعاون کے نتیجے میں جو رقم ملے گی اسے استعمال کرتے ہوئے وہ نانا فرنویس کو زیر کرے گا لیکن یہاں معاملہ اس کی نیتوں اور خواہشوں کے بالکل الٹ دکھائی دے رہا تھا۔

اسے یہ بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ اگر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہے تو بہت جلد حیدر علی اس پر حملہ آور ہوگا اور اسے اس کے لشکر سمیت نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔

یہ خبریں سن کر اسے اس کے سوا کوئی اور صورت دکھائی نہ دی کہ اپنے بچے کھچے لشکریوں کی جانیں بچا کر بھاگ کھڑا ہوا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اب اس کے لشکر کی تعداد کم ہو ہوتے سولہ ہزار سواروں پر رہ گئی تھی جنہیں لے کر بھاگا اب وہ پونا کا بھی رخ نہیں کر سکتا اس لیے کہ پونا میں نانا فرنویس نے اس پر ضرب لگانے کے لیے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر تھا کسی اور سمت بھی وہ نہیں جا سکتا تھا جنوب کی طرف سے آندھی اور طوفان کی طرح سلطان حیدر علی بڑھ رہا تھا۔ جبکہ دوسری سمت سے نظام دکن اس سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے پر تول رہا تھا۔ ان حالات میں اس نے ہندوستان کے شمالی علاقوں کا رخ کیا۔

ادھر نظام دکن اور نانا فرنویس کو جب خبر ہوئی کہ حیدر علی نے راگھوبا سے تعاون نہیں کیا یہ کہ اس عدم تعاون کی وجہ سے اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر راگھوبا شمال کی طرف بڑھ رہا تب نانا فرنویس بے حد خوش ہوا اتنی دیر تک نظام دکن بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا طرح نانا فرنویس اور نظام دکن کے لشکر نے متحد ہو کر راگھوبا کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ ح علی دریائے کرشنا کے جنوب ہی میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا اور حالات کا جائزہ لگا۔

نظام دکن اور نانا فرنویس کے لشکر نے بڑی سرعت اور بڑی تیزی سے راگھوبا کا تعاقب یہ تعاقب پہلے برہان پور تک جاری رہا راگھوبا کا ارادہ تھا کہ وہ خاندیس میں ٹھہر جائے گا امید تھی کہ نظام دکن اور نانا فرنویس کے لشکری زیادہ دور تک اس کا تعاقب نہیں کریں گے لیکن جب دونوں قوتوں نے ان کا تعاقب نہ چھوڑا تب راگھوبا اپنے لشکر کے ساتھ خاندیس بھی بھاگا اور گجرات کا رخ کیا گجرات تک نظام دکن اور نانا فرنویس کے لشکر نے اس

ب کیا اور اس کے لشکر کی تعداد اس قدر کم کر دی کہ راگھوبا کی طرف سے انہیں کوئی خطرہ رہا اور پھر اپنے چند بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر راگھوبا ایک طرح سے اپنی جان بچاتے ئے روپوش ہو گیا۔

راگھوبا کے اس طرح بھاگ جانے سے سلطان حیدر علی کے لیے دریا کرشنا تک میدان اف اور سارے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے زمین بالکل ہموار ہو کے رہ گئی تھی اور حیدر علی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

سب سے پہلے سلطان حیدر علی نے ان علاقوں کا رخ کیا جس پر مرہٹوں نے گزشتہ مختلف ئوں میں قبضہ کر لیا تھا اور اب انہیں واپس لے کر الٹا مرہٹوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا ت آ گیا تھا۔

چنانچہ ان حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ وچ کیا بڑی برق رفتاری سے اپنے کام کی ابتدا کی اور چند ہی دنوں میں کوپل بہادر بنڈھ وندر کی درگ اور کنچدہ گڑھ کے مضبوط اور اہم قلعوں پر اس نے قبضہ کر لیا۔

ان ساری کارروائیوں کے دوران سلطان حیدر علی کو کسی خاص قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا نہ ہی مرہٹوں کی طرف سے کسی رد عمل کا اظہار کیا گیا اس لیے کہ مرہٹے تو ابھی تک اگھوبا کے خوف سے ہی باہر نہ نکلے تھے اور پھر نانا فرنویس جو پہلے مرہٹوں کا کار پرداز تھا اپنی جنگی صلاحیتوں کو استوار کر رہا تھا۔ لشکر کو نئے طریقے سے ترتیب دینے کے کام میں بری طرح مصروف تھا راگھوبا میں اتنی ہمت ہی نہ تھی کہ پلٹتا اور حیدر علی سے نبرد آزما ہوتا لہٰذا حیدر علی نے اپنے کام کی تکمیل کا سلسلہ جاری رکھا۔

چھوٹے چھوٹے بعض قلعے ایسے بھی آئے جہاں کوئی مزاحمت پیش نہ آئی بلکہ قلعہ والوں کو ڈرا دھمکا کر ہی حیدر علی نے قبضہ کر لیا جس قدر قلعوں پر حیدر علی نے قبضہ کیا تھا چند دن ان کے نظام کو درست کرنے پر صرف کیے وہاں جو پہلے حاکم تھے ان سے بہترین خراج وصول کیا ان کی جگہ وہاں اپنے حاکم مقرر کیے اس کے بعد سلطان حیدر علی نے مزید پیش قدمی کی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے فولکندہ، جالی ہل، بادامی اور ہوبلی پر قبضہ کر لیا اس کے بعد سلطان حیدر علی نے ایک انتہائی اہم اور مضبوط اور مستحکم قلعے دھارواڑ کا رخ کیا تھا اس کے باہر جا کر اس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

دھارواڑ کو پہلے پہل سلطان حیدر علی نے اس وقت فتح کیا تھا جب وہ بدنور کی رانی پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور ایک شخص رستم خاں کو اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا تھا لیکن اس کے بعد کے

دور میں مادھو راؤ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا اور بالا گھاٹ پر اس نے فوج کشی کی تب اس نے دھارواڑ پر بھی قبضہ کر لیا اور اپنے ایک مرہٹہ سردار بسونت راؤ کو وہاں اس نے حاکم مقرر کر دیا۔

جس وقت سلطان حیدر علی نے دھارواڑ کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اس وقت دھارواڑ پر بسونت راؤ ہی حاکم تھا سلطان حیدر علی نے جنگ کو ٹالنے کے لیے بسونت راؤ کی طرف قاصد بھجوائے اور اسے مشورہ بھی دیا کہ وہ بغیر جنگ کے قلعہ سلطان حیدر علی کے حوالے کر دے بصورت دیگر اسے لشکر کشی کرنا پڑے گی جس میں قلعے کا بے حد نقصان ہوگا اور سلطان نہیں چاہتا کہ اس مضبوط اور مستحکم قلعے کو کوئی نقصان پہنچے۔

لیکن بسونت راؤ نے قلعہ حوالے کرنے سے انکار کر دیا دوسری جانب سلطان حیدر علی بھی اس بات پر جم گیا تھا کہ قلعے کو بغیر لڑے حاصل کرے اور جنگ کی وجہ سے اس قلعے کو نقصان نہ پہنچے لہٰذا قلعے کو فتح کرنے کے لیے سلطان نے ایک عجیب اور انتہائی پر اسرار منصوبہ بنایا۔

محاصرے کے تیسرے روز اپنے لشکر میں جو مرہٹے تھے ان میں سے کچھ کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک عجیب و غریب معاملہ طے کیا۔

تفصیل کچھ اس طرح تھی کہ بسونت راؤ کا ایک بھائی دھارواڑ قلعے سے باہر تھا اور اس کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی تھا سلطان نے جن مرہٹوں کو اپنے پاس بلایا ان کو بسونت رائے کے بڑے بھائی کی طرف سے ایک خط لکھ کر بھجوایا جس میں بسونت رائے کو مخاطب کرتے ہوئے اس کے بڑے بھائی کی طرف سے لکھا گیا تھا۔

"ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ حیدر علی ایک بڑے لشکر کے ساتھ دھارواڑ پر حملہ آور ہوا ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم اس موقع پر اپنی بہادری اور شجاعت کی لاج رکھو گے اور دشمن کی مداخلت اور قلعے کی حفاظت پر جمے رہو گے میں بہت جلد کمک تمہاری مدد کے لیے روانہ کر رہا ہوں تم میری طرف سے کمک پہنچنے تک حیدر علی کے کسی فریب میں ہرگز نہ آنا۔"

بسونت رائے کے بڑے بھائی کی طرف سے خط لکھ کر مرہٹوں کے ہاتھ سلطان نے بسونت رائے کی طرف روانہ کیا بسونت رائے کے بڑے بھائی کا نام تاتیا تھا اور وہ نانا فرنویس کا حامی تھا اور وہ ان دنوں ایک اچھے سالار کی حیثیت سے نانا فرنویس کے اس لشکر میں شامل تھا جو راگھوبا کے تعاقب میں گیا ہوا تھا۔

بہر حال یہ مرہٹے بھیس بدل کر قلعے میں داخل ہوئے اور بسونت رائے کے اس کے بڑے بھائی تاتیا کی طرف سے وہ خط پیش کیا جو حیدر علی نے تیار کروایا تھا۔

خط کے پہنچتے ہی قلعہ دار بسونت رائے کو بڑا حوصلہ اور بڑی تسلی ہوئی کہ اب حیدر علی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اس لیے کہ اس کا بڑا بھائی تاتیا بہت جلد خود ایک بہت بڑا لشکر لے کر اس کی مدد کو پہنچے گا اگر وہ خود نہ آیا تو کم از کم ایک کمک روانہ کر دے گا۔ جس کی مدد سے وہ حیدر علی کو قلعہ میں داخل نہیں ہونے دے گا اس کے ساتھ ہی بسونت راؤ یہ بھی امید رکھتا تھا کہ اگر محاصرہ طول پکڑے گا تو نانا فرنویس کی طرف سے بھی کسی نہ کسی قسم کی کارروائی ضرور ہو گی جس کی بناء پر حیدر علی دھارواڑ کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر کے چلا جائے گا۔

بہر حال خط پہنچنے کے تین چار روز بعد ایک لشکر دھارواڑ کے دروازے پر نمودار ہوا یہ لشکر دراصل ان مرہٹوں اور راجپوتوں پر مشتمل تھا جو سلطان حیدر علی کے لشکر میں شامل تھے۔

دھارواڑ کے قلعہ دار نے جب آنے والے اس لشکر کا جائزہ لیا تو وہ واقعی راجپوت اور مرہٹے تھے ان کا سالار بھی مرہٹہ ہی تھا اسے یقین ہو گیا کہ یہ لشکر اس کی مدد کے لیے اس کے بھائی تاتیا نے روانہ کیا ہے لہٰذا اس نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اس طرح حیدر علی کے وہ دستے شہر میں داخل ہو گئے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد حیدر علی کے دستوں کا جو سالار تھا اس نے قلعہ دار سے کہا کہ تم اپنے تمام لشکریوں کو اکٹھا کر کے میری کمانداری میں دے دو تاکہ وقت ضائع کیے بغیر ہم اسی وقت دشمن کے مورچوں اور لشکر پر شب خون مار کر ہم اس کا تیا پانچہ کر دیں اور اپنے قلعے کو محفوظ کر لیں۔

اس نے قلعہ دار کو یہ بھی بتا دیا کہ اس کے لشکری اس کے بھائی تاتیا کی طرف سے آئے ہیں اور ایک طویل سفر کرتے ہوئے تھکے ہوئے ہیں لہٰذا وہ اپنے لشکریوں کو شہر پناہ کے دروازوں اور فصیل کے اوپر متعین کرے گا جبکہ اس کے پاس جو لشکر ہے وہ اسے ایک جگہ جمع کرے تاکہ وہ اس کے ساتھ دشمن پر شب خون مارنے کی ابتدا کرے۔

قلعہ دار نے بلا چوں و چرا آنے والے سالار کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے لشکریوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جبکہ حیدر علی کے سالار نے اپنے لشکریوں کو نہ صرف شہر پناہ کے دروازوں پر مقرر کر دیا بلکہ فصیل کے اوپر بھی انہیں متعین کیا اس کے بعد اس نے اپنے اصل کام کی ابتدا کی۔

اس نے اپنے کچھ مخصوص سواروں کو اشارہ کیا جن کے ساتھ اس نے معاملہ پہلے سے طے کر رکھا تھا وہ سوار فوراً حرکت میں آئے اور قلعہ دار کو دبوچ لیا اور اس کی مشکیں کس لیں اور تمام قلعہ والوں کو گھیر کر ہتھیار رکھوا لیے اور ایک ایک مسلح جوان کو پکڑ کر اس نے قیدی اور اسیر

بنالیا۔

یہ ساری کارروائی حیدر علی کے اس لشکر نے اس تیزی کے ساتھ مکمل کی کہ شہر کے اندر لشکری تھے وہ ہکا بکا رہ گئے اور آخر تک کسی کو سمجھ نہ آئی کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو گیا ہے۔

جیسے ہی حیدر علی کے قلعہ دار نے اس شہر کے محافظ لشکر کو بالکل نہتا کرنے کے بعد سامنے بے بس کر دیا اس نے فصیل کے اوپر جو توپیں تھیں اس سے گولے داغ دیئے یہ حیدر علی کو اشارہ تھا کہ اس نے قلعہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

گولے داغے جانے کی آواز جب حیدر علی نے سنی تو وہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا دھارواڑ کی فصیل کی طرف بڑھا تو شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا گیا اس طرح حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ دھارواڑ میں داخل ہوا اور بغیر جنگ کیے لڑے بغیر دھارواڑ کے مضبوط اور مستحکم قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔

سارے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان حیدر علی نے ہر قلعہ اور ہر شہر کی فصیل کی مرمت کا کام کروایا ہر قلعے میں اس نے اپنے لشکر کی چوکیاں قائم کیں ان فتوحات کے سلسلے میں حیدر علی کے ہاتھ خاصی بڑی رقم اور دوسرا قیمتی سامان لگا تھا یہ سارے قلعے مرہٹوں کے قبضے میں تھے اور مرہٹوں نے کافی دولت جمع کر رکھی تھی جس پر حیدر علی کا قبضہ ہوا۔

ان سارے قلعوں کے انتظام و انصرام کو درست کرنے اور وہاں مناسب مسلح دستے مقرر کرنے کے بعد حیدر علی نے مرہٹوں کا دل صاف کرنے کے لیے اور ان سے تعلقات بہتر بنانے کے لئے ایک اچھا قدم اٹھایا ان تمام قلعوں سے جو دولت اس کے ہاتھ لگی تھی اس میں سے پانچ لاکھ کی نقدی چند نفیس تحفوں کے ساتھ نانا فرنویس کے لیے پونا کی طرف روانہ کی اور حیدر علی نے اس لیے کیا تھا کہ مرہٹوں کے علاقوں پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے نانا فرنویس یا اس کے سالاروں یا اس کے عمائدین کے دل میں کوئی کدورت پیدا ہوئی ہو تو دور ہو جائے۔

یہ سب کچھ کرنے کے بعد سلطان حیدر علی سرنگا پٹم لوٹا راگھوبا کا نمائندہ اور سالا باجی راؤ جو سلطان حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ راگھوبا بھاگ گیا ہے اور اپنے سارے لشکر سے محروم ہو کر خود جگہ جگہ بھٹکتا پھر رہا ہے تب اس نے اپنی بہتری اپنی بھلائی اپنی جان کی امان کے لیے سرنگا پٹم میں پناہ لی۔

سلطان حیدر علی جب سرنگا پٹم آیا تو باجی راؤ نے اس سے ملاقات کی سلطان نے اس سے بڑا نرم رویہ روا رکھا اور اس سے کہا کہ اگر تم واپس پونا جانا چاہتے ہو تمہاری روانگی کے انتظام کیے جاسکتے ہیں تم پر کوئی پابندی کوئی روک نہیں ہے۔

باجی راؤ اپنے بہنوئی راگھوبا کی تباہ حالی سے بخوبی واقف ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ پونا کے تمام سردار راگھوبا اور اس کے تمام عزیز و اقارب کے دشمن ہو چکے ہیں اور اگر سرنگا پٹم سے نکل کر پونا کا رخ کرتا ہے تو ہر صورت میں نانا فرنویس یا اس کے کارندے اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

لہٰذا اس نے سلطان حیدر علی سے درخواست کی کہ سلطان اسے اپنے نمک خوروں میں شمار کر لے اور اپنے لشکر ہی میں رہنے دے تاکہ وہ جانثاری اور وفاداری کے ساتھ سلطان کی خدمت انجام دے سکے۔

سلطان حیدر علی بڑا غریب پرور انسان تھا لہٰذا اس نے نہ صرف یہ کہ باجی راؤ کو سرنگا پٹم رہنے کی اجازت دے دی بلکہ اسے اپنے لشکر میں پانچ سو سواروں کا کماندار مقرر کر دیا۔

دریائے کرشنا تک اکثر علاقوں کو فتح کرنے اور اپنی عمل داری میں شامل کرنے کے بعد حیدر علی نے سرنگا پٹم میں اپنے لشکر کی تنظیم و تربیت اور ترتیب پر توجہ دینی شروع کی نئے لشکری بھرتی کرنے شروع کیے چنانچہ تھوڑے عرصے میں ایک بہت بڑا منظم اور باقاعدہ لشکر ترتیب دے لیا ساتھ ہی اس نے سواروں کے لیے الگ پیادوں کے لیے ایک قسم کے لباس کا اہتمام کیا۔

گذشتہ جنگوں میں چونکہ حیدر علی کے ہاتھ دشمن کے علاقوں سے بے شمار اونٹ بھی ملے تھے لہٰذا حیدر علی نے لگ بھگ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل ایک شتر سوار لشکر بھی ترتیب دیا پچاس ہزار سے اوپر پیدل لشکریوں کو بہترین تربیت دی اور انہیں عسکری قواعد سے آگاہی کے لیے ان کی تربیت کا بھی بہترین کام سرانجام دیا ساتھ ہی بیس ہزار کے لگ بھگ جنگی سواروں کو بھی ہمہ وقت تیار رہنے کے لیے منظم کر دیا گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ میسور میں یہ دور سلطان حیدر علی کی کمانداری اور حکومت کا سنہری دور خیال کیا جاتا تھا اردگرد کے علاقوں کے بڑے بڑے اچھے سورما بڑے بڑے اچھے تیغ زن اپنے علاقوں سے ہجرت کر کے میسور کا رخ کرنے لگے تھے تاکہ حیدر علی کے لشکر میں شامل ہو کر اپنی تقدیر اپنی قسمت کو سنوار سکیں۔ اس طرح سلطان حیدر علی کے لشکر میں دن بدن اضافہ اور اس کی لشکری حیثیت روز بروز مضبوط و مستحکم ہونے لگی تھی۔

گرونتی ایک دن حویلی میں داخل ہوئی وہ بے حد خوش وخرم پرسکون اور آسودہ دکھائی د
رہی تھی اس وقت دیول داس اور سبورن دونوں میاں بیوی حویلی کے صحن میں کھڑے تھ
گرونتی کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بڑی شفقت اور محبت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے سبورا
نے پوچھ لیا۔

"بٹیا میں دیکھتی ہوں آج تو معمول سے کہیں زیادہ، خوش چاک و چوبند اور پر مسر
دکھائی دے رہی ہے کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے کیا غازی خان نے تم سے اپنے روی
معافی مانگ لی ہے معذرت طلب کر لی ہے یا یہ کہ غازی خان کے ہاں سے تجھے کوئی اور اہم
خبر مل گئی ہے۔"

جواب میں گرونتی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہیں اماں یہ بات نہیں ہے میں غازی خان کی حویلی کی طرف نہیں گئی ہوئی تھی اماں
جانتی ہو کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنے جیون ساتھی کا چناؤ کر لیا ہے میں اس کے پاس سے
کر آ رہی ہوں اماں اب میں وقت ضائع کیے بغیر اس سے شادی کر لینا چاہتی ہوں مجھے
حد افسوس ہے اور دکھ ہے کہ اس سلسلے میں میں نے آپ دونوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا
اصل یہاں میرے حالات ہی ایسے تھے کہ مجھے خود ہی سارے معاملات کو نمٹانا پڑا اب جو م
سب سے بڑا اور عجیب انکشاف تم دونوں پر کر رہی ہوں وہ یہ کہ پرسوں میری شادی ہے ا
حویلی کے اندر ہی میرا لگن منڈل ترتیب دیا جائے گا اماں میں......"

یہاں تک کہتے کہتے گرونتی کو رک جانا پڑا اس لیے کہ دیول داس بول پڑا۔

"بٹیا تمہارا لگن منڈل اسی حویلی میں ترتیب دیا جائے گا یہ میرے اور سبورن کے لیے انتہ
درجہ کی خوشی کا باعث ہے پر میری بچی تو نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ لگن منڈل والے کہاں
سے آئیں گے وہ کون خوش نصیب ہے جسے تو نے جیون ساتھی اور اپنی زندگی کا مالک بنانے
ارادہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں وہ انتہائی خوش قسمت انسان ہے جسے تم اپنا سوامی چن چکی ہو کیا
ہم دونوں میاں بیوی پر انکشاف نہیں کرو گی کہ وہ خوش قسمت کون ہے اس کا نام کیا ہے

کہاں رہتا ہے اور اس کے ذرائع آمدنی یا اس کی مالی کارکردگی کی کیا نوعیت ہے۔"

جب تک دیول داس بولتا رہا گرونتی اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی جب خاموش
ہوا تو گرونتی نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بابا میں آپ دونوں کو بھی ایک تجسس اور پوشیدہ چھپی ہوئی خوشی میں رکھنا چاہتی ہوں
جب مجھے بیاہنے والے اس حویلی میں آئیں گے میرا لگن منڈل ترتیب دیا جائے گا تو آپ
خود بخود ہی جان جائیں گے کہ وہ کون ہے جسے میں اپنا جیون ساتھی چن چکی ہوں جسے میں
نے اپنی زندگی کا مالک اور ساتھی بنایا ہے جو میرے پریم کا مرکز ہے بابا میں نے یہ سارا کام
خفیہ خفیہ کیا ہے اس کے لیے میں آپ دونوں سے معذرت خواہ ہوں اماں آپ دونوں کے
ذمے ایک کام لگا رہی ہوں۔

بابا آپ اور اماں دونوں غازی خان کے پاس جائیں اس وقت وہ حویلی میں اکیلے ہیں
میں ادھر سے ہوتی ہوئی آئی ہوں سوسا اور شولیر بھی وہاں نہیں ہیں آپ ان سے جا کے کہیں
کہ گرونتی کا پرسوں لگن منڈل ہے لہٰذا وہ اس میں ضرور شریک ہوں بابا میں خود امیر غازی
خان کے پاس جاتی لیکن میں انہیں اپنی شادی کی اطلاع دیتے ہوئے اچھی نہیں لگتی اس لئے
یہ کام آپ دونوں کے ذمے لگا رہی ہوں۔"

گرونتی جب خاموش ہوئی تب تجسس بھرے اور سوالیہ انداز میں دیول داس نے اس کی
طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"بٹیا غازی خان کا معاملہ کچھ اور ہے اسے تو ہم اپنے گھر کا فرد سمجھتے ہیں اسے میں اور
سبورن دونوں بتا دیں گے لیکن دوسرے لوگوں کو کون اطلاع کرے گا کیا اس کا تم نے کوئی
انتظام کیا ہے۔"

تیز نگاہوں سے گرونتی نے دیول داس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

"!! دوسرے لوگوں سے تمہارا کیا مطلب ہے۔"

اس موقع پر دیول داس اور سبورن نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا پھر دیول
داس نے پوچھ لیا۔

"بٹیا جب پرسوں تمہارا لگن منڈل ہے تو پھر اس لگن منڈل میں جو لوگ شریک ہونے
ہیں ان کو اطلاع تو کرنا ہو گی اور تم نے ابھی تک یہ بتایا نہیں کہ کون کون شرکت کرے گا کسے
کسے دعوت دی جائے گی اور شادی کے سلسلے میں دعوت میں مہمانوں کو کیا کیا پیش کیا جائے گا
اس کا کیا انتظام ہو گا۔"

لمحہ بھر کے لیے گرونتی سنجیدہ ہوگئی تھی پھر کہنے لگی۔

''بابا یوں جانو اس شادی میں کوئی بھی شریک نہیں ہوگا آپ دو ہوں گے یا امیر غا خان بس باقی وہ لوگ ہوں گے جو مجھے بیاہنے کے لیے آئیں گے۔ تم جانتے ہو یہاں پ کوئی عزیز واقارب رشتہ دار تو ہے نہیں جسے میں اپنی اس شادی میں شرکت کے لیے کہوں ا کے صرف امیر غازی خان کے ہاں ہی میرا اور تم دونوں کا آنا جانا تھا سو اسے میں تمہار ذریعے بلا رہی ہوں میرے خیال میں تم ابھی امیر کے پاس جاؤ اور اسے میری شادی اطلاع کرو امیر سے کہو پرسوں شام کے وقت یہاں میری حویلی میں میرا لگن ہوگا اور انہیں میری اس شادی میں ہرصورت میں ہر حال میں شرکت کرنا ہوگی۔''

ہلکا سا تبسم گرونتی کے چہرے پر نمودار ہوا کہنے لگی۔

''اماں میں نے کہا ناں میری طرف سے میری شادی میں صرف آپ دونوں اور ا غازی خان صرف تین افراد شامل ہوں گے باقی نہ میں کسی کو شرکت کرنے کی دعوت دے ر ہوں اور نہ میں چاہتی ہوں کہ آپ تینوں کے علاوہ کوئی میری شادی میں شریک ہو بس ا قدر ہی کافی ہے۔''

گرونتی جب خاموش ہوئی تو دیول داس نے پھر پوچھ لیا۔

''آخر شادی کے لیے کھانے پینے کا تو انتظام کیا جائے گا آنے والوں کی دعوت تو ک جائے گی اس میں کیا پیش کیا جائے گا انتظامات کیسے ہوں گے کہاں ہوں گے تم کچھ بھی نہی بتا رہی۔''

گرونتی دھیرے سے مسکرائی کہنے لگی۔

''بابا یوں جانو سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں جس وقت بیاہنے والے آئیں گے ان سے پہلے ہی یوں جاننا کہ ہر چیز ہر انتظام اپنے انجام کو پہنچ چکا ہوگا اس وقت میں تم دونوں سے یہی التماس کرتی ہوں کہ امیر غازی خان کے پاس جائیں اور اسے اطلاع دیں کہ پرسوں شام کے وقت انہوں نے میری اس شادی میں شرکت کرنی ہے بس میرے خیال میں آپ اتنا کام کر دیں باقی سارے کام مکمل ہو جائیں گے۔''

اتنا کہنے کے بعد گرونتی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی صورتحال عجیب وغریب تھی دیول داس اور سبورن نے ایک دوسرے کی طرف عجیب سے استفہامیہ انداز میں دیکھا پھر دیول داس کہنے لگا۔

''سبورن آؤ امیر غازی خان کو اطلاع کرتے ہیں۔'' اس کے ساتھ دونوں میاں بیو

ویلی سے نکلے تھے۔

دونوں جب غازی خان کی حویلی میں داخل ہوئے تو غازی خان اس وقت اپنی ماں کے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا دونوں جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں کا اس نے استقبال کیا اور اپنے سامنے خالی نشستوں پر بیٹھنے کے لیے کہا دونوں جب بیٹھ گئے تب ان کی طرف بڑے غور اور تفکر بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

''دیول داس میں دیکھتا ہوں تم دونوں میاں بیوی کچھ الجھے الجھے پریشان اور تفکرات میں دبے ہوئے ہو کیا معاملہ ہوا کیا کسی نے تم دونوں کی دل شکنی کی ہے کیا گرونتی کے ساتھ کسی معاملے میں تمہارا اختلاف رائے ہوا ہے یا گھر کے حالات کچھ پیچیدگی اختیار کر گئے ہیں۔''

غازی خان کے ان سوالات پر دیول داس اور سبورن دونوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا دیول داس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''غازی خان میرے بیٹے سب ٹھیک ہے اس وقت تو ہم دونوں میاں بیوی تمہیں ایک شادی میں شرکت کی دعوت دینے آئے ہیں۔''

غازی خان نے بڑے غور سے ان دونوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کس کی شادی کیسی شادی اور یہ کب اور کہاں ہو رہی ہے۔''

اس بار دیول داس کی بجائے سبورن بول اٹھی۔

''بیٹے گرونتی کی شادی ہو رہی ہے پرسوں شام کے وقت ہماری حویلی میں ہی اس کا لگن منڈل ہوگا۔''

سبورن کے ان الفاظ پر غازی خان دنگ سا رہ گیا تھا بڑی حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگا پھر کہنے لگا۔

''دیول داس یہ تم کیا کہہ رہے ہو پرسوں اس کا لگن منڈل ہو رہا ہے اور کسی کو خبر ہی نہیں ہے آخر اس کی شادی کہاں ہو رہی ہے وہ کون ہے جس کے ساتھ اس کی شادی ہو رہی ہے کہاں کا رہنے والا ہے کیا کرتا ہے اور پھر پرسوں اگر اس کی شادی ہے تو مہمانوں کی دعوت کا کیا انتظام ہے اور خوشی کے اس موقع پر کس کس کو بلایا جا رہا ہے۔ یا کسی کو اطلاع بھی دی گئی ہے۔''

پریشان کن انداز میں دیول داس نے تھوڑی دیر تک غازی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''غازی خان اس سلسلے میں گرونتی ہر بات کو صیغۂ راز میں رکھ رہی ہے ابھی تک اس نے ہمیں یہ بھی نہیں بتایا کہ اس کا جیون ساتھی کون ہے کہاں شادی کر رہی ہے وہ کون لوگ ہیں

اور پھر حیرت انگیز بات یہ کہ وہ کسی کو اپنی اس شادی میں بلا بھی نہیں رہی اس کا کہنا ہے کہ ہر شادی میں صرف میں سبورن اور آپ تینوں شامل ہوں گے حتیٰ کہ وہ سوسا اور شولیر کو بھی اپنی شادی میں شرکت کے لیے نہیں کہنا چاہتی اب آپ ہی بتائیں اس موقع پر ہم کیا کریں۔"

دیول داس کی ان باتوں نے غازی خان کو اور زیادہ پریشان کر دیا تھا۔

"عجیب لڑکی ہے پرسوں اس کی شادی ہے اور بتا ہی نہیں رہی کہ شادی کہاں ہو رہی ہے اور پھر اپنی شادی میں کسی کو بلانا بھی نہیں چاہتی نہ کوئی انتظام ہوا ہے اور نہ اس نے کسی سے شادی کے انتظامات کرنے کے لیے کہا۔"

اس پر دیول داس پہلے سے بھی زیادہ پریشان کن انداز میں کہنے لگا۔

"میں نے کہا ناں کہ وہ کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتی اس نے ہم دونوں کو صرف آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کو یہ اطلاع دی جائے کہ پرسوں شام کے وقت آپ نے گرونتی کے بیاہ میں شرکت کرنی ہے اس کے علاوہ کسی کو نہیں بلا رہی۔"

اس پر کچھ سوچتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

"تم دونوں میاں بیوی چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں اس سلسلے میں میں خود گرونتی سے بات کرتا ہوں۔"

غازی خان کے کہنے پر دیول داس اور سبورن دونوں میاں بیوی اٹھے حویلی سے نکلے اپنی حویلی میں داخل ہوئے اس وقت گرونتی حویلی کے صحن میں کھڑی تھی شاید وہ بڑی بے چینی سے ان دونوں ہی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی جونہی وہ صحن میں اس کے سامنے آئے تب دیول داس کو مخاطب کرتے ہوئے گرونتی نے پوچھ لیا۔

"بابا کیا آپ نے میری شادی کی اطلاع غازی خان کو کر دی۔"

اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دیول داس بول اٹھا۔

"ہاں بٹیا تمہارے کہنے پر شادی کی اطلاع تو میں نے کر دی ہے پر......"

گرونتی اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھی۔

"بابا جب تم نے غازی خان کو میری شادی کی اطلاع دی تو اس وقت غازی خان کے چہرے یا ان کی گفتگو کے تاثرات کیا تھے۔"

اس پر غور سے دیول داس نے گرونتی کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

"بٹیا تم نے اس معاملے کو کچھ اس طرح الجھا دیا ہے پریشان کن بنا دیا ہے کہ میں ان کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکا میں خود الجھا الجھا سا تھا کہ تم یہ سارا معاملہ اس

جلد اور عجلت میں کیوں نمٹانا چاہتی ہو اور کیوں ہمیں ان لوگوں کا اتا پتا نہیں بتانا چاہتی جن کا تم اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کر چکی ہو۔"

دیول داس کے ان الفاظ کے جواب میں اپنی بات پر زور دیتے ہوئے گرونتی کہنے لگی۔

"نہیں بابا جب آپ نے انہیں میری شادی کا پیغام دیا تو کم از کم آپ نے غازی خان کے چہرے کی طرف تو دیکھا ہوگا وہاں کیا تبدیلی تھی آپ کے دعوت دینے پر ان کے تاثرات کیا تھے۔"

گرونتی کے ان الفاظ کا جواب دیول داس دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حویلی میں غازی خان داخل ہوا اسے دیکھتے ہی گرونتی کھل اٹھی تھی خوش ہو گئی تھی۔ پھر کسی قدر بلند آواز میں کہنے لگی۔

"آئیں سب دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں۔"

گرونتی کے ان الفاظ پر دیول داس اور سبورن بھی گرونتی کے پیچھے پیچھے دیوان خانے کی طرف ہو لیے جب کہ غازی خان بھی ان تینوں کے سامنے دیوان خانے میں آکر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی پھر گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے غازی خان بول اٹھا تھا۔

"گرونتی جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کا برا مت ماننا میں جانتا ہوں تمہارے مزاج تمہاری طبیعت میں غصہ بہت ہے اور تم کوئی بھی ایسی بات برداشت نہیں کرتی جو تمہارے مزاج تمہاری طبیعت کے خلاف ہو دیکھو تم نے میری ماں کی خدمت کی ہے اس حوالے سے میں تمہاری عزت کرتا ہوں تمہارا احترام تمہاری قدر کرتا ہوں۔ تم نے دیول داس کے ہاتھ مجھے شادی میں شرکت کی دعوت دی تو تمہارے اس انداز نے مجھے کسی قدر پریشان کر دیا گرونتی بات یہ ہے کہ تم نے کسی پر اظہار ہی نہیں کیا کہ کہاں تم نے اپنے جیون ساتھی کو چنا ہے وہ کون ہے کس خاندان سے اس کا تعلق ہے وہ کیسے لوگ ہیں۔

اور پھر مزید یہ کہ بس اس حویلی میں تمہاری شادی کا اہتمام ہوگا پھر جو لوگ تمہیں بیاہنے کے لیے آئیں گے منہ بند کر کے آئیں گے ویسے ہی تو نہیں چلے جائیں گے۔ ان کی دعوت کا بھی تو اہتمام کرنا ہے اور پھر حیرت انگیز بات یہ کہ تم اپنی شادی میں میرے دیول داس اور سبورن کے علاوہ کسی کو شریک بھی نہیں کرنا چاہتی یہ کیا معاملہ ہے کیا تم کسی سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہو یا یہ کہ جہاں تم شادی کرنا چاہتی ہو ان کی مانگ ہے کہ تمہاری شادی میں کوئی شرکت نہ کرے کیا وہ بدنام قسم کے لوگ ہیں جو اوروں پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتے یا یہ کہ تم اپنی ہٹ دھرمی اپنے گھمنڈ اپنے غرور کی انتہا پر پہنچ چکی ہو کہ کسی کو اس قابل ہی نہیں سمجھتی

ہو کہ کوئی تمہاری شادی میں شرکت کرے گرونتی شادی کوئی کھیل نہیں ہے جو دو چار آدمی ل
کھیل لیں اور قصہ تمام ہو جائے یہ زندگی بھر کا ایک بندھن زندگی بھر کا ایک جوڑ ہے ی
سنجیدہ اور انسانی زندگی کے لیے ایک طرح کا امتحان اہم موڑ بھی ہوتا ہے تو تم اس سنج
موضوع کو باتوں ہی باتوں میں ٹھٹھہ ہی ٹھٹھہ میں ٹال کر پورا کر دینا چاہتی ہو۔

گرونتی تمہارے ساتھ دو ناطے ہیں۔ایک میری ماں کی خدمت کرنے کا جس کو ذہن م
رکھتے ہوئے میرے دل میں تمہاری بڑی عزت تمہارا بڑا وقار اور ایک بلند مقام ہے
تمہارے ساتھ دوسرا ناطہ اور تعلق ہمسائیگی کا ہے اور پھر مسلمانوں کے ہاں ہمسائیگی ایک ر
خیال کی جاتی ہے۔لہٰذا ان دونوں تعلقات کو سامنے رکھتے ہوئے میں تم سے کہوں گا کہ ج
طرح کی شادی تم کرنا چاہتی ہو اس طرح کی نہیں ہو گی سب جاننے والوں کو شادی م
شرکت کی دعوت دی جائے گی اس سے پہلے تمہیں بتانا ہوگا کہ تم نے کسے اپنے جیون کا سا
چنا ہے وہ لوگ کون ہیں اور تمہیں جب وہ بیاہنے کے لیے آئیں گے تو اپنے ساتھ کس ق
آدمی لے کر آئیں گے تاکہ ان کے مطابق ہم دعوت کا اہتمام کر سکیں گرونتی تم اپنے پاس
ایک پائی مت خرچ کرنا میں تمہیں عہد دیتا ہوں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری شادی ک
تمام اخراجات میں خود برداشت کروں گا۔ اس سلسلے میں تمہیں کوئی زحمت اٹھانے کی نوب
نہیں آئے گی لیکن اس کے لیے میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ آج تمہیں بتانا ہوگا کہ تم نے کہا
اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کیا ہے وہ لوگ کون ہیں کہاں رہتے ہیں اور پھر یہ کہ تمہیں ا
بات کو بھی تسلیم کرنا ہو گا کہ یہاں آس پاس جتنے تمہارے جاننے والے ہیں انہیں تمہار
شادی میں شرکت کرنے کی باقاعدہ دعوت دی جائے گی اور ساتھ ہی اس موضوع پر بھی سو
کہ تمہاری شادی کو چند دن اور آگے کر دیا جائے تاکہ اس کے انتظامات احسن طریقے
پورے ہو سکیں۔''

محترم غازی خان جہاں تک شادی کے دن کو آگے کرنے کا تعلق ہے تو یہ سوال ہی نہی
پیدا ہوتا میں عہد دے چکی ہوں شادی کی رسم پرسوں شام ہی کو ادا کی جائے گی یہ آخری فیصل
ہے جہاں تک آپ کے دوسرے سوال ہیں کہ میرا جیون ساتھی کون ہے کس خاندان سے تعل
رکھتا ہے اور وہ کون لوگ ہیں اور شادی میں اور لوگوں کو بھی دعوت دی جائے گی اسے بھی م
تسلیم نہیں کروں گی جو کچھ میں کر چکی ہوں غازی خان یہ آخری ہے اور اسے آپ کو تسلیم کر
ہو گا آپ کہہ چکے ہیں کہ میرے ساتھ آپ کے دو ناطے ہیں ایک آپ کی ماں کی خدمت
کرنے کا اور دوسرا ہمسائیگی کا اگر ان دو ناطوں کا آپ کے دل میں کوئی وقار کوئی عزت کوئی

زام ہے تو میں آپ سے التماس کروں گی کہ آپ میری شادی میں ضرور شرکت کیجئے گا اس
ے علاوہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔''
پھر اچانک گرونتی اپنی جگہ سے اٹھی اور دیوان خانے سے نکل کر وہ اپنی خوابگاہ کی طرف
لی گئی تھی دیول داس اور سبورن بیچارے وہیں بیٹھے رہ گئے جبکہ غازی خان اپنی جگہ سے اٹھا
رواز ے پر گیا پھر مڑ کے دیکھا اور دیول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"دیول داس میں گرونتی کے اس رویے اور شادی کی منطق کو سمجھ نہیں سکا بہر حال اس
ت تو وہ اٹھ کے چلی گئی ہے میرے خیال میں وہ صحیح طور اپنے حواس میں دکھائی نہیں دے
ں اسے کہنا اگر اس نے تم دونوں اور مجھے شرکت کی دعوت دے کر اپنی شادی کا اہتمام کرنا
ہا اور ہمیں یہ نہ بتایا کہ وہ کہاں شادی کر رہی ہے وہ کون لوگ ہیں تو میں شرکت نہیں کروں گا
ے صاف طور پر بتا دینا تاکہ اسے کوئی شک شبہ نہ رہے۔'' اس کے ساتھ ہی غازی خان مڑا
ر وہاں سے نکل کر اپنی حویلی کی طرف چلا گیا تھا۔

جنوبی ہندوستان میں حالات کی بد حالی اب ایک نئی کروٹ لے رہی تھی جس وقت نظا حیدر آباد راگھوبا کے خلاف برسر پیکار تھا اور پھر بعد میں اس کے تعاقب میں نکلا تھا تو ارکاٹ کے حکمران نواب محمد علی نے نظام دکن کے کچھ علاقوں پر دست درازی کی تھی اور یہ دست درازی اس نے انگریزوں کی شہہ پر کی تھی اس لیے کہ انگریز کلیتہً ارکاٹ کے حکمران محمد علی کا ساتھ دے رہے تھے۔

انگریز بھی شاید ارکاٹ کے حکمران محمد علی کو سیڑھی بنا کر ہندوستان میں اپنی حالت مضبوط اور مستحکم بنانا چاہتے تھے۔

ارکاٹ ہی وہ پہلا مقام تھا جس کے ذریعے انگریز تاجروں نے ملکی سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کیا اور نواب محمد علی ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے انگریزوں کے ہندوستان میں قدم جمائے۔

جنوبی ہند میں اس زمانے میں جو سیاسی صورتحال تھی اس کے پیش نظر ارکاٹ ہی وہ اہم صوبہ تھا کہ اس پر جس کا بھی تسلط ہو جاتا وہ بآسانی جنوبی ہند کی سیاست پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔

اس لیے شروع ہی سے فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان ارکاٹ پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے ایک کشمکش اور جدوجہد جاری رہی۔

اولاً فرانسیسیوں نے ایک شخص چندا صاحب کو ارکاٹ کا ناظم بنا کر اپنا تسلط قائم کر لیا بعد ازاں انگریزوں نے محمد علی کو آگے بڑھا کر ارکاٹ پر سے فرانسیسیوں کا اثر ختم کر دیا جب سے محمد علی ارکاٹ کا حکمران بنا اسی دن سے جنوبی ہند میں فرانسیسیوں کا مسلسل زوال ہوتا چلا گیا اور انگریز بتدریج عروج حاصل کرتے چلے گئے تھے۔

بہر حال ارکاٹ کے حکمران محمد علی نے جب نظام دکن کے علاقوں پر دست درازی کی اس وقت تو نظام دکن چونکہ راگھوبا کے تعاقب میں تھا فی الفور ارکاٹ کے حکمران محمد علی کے ساتھ کوئی کارروائی نہ کر سکا جب راگھوبا کی مصیبت اور اذیت سے اسے نجات ملی تب اس نے

رکاٹ پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنا شروع کیا تا کہ محمد علی کو دست درازی کی کڑی سزا دے محمد علی کا اصل نام سراج الدولہ تھا اور یہ سارے کام انگریزوں کی پشت پناہی کی وجہ سے کر رہا تھا انگریزوں ہی کے کہنے پر ارکاٹ کے حکمران محمد علی نے کرناٹک اور پائیں گھاٹ کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور اس جرات و جسارت کی نظام حیدر آباد ے معقول سزا دینا چاہتا تھا۔

جس وقت نظام حیدر آباد لشکر تیار کر رہا تھا تا کہ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ یعنی محمد علی سے ٹکرائے تو اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئی کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اسے صرف سراج الدولہ یعنی محمد علی سے نہیں ٹکرانا پڑے گا بلکہ انگریز بھی سراج الدولہ کی پشت پناہی پر ہوں گے لہٰذا نظام دکن کو بیک وقت ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ اور انگریزوں کی مشترکہ طاقت و قوت سے عہدہ برآ ہونا پڑے گا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے سالاروں اپنے درباریوں اپنے عمائدین سے مشورہ کیا اور اس سلسلے میں یہ طے پایا کہ کچھ قاصد میسور کے سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کیے جائیں اور حیدر علی کو اپنے ساتھ ملا کر اور اس کی مدد سے سراج الدولہ اور انگریز دونوں قوتوں کو اپنے سامنے زیر کرتے ہوئے کرناٹک پر قبضہ کیا جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد نظام دکن نے تیز رفتار قاصد سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کئے اور اسے پیغام بھیجا کہ تاجر پیشہ انگریز کرناٹک کے سرکش صوبہ دار کے ذریعے ہندوستان پر اپنی حکمرانی کے لیے بڑی تیزی سے زمین ہموار کرتے چلے جا رہے ہیں اور اب انہوں نے کرناٹک کے علاقے میں کھلے طور پر اپنا تسلط جما لیا ہے اور یہ سب کچھ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کی شہہ پر اور اس کے تعاون سے کر رہے ہیں۔

نظام دکن نے سلطان حیدر علی کو یہ بھی کہلا بھیجا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ آپ کے تعاون سے اس علاقہ کو دوبارہ اپنے قبضے میں لے آئیں اس سلسلے میں اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں تو ہم ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ اور انگریز دونوں قوتوں کو اپنے سامنے زیر کر کے اپنا مقصد اور اپنا ہدف حاصل کر سکتے ہیں بہر حال یہ پیغام دے کر نظام دکن نے اپنے قاصدوں کو فی الفور سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

دوسری جانب ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کو بھی خبر ہو گئی کہ نظام دکن اس کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ساتھ ہی سراج الدولہ کو اس کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی کہ نظام دکن سلطان حیدر علی کو بھی ساتھ ملانے کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔

اس وقت سلطان حیدر علی کی جو طاقت وقوت تھی کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی ارکا حکمران سراج الدولہ بھی اس سے واقف تھا اس صورتحال نے اسے سخت پریشان کر دیا یقین تھا کہ اگر نظام دکن نے حیدر علی کے ساتھ مل کر کارروائی کی تو وہ ارکاٹ کے بہت علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لہٰذا اس ساری صورتحال اور اپنے اندیشوں سراج الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں کو مطلع کر دیا ساتھ ہی ان سے یہ بھی التماس کی اس ساری صورتحال سے نبٹنے کی کوشش کریں۔

اس صورتحال کو بھانپتے ہوئے انگریز فی الفور حرکت میں آئے انہوں نے مقامی نظام دکن کی طرف بھیجا اور اس نے یہ لالچ دے کر اور بہلا پھسلا کر نظام دکن کو اس با آمادہ کر لیا کہ وہ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی بجا اپنے لشکر کا رخ سلطان حیدر علی کے علاقوں کی طرف کرے اور سلطان حیدر علی کے علا گھاٹ پر قبضہ کرے تو اس سلسلے میں نہ صرف انگریز بلکہ ارکاٹ کا حکمران سراج الد نظام دکن کی مدد کرے گا۔

نظام دکن اپنی حماقت اور اپنی بے وقوفی کی وجہ سے انگریزوں کی اس سازش اور بہلا کا شکار ہو گیا ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے خلاف جو کارروائی کرنی تھی اسے فرام دیا۔ انگریزوں کے کہنے پر حیدر علی کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے پر آمادہ ہو گیا جو لشکر نے تیار کیا تھا جس کے ساتھ اس نے سراج الدولہ پر حملہ آور ہونا تھا اس لشکر کو لے کر دکن نظام علی خان ایک بہت بڑا لشکر لے کر حیدر علی کے علاقے بالا گھاٹ کو فتح کر لیے کوچ کر گیا۔

وقتی طور پر نظام دکن نظام علی خان انگریزوں کے بہکاوے میں آ کر سراج الدو بجائے سلطان حیدر علی کے خلاف حرکت میں آنے پر آمادہ تو ہو گیا تھا لیکن بالا گھا طرف کوچ کرنے کے بعد اس کے دل میں یہ وسوسے اٹھے کہ انگریز اسے کسی دلدل پھنسا دیں اور کسی بھی قسم کی لشکری اور عسکری کارروائی کرنے سے پہلے اسے سلطان حی سے ملاقات کرنی چاہیے۔

نظام دکن کا ارادہ تھا کہ جب وہ حیدر علی سے ملاقات کرے گا اور اگر حیدر علی اس کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا تو وہ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر قبضہ کر لے گا بصورت دیگر وہ علی سے مل کر بالا گھاٹ پر حملہ آور ہونے کی بجائے کرناٹک پر حملہ آور ہو گا اور ارکاٹ کے حک سراج الدولہ کو اس کے اقدامات کی سزا ضرور دے گا جس وقت نظام دکن نے سلطان حی

ے علاقے بالا گھاٹ پر قبضہ کرنے کے لیے کوچ کیا تھا اس وقت اس کے لشکر میں فرانسیسی تو پہلے ہی موجود تھے اب چونکہ انگریز بھی ایک سازش کے تحت نظام دکن کی پشت پناہی کر رہے تھے لہٰذا انگریزوں کے کچھ دستے بھی نظام دکن کے لشکر میں شامل ہو گئے تاکہ سلطان حیدر علی کے خلاف نظام دکن کی فتح کو یقینی بنائیں۔

جس روز حسین و پری جمال گرونتی کی شادی کا دن تھا اس روز شام کے قریب دیول داس ہانپا ہانپا ڈرا ڈرا فکر مند غازی خان کی حویلی میں داخل ہوا غازی خان اس وقت اپنی حویلی کے دیوان خانے میں اکیلا بیٹھا تھا دیول داس نے حویلی کے سارے کمروں کا جائزہ لیا اس نے دیوان خانے کا رخ نہیں کیا پریشان تو ہو گیا تھا صحن میں آ کے اس نے غازی خان کو پکارا۔

اس پکار کے جواب میں غازی خان دیوان خانے سے نکلا صحن میں آیا اور دیول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”دیول داس کیا بات ہے دیوان خانے میں آ جاؤ۔“

دونوں آگے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئے نشستوں پر بیٹھ گئے کچھ دیر کاٹ کھانے والی خاموشی رہی پھر دیول داس کو مخاطب کرتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

”کیا گرونتی کا لگن منڈل اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے اور اس کی شادی ہو گئی ہے اگر ایسا ہے تو بتاؤ وہ کون ہے جسے اس نے اپنے جیون ساتھی کے طور پر چنا ہے۔ اور جو لوگ اسے بیاہنے کے لیے آئے ہیں وہ کون ہیں؟“

دیول داس نے فی الفور غازی خان کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا بیچارہ کچھ دیر تک بڑی بیچارگی اور بے بسی میں غازی خان کی طرف دیکھتا رہا غازی خان کچھ فکر مند اور پریشان ہو گیا اس نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

”دیول داس کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں تم کچھ فکر مند اور پریشان ہو کہو کیا معاملہ ہے گرونتی بیاہی نہیں ہے یا اپنے جیون ساتھی کے ساتھ چلی گئی ہے۔“

اس پر دیول داس پھٹ پڑنے کے انداز میں بول اٹھا۔

”غازی خان میرے بیٹے کیسی شادی کس کی شادی کچھ بھی نہیں ہے نہ کوئی اسے بیاہنے کے لیے آیا نہ کوئی لگن منڈل ترتیب دیا گیا اس وقت وہ حویلی میں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہے میری بیوی سبورن اسے سنبھالا دینے کی کوشش کر رہی ہے اس نے اپنی حالت عجیب کر ڈالی ہے نہ جانے اسے کیا ہو گیا ہے میں نے بہتیرا اس سے پوچھا کہ جنہوں نے تمہیں بیاہنے کے لیے آنا تھا وہ کیوں نہیں آئے وہ کہاں ہیں کس جگہ رہتے ہیں مجھے بتاؤ تاکہ میں ان

سے رابطہ کروں لیکن کچھ بولتی نہیں روتی جاتی ہے۔"

دیول داس کے ان الفاظ نے غازی خان کو بھی ملول اور پریشان کر دیا تھا وہ گہری سوچ میں کھو گیا تھا دیول داس نے پھر گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"غازی خان میرے بیٹے یہ گرونتی میرے ہاتھوں میں پلی ہے میں اس کے پالنے کی زندگی سے جوانی تک خوب اچھی طرح جانتا ہوں اس نے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی ایک لڑکیاں جہاں نفرت میں عمیق ہوتی ہیں وہاں محبت میں اس سے بڑھ کر شفیق بھی ہوتی ہیں اپنی خودداری کی خاطر جان دے دیتی ہیں۔ اور پہلے سپنوں کی طرح اپنی نازک حسین سوچوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اپنی انا کو آنکھوں میں دھنک کی طرح سجا لیتی ہیں اپنی انانیت کو اپنی خودی اپنے پندار کو بچانے کے لیے ایسی لڑکیاں رخ کے آئینوں جبیں کے عکس بدن کے لوچ اور اپنی روح تک کی روشنی سے بھی گریزاں ہو جاتی ہیں انا پر حرف نہیں آنے دیتیں لیکن خود سوکھی ٹہنیوں کی طرح چیخ کر ٹوٹ جانا پسند کر لیتی ہیں۔ گرونتی بھی ان لڑکیوں میں سے ہے جو ذہن کی لوح پر اپنی انا کے نقوش کی حفاظت یادوں کے جگنوؤں کنگن کی کھنک بدن کے انوکھے نکھرے رنگوں کی طرح حفاظت کرتی ہیں۔ نگار زیست میں گرونتی جیسی لڑکیاں اپنی خودداری اور خودستائشی پر گیتوں کے نرم شاخے یاقوت سی کیفیت اور پگھلے نیلم جیسی ہیئت چڑھا کے رکھتی ہیں اور جب ان کی خواہشوں کا احترام نہیں کیا جاتا ان کی خودی ان کی انانیت پر ضرب لگائی جاتی ہے تو پھر ایسی لڑکیاں دکھ کے شگوفوں ریزہ ریزہ ملبوس اور درد کی دھند کی طرح ہو کے رہ جاتی ہیں۔ غازی خان میرے بیٹے اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ گرونتی نے کس غمخوار آشنا کو دلدار بنایا ہے کس ہم راز پریمی کو اس نے اپنا جیون ساتھی بنانے کے لیے انتخاب کیا ہے ایسا لگتا ہے جسے اس نے اپنے جیون ساتھی کے طور پر چنا تھا اس نے اسے ٹھکرا دیا ہے اور میں یہ بھی اندازہ لگاتا ہوں کہ اس کی محبت کی وجہ سے گرونتی وقت کی مسافتوں اجاڑ کھردرے راستوں لال گوں ساکت روشنی میں منجمد سایوں اور سیاہ پوش فضاؤں میں شاخساروں سے ابلتے نوحوں کی طرح ہو کے رہ گئی ہے جو لوگ اسے بیاہنے کے لیے نہیں آئے ان کی وجہ سے اس نے اپنی حالت یہ بنا رکھی ہے کہ برابر روئے جا رہی ہے ہچکیاں اور سسکیاں ہیں کہ رکتی ہی نہیں۔ غازی خان میرے بیٹے لگتا ہے جس کسی سے بھی اس نے محبت کی ہے اس نے یا تو اسے ٹھکرایا ہے یا اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور اس کے ٹھکرانے اور اس کی بیزاری کی وجہ سے گرونتی سراب ہونٹوں کے ساتگین سے اس حادثے نے قطرہ قطرہ زہر برساتی پیاس بھر کے رکھ دی ہے اب گرونتی پہلے جیسی نہیں رہی اگر آپ اسے دیکھیں تو لگتا ہے جیسے لہروں کی طرح

لاتے اس کے نیلی بدن میں کسی نے زمین کی گرد کے آثار بھر دیئے ہوں ستاروں کے ان سی اس کی آنکھوں میں دکھ کی فروزاں طلب ڈال دی ہو۔ اس کے جواں جذبوں میں ں کے دل کے خوابداروں میں بے ربط و بے جوڑ وسوسے بھر کے رکھ دیئے ہوں اب جو نے اپنی حالت بنائی ہے تو اسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے جیسے سنہرے وصل سے دھکتے کے چہرے پر فراق کی شدتیں سونی سونی تنہائیاں اپنا گھر کر گئی ہوں غازی خان کسی کی نے اس کے احساس کو ویران کھنڈروں اس کی زیست کو خلش کے ڈھیروں اور بے ل کاوشوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اب میں سوچتا ہوں کیا کروں میری بیوی عجیب دکھ اور کشمکش میں مبتلا ہو گئی ہے۔

غازی خان سہ پہر سے ہی ہم نے اپنی تیاریاں مکمل کر لی تھیں میں اور میری بیوی سبورن مہمانوں کے استقبال کا بندوبست کر لیا تھا اور گرونتی بالکل معمول کے مطابق اپنے کام ج میں مصروف رہی اس نے نہ کوئی تیاری کی اس کی حالت سے لگتا تھا نہ اسے کسی کا انتظار اور نہ اسے اپنی شادی کے اہتمام کی کوئی فکرمندی ہے جب سورج غروب ہونے کے ب پہنچا تو میں اور سبورن جب اس کے کمرے میں گئے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی موقع پر جب میری بیوی سبورن نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ ہم دونوں میاں بیوی ان وں کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں جنہوں نے تمہیں بیاہنے کے لیے آنا ہے تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا اسی طرح روتی رہی پھر تھوڑے سے وقفے کے بعد اس نے میری رف دیکھتے ہوئے یہ پوچھا کہ امیر غازی خان شرکت کے لیے نہیں آئے۔ تب میں نے سے کہا کہ دو دن پہلے جب تم دیوان خانے سے اٹھ کر اپنی خوابگاہ کی طرف چلی گئی تھی اور زی خان اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے تو جاتے جاتے وہ کہہ گئے تھے کہ وہ تمہاری ادی میں شرکت نہیں کریں گے۔ محترم غازی خان میرے ان الفاظ نے گرونتی کی حالت پر یسا اثر کیا جیسے جلتی پر تیل ڈال دیا گیا ہو وہ پھٹ پڑی زور زور سے ہچکیاں اور واویلا کرتے رونے لگی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے میں بھاگا بھاگا آپ کی طرف آ گیا جبکہ میری بیوی اسے سنبھالا دینے کی کوشش کر رہی ہے اب آپ ہی بتائیں اس موقع پر مجھے اور میری بیوی کو کیا کرنا چاہیے۔"

غازی خان نے فی الفور کوئی جواب نہ دیا اس کی گردن جھکی رہی کچھ دیر سوچتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے گردن سیدھی کرتے ہوئے دیول داس کی طرف دیکھا اس کے بعد دھیمے سے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔

"دیول داس یہ عجیب و غریب لڑکی ہے خود ہی تو اس نے کہا کہ آج شام اس کا لگن منڈا ہے پھر اب وہ روتی کا ہے کے لیے ہے جن لوگوں نے اسے بیاہنا تھا اگر وہ نہیں آئے اور ان کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوئی تو کم از کم تم لوگوں کو اسے یہ تو بتانا چاہئے تھا کہ وہ کون لوگ ہیں کیسے کس جگہ کہاں ان سے اس کی ملاقات ہوئی اور پھر ان سے پوچھنا چاہئے کہ انہوں نے اسے کیوں دھوکہ دیا۔"

دیول داس نے بڑی بے بسی سے غازی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میں تو آپ کو لینے آیا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں ذرا اس کی حالت دیکھیں ہمیں کچھ نہیں بتاتی ہوسکتا ہے آپ کے سامنے کچھ اگل دے۔"

غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"چلو دیول داس دیکھتے ہیں اس پر کیا بیتی ہے کس نے اسے دھوکہ فریب دیا ہے اور کیوں وہ کسی اور کو اپنی شادی میں شریک نہیں کرنا چاہتی تھی کچھ نہ کچھ ہے جس کی وجہ سے وہ کسی کو شریک بھی نہیں کرنا چاہتی تھی اور اب مزید کوئی وجہ ہوگئی ہے جس کی بنا پر اس نے رونا بھی شروع کر دیا ہے بہر حال دیکھتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی دونوں دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔

دیول داس کے ساتھ غازی خان جب گرونتی کی خوابگاہ میں داخل ہوا تب وہاں ایک عجیب سماں تھا گرونتی اپنی خوابگاہ کے فرش پر بیٹھی تھی سبورن نے اسے اپنی گود میں سمیٹ رکھا تھا گرونتی ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ بوندوں کی طرح گر رہے تھے اس کی حالت اس سے مٹیالے بادلوں کے پس منظر میں سرما کے ڈوبتے چاند سے بھی زیادہ قابل رحم ہو رہی تھی ایسا لگتا تھا گویا اس کی سانسوں کے تسلسل میں کسی درد کے جاوداں لمحے بھر کے رکھ دیئے ہوں۔

غازی خان کی آمد پر لمحہ بھر کے لیے اس نے دروازے کی طرف دیکھا بالکل ایسے جیسے دکھ کے نگر میں ہجر کے اندر سفر پر نکلنے والے مسافر نے کسی پر نگاہ ڈالی ہو پھر وہ اسی طرح رونے لگی تھی۔

غازی خان آگے بڑھا بالکل اس کے قریب جا کھڑا ہوا اس نے دیکھا سبورن کی گود میں پڑی گرونتی کی حالت اس لمحے اس جاں بلب مریض جیسی ہو رہی تھی جس کے ہاتھوں میں کوئی جنبش آنکھوں میں کوئی اشارہ لب پر کوئی حرف تازہ اور دل میں کوئی تمنا تک نہ رہی ہو۔ شوخ و چنچل اور ہر بات کو ہنسی میں ٹال دینے والی گرونتی اس سے بیچاری وقت کی بے

بانی کے قصوں میں مقہور و مجبور غموں کی شاخ مرجھائے پھول اداسی کی خنک راتوں کے زدوں میں بے نام خواہشوں کی سرگوشی جیسی ہو رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے لبوں پر کسی نے سکوت کی مہریں لگا دی ہوں۔ یا اس کے جواں عزائم اور اس کی عروس سی زندگی کو کسی نے گم صم خاموش کر کے رکھ دیا ہو۔

آگے بڑھنے کے بعد تھوڑی دیر تک غازی خان اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر محبت بھرے انداز میں اس نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

"گرونتی یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا لی ہے تم تو ہمیں اپنی شادی کی نوید سنا رہی تھی آج شام تو تمہاری شادی ہونے والی تھی اس کا کیا ہوا؟"

دکھ بھرے انداز میں گرونتی نے غازی خان کی طرف دیکھا پھر کسی قدر اپنی ہچکیوں سسکیوں پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ کو اس سے کیا غرض آپ نے تو میری شادی میں آنے سے انکار ہی کر دیا تھا۔"

پھر دوبارہ غازی خان نے ہنستے اور مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"چلو اٹھو یوں بے بسی کی حالت میں فرش پر نہ بیٹھو اپنی مسہری پر اٹھ کر بیٹھو پھر میں تم سے بات کرتا ہوں۔"

کسی فرمانبردار بچے کی طرح گرونتی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور غازی خان کے کہنے پر وہ قریب ہی اپنی مسہری پر ہو بیٹھی مسہری کے سامنے جو نشستیں لگی ہوئی تھیں ان پر غازی خان دیول داس اور سبورن بیٹھ گئے تھے گفتگو کا آغاز پھر غازی خان نے کیا اور گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"گرونتی اب بتاؤ کیا معاملہ ہے؟"

گرونتی نے پھر ایک گہری نگاہ غازی خان پر ڈالی پھر اپنا چہرہ ڈھانپتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ میرے متعلق کوئی فکر نہ کریں میں آپ کو عہد دیتی ہوں کہ اپنا درد دبا لوں گی زخم چھپا لوں گی گھٹی گھٹی مجبوریوں کی طرح ہونٹ بھینچ کر اپنے آنسو روک لوں گی بیکل خواہشوں اپنے جھلمل کرتے ارادوں کو نامرادیوں کے دھندلے سایوں میں چھپا لوں گی۔"

گرونتی جب خاموش ہوئی تو غازی خان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی یہ الٹے سیدھے جملے اور الفاظ بول کر ہمیں ٹالنے کی کوشش نہ کرو جو کچھ میں نے تم سے پوچھا ہے وہ بتاؤ دیکھو پرسوں تم نے کہا تھا کہ آج شام تمہاری شادی ہے پھر بتاؤ کہ اس شادی کا کیا ہوا؟"

گرونتی نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیے سر سے بندھے ہوئے رومال سے اس
اپنے سرخ گال ہونٹ صاف کیے پھر کہنے لگی۔

"جب جاتے جاتے آپ میری شادی میں شرکت کرنے سے انکار کر گئے تھے تو شادی کیسے ہو سکتی تھی؟"

غازی خان نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو میرے شرکت نہ کرنے سے کسی کی شادی تھوڑی رک ہے بالفرض اگر میں یہاں نہ ہوتا کسی مہم کے سلسلے میں کہیں باہر گیا ہوتا اور میری غیر موجو میں جس کو تم نے اپنا جیون ساتھی چنا ہے اس کے ساتھ تمہاری شادی طے ہو جاتی تو پھر شادی کو ہونا ہی تھا اسے رکنا تو نہیں تھا۔"

گرونتی نے تیز نگاہوں سے غازی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"بالفرض ایسا ہوتا تو اس شادی کو رکنا تھا اس شادی کو کسی بھی صورت نہیں ہونا تھا اب نہیں ہوئی۔"

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد غازی خان نے گرونتی کو پھر مخاطب کیا۔

"اچھا یہ کہو شادی کے اس سلسلے کو تم نے خود روکا یا وہ خود نہیں آئے دیکھو جو کچھ میں رہا ہوں اسے مذاق اور ٹھٹھے میں ٹالنے کی کوشش مت کرنا یہ جو تم میری آمد پر رو رہی تھی کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ اور علت تو ہے اگر انہوں نے خود شادی سے انکار کر دیا ہے تب ہر صورت میں مجھے ان کا پتہ بتانا ہوگا اس شخص کا نام بتانا ہوگا جس کے ساتھ تم نے اپنی ش طے کی تھی اس سلسلے میں میں ان سے بڑی سختی کے ساتھ باز پرس کروں گا۔"

گرونتی نے بڑے ہمدردانہ انداز میں غازی خان کی طرف دیکھا پھر کسی قدر لجاتے ہو کہنے لگی۔

"میرے خود کے پاس ان کا نام پتہ نہیں ہے تو میں آپ سے کیا کہوں۔؟"

گرونتی کی اس بات پر غازی خان کو غصہ آ گیا تھا جھڑک دینے کے انداز میں وہ کہنے

"تم کس قسم کی لڑکی ہو تمہارے پاس ان کا اتا پتا نہیں ہے تو پھر کیا تم ہواؤں اندھیروں سے روشنیوں سے اور ماورائی قسم کی چیزوں سے اپنی شادی کا اہتمام کر رہی تھیں

گرونتی پھر رو دینے والی ہو گئی۔ منہ بسورتے ہوئے کہنے لگی۔

"بس یوں سمجھ لیں۔"

غازی خان گرونتی کے ان الفاظ کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حویلی میں آ

نوجوان داخل ہوا وہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھا غازی خان شاید اسے جانتا اور پہچانتا تھا جونہی گرونتی کی خوابگاہ کے دروازے پر آیا غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کسی قدر تشویش خیز انداز میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خیریت تو ہے۔"

اس پر آنے والا نوجوان کہنے لگا۔

"امیر آپ کو فی الفور سلطان نے طلب کیا ہے میں پہلے آپ کی حویلی میں گیا آپ وہاں نہیں تھے میں تو اندازے سے ادھر آ گیا کہ اگر آپ وہاں نہیں تو یہاں دیول داس کی حویلی میں ہوں گے۔"

غازی خان نے کچھ سوچا پھر آنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خیریت تو ہے ناں سلطان نے صرف مجھے اکیلے کو بلایا ہے۔"

"نہیں سارے سالاروں کو سلطان نے طلب کیا ہے۔"

"کیا اس کی کوئی وجہ بھی ہے؟"

آنے والے نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

"امیر نظام دکن کی طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں کچھ دیر وہ سلطان سے باتیں کرتے رہے وہ قاصد تو مہمان خانے کی طرف جا چکے ہیں انہوں نے نہ جانے سلطان کو کیا پیغام دیا ہے کہ ان کے مہمان خانے کی طرف جانے کے بعد سلطان نے صلاح مشورے کے لیے سارے سالاروں کو طلب کر لیا ہے۔"

غازی خان نے کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم ایسا کرو چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی نوجوان مڑا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

غازی خان پھر گرونتی کی خوابگاہ میں داخل ہوا اور گرونتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گرونتی تم اپنے آپ کو سنبھالو یہ رونا دھونا بند کرو مجھے سلطان نے بلایا ہے کیا کہتے ہیں میں ان سے مل کے پھر لوٹ کے یہاں تمہارے پاس آتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی غازی خان وہاں سے نکل گیا تھا۔

حیدر علی کے بلاوے پر جب اس کے سارے چھوٹے بڑے سالار اس کے پاس جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے حیدر علی کہہ رہا تھا۔

"رفیقاں دیرینہ! کچھ قاصد میرے پاس نظام دکن کی طرف سے آئے ان کے ساتھ میری تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے اور میں انہیں مہمان خانے کی طرف بھجوا چکا ہوں نظام نے دو کاموں کے سلسلے میں اپنے قاصد بھجوائے ہیں۔

اول یہ کہ وہ انگریزوں اور انگریزوں کے حامی ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ نظام کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے اس لیے کہ سراج الدولہ نے انگریزوں کی شہہ پر نظام کے کچھ علاقوں پر دست درازی کی ہے اور نظام دکن کرناٹک پر حملہ آور ہو کر اس کا بدلہ چاہتا ہے۔

دوئم یہ کہ اس کارروائی میں وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے اور ارکاٹ اور انگریز کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے وہ مجھ سے ملاقات کا خواہاں ہے یہ وہ صورت حال جس کے لیے تم سب کو طلب کیا ہے اب آپ لوگ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں اور نظام دکن کو ہمیں کیا جواب دینا چاہیے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان حیدر علی رکا تھوڑی دیر اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے بیٹے سلطان سے مشورہ کیا پھر بڑے سالار محمد علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"محمد علی پہلے میں تمہارے خیالات جاننا چاہوں گا۔ اس کے بعد میں یہ پسند کروں گا غازی خان اپنے خیالات کا اظہار کرے۔"

سلطان حیدر علی کے ان الفاظ کے جواب میں محمد علی نے ایک نگاہ اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے ہمیں نظام دکن کی اس پیشکش کو قبول کر لینا چاہیے اگر آج نظام دکن ہمارے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے تو اس طرح انگریزوں کی بڑھتی ہوئی قوت پر ایک ضرب لگانے کا ہم سب کو موقع مل جائے

اور وہ جو دن بدن اپنی طاقت وقوت کو پھیلانے کے درپہ ہیں ان کی یہ حرکت ایک طرح سے رک جائے گی اس کے علاوہ اگر ہم دونوں قوتیں مل کر انگریزوں کو نیچا دکھا دیتے ہیں تو آنے والے دور میں ارکاٹ کا حکمران سراج الدولہ بھی اپنی حدود سے باہر نکل کر کوئی کام کرنے کی جرات وجسارت نہیں کرے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد علی خاموش ہو گیا جب تک وہ بولتا رہا سلطان حیدر علی کے لبوں پر گہری مسکراہٹ کھیلتی رہی اس کے بعد اس نے غازی خان کی طرف دیکھا۔

"غازی خان میرے بیٹے بولو تم کیا کہتے ہو۔"

غازی خان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں محمد علی کے خیالات کی تائید کرتا ہوں اگر نظام دکن ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر انگریزوں پر ضرب لگانا چاہتا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ اپنا دفاع کرنے کے لیے ہمارے لیے سنہری موقع ہے اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو یاد رکھیے آنے والے دور میں انگریز خود طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

دوسری وجہ جس کے ساتھ ہمیں ہر صورت میں نظام دکن کا ساتھ دینا چاہیے انگریزوں پر ضرب لگانی چاہیے وہ یہ کہ اگر ہم نے نظام دکن کی اس پیش کش کا جواب نفی میں دیا تو اس کا ردعمل ہمارے خلاف بھی ہو سکتا ہے وہ اس طرح کہ نظام دکن ناراض ہو کر ہمارے بجائے انگریزوں اور ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ سے اتحاد کر سکتا ہے اس طرح انگریز نظام دکن اور ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ دونوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہم پر دھاوا بولنے کی کوشش کریں گے اور ہماری طاقت وقوت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

اگر ہم اپنے اطراف میں نگاہ دوڑائیں تو کوئی ایسی قوت نہیں جو ہماری پشت بان ثابت ہو اور دشمن کے اتحاد کے خلاف ہمارا ساتھ دے، آجا کے ہمارے شمال میں مرہٹے ہیں جن سے ہمارے تعلقات پہلے ہی کشیدہ ہیں ماضی میں ان کے ساتھ ہماری کئی جنگیں ہو چکی ہیں اور پھر شمال میں ہم نے دریائے کرشنا تک ان کے بہت سے علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔

مرہٹے اس وقت اپنے خانگی حالات میں الجھے ہوئے ہیں، ان کے لشکر کی حالت بدنظمی اور افراتفری کا شکار ہے لہٰذا اس وقت نہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے اور انگریزوں نے اگر انہیں ساتھ ملانا چاہا تو وہ ایسا بھی نہیں کریں گے اس لیے کہ وہ پہلے اپنے داخلی معاملات درست کریں گے اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غازی خان رکا اور اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام آگے بڑھاتے وہ

پھر کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! جہاں تک نظام دکن کا آپ کے دوبدو ملاقات کرنے کا تعلق ہے اس کے حق میں نہیں فی الحال یہ مناسب ہی نہیں ہے آپ یہ بتا چکے ہیں کہ نظام دکن ا بہت بڑے لشکر کے ساتھ چند پٹن کے مقام پر پڑاؤ کر چکا ہے اب اس کا ساتھ تو ہم نے صورت دینا ہے جو بات میرے ذہن میں آتی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ ہمیں اپنے لشکر ساتھ یہاں سے کوچ کرنا چاہئے آپ ایسا کیجئے گا کہ لشکر کو لے کر مدور کے مشرق میں میں ٹھہر جائیے گا آپ اپنے بجائے ٹیپو سلطان کو نظام دکن کی طرف روانہ کیجئے گا میں بھی کے ساتھ جاؤں گا چند عمدہ قسم کے چاک و چوبند دستے اپنے ساتھ لے کے جائیں گے نظام دکن ہماری عسکری شان و شوکت سے متاثر ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غازی خان جب رکا تو محمد علی فوراً بول پڑا۔

"سلطان محترم! جو کچھ غازی خان نے بتایا ہے میں اس سے پوری طرح اتفاق کرتا لیکن ایک جگہ مجھے اس سے اختلاف ہے اور وہ یہ کہ جو دستے مدور سے نظام دکن کی ط جائیں گے اس میں میں اور غازی خان چلیں ٹیپو سلطان کو اپنے پاس رکھیں۔"

محمد علی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں ٹیپو سلطان بول اٹھا۔

"محمد علی میں خود تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا میرے عزیز محترم بھائی جو خان نے کہا ہے وہ ہی بہتر اور درست ہے میں اور غازی خان چند چھوٹے سالاروں کو لے کر نظام دکن کی طرف چلے جائیں گے اور اپنے والد محترم کی جگہ میں اس سے با ملاقات کر لوں گا اس طرح نظام دکن یہ سمجھ جائے گا کہ باپ کی جگہ بیٹے سے اس کی ملا ہوگئی ہے اس طرح اس کی دل شکنی نہیں ہوگی بلکہ وہ خوش ہو جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ٹیپو سلطان رکا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"محمد علی جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے تم لشکر میں سب سے ارفع و اعلیٰ سا دشمن پر تمہاری ایک طرح سے ہیبت اور جلال ہے تمہارا یہاں لشکر کے اندر رہنا بے حد ض ہے جس وقت ہمارا پورا لشکر مدور میں قیام کرے گا تو تم والد محترم کے ساتھ رہنا میں اور خان نظام الملک کی طرف جائیں گے اگر اس دوران ہمارے خلاف کوئی سازش بھی ہو انگریزوں یا ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کو خبر ہوتی ہے کہ ہم اور نظام الملک ان کے خ اتحاد کر رہے ہیں اور وہ ہمارے لشکر پر حملہ آور ہونے کی یا شب خون مارنے کی کوشش کے تو ایسی صورت میں جب تم لشکر کے اندر موجود ہو گے تو میں سمجھتا ہوں انگریزوں اور

سراج الدولہ دونوں کو ایسا کرنے کی جرات و جسارت نہیں ہوگی۔

جہاں تک میرا غازی خان اور دوسرے سالاروں کا تعلق ہے وہ جب ہم چند پٹن میں نظام الملک کے لشکر میں چلے جائیں گے تو وہاں انگریز اور سراج الدولہ کوئی بھی شرارت کرنے کی جرات اور جسارت نہیں کرے گا لہٰذا میری طرف سے آخری فیصلہ یہی ہے کہ میں اور غازی خان چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ لشکر کے ایک حصے کو لے کر نظام دکن کو ملنے کے لیے چند پٹن کا رخ کریں گے۔"

ٹیپو سلطان جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے حیدر علی کہنے لگا۔

"عزیزان من! جو فیصلہ غازی خان اور میرے بیٹے ٹیپو سلطان نے کیا ہے یہی آخری ہے محمد علی میرے بیٹے اس سلسلے میں تم دل شکنی محسوس نہ کرنا۔"

حیدر علی اپنی بات پوری نہ کر سکا اس لیے کہ بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے محمد علی کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! آپ کیسی بات کرتے ہیں میں جانتا ہوں جو کچھ ٹیپو سلطان اور میرے بھائی غازی خان کہیں گے یہ ہماری بہتری ہی کے لیے ہوگا لہٰذا آخری فیصلہ یہی ہے کہ یہاں سے پورے کا پورا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا چند سالاروں کو یہاں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ سرنگا پٹم کی حفاظت کے لیے چھوڑا جائے گا۔ ہمارا پورا لشکر مدور کے مقام پر قیام کرے گا جبکہ وہاں سے چند دستوں کے ساتھ غازی خان اور ٹیپو سلطان دونوں چند پٹن میں نظام دکن کے پاس جا کر اس سے ملاقات کریں گے۔"

یہ طے ہونے کے بعد سلطان حیدر علی نے سارے سالاروں کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا اس کے ساتھ ہی سارے سالار اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے تھے۔

✡......✡

غازی خان دوبارہ جب گرونتی کی حویلی میں داخل ہوا تو گرونتی کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی وہ اپنی خوابگاہ میں ہی تھی دیول داس اور سبورن اس کے ساتھ بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔

جونہی غازی خان حویلی کے صحن میں آیا ان تینوں نے اسے آتا ہوا دیکھ لیا تھا سب سے پہلے جست لگانے کے انداز میں گرونتی اپنی جگہ سے اٹھی کمرے سے نکلی۔ اس کے پیچھے پیچھے دیول داس اور سبورن بھی باہر نکل آئے تھے گرونتی جب صحن میں آئی تو اس نے دیکھا غازی خان اس وقت اپنے پورے جنگی لباس میں تھا اسے دیکھتے ہوئے لمحوں کے اندر گرونتی پر دو

طرح کی کیفیت طاری ہوئی تھی۔

جس وقت غازی خان حویلی میں داخل ہوا تھا اسے دیکھتے ہی گرونتی چاند جیسی بہار اڑاتی بے کل لہروں جیسی خوش کن ٹھنڈے گیلے ساحل پر خشک ہواؤں کے بھاری جھونکوں جیسی شاداب اور جھیل کی تھرکتی لہروں اور دور گگن میں بجتی بانسری جیسی پرکشش ہو کے رو گئی تھی لیکن جونہی اس نے دیکھا کہ غازی خان اپنے پورے جنگی لباس میں ہے تب وہ بیچاری در دیوار کی تنہائیوں پر رفتگان کے کف پا کے نقوش جیسی افسردہ ان گنت صحراؤں کے سناٹوں میں زندگی بھر آگ پھانکتی خواہشوں کے اجڑے کھیتوں جیسی ویران اور کاروان حیرت سے خاموشیوں کی اداس تحلیل ہو جانے والے بے سکوں سوالوں کے انبار کی طرح کھنڈر ہو کے رہ گئی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی اتنی دیر تک غازی خان صحن میں آ کر رک چکا تھا اس لیے کہ گرونتی اس کے بالکل سامنے آ گئی تھی اور اس کے پیچھے پیچھے دیول داس اور سبورن بھی باہر نکل چکے تھے پھر گرونتی نے غازی خان کو ایسی آواز میں مخاطب کیا جس میں زندگی کی کراہ اور تڑپتی چیختی آرزوؤں جیسی کیفیت تھی وہ کہہ رہی تھی۔

"امیر! آپ تو سلطان کے بلانے پر عام لباس میں کسی کام کے سلسلے میں گئے تھے اور واپس جنگی لباس میں آئے ہیں اس کا مطلب ہے آپ کسی مہم پر کوچ کرنے والے ہیں۔"

غازی خان نے اس موقع پر بڑے غور سے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی کیا تم بیٹھنے کے لیے نہیں کہو گی یہیں صحن میں کھڑے کھڑے گفتگو کر کے اپنی حویلی سے نکال باہر کرو گی۔"

بڑے پیارے انداز میں مسکراتے ہوئے گرونتی نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں کان پکڑے پھر خوشگوار لہجے میں کہنے لگی۔

"میری توبہ میں ایسا کر سکتی ہوں ایسا کرنا ایک بہت بڑا پاپ ہے اور کم از کم میں گرونتی اس جرم اس گناہ کی مرتکب نہیں ہو سکتی آپ آئیں دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی غازی خان دیوان خانے کی طرف ہولیا گرونتی دیول داس اور سبورن اس کے پیچھے پیچھے تھے جب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز پھر گرونتی نے کیا۔

"اب آپ بتائیں آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

جواب میں غازی خان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی بات یہ ہے کہ تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرنے والا ہے اور میں لشکر کے

ساتھ جا رہا ہوں دراصل میں تمہارے متعلق بڑا فکرمند اور پریشان تھا۔ اب بتاؤ آج شام کے وقت تم کیوں روئیں کیا کسی نے تمہاری دل شکنی کی ہے تم کیوں ہچکیوں سسکیوں میں اپنے دکھ اور غم کا اظہار کر رہی تھی دیکھو میرے پاس وقت نہیں ہے میں نے فی الفور لشکر گاہ کی طرف جانا ہے۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی کچھ شرمندہ شرمندہ سی دکھائی دے رہی تھی کہنے لگی۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موضوع پر میں آپ کی واپسی پر آپ سے گفتگو کروں گی۔"

"یہ تو بتا دو ناں کہ تمہاری شادی کس سے طے ہوئی تھی اور کون لوگ ہیں تمہیں بیاہنے کے لیے وہ کیوں نہیں آئے۔"

غازی خان کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لیے گرونتی اداس اور ملول ہو گئی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ غازی خان نے اسے مخاطب کیا۔

"لگتا ہے میری باتوں نے تمہاری دل شکنی کی ہے اسی بنا پر تم اداس اور افسردہ ہو گئی ہو بہر حال اگر تم فی الوقت اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتی تو بعد میں مجھے اس کی تفصیل بتا دینا گرونتی ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کے رکھنا تم نے جو میری ماں کی خدمت کی ہے وہ ناقابل فراموش ہے اگر تم نے وہ خدمت نہ بھی کی ہوتی اور یہاں رہتے ہوئے تم سے کوئی زیادتی کرے یا تمہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنائے تو کم از کم میرے لیے وہ ناقابل برداشت ہے اگر کچھ لوگوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے تو مجھے ان کی تفصیل ضرور بتانا وہ میرے ہاتھوں مکافات سے بچ نہیں سکیں گے۔"

گرونتی شاید اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی فوراً اس نے بات کا رخ بدلا کہنے لگی۔

"امیر! کیا آپ نے کھانا کھا لیا ہے۔"

اس پر غازی خان نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا۔

"گرونتی اب ہماری قسمت میں بر وقت کھانا کھانا کہاں لکھا ہے ماں زندہ تھی تو اسے کھانے کی فکر تھی اب حویلی ویران ہو چکی ہے میں اس میں آؤں نہ آؤں کوئی فرق نہیں پڑتا زیادہ تر میں کھانا لشکر گاہ میں ہی کھا لیتا ہوں اب بھی میں سیدھا مستقر کی طرف جاؤں گا اور وہاں کھانا کھانے کے بعد لشکر کے ساتھ کوچ کروں گا۔"

گرونتی نے ایک بھرپور اور تیز نگاہ غازی خان پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

"امیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ آج شام کا کھانا میرے ساتھ کھائیں میں کھانا تیار
کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گی فی الفور تیار کرلوں گی۔"

غازی خان مسکرایا ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔

"اگر تم کھانا کھلا دو تو گرونتی میں سمجھوں گا کہ یہ تمہاری مہربانی ہے میں سمجھتا ہوں کہ پہلا موقع ہے کہ تم مجھ جیسے شخص پر رحم اور ترس کھا رہی ہو۔"

تیز نگاہوں سے گرونتی نے غازی خان کی طرف دیکھا اس کے دیکھنے کے انداز میں شکوے ہی شکوے گلے ہی گلے تھے پھر دھیمے سے لہجے مین کہنے لگی۔

"آپ نے اس سے پہلے کبھی مجھے اپنے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے کہا ہی نہیں کہا، تو پھر دیکھتے میں کس قدر سرعت کس قدر تیزی اور خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کا کام کرتی۔"

غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی رہنے دو یوں جانو تمہاری طرف سے میرے لیے کھانا ہو گیا تمہیں خواہ مخواہ زحمت ہو گی میں جا کے مستقر میں کھانا کھالوں گا۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی کی حالت یکسر تبدیل ہو گئی چہرے پر اداسیاں رقص کر گئی تھیں آنکھوں میں ویرانیاں عود کر آئی تھیں نہ جانے اس میں اس قدر جرات ہمت کیسے آئی کہ ایک دم وہ آگے بڑھی غازی خان کے دونوں ہاتھ اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لیے اور پھر اسے اس کی نشست پر بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر! آپ صرف تھوڑی دیر بیٹھیں پھر دیکھیں میں کس قدر جلدی آپ کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔" پھر وہ دروازے کی طرف لپکی رکی ایک دم مڑ کے اس نے دیول داس اور سبورن کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

"آپ دونوں بھی یہیں بیٹھ کے باتیں کریں میں سب کے لیے کھانا یہیں لاتی ہوں اکٹھے بیٹھ کے کھاتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی گرونتی تقریباً بھاگتی ہوئی دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ گرونتی ایک بڑے طشت میں کھانے کے برتن لے کر آئی برتن اس نے دیوان خانے میں لگائے پھر غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر! آئیں کھانا کھائیں۔" ساتھ ہی اس نے دیول داس اور سبورن کو بھی آگے بڑھنے کے لیے کہا جب غازی خان کھانا شروع کرنے لگا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے

کس قدر سہمے سہمے انداز میں گرونتی کہنے لگی۔

"امیر! میں نے کھانا جلدی جلدی تیار تو کرلیا ہے اب مجھے یہ ڈر اور خدشہ لگا ہوا ہے کہ نہیں میرا جلدی میں کھانا پکایا ہوا آپ کو پسند بھی آتا ہے یا نہیں۔"

کھانے کی طرف بڑھتے غازی خان کے ہاتھ رک گئے غور سے اس نے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی میں کوئی بڑا آدمی نہیں ہوں غریب ماں باپ کا بیٹا ہوں برے حالات میں پل کر جوان ہوا جو بھی لونا مسا مل جائے میں نے کبھی اس میں کوئی خامی نہیں نکالی بس چپ کر کے خداوند قدوس کا شکر ادا کرتے ہوئے کھا لیتا ہوں اس سلسلے میں تم فکرمند اور پریشان نہ ہو۔"

اس کے ساتھ ہی غازی خان نے کھانا شروع کیا تھا گرونتی دیول داس اور سبورن بھی اس کے ساتھ ساتھ کھانا کھانے لگے تھے۔

گرونتی نے جب محسوس کیا کہ غازی خان کھانا کھا چکا ہے تب بھاگتی باہر گئی سفید رنگ کا صاف ستھرا رومال لے کے آئی اور اسے غازی خان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس سے ہاتھ صاف کرلیں۔" تشکر آمیز انداز میں گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے غازی خان نے رومال سے ہاتھ صاف کرلیے پھر کہنے لگا۔

"گرونتی جو کچھ آج تم نے پیش کیا ہے ایسا لذیذ اور مزیدار کھانا میں نے کبھی کھایا ہی نہیں۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی خوشی اور مسرت میں پھولی نہ سما رہی تھی کہنے لگی۔

"امیر! میں جانتی ہوں آپ میرا دل رکھنے کے لئے یہ میری تعریف کر رہے ہیں۔"

غازی خان مسکرا دیا کہنے لگا۔

"گرونتی قسم اللہ پاک کی میں نہ تمہیں بے وقوف بنا رہا ہوں نہ تمہارا دل رکھنے کے لیے کہہ رہا ہوں بہت عمدہ بڑا لذیذ کھانا تھا بہر حال کھانا کھلانے کا شکریہ اب میں جاتا ہوں۔"

گرونتی اس موقع پر فوراً بول اٹھی۔

"امیر! آپ کا گھوڑا کہاں ہے؟"

غازی خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگا۔

"گھوڑے کو میں تمہاری حویلی کے باہر باندھ کے آیا ہوں اب میں سیدھا مستقر کی طرف جاؤں گا وہاں لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔"

گرونتی نے کچھ سوچا پھر دھیمے سے لہجے میں غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر! آپ اپنے گھوڑے کے پاس رکیے گا میں ابھی آئی۔''

اس کے ساتھ ہی گرونتی تقریباً بھاگنے کے انداز میں رسوئی کی طرف چلی گئی تھی۔ غا خان باہر نکلا دیول داس اور سبورن بھی دونوں میاں بیوی دیوان خانے سے باہر نکل آئے تینوں حویلی سے نکلے باہر غازی خان کا گھوڑا بندھا تھا۔ غازی خان نے گھوڑے کو کھولا اور گردن تھپتھپائی اس دوران اس کے پاس کھڑے دیول داس اور سبورن بڑے غور سے اس طرف دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں گرونتی رسوئی سے نکلی تیز تیز چلتی ہوئی حویلی سے باہر نکلی اس کے ہاتھ میں اور کورے رومال میں بندھی ہوئی کوئی چیز تھی تیز تیز قدم اٹھاتی مسکراتی غازی خان کے آئی رکی پھر غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر! آپ لشکر کے ساتھ تھوڑی دیر تک کوچ کر جائیں گے میں نے آپ کے لیے زادراہ تیار کیا ہے انکار نہ کیجئے گا۔''

غازی خان نے مسکراتے ہوئے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''گرونتی میں انکار تو نہیں کروں گا لیکن تم نے یہ زحمت کیوں کی؟''

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی خوش ہوگئی تھی کہنے لگی۔

''امیر یہ زحمت نہیں یوں جانیں اس میں میری خوشی اس میں میرا سکون اور ذہنی آسودگی پنہاں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی خود آگے بڑھ کر گرونتی نے غازی خان کے لیے جو زادراہ وہ لے آئی تھی اس کے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی خرجین میں ڈال دیا تھا پھر غازی خا دوبارہ مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر آپ کے گھوڑے کے ساتھ مشکیزہ ہو تو میں بھر دوں۔''

غازی خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''تمہیں اب یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے گھوڑے کی دوسری سمت مش بندھا ہوا ہے اس میں پانی بھرا ہوا ہے تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جاتے ہو میں تمہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں امید ہے تم برا نہیں مانو گی۔''

گرونتی کے لبوں پر گہری مسکراہٹ کھیل گئی کہنے لگی۔

''آپ کہیں میں آپ کی کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔''

''گرونتی جو کچھ آج تم پر بیتی اس کا مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا میں نے جب تمہ

ہن کی گود میں روتے ہوئے دیکھا تو میں نے یہی خیال کیا شائد تم سے کسی نے زیادتی کی تمہاری کسی نے دل شکنی کی ہے یہاں رہتے ہوئے تم کو سکون اور......''

آگے غازی خان کچھ نہ کہہ سکا اس کی بات کاٹتے ہوئے گرونتی بول اٹھی تھی۔

''امیر اس سے آگے کچھ نہ کہئے گا یوں جانیں یہ بڑا عجیب وغریب سا موضوع ہے اور یہ اس میں میری زندگی موت کا بھی سوال ہے کبھی موقع ملا تو میں اس موضوع پر تفصیل کے تو آپ سے گفتگو کروں گی اس وقت آپ کوچ کرنے والے ہیں لہٰذا کچھ نہیں کہوں گی۔''

غازی خان خاموش ہو رہا تینوں پر باری باری نگاہ ڈالی پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ایڑ لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

✡......✡

اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے کے بعد حیدر علی نے مدور کے مقام پر پڑاؤ کیا مدور مشرق میں کھلے اور وسیع میدانوں سے انہی میدانوں کا انتخاب کیا اور وہاں سلطان نے ا لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا اس کے بعد پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق سلطان غازی خان چند دوسرے سالاروں کو ساتھ کچھ چاک و چوبند دستوں کو لے کر نظام سے ملاقات کرنے کے لیے چندپٹن کا رخ کر گئے تھے۔

غازی خان اور ٹیپو سلطان جب اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ نظام دکن کی خیمہ گاہ داخل ہوئے تو داخل ہوتے وقت پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت ٹیپو سلطان اور غ خان کے لشکر میں بڑے خوش کن انداز میں طنبورے اور جنگی نقارے بجنے لگے تھے۔

نظام دکن نے باہر نکل کر جب دیکھا تو دنگ رہ گیا اس لیے کہ وہ لشکر جو ٹیپو سلطان غازی خان کے ساتھ آیا تھا اس کی شان وشوکت عجیب تھی انتہائی منظم صف آرائی کے ساتھ خیمہ گاہ میں داخل ہوئے تھے نظام دکن اپنے سالاروں کے ساتھ بڑے پر جوش انداز میں سلطان غازی خان اور دوسرے سالاروں سے ملا اور انہیں اپنی قیام گاہ میں لے گیا ان ساتھ آنے والے لشکر کا بھی عمدہ اور بہترین اہتمام کیا تھا۔

جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب سب سے پہلے ایک دوسرے کا تعارف ہوا اس بعد گفتگو کا آغاز نظام دکن نے کیا باری باری ٹیپو سلطان اور غازی خان کی طرف دیکھتے ہو وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! تمہاری آمد پر جس قدر خوشی مجھے ہوئی ہے اسے میں الفاظ میں بیان ن کر سکتا گو کہ ایک سازش کے تحت انگریزوں نے مجھے بہکانے کی کوشش کی تھی۔ ک انگریزوں اور ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کا ایک حلیف بن جاؤں اور تینوں قوتیں مل کر حیدر علی کے خلاف لشکر کشی کی جائے لیکن میں نے انگریزوں کے ارادے ان کی ساز مسترد کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام دکن رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھا

"عزیزان من! جہاں تک ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کا تعلق ہے تو اس کی کوئی بنیاد سازشی قسم کا انسان ہے اور پھر سب سے بری اور انتہائی کریہہ بات کہ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا ہے کہ وہ انگریزوں کے قدم ہندوستان میں جمانے میں کامیاب ہو انگریز اسے ایک مہرے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور اس کے علاقوں سے مستفید ہوئے اس کے لشکر کو استعمال کرتے ہوئے وہ کوشش کر رہے ہیں کہ آس پاس کی وں کو زیر اور مغلوب کرنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے پورے ہندوستان پر بض ہو جائیں۔"

نظام دکن رکا اس کے بعد کہہ رہا تھا۔

"موجودہ حالات میں جس طرح ہندوستان کے حکمرانوں میں نا اتفاقی بددلی بدنظمی اور بد جی پھیلی ہوئی ہے اگر یہ سلسلہ اسی طرح رہا تو مجھے خدشہ ہے انگریز پورے ہندوستان میں ہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پہلے ان کی راہ کی رکاوٹ بننے والی دوسری یورپی قوت بھی تھی یعنی فرانسیسی اب فرانسیسی ت نہ ہونے کے برابر ہے ان کے پاس نہ کوئی بڑی بندرگاہ ہے نہ کوئی ایسا علاقہ ہے جہاں م جمانے کے بعد وہ اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کر سکیں انہوں نے سمندر کے اندر کچھ یروں میں اپنی طاقت اور قوت جمع کر رکھی ہے لیکن وہاں سے اٹھ کر وہ نہ انگریزوں کے لیے کسی خطرے کا باعث بن سکتے ہیں نہ ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں پر ضرب لگا ے اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتے ہیں اس وقت ہندوستان کو جو سب سے بڑا خطرہ ہے وہ رف انگریزوں کا ہے۔

میں تو یہ امید لگائے ہوئے تھا کہ محترم حیدر علی خود یہاں تشریف لائیں گے اور میں ان کے ساتھ مل کر جنگ کا لائحہ عمل طے کریں گے ساتھ ہی ان سے شرف ملاقات بھی حاصل ہوں گا لیکن انہوں نے جو اپنے فرزند کو بھیج دیا ہے تو یہ بھی میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔

میں اس موقع پر جو سب سے اہم رائے لینا چاہتا تھا وہ یہ کہ اب جبکہ ہم دونوں قوتوں نے گریزوں اور سراج الدولہ کے خلاف حرکت میں آنے کا تہیہ کر لیا ہے اور ہم ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو اس موقع پر مرہٹوں کا کیا رد عمل ہوگا کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی عمل داری سے نکل کر تم لوگوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں گے یا میرے علاقوں میں گھس کر لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیں مجھے ان کی طرف سے یہ بھی خدشہ ہے کہ کہیں انگریز ان کی

طرف قاصد بجھوا کر انہیں اپنے ساتھ ملا کر اپنا حلیف نہ بنالیں ایسی صورت میں ہم
وقت انگریزوں سراج الدولہ اور نانا فرنویس تینوں کی قوت سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔"
نظام دکن خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے ٹیپو سلطان کہہ رہا تھا۔

"میرے محترم! ایسے خدشات اور خطرات کا کوئی امکان نہیں ہے جہاں تک مرہٹ
تعلق ہے وہ اس وقت کمزور ہیں افراتفری بدنظمی کا شکار ہیں دریائے کرشنا تک اپنے ع
کے علاوہ ہم نے ان کے کچھ علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ اگر مرہٹوں میں اس موقع
ہوتا تو وہ دریائے کرشنا کو عبور کر کے ہم سے معرکہ آرائی پر فوراً تیار ہو جاتے لیکن انہوں
ایسا نہیں کیا اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس موقع پر اگر انگریزوں نے ساز
کام لیتے ہوئے مرہٹوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تو مرہٹے انگریزوں کا ساتھ نہ
گے آپ اس سمت سے بھی بے فکر رہیں کہ مرہٹہ ہماری پشت کی طرف سے حملہ آور ہو
جرات اور جسارت نہیں کریں گے ہمارا خاصا بڑا لشکر سرنگا پٹم میں موجود ہے جو مرہٹوں
حملوں کی صورت میں ان سے نمٹ سکتا ہے ہاں اگر مرہٹوں نے آپ کے علاقوں میں
لوٹ مار اور ترکتاز کرنے کی کوشش کی تو اس کا بھی سدباب کرلیا جائے گا۔

انگریزوں اور سراج الدولہ دونوں کو ایسی صورت میں ہم اپنے ساتھ الجھائے رکھیں
جنگ کو طول دینے کی کوشش کریں گے اسی اثناء میں مرہٹوں پر ایسی یلغار کریں گے کہ
کے علاقوں سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں گے لیکن مجھے امید واثق ہے کہ ان حالات میں
یا آپ کسی میں سے کسی کے خلاف بھی مرہٹے حرکت میں آنے کی کوشش نہیں کریں گے

ٹیپو سلطان کی اس گفتگو سے نظام دکن بے حد خوش اور مطمئن ہوا تھا پھر اس
لانے کا حکم دیا تھا سب نے مل کے کھانا کھایا رات ٹیپو سلطان اور غازی خان نے ا
کے ساتھ وہیں بسر کی اگلے روز جب ٹیپو سلطان، غازی خان نے کوچ کی تیاری کی تو
دکن نے ٹیپو سلطان کو نصیب الدولہ کا خطاب دیا ٹیپو سلطان اور غازی خان کے لشکر
بان دیکھ کر نظام دکن نے اب پکا فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ سلطان حیدر علی کے بالا گھاٹ پر
ہونے کا خطرہ کسی بھی صورت مول نہیں لے گا خواہ اس سلسلے میں انگریز اور سراج الد
پوری طرح اس کی مدد کریں لہٰذا آخری فیصلہ یہ کیا کہ وہ سلطان حیدر علی کے ساتھ
کرناٹک پر فوج کشی کرے گا اور انگریزوں اور سراج الدولہ کے خلاف ڈٹ جائے گا۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد ٹیپو سلطان اور غازی خان اس کے لشکر سے نکل کر مدور کی
آئے جہاں سلطان حیدر علی نے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا تھا وہاں پہنچ کر انہوں

انگریزوں اور سراج الدولہ سے نبٹنے کے لیے جو گفتگو نظام دکن سے کی تھی اس کی تفصیل بتائی
اس طرح حیدر علی نے نظام دکن کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اب مدور سے کوچ کیا
اور آگے بڑھ کر وہ چنگم گھاٹ کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا۔

دوسری جانب نظام دکن بھی حرکت میں آیا چند پٹن سے اس نے کوچ کیا اور چنگم گھاٹ
کے مقام پر آ کر سلطان حیدر علی کے لشکر کے ایک طرف پڑاؤ قائم کرلیا اس طرح دونوں لشکر
چنگم گھاٹ کے مقام پر متحد ہوئے تھے۔

دوسری جانب انگریز اور ارکاٹ کا حکمران سراج الدولہ سلطان حیدر علی اور نظام دکن کے
لشکروں کی نقل و حرکت سے متعلق پوری آگاہی رکھتے تھے۔ اطراف و اکناف میں ان کے مخبر
ان کے طلایہ گر بڑی تیزی بڑی سرعت کے ساتھ کام کر رہے تھے جس کے نتیجے میں
انگریزوں کا ایک سالار نام جس کا اوڈسر تھا وہ چنگم گھاٹ کے قریب گڑھے کھود کر گھات لگا
گیا تھا انگریز سالار اوڈسر کے پاس ایسی توپیں بھی تھیں جو دور تک گولہ پھینک سکتی تھیں دوسری
جانب سلطان حیدر علی کے نقیب اور مخبر بھی تیزی سے کام کر رہے تھے انہوں نے انگریزوں
کے سالار اوڈسر کی گھات سے متحدہ لشکر کو آگاہ کر دیا۔

اس ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے سلطان حیدر علی نے نظام دکن سے مشورہ کیا اور پھر
متحدہ لشکر نے کوچ کیا ظاہر یہی کیا کہ دونوں لشکر چنگم گھاٹ کا محاصرہ کریں گے اور اسے فتح
کرنے کے بعد پھر کسی دوسرے رخ پر کوچ کریں گے۔

انگریزوں کا یہ خیال تھا کہ جونہی سلطان حیدر علی اور نظام دکن کا متحدہ لشکر آگے بڑھتا ہے
وہ کسی مناسب پہلو سے یا پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر انہیں یہاں سے پسپا ہونے پر
مجبور کر دیں گے یا انہیں اس قدر نقصان پہنچائیں گے کہ ان کی آگے بڑھنے کی رفتار اس قدر
سست ہو جائے کہ انگریزوں کا کوئی اور لشکر اپنے سالار اوڈسر کی مدد کے لیے پہنچ جائے لیکن
چنگم گھاٹ کے قریب پہنچ کر سلطان حیدر علی نے فوراً اپنا اصل راستہ اختیار کیا اور جہاں انگریز
سالار اوڈسر نے گھات لگا رکھی تھی اس کے اطراف میں جس قدر انگریزوں کی نقل و حرکت ہو
رہی تھی اور جو انگریزوں کے مخبر اور ان کے جاسوس اطراف میں پھیلے ہوئے تھے ان پر حملہ آور
ہو کر سب کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد حیدر علی نظام دکن کے ساتھ مل کر انگریز سالار اوڈسر اور
اس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تولنے لگا تھا۔

اوڈسر کو جب خبر ہوئی کہ اس کی گھات کی جگہ کے اطراف میں جس قدر انگریز اور ارکاٹ
کے حکمران سراج الدولہ کے آدمی پھیلے ہوئے تھے سلطان حیدر علی نے ان پر حملہ آور ہو کر سب

کا خاتمہ کر دیا ہے تب اوڈ سر خوفزدہ ہوا اس نے فیصلہ کر لیا کہ جہاں اس نے گھات لگائی ہے وہاں کسی بھی صورت حیدر علی اور نظام دکن کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہ سوچتے ہی اس نے وہاں سے کوچ کیا اور بڑی تیزی سے اس نے ایک ایسے مقام کا رخ کیا جس کا نام ترنال تھا۔

سلطان حیدر علی کے طلایہ گروں نے جب سلطان کو خبر دی کہ انگریز سالار اوڈ سر ایک طرح سے اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے گھات چھوڑ کر اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا ہے تو سلطان نے بڑی تیزی سے اوڈ سر کا تعاقب شروع کر دیا حیدر علی کے پیچھے پیچھے نظام دکن بھی اپنے لشکر کے ساتھ تعاقب میں لگ گیا تھا۔

دوسری جانب اوڈ سر نے جب یہ دیکھا کہ متحدہ لشکر اس کے تعاقب میں لگ گیا ہے اور اگر یہ تعاقب جاری رہا تو اس کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے گا لہٰذا ترنال کی طرف جاتے ہوئے ایک کوہستانی سلسلے کے دامن میں اس نے گھات لگا لی اس کے پاس چونکہ دور تک گولہ پھینکنے والی توپیں تھیں لہٰذا ان کے ذریعے اس نے تعاقب کرنے والوں پر گولے پھینکنے شروع کر دیئے جس کے نتیجے میں حیدر علی اور نظام دکن نے ایک جگہ اپنے لشکر کو روک دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور رات چھانے لگی۔

جب تاریکی پھیل گئی تب انگریز سالار اوڈ سر نے اپنی دور مار توپوں کے دھانے کھول دیئے اور بڑی تیزی سے اس نے حیدر علی اور نظام دکن پر گولے پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔ پھر ایک دم توپیں خاموش ہو گئیں یہ کارروائی اوڈ سر نے اس لیے کی تھی کہ نظام دکن اور سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ اس کی گھات پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کریں اس کے ساتھ ہی اوڈ سر اپنی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا رات کی گہری تاریکی میں بھاگ کھڑا ہوا۔

رات کو اس کوہستانی سلسلے کے اندر تعاقب کرنا اپنے لشکریوں کو دشواری اور قضا کے حوالے کرنا تھا لہٰذا حیدر علی اور نظام دکن نے اوڈ سر کا تعاقب نہیں کیا۔ جس سے فائدہ اٹھا کر وہ محفوظ پناہ گاہ کی طرف بھاگ گیا۔

نظام دکن کے لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ ایک شخص رکن الدولہ تھا وہ اس کا دیوان بھی تھا جب انگریز سالار اوڈ سر اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہو کر بھاگ گیا تب اس نے نظام دکن کو مشورہ دیا کہ دونوں لشکریوں کا یہاں ایک جگہ رہنا مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ انگریزوں اور ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے انگریزوں کا جو چھوٹا سا لشکر ہمارا مقابلہ نہ کر سکا اگر وہ پلٹ بھی آئے اس سے ہم آسانی کے ساتھ نمٹ لیں گے۔

اپنے دیوان رکن الدولہ کی بات مانتے ہوئے نظام دکن نے سلطان حیدر علی کو پیغام بھجوایا۔ لہ آپ اپنے لشکر کو جو ان علاقوں سے بخوبی واقف ہے ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے اقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے بھیج دیں اور ان حملوں میں وہ مویشیوں کے علاوہ غذا کی ضروریات کا سامان بھی اس کے علاقوں سے حاصل کریں۔

ر دوسری نظام دکن نے یہ بھی مشورہ دیا کہ جب سلطان حیدر علی کا لشکر سراج الدولہ اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں کے علاقوں میں بھی ترک تاز کرے گا تو انگریز اور سراج الدولہ دونوں فکر مند ہو جائیں گے وہ اپنے علاقوں کا دفاع کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور انگریزوں کا جو لشکر پسپا ہو کر بھاگ گیا ہے وہ مڑ کر حملہ آور ہونے کی جرات و جسارت نہیں کرے گا۔

اس موقع پر سلطان حیدر علی جبکہ انگریزوں اور سراج الدولہ کے ایک خاصے بڑے اور طاقتور لشکر سے مقابلہ ہونا تھا اپنے لشکر کو ان علاقوں کی طرف بھیجنا نہ چاہتا تھا۔

لیکن نظام دکن نے سلطان حیدر علی کو بڑا یقین دلایا کہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ں اور میرا دیوان رکن الدولہ اکیلے ہی انگریزوں اور سراج الدولہ کے ممکنہ حملے کے لیے کافی ابت ہوں گے۔

نظام دکن کی اس یقین دہانی پر اور اس کے اصرار کرنے پر بھی حیدر علی تذبذب کا شکار تھا یکن جب نظام دکن اور اس کے دیوان رکن الدولہ نے مزید اپنی تجویز پر زور ڈالا اور ہمت فزائی کی باتیں کیں تب سلطان حیدر علی ان کی بات ماننے پر تیار ہو گیا۔

لیکن سلطان خود سراج الدولہ اور انگریزوں کے علاقوں کی طرف نہیں گیا اس نے لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ اپنے پاس رکھا اور اپنی مدد اور اپنی نیابت کے لیے ہیبت جنگ کو اپنے ساتھ رکھ لیا جبکہ اپنے بیٹے ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان کو باقی لشکر دے کر اس نے سراج الدولہ اور انگریزوں پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیج دیا کچھ چھوٹے سالار بھی ان کے ہمراہ کر دیئے تھے۔

بہر حال ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان چند دوسرے چھوٹے سالاروں کے ساتھ لشکر کا بڑا حصہ لے کر نظام دکن کی تجویز کے مطابق سراج الدولہ اور انگریزوں کے علاقوں میں ترک تاز اور یلغار کرنے کے لیے کوچ کر گئے جبکہ سلطان حیدر علی نے ہیبت جنگ کے ساتھ ان کے پاس جو چھوٹا سا لشکر رہ گیا تھا انگریزوں اور سراج الدولہ کے لشکر پر کڑی نگاہ رکھنے کے لیے اپنے مخبر اور طلایہ گر پھیلا دیئے تھے۔

اپنے لشکر کے کوچ کر جانے کے بعد حیدر علی نے بڑی احتیاط برتنا شروع کی باوجود اتحاد اور اشتراک کے سلطان کو نظام دکن اور اس کے لشکریوں کی طرف سے اندیشہ ہی رہنے لگا تھا

اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ نظام دکن کے لشکریوں کی عسکری تربیت ویسی نہیں جیسی کہ ایک لشکر کی ہونی چاہیے۔

لہٰذا اپنے لشکر کے بڑے حصے کے روانہ ہونے کے بعد سلطان حیدر علی پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا جب انگریزوں کا تعاقب کرنے کے لیے پیش قدمی ہوتی اور راستے میں کہیں پڑاؤ کیا جاتا تو اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لیے اپنے چھوٹے سے لشکر کے خاصے بڑے حصے کو بیدار رکھتے ہوئے حیدر علی حفاظت کا سامان کر لیتا تھا۔

انگریز سالار اوڈ سر شکست کھانے اور پسپا ہونے کے بعد ترنامل پہنچا وہاں اس نے تیز رفتار قاصد مدراس کی طرف بھجوائے اور جو صورتحال پیش تھی اس کی تفصیل بتانے کے بعد حیدر علی اور نظام دکن سے نبٹنے کے لیے مزید لشکر طلب کیا۔

اس کے جواب میں مدراس میں انگریز حکومت نے ایک سالار کو نام جس کا اسمیت تھا ایک بہت بڑا لشکر دے کر اوڈ سر کی مدد کے لیے روانہ کر دیا نیا سالار اسمیت جب پہلے سالار اوڈ سر سے آ کے ملا تو دونوں نے صلاح مشورہ کیا اب ان کے لشکر کی تعداد کافی زیادہ ہو چکی تھی جب انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو ان پر انکشاف ہوا کہ حالات سراسر ان کے حق میں ہیں اس لیے کہ سلطان حیدر علی کے لشکر کا بڑا حصہ اس کے ساتھ نہیں ہے فی الفور انہیں یہ نہ پتہ چل سکا کہ حیدر علی کے لشکر کا حصہ کس طرف گیا ہے تاہم انہیں جلدی اس بات کی تھی کہ فی الفور حیدر علی کے چھوٹے سے لشکر کے علاوہ نظام دکن پر حملہ آور ہوں اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیں وہ اسے اپنے لیے غنیمت اور ایک بہترین موقع خیال کرتے تھے انہیں سب سے بڑا خطرہ حیدر علی کے منظم اور تنظیم یافتہ لشکر سے تھا نظام دکن کے لشکر کی انہیں چنداں پرواہ نہ تھی اس لیے کہ نظام دکن کے اکثر لشکری غیر تربیت یافتہ ہوا کرتے تھے۔

بہر حال حیدر علی اور نظام دکن کے لشکریوں کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد انگریزوں نے جنگ کی ابتدا کی اور وہ حیدر علی کے چھوٹے سے لشکر اور نظام دکن کے متحدہ لشکر پر انا روندھتے امن کی دھجیاں اڑاتی کھڑکھڑاہٹوں کی ناگزیر آہٹوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سب سے پہلے حیدر علی نے اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ کارروائی کی اس نے زمین کو چھونے کے لیے لپکتی سورج کی کرنوں، جسموں کو ریزہ ریزہ کر کے لہو کی بارش کرتے کرخت سرخ لمحوں کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ اپنی کارروائی شروع کر چکا تھا دشمنوں کی جھولی اور دامن میں روز و شب کی ذلالت اداسی اور معذوری کی لعنتیں بھر دینے والی شور مچاتی جنوں خیز ژالہ باری اور دلوں پر دستک دے کر تنہائیوں کی اکتاہٹوں میں مبتلا کر

والے پسماندگی کے زہر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ں کے ساتھ ہی نظام دکن اور اس کا دیوان رکن الدولہ بھی دوست لمحوں میں سلوٹیں کڑی دھوپ کے عذاب اور شعلوں میں ملبوس کر دینے والے ہیبت خیز شراروں کی طرح وں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

نیوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت کی مہریں نصب کرتا عجیب ہولناک رن پڑ گیا تھا کے الفاظ کو خون کی قبا پہنا دینے والا انوکھا معرکہ گرم ہو گیا تھا۔

جنگ کے دوران انگریزوں نے اندازہ لگا لیا کہ نظام دکن کے لشکری انتہائی بے احتیاطی یر ہدف لیے حملہ آور ہو رہے تھے اور ان کے سوار انتہائی بے قاعدگی کے ساتھ ٹڈیوں کی ح انگریزوں کے لشکر کے اطراف میں بغیر مقصد کے ادھر اُدھر گھوڑے دوڑاتے پھرتے

انگریزوں کے دونوں سالاروں نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ صرف سلطان حیدر کا لشکر انتہائی قواعد وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی پوری صف بندی اور تنظیم کے ساتھ کر رہا ہے جبکہ نظام دکن کے لشکری انتہائی غیر منظم اور بے ہنگم طریقہ پر ہجوم کیے ہوئے

چنانچہ انہوں نے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے حیدر علی کے چھوٹے سے لشکر کو نظر از رکھا اور اپنا پورا زور انہوں نے صرف کرتے ہوئے نظام دکن کے لشکر پر دباؤ ڈالا اور یہ ؤ اس قدر زیادہ اور ان کا حملہ اس قدر ہولناک تھا کہ نظام دکن کے غیر تربیت یافتہ لشکری ے حملے کو برداشت نہ کر سکے اور فوراً پیچھے ہٹے۔

نظام دکن کے لشکر کی اس پسپائی سے انگریزوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا انہوں نے نظام ن کے لشکر کے سارے توپ خانے خیموں جھنڈوں اور دوسرے جنگ کے ضروری سامان پر نہ کر لیا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے نظام دکن اور اس کا دیوان رکن الدولہ اپنے دوسرے سالاروں کی بے تدبیری اور بے پروائی سے سیخ پا ہو کے رہ گئے تھے لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ انگریز جو نقصان انہیں پہنچانا چاہتے تھے اس میں وہ کامیاب ہو چکے تھے۔

یہ صورتحال کم از کم حیدر علی کے لیے ناقابل برداشت تھی جنگ کے دوران ہی اس نے تیز رفتار قاصد ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان کی طرف بھجوائے اور فی الفور انہیں اس نے واپس طلب کر لیا تھا۔

بہر حال سلطان حیدر علی نے جب نظام کے لشکر کی یہ افرا تفری دیکھی تو وہ ان کی بے

ترتیبی پر بڑا سیخ پا ہوا اس صورتحال نے اسے بھی خطرے سے دو چار کر دیا لہٰذا اپنی عظم درست رکھتے ہوئے بڑی باقاعدگی کے ساتھ اس نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹایا اپنے توپ خا کو بھی پیچھے لے گیا احتیاط کی خاطر اپنے پشتی حصے میں اس نے پہلے ہی کافی بڑے بڑ گڑھے کھدوا دیئے تھے لشکریوں کو انہوں نے ان گڑھوں اور دمدموں کے پیچھے گھات میں بٹ دیا ان کے سامنے توپیں بھی چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں ڈال کر نصب کر دیں نظام دکن پیچھے ہٹانے کے بعد جب انگریزوں نے حیدر علی پر ضرب لگانی چاہی تو حیدر علی کے لشکریو نے جب توپیں سر کر کے اور ان پر نا قابل برداشت تیر اندازی کی تب انگریز پیچھے ہٹ گ اور اپنے لشکر کو استوار کرنے اور نئے انداز میں حملہ آور ہونے کی خاطر انہوں نے کافی پیچ ہٹ کر خیمے نصب کر لیے تھے اور نظام دکن کے لشکر کا جو سامان انہیں ملا تھا اسے کھینچتے ہو وہ اپنے لشکر گاہ سے بھی پیچھے لے جا رہے تھے۔

صورتحال انگریزوں اور ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کہ حق میں تھی جبکہ سلطان حیدر ع اور نظام دکن کے خلاف تھی لیکن سلطان حیدر علی ہمت ہارنے والا نہیں تھا ٹیپو سلطان محمد علی ا غازی خان کی طرف واپسی کا حکم قاصدوں کے ذریعے بھجوانے کے بعد سلطان حیدر علی۔ اپنے کچھ قاصد نظام دکن کی طرف روانہ کیے اور اسے یہ پیغام دیا۔

''آپ نے خود اپنی آنکھوں سے اپنے امراء کی کارگزاری کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ کہ جب وقت آن پڑا تو آپ کے ہتھیار بند سپاہی اور آپ کے امیر اور سالار سب انگریزوں کے طوفانی حملوں کے سامنے کسی قسم کی کوئی کامیاب کارروائی نہیں کر سکے لہٰذا میں آپ کو مشور دوں گا کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ کاویری پٹن جا کر پڑاؤ کر لیں اور یہ مخلص خیر خواہ کسی نہ کس تدبیر سے ان انگریزوں کو شکست دے کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دے گا۔'' سلطان حیدر علی کی طرف سے یہ پیغام ملنے کے بعد نظام دکن اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے ہٹا اور کاویری پٹن جا کر اس نے اپنا پڑاؤ کر لیا تھا۔

دوسری جانب انگریز اور ارکاٹ کا حکمران سراج الدولہ دوسری اور آخر ضرب لگانے کے لئے اپنی تیاریوں میں مصروف تھے سلطان حیدر علی کے پاس چھوٹا سا ایک لشکر تھا جس کے ساتھ وہ انگریزوں اور سراج الدولہ کے ساتھ نہیں ٹکرا سکتا تھا لہٰذا اپنے اس لشکر کو لے کر وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتا رہا تا کہ کسی ایک جگہ اس کا انگریزوں سے ٹکراؤ نہ ہو کبھی وہ بارہ محل کی طرف جاتا کبھی اوتان گیرا جا کے پڑاؤ کر لیتا اب جو صورتحال سامنے تھی وہ یہ کہ نظام دکن اپنے لشکر کی شکست اور اپنے لشکر کا کافی سامان چھنوانے کے بعد کاویری پٹن میں جا

ک مقیم ہو گیا تھا جبکہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ حیدر علی ایک جگہ پڑاؤ کرنے کے جائے ادھر اُدھر اپنے لشکر کے ساتھ سرگرداں رہتے ہوئے وقت گزارنے لگا تھا اسے اب ی بے چینی سے اپنے لشکر کے بڑے حصے اور اپنے سارے سالاروں کی واپسی کا انتظار تھا۔

دوسری جانب ٹیپو سلاطن محمد علی اوز غازی خان نے ایک بہترین کام کیا لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ محمد علی اور غازی خان کے پاس رہا دوسرا ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں رکھا گیا محمد علی اور غازی خان ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کی عمل داری میں داخل ہوئے جبکہ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے علاقوں کا رخ کر لیا تھا۔

سب سے پہلے غازی خان اور محمد علی نے اپنی کارروائی کی ابتدا کی وہ سنگ گراں سے تی آبشاروں کی صداؤں کی طرح تکبیریں بلند کرتے ہوئے سراج الدولہ کے علاقوں میں اخل ہوئے اور زمین کے سینے پر بکھرتے قہرمانیت کے آلاؤ آندھیوں کا پیش خیمہ بن جانے الے بگولوں جسموں کو چور چور لخت لخت اور خون میں لت پت کر دینے والی تباہی کے طلسم کی بکاری کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

جس جس سمت اور جہاں جہاں سے بھی غازی خان اور محمد علی گزرے اپنے پیچھے ہر شے کے دلربا خدوخال ساحر نگاہوں کرن چہروں ہواؤں کے کھنکتے قہقہوں آب جوؤں کے نغموں سوت صدا کی مستی کو سوختہ فکر کی راکھ زخم خوردہ تقدیر بے لباس خواہشوں بے ثمر دعاؤں گلیوں کی ویرانیوں شکست کے خوابوں اور پاؤں کی زنجیروں میں تبدیل کرتے چلے گئے تھے۔

دوسری جانب انگریزوں کے علاقوں میں داخل ہو کر ٹیپو سلطان سینوں میں الجھ جانے والے جستجو کے بگولوں زندگی کی زنجیریں توڑ دینے والے ان دیکھے دکھوں کے بگولوں اور زیست کی ظلمتوں سے الجھ جانے والی کروٹیں لیتی تقدیر کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور انگریزوں کے علاقوں میں دور تک اس نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے اپنے لئے مویشی اور ضروریات کا سامان جمع کرتے ہوئے اپنے لیے فوائد حاصل کرنا شروع کر دیئے تھے دوسری جانب غازی خان اور محمد علی بھی دشمنوں کے علاقے میں داخل ہوتے ہوئے دور دور تک یلغار کر کے بے شمار مویشی گھوڑے خوراک کا سامان اور دیگر ضروریات کی چیزیں جمع کرتے جا رہے تھے یہاں تک کہ محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان کو قاصدوں کے ذریعے سلطان حیدر علی کا پیغام ملا کہ وہ جہاں ہیں وہیں سے واپس اس کے پاس لوٹ آئیں یہ پیغام ملتے ہی لشکر ایک بار پھر متحد ہوا اس کے بعد ٹیپو سلطان غازی خان محمد علی بڑی برق رفتاری سے اس سمت رخ کر رہے تھے جہاں حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا محمد علی غازی خان اور

ٹیپو سلطان کے پاس بے شمار مویشی گھوڑے اونٹ اور ہتھیاروں کے علاوہ خوراک کے بڑ
ذخائرہ بھی تھے۔

جب ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان اپنے سارے لشکر کو لے کر حیدر علی کے پاس آئ
تب نظام دکن نے اپنے کچھ امراء کو بھیج کر بڑے اصرار کے ساتھ سلطان حیدر علی کے سا
ملاقات کرنے کا اظہار کیا۔

ایسے موقع پر سلطان نظام دکن سے ملاقات تو نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن نظام دکن کی دل
کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور کاویری پٹن پر
جہاں نظام دکن نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

دونوں حکمران آپس میں بڑی خوش طبعی سے ملے دوران گفتگو نظام دکن نے اپنی گزشتہ
شکست پر بڑے دکھ بڑے افسوس کا اظہار کیا اور اپنے سالاروں کی کارگزاری پر بھی بڑ
مایوسی کا اظہار کیا۔

اس کی اس گفتگو پر سلطان حیدر علی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ ذی اقتدار لوگوں
اکثر و بیشتر ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے فتح و شکست تو اللہ کی جانب سے ہوتی ہے ای
ناگوار حالات میں دل شکنی کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمت و پامردی سے کام لیتے ہوئے بل
مرتبہ پر پہنچنے کی جستجو کو جاری رکھتے ہوئے اپنے لشکریوں کے ولولوں اور ان کے حوصلوں کو بل
رکھنا چاہئے۔

سلطان حیدر علی کی اس گفتگو سے نظام دکن کے دل سے شکست کی شرمندگی اور خجالت ک
قدر کم ہوئی سلطان کی گفتگو سے اس کے عزم اور ارادوں میں ایک بار پھر پختگی پیدا ہوئی۔
بات کو آگے بڑھاتے ہوئے سلطان حیدر علی نے پھر نظام دکن کو مخاطب کرتے ہوئے کہ
شروع کیا۔

''میں جانتا ہوں آپ کا لشکر بہتر تربیت یافتہ نہیں اسی بناء پر انگریزوں کے ہاتھوں ا
ہزیمت و شکست کا سامنا کرنا پڑا اب حزم و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر اور سار
بچے کھچے ساز و سامان کے ساتھ اسکوٹا کے مقام پر جا کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیں ا
خداوند قدوس نے چاہا تو میں اکیلا انگریزوں اور سراج الدولہ کے خلاف حرکت میں آؤں
اور انہیں شکست دے کر رہوں گا۔
پہلے میرے پاس ایک چھوٹا سا لشکر تھا جس کو لیے ہوئے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ
سرگرداں رہا اب میرا پورا لشکر میرے پاس پہنچ چکا ہے اور اب آپ دیکھئے گا میں انگریزوں او

کے حکمران پر کیسے ضرب لگاتا ہوں۔''
نظام دکن نے سلطان حیدر علی کی اس گفتگو سے اتفاق کیا ساتھ ہی اس نے سلطان سے
بھی التجا کی کہ اس کے لشکر کا کچھ حصہ تو سلطان اپنی سرکردگی میں رکھے اور وہ سلطان کے
والے ایسا حصہ کرے گا جو جنگی تربیت میں کسی قدر بہتر ہے۔
جب نظام دکن نے اپنی بات پر زور دیا تو سلطان حیدر علی نے اس کی تجویز کو تسلیم کر لیا
طرح نظام دکن اپنے دیوان رکن الدولہ اور چند دوسرے چھوٹے سالاروں کے ساتھ بیس
زار سواروں پر مشتمل اپنے لشکر کو سلطان حیدر علی کے حوالے کرنے کے بعد سلطان حیدر علی ہی
کی تجویز کے مطابق باقی لشکر کو لے کر اسکوٹا کے مقام پر جا کے خیمہ زن ہو گیا تھا۔
سلطان حیدر علی مطمئن تھا اس کا پورا لشکر اس کے ساتھ تھا اور پھر مزید یہ کہ نظام دکن کا
ہزار کا لشکر بھی اس کے دیوان رکن الدولہ کی سرکردگی میں اس کے ہمراہ تھا لہٰذا پورے
لشکر کو لے کر سلطان حیدر علی نے کوچ کیا تھا اور آبنور گڑھ کا رخ کیا جہاں انگریزوں نے اپنی
یک چوکی اور ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ قائم کر رکھا تھا۔
دوسری جانب جب انگریزوں کو سلطان حیدر علی کی اس ترکتاز اور پیش قدمی کی اطلاع ملی
و ان کے بہت سے لشکر حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لیے لپکے کچھ لشکر کرنا ٹک گڑھ کچھ دھوبی
گڑھ تیسرا کیلاس گڑھ چوتھا لشکر پلی گڑھ کے راستے سے حیدر علی کی طرف بڑھا تھا سب کا رخ
آبنور گڑھ کی طرف تھا۔
سلطان کو جب خبر ہوئی کہ انگریزوں اور سراج الدولہ کے بہت سے عساکر اس کا مقابلہ
کرنے کے لیے آبنور گڑھ کا رخ کیے ہوئے ہیں تب سلطان نے ان کھلے میدانوں سے کوچ
کیا اور پابن پلی کے قریب پڑاؤ کر لیا۔
آبنور گڑھ میں انگریزوں کے سارے لشکر اکٹھے اور متحد ہوئے اور پھر آپس میں صلاح
مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے سلطان حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لیے کوچ کیا۔
دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور صفیں درست کرنے لگے سلطان حیدر علی نے بڑی تیزی
سے اپنے لشکر کی ترتیب کو درست کرنا شروع کیا تھا لشکر کا میمنہ پہلی بار ٹیپو سلطان کی کمانداری
میں دیا گیا تھا نظام دکن کے دیوان رکن الدولہ کا دل رکھنے کے لیے اسے میسرہ کی نگرانی پر
مقرر کیا گیا تھا سلطان حیدر علی امید رکھتا تھا کہ اس بار نظام دکن کا دیوان رکن الدولہ بہتر اور
اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا۔
محمد علی کو قلب لشکر پر مامور کیا گیا خود سلطان نے لشکر کے اندر جو توپیں اور تیر اندازوں کی

صورت میں جانباز لشکری تھے ان کی کمانداری سنبھالی ایک لشکر غازی خان کی سرکردگی میں گیا یہ بھی خاصا بڑا لشکر تھا اور ہیبت جنگ کو غازی خان کا نائب مقرر کیا گیا تھا غازی خان کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ وہ لشکر کی کارگزاری پر نگاہ رکھے اور جہاں محسوس کرے کہ اسے ضرب لگانی چاہئے وہاں انگریزوں اور سراج الدولہ کے لشکر پر حملہ آور ہو کر انہیں پسپا ہونے پر مجبور کرے۔

یہ سارے انتظامات ہونے کے بعد جنگ کے طبل بج اٹھے تھے۔

انگریزوں کے ہرکارے اور ان کے مخبر بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ مخبروں اور نقیبوں نے واپس جا کر اپنے سالاروں کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ سلطان حیدر علی نے نظام دکن کے دیوان رکن الدولہ کو اپنے لشکر میسرہ کی نگرانی پر مقرر کیا ہے۔

رکن الدولہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اپنے خیال اپنی سوچوں میں انگریزوں کی طرف جھکاؤ رکھتا تھا اور اس سلسلے میں وہ کافی حد تک بدنام بھی تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اندرون خانہ وہ انگریزوں سے ملا ہوا تھا اور ہر معاملے میں ان سے ساز باز کر لیتا تھا۔

یہاں یہ لگتا تھا کہ اندر ہی اندر دیوان رکن الدولہ انگریزوں سے ملا ہوا تھا اس لیے کہ اس جنگ میں بھی دیوان رکن الدولہ کی کارگردگی انتہا درجہ کی مایوس کن تھی۔

بہر حال جنگ کی ابتدا ہوئی سب سے پہلے قلب لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے محمد علی نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ انگریزوں کے لشکر پر اجاڑ موسموں اور مسافرت کی انا و پرتی ضرب لگانے والے موت سے بڑھ کر اذیت ناک روگ نفس کی توہین کرتے حرص کینے اور بغض و نفرت پر تباہی اور بربادی کے بادلوں کی طرح چھا جانے والی نہاں قیامت خیز تباہیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

محمد علی کے ساتھ ہی ساتھ ٹیپو سلطان نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی اجنبیت کی فسوں خیز ظلمت میں کرچیاں بن کر رگ و پے میں گھس جانے والے کرب خیز لمحوں کے دکھ سانسوں میں جلن یادوں میں خلش بھر دینے والے مدوجزر کا رقص کرتے بحر کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

تیسری جانب سے اپنی توپوں اپنے جانباز تیر اندازوں کو حرکت میں لاتے ہوئے حیدر علی اپنے پیچھے لئے لئے گلستانوں میں یاس و ناامیدی کی ردائیں پھیلاتے اندھیاؤ فضاؤں کو غبار غبار کہکشاؤں کو تیرہ و تار اور سکھ لمحوں کو ذلت کے نشانوں میں بدل دینے والی پتھروں کی رگوں سے پڑنے والی آگ کی طرح دھاوا بول چکا تھا۔

نظام دکن کا دیوان رکن الدولہ ابھی تک کسی کارروائی کی ابتدا نہیں کر سکا تھا دوسری جانب غازی خان اور ہیبت جنگ بھی منتظر تھے کہ وہ دشمن کے کس حصے پر ضرب لگانے کے لیے اپنا راستہ ہموار کریں۔

کہتے ہیں گولہ باری اور بندوقوں کی نشانہ بازی سے گزر کر دونوں لشکر ایک دوسرے پر تلواروں اور نیزوں سے دست بدست حملہ آور ہونے لگے تھے۔

انگریزوں نے اپنا پورا زور دیوان رکن الدولہ کے لشکر پر لگایا دیوان رکن الدولہ کو نہ جانے کیا ہوا اس نے کوئی خاص مزاحمت نہ کی جونہی انگریزوں نے اس پر ایک زوردار حملہ کیا دیوان رکن الدولہ کے پاؤں اکھڑ گئے شائد وہ اپنے پاؤں اکھاڑنے ہی کے انتظار میں بیٹھا تھا لہٰذا رکن الدولہ اپنے لشکر کو لے کر ایسا بھاگا کہ بہت پیچھے تک پسپائی اختیار کرتا چلا گیا اب انگریزوں کے لشکر کا وہ حصہ جو رکن الدولہ سے ٹکرایا تھا وہ فارغ تھا لہٰذا اس نے اس فراغت سے فائدہ اٹھانا چاہا اور سلطان حیدر علی کے اس حصے پر ضرب لگانے کے لیے پر تولنے لگا جس کی کمانداری محمد علی کر رہا تھا۔

لیکن غازی خان اور ہیبت جنگ دونوں بیدار فطرت کی طرح اس لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھے جس کے سامنے دیوان رکن الدولہ اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

جونہی رکن الدولہ پیچھے ہٹ گیا غازی خان نے ہیبت جنگ کے ساتھ اپنے کام کی ابتدا کی اور انگریزوں کے جس لشکر نے رکن الدولہ کو پسپا کیا تھا غازی خان اپنے لشکر کو لے کر انگریزوں کے اس لشکر کی طرف بڑھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے زمین کی آنکھ اور فلک کی بصارت نے دیکھا غازی خان اپنے لشکر کے ساتھ سروں پر تقدیر کے عمامے باندھ کر نبض فطرت پر ہاتھ رکھنے والے سرفروشوں، خاکساری و انکساری کا اعجاز کھڑا کرتے مجاہدوں رات کے سیل بے پناہ، ساحروں کے راز و نیاز کی طرح زمین کو اپنی کنیز آسمان کو اپنا غلام بنا دینے والے جانبازوں کی طرح حملہ کر دیا تھا یہ حملہ ایسا ہولناک ایسا زوردار تھا کہ غازی خان اور ہیبت جنگ دونوں نے جس جس سمت رخ کیا اندھیروں کو اجالوں کا لباس پہنا دینے والے زندہ دلوں کی یادوں کو تازہ کرتے چلے گئے تھے۔

نظام دکن کے دیوان رکن الدولہ کے اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہو جانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے ابتری ضرور پھیلی تھی لیکن حالات کو فی الفور غازی خان اور ہیبت جنگ نے سنبھال لیا تھا انگریزوں کے جس لشکر نے رکن الدولہ کو پیچھے ہٹانے کے بعد سلطان حیدر علی کے لشکر کے

دوسرے حصوں پر ضرب لگانے کا عزم کیا تھا اسے تو غازی خان اور ہیبت خاں نے بیکا
رکھ دیا تھا۔

اتنی دیر تک ایک اور تبدیلی نمودار ہوئی وہ یہ کہ ٹیپو سلطان نے بھی اپنے ساتھ ٹکرا
والے انگریزوں کو خاطر خواہ نقصان پہنچاتے ہوئے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا اس
بعد اس نے بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریزوں کے ہراول لشکر کو اپنا ہ
بنایا تھا۔

ٹیپو سلطان کا ہراول پر یہ حملہ انتہا درجہ کا خطرناک اور زوردار تھا جسے انگریزوں کا ہر
لشکر برداشت نہ کر سکا اور پیٹھ پھیر کے بھاگا اس کے پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے کے باعث
سلطان کے ہاتھ کافی سامان جنگ اور خوراک کا ذخیرہ بھی لگا۔

اب ٹیپو نے انگریزوں کے ہراول کو دباتے ہوئے آگے تک پیش قدمی کی اس پیش ق
کے نتیجے میں مزید فوائد کچھ اس طرح حاصل ہوئے کہ ٹیپو سلطان ہراول کو دھکیلتا ہوا پڑا
طرف چلا گیا تھا اور وہاں سے اسے ان گنت خیمے غلے کے تھیلے ضرورت کا سامان اس
اپنے لشکریوں کے لیے سمیٹا اور وہ سامان جسے وہ اپنے لیے بیکار سمجھتا تھا آگ لگا دی تھی۔

انگریزوں کے سالار اعلیٰ نے جب دیکھا کہ ٹیپو سلطان نے ان کے ہراول کو بے
نقصان پہنچایا ہے اور یہ کہ ان کا کافی مال سمیٹ لینے کے بعد پڑاؤ کے ایک حصے کو آگ
لگا دی ہے تب وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ لوٹا تا کہ اپنے ہراول لشکر کی تباہی کا ان
لے۔

اس کی اس کارروائی کو غازی خان اور ہیبت جنگ بھی دیکھ چکے تھے لہٰذا فی الفور انہ
نے اس لشکر پر ضرب لگانی بند کر دی جس نے رکن الدولہ کو پیچھے دھکیلا تھا اور انگریزوں
سالار پر انہوں نے ضرب لگا دی تھی تا کہ وہ آگے بڑھ کر ٹیپو سلطان کے لشکر کو نقصان
پہنچائے۔

اب انگریزوں کا وہ لشکر جس نے رکن الدولہ کو پیچھے دھکیلا تھا فارغ تھا غازی خان
ہیبت خان نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کی تعداد کافی کم کر دی تھی پھر بھی وہ کسی طرف حملہ
ہو کر پانسا پلٹ سکتے تھے۔

اس صورتحال کو حیدر علی نے بھانپ لیا لہٰذا حیدر علی اس لشکر پر حملہ آور ہو گیا اور انگریز
پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ انگریز پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔

اب انگریزوں پر ایک طرف سے غازی خان اور ہیبت جنگ دوسری طرف سے حم

نبری طرف سے ٹیپو سلطان چوتھی طرف سے خود سلطان حیدر علی نے ایسا دباؤ ڈالا ان پر ایسی
ضربیں لگائیں کہ اپنے آپ کو سنبھالا دینے کے لیے انگریز پیچھے ہٹ گئے تھے دوسری جانب
سلطان حیدر علی بھی اپنے سارے لشکر کو سمیٹتا ہوا دانم باڑی کے مقام پر جا کے پڑاؤ کر گیا تھا۔

نظام دکن کے دیوان رکن الدولہ کی طرف سے سلطان حیدر علی سخت برانگیختہ اور غضبناک
حالت میں تھا اور اس نے پڑاؤ کرنے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اس نے رکن
الدولہ کو اس کے لشکر سمیت اپنے پاس طلب کیا۔

جب رکن الدولہ سلطان حیدر علی کے سامنے پیش ہوا تو کچھ دیر تک حیدر علی بڑے غور سے
اسے دیکھتا رہا پھر حقارت و برہمی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا تمہاری نیت میں کوئی فساد تو نہیں کہ تم اور تمہارے ساتھی جنگ کے دوران قرار و
قول کی شمعیں روشن کرنے میں ناکام رہتے ہو۔

رکن الدولہ قادر قدوس تو میرا اللہ ہے وہی خطا بخش و خطا پوش ہے۔ دلوں کے بھید بھی
وہی جانتا ہے لیکن جو کچھ میں نے تمہاری کارگزاری کی صورت میں دیکھا ہے وہ انتہا درجہ کی
مایوس کن ہے یاد رکھنا ایک لشکری جو قوم و ملت کا درد رکھتا ہو تھکاوٹ سے بے جان و بے حس
اعضا تھکن سے چور چور ہونے کے باوجود اسرار و طلب کا متلاشی بن کر دشت عدم میں بھی کود
جاتا ہے۔ ملت کا درد رکھنے والا لشکری سیل بلاخیز کی طرح دشمن ایمان کے سامنے فتنہ گرد دوراں
بن کر آتا ہے سحر فن ریزہ گر کی طرح اس پر نزول کرتا ہے۔ جنگ کی دہکتی آگ میں تاریخ کو
اپنا خون دے کر قوم کی سطوت کے مقدس صحیفوں کی حفاظت کرتا چلا جاتا ہے۔

رکن الدولہ جس طرح کی جرات تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے دکھائی ایسی جرات سے
تو دشمن ہر آہنی بازو خون میں ڈبو دیتا ہے جس قسم کے تربیت یافتہ لشکری تمہارے ہیں ایسے
لشکری کے سامنے تو قوم کا ہر چاند چہرہ بے نور ہو جائے ہر دریچے کا مقدر تباہی بن جائے
جلوتیں خاموش خلوتیں ویران ہو جائیں کوئی بولنے والا کوئی دھڑکنے والا کوئی بڑھکنے والا کوئی
نعرہ زن ہونے والا نہ رہے۔

رکن الدولہ جس طرح کی کارگزاری کا مظاہرہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے کیا ہے اس
طرح کی کارگزاری میں تو شور جاں فروشاں بھی روتی ہواؤں کے نوحوں میں تبدیل ہو جاتا
ہے۔

رکن الدولہ تم جیسے لوگ آنسوؤں کے چراغ تو روشن کر سکتے ہیں معجزوں کے امین قوم کے
پاسبان ملت کے چوپان نہیں بن سکتے۔

یاد رکھنا ایک پرخلوص مجاہد اپنی قوم اپنی پلکوں کے سائے تلے جذبوں کی بھڑکتی آگ ب کسی اور ہی نظر کی فضاؤں کسی اور ہی دلیس کے سندیسوں کا امیر بن جاتا ہے جب وہ نعرہ ز ہو کر جنگ کی بھٹی گرم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یاد رکھنا گیت گاتی فضائیں اپنا آپ ہ ہوائیں بھی تال پر تھال کی طرح اس کے ساتھ بج اٹھتی ہیں۔

تم جیسے لشکری زمین کی تہیں تو نہیں کھنگال سکتے خواہشوں کے ان گنت رت جگے م کھڑے کر سکتے ہیں تم جیسے لشکری دل کی اندھیری لوحوں پر سراج از ہر و منیر تو روشن نہیں سکتے تاہم ساغر و مینا آنکھ و عارض کاکل و زلف رقص و خوشبو سے ضرور کھیل سکتے ہیں۔

رکن الدین ساحل وقت پر تیرے جیسے سپاہی تیغ تشد نہیں بن سکتے امنگوں کی بہتی جو غوطہ ضرور لگا لیتے ہیں رات کی تہہ داریوں کا اظہار نہیں کر سکتے کرم خوردہ ردی کے انبار ثابت ہو سکتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تکذیب کا سرِ مکتوم ضرور بن جاتے ہیں۔

رکن الدین تمہاری اور تمہارے لشکریوں کی کارگزاری دیکھتے ہوئے میں اس نتیجے پر ہوں کہ تم جیسے لوگ سر پھری ضدی اناؤں کے تعاقب میں خاموشی کے انت جان لیوا سفر کر سکتے ہاں قیامت کے مغنی بن سکتے ہیں ظلم و ستم کا خرمن ثابت ہو سکتے ہیں غلامانہ زنگ آ زنجیر بن سکتے ہیں انسانی تخلیق کی توہیں قوم کی طبقاتی تفریق اور ملت کی اندھی تقسیم کا باع ضرور بن سکتے ہیں۔“

اس قدر کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے حیدر علی رکا پھر وہ رکن الدین کو مخاطب کرتے ہو کہہ رہا تھا۔

”لگتا ہے تمہارے لشکری قسمت ہی کے ہارے ہوئے ہیں میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا تم سے الجھنا چاہتا ہوں نہ تمہاری مزید دل شکنی کرنا چاہتا ہوں میں تم سے یہی کہوں گا کہ یہی ہے کہ تم اپنے بہادر شیر دل اور جرات مند لشکریوں کے ساتھ نظام دکن کے پاس واپ چلے جاؤ کیونکہ مجھے ایسے لشکریوں کے شاندار کارناموں سے کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں ر بلکہ مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ تمہارے لشکریوں کی بزدلی ان کی سہل نگاری ان کی پسپائی کہیں میرے بہادر اور جرات مند لشکریوں کے اندر سرایت نہ کر جائے۔“

جب تک سلطان حیدر علی بولتا رہا رکن الدین گردن جھکائے سوچتا رہا اس نے سلطا سے عذر و معذرت کی کہ اسے واپس نظام دکن کے پاس نہ بھیجیں ساتھ ہی اس نے آئند ثابت قدم رہنے کا عہد کیا اور واپس جانے پر رضا مند نہ ہوا۔

بہر حال اس کے اس عزم کے پاس یہ طے پایا کہ جس جگہ سلطان حیدر علی نے اپنے لشکر

ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے وہ اس سے نصف کوس کے فاصلہ پر اپنے لشکر کا پڑاؤ کرے ساتھ سلطان حیدر علی نے یہ بھی تنبیہ کر دی کہ اس کے لشکر کا کوئی بھی آدمی سلطان کے لشکر میں آئے گا اور ضرورت کے موقع پر ہرکاروں کے ذریعے پیغام رسانی کا کام لیا جائے گا۔

دراصل رکن الدین پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت کام کر رہا تھا وہ شروع دن سے انگریزوں کا حامی تھا اور سلطان حیدر علی کے لشکر میں رہ کر بھی وہ انگریزوں ہی کی سودمندی منفعت کے لیے کام کرنا چاہتا تھا۔

انگریزوں نے اپنے لشکر کی طاقت وقوت بڑھانے کے لیے مدراس سے مزید کمک بلا لی طرح اپنے لشکر کی طاقت وقوت پہلے سے بھی زیادہ کرنے کے بعد انہوں نے دائم باڑی رخ کیا جہاں حیدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

سلطان حیدر علی کو جب انگریزوں کی پیش قدمی کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے سالاروں مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ کھلے اور سپاٹ میدانوں میں انگریزوں کا مقابلہ نہیں رنا چاہئے بلکہ کسی مناسب جگہ ان سے نبرد آزما ہونا چاہئے اس فیصلے کے بعد سلطان نے پنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور کاویری پٹن میں ایک ایسے مقام پر پڑاؤ کیا جس کے اطراف میں دلدلی زمین تھی اور وہاں کیچڑ اور پھسلن بہت تھی۔

وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد سلطان حیدر علی نے بڑی تیزی اور سرعت سے لشکر گاہ کے ساتھ چار خندقیں بھی کھدوا دیں اور ان کے اندر اپنی توپیں قائم کر کے اپنی تیاری کو آخری شکل دے دی۔

سلطان حیدر علی کے حکم پر رکن الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ خندقوں کے احاطہ سے باہر ہی پڑاؤ کر لیا تھا۔

انگریزوں کے سالار نے اپنے ایک کماندار کو تو دانم باڑی کے راستے پر متعین کیا اور خود وہ لشکر کا بڑا حصہ لے کر سلطان حیدر علی کے لشکر سے ایک کوس کے فاصلے پر ایک کوہستانی سلسلے کے دامن میں پڑاؤ کر گیا تھا۔

سلطان حیدر علی کے لشکر کے طلایہ گردستوں اور ہرکاروں نے انگریزوں کے لشکر کی نقل و حرکت سے آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا ساتھ ہی احاطے کے باہر سے رکن الدولہ کے سوار بھی اس راستہ کی نگرانی کرنے لگے تھے۔ جس راستہ پر آگے بڑھتے ہوئے انگریز سلطان حیدر علی کے لشکر پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔

جب رات گہری ہو گئی تو انگریز سالار نے حیدر علی کے لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا

اور اسی راستے پر اپنے لشکر کو آگے بڑھایا جس کی نگرانی رکن الدولہ اور اس کے لشکری کر رہے تھے یہاں بھی حالات ثابت کر رہے تھے کہ رکن الدولہ اور اس کے لشکری انگریزوں کے ساتھ مل چکے تھے۔

اس لیے کہ رکن الدولہ اور اس کے لشکریوں کو انگریزوں کے شب خون کی خبر ہو چکی تھی لہٰذا جونہی شب خون کی ابتدا کرنے کے لیے انگریزوں نے پیش قدمی کی علم ہونے کے باوجود رکن الدولہ نے انگریزوں کے شب خون کی خبر سلطان حیدر علی کو نہیں دی بلکہ خود بھی اپنے لشکر کو لے کر رکن الدولہ اس راستے سے کافی دور ہٹ گیا جس راستے کی وہ پہلے نگرانی کر رہا تھا اور جس پر ہوتے ہوئے انگریزوں نے سلطان حیدر علی کے لشکر پر شب خون مارنا تھا۔

انگریزوں کو جب راستہ کھلا ملا تو بلا مزاحمت سلطان حیدر علی کی لشکر گاہ کے قریب پہنچ گئے لیکن اپنے رہنماؤں اور ہرکاروں کی حماقت اور نادانی کی وجہ سے شب خون مارنے والے لشکری اس دلدلی زمین میں پھنس گئے جس کے اندر سلطان نے پڑاؤ کر رکھا تھا اور انگریزوں کی توپیں کیچڑ پانی میں بری طرح گڑ گئیں توپوں کو آگے لے جانا ناممکن ہو گیا۔

انگریز دلدل اور کیچڑ کی اسی مصیبت میں الجھے ہوئے تھے کہ رات ختم ہو گئی اور صبح کا سورج طلوع ہو گیا حالات بتاتے ہیں کہ سلطان حیدر علی کو انگریزوں کے اس شب خون کا علم ہو چکا تھا لیکن جس راستے پر انگریز دلدل سے بچ کر آگے بڑھ سکتے تھے اس راستے کی حیدر علی نے خود حفاظت کر رکھی تھی دلدل والی جگہ کو کھلا چھوڑ دیا تھا تا کہ انگریز اس سمت سے آ کر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں اور دلدل میں پھنس جائیں۔

جب سورج طلوع ہو گیا تو جو انگریز دلدل میں پھنسے ہوئے تھے سلطان کے لشکر نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا کام تمام کر دیا انگریزوں کی جو توپیں کیچڑ میں پھنس گئی تھیں ان کو بھی نکال کر ان پر قبضہ کر لیا گیا اور انگریزوں کا جس قدر لشکر بھی شب خون مارنے کے لیے آیا تھا اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا۔

کہتے ہیں نظام دکن کا دیوان رکن الدولہ اس رات درپردہ انگریزوں سے مل گیا تھا۔ اور اس نے سلطان حیدر علی کو یہ پیغام بھجوا دیا کہ وہ کمک لینے کے لیے نظام دکن کے پاس جا رہا ہے۔ اور کمک کا بہانہ کر کے وہ سلطان حیدر علی کا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا سلطان حیدر علی نے پہلے ہی انگریزوں کے ساتھ رکن الدولہ کی طرف داری کے متعلق سن رکھا تھا اب جبکہ اس نے اس شب خون کے بارے میں کوئی اطلاع سلطان کو نہ دی تو سلطان کو یقین ہو گیا کہ رکن الدولہ اپنے لشکر سمیت منحرف ہو کر انگریزوں سے مل گیا ہے۔

یوں رکن الدولہ سلطان کا ساتھ چھوڑ کر نظام دکن کی طرف چلا گیا انگریزوں کو بھی چونکہ ...آور ہونے میں جو نقصان ہوا تھا ان کے جو لشکر کا بڑا حصہ سلطان حیدر علی نے کاٹ دیا تھا ...ناکامی بھی ان کی شرمندگی کا باعث بنی وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کرتے ...ے ہٹ گئے تھے اب انگریز اپنے لشکر کی طاقت و قوت بڑھانے کے ساتھ ساتھ ارکاٹ ...حکمران سراج الدولہ اور نظام دکن کو اپنے ساتھ ملا کر سلطان حیدر علی پر کارگر ضرب لگانے ...تیاریاں کرنے لگے تھے۔

✿......✿

فسوں کی جواں رات بھاگتی جا رہی تھی شب کے پیار میں گم دودھیا اور چنبیلی سی چاندنی نرم تنفس ہر شے میں حلول کر گیا تھا بھاگتے لمحے اور ساعتیں گہری رات کی سیاہ خنکی میں گم گئے تھے چاروں طرف پھیلے بے کراں سناٹے ہواؤں کے وحشی بھاؤں کے سامنے اجاڑ چٹیل اور اداس ویرانوں کی صورت اختیار کر گئے تھے نکھری خاموشیاں کچھ ایسا منظر پیش کر رہی تھیں جیسے چار سو پھیلی صدائیں سنگریزوں اور زبانیں پتھر کی صورت اختیار کر گئی ہوں۔

گرونتی گزشتہ دو دن سے سخت بخار میں تپتی رہی تھی اس روز اس کا بخار اترا تھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی تاہم احتیاط کی خاطر دیول داس اور سبورن دونوں میاں بیوی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دم ہڑبڑاتے چونکتے ہوئے بدحواسی کے عالم میں گرونتی نیند سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھی وہ خوفزدہ گھبرائی ہوئی اور لا انتہا طرح کی اداس اور ملول تھی۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے دیول داس سبورن دونوں میاں بیوی انتہا درجہ کے پریشان ہو گئے تھے سبورن اپنی جگہ سے اٹھی گرونتی کی مسہری پر اس کے پیچھے بیٹھ گئی اس کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کا سر اپنی چھاتی سے لگایا اس کے جسم کو اپنی گود میں سمیٹ لیا پھر اس کے نرم و نازک سرخ گال کا بوسہ لیتے ہوئے کہنے لگی۔

''بٹیا کیا بات ہے ہم دونوں تیرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں پھر تو اس قدر خوفزدہ اور ڈری ماری فاختہ کی طرح اٹھ کر کیوں بیٹھ گئی تو نے کیا دیکھا کیا تو نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب سبورن خاموش ہوئی تب دیول داس نے بڑے پیار اور شفقت میں گرونتی کو مخاطب کیا۔

''بٹیا تو نے تو اس طرح ایک دم بیدار ہو کر ہم دونوں میاں بیوی کو بھی پریشان کر دیا ہے میری بیٹی اگر تو نے خواب دیکھا ہے تو وہ کیسا تھا تو نے کس قسم کا ڈراؤنا سپنا دیکھا ہے جس نے تیری یہ حالت کر دی ہے۔''

گرونتی نے کسی حد تک اپنے آپ کو سنبھالا پھر دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

لگی۔ ''بابا میں نے ایک ایسا ہولناک ڈراؤنا اور خوفزدہ کر دینے والا سپنا دیکھا ہے جو لگتا ہے میرے آنند کا انت کر دے گا میری پاگل نیشلی کا مناؤں کو راکھ میں تبدیل کر دے گا چشم خورشید کی ضو سرمئی شام کی شفق کو میرے لیے یادوں کے جگنو سا بنا کے رکھ دے گا۔''

اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑے پیار اور شفقت میں دیول داس نے گرونتی کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

''بٹیا ہم دونوں میاں بیوی تیرے پاس بیٹھے ہیں پھر تجھے اس قدر فکر مند اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے اور یہ تو کہو تم نے خواب کس قسم کا دیکھا کیسا خواب تھا جس نے تیرے جسم پر خوفزدہ کرنے والا لرزہ طاری کر دیا ہے۔''

گرونتی تھوڑی دیر تک خلاؤں میں کھوسی گئی تھی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''بابا یہ خواب میں نے امیر غازی خان سے متعلق دیکھا ہے۔''

اس موقع پر دیول داس اور سبورن نے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا یہاں تک کہ دیول داس نے پھر گرونتی کو مخاطب کیا۔

''بیٹی تم نے امیر غازی خان سے متعلق کیا دیکھا اس کی تفصیل تو کہہ تا کہ میں جانوں کونسا خواب ہے جس نے میری بیٹی کو اس قدر خوفزدہ کر دیا ہے۔''

گرونتی کچھ دیر خاموش رہ کر پھر کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

''بابا میں نے دیکھا امیر غازی خان اپنے گھوڑے پر سوار خلا میں ساکت کسی بے حرکت مجسمے کی طرح نمودار ہوئے میں انہیں دیکھ رہی تھی پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ حرکت میں آئے ایک ایسی جگہ آ کھڑے ہوئے جہاں کھلم کھلا وسیع دور حد نظر تک پھیلا ہوا گہرا سمندر تھا بابا اس سمندر کے بیچ میں لمبی خشکی تھی جس نے اس سمندر کو لگتا ہے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

بابا اپنے گھوڑے پر سوار امیر غازی خان اس سمندر کے کنارے آن کھڑے ہوئے اس سے مجھے ایسا لگا کہ مجھے پر لگ گئے ہوں اور میں امیر کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ فضاؤں میں پرواز کرتی اس سمندر کے کنارے امیر کے گھوڑے سے ذرا ہٹ کے کھڑی ہو گئی۔ جانتے ہو بابا اس کے بعد کیا ہوا اس کے بعد امیر غازی خان کے گھوڑے کے قریب ایک پر جمال پیکر لڑکی نمودار ہوئی خوبصورت و شیریں پیکر سے اجنبی مجرمانہ رقص کرتی ہوئی وہ امیر غازی خان کو قربت لب لذت لمس کی برہنہ ترغیب دینے لگی تھی۔

بابا میں یہ نہ برداشت کر سکی کہ کوئی لڑکی امیر کو اپنی طرف راغب کرے اسے چھین لے اسے اپنی ملکیت اپنی وراثت جان کر اس پر قبضہ کر لے لہٰذا میں آگے بڑھی اس لڑکی کے منہ پر لگاتار کئی طمانچے دے مارے۔

بابا اس صورتحال کا بڑا بھیانک نتیجہ نکلا اس لیے کہ جس وقت میں اس لڑکی کو مار رہی تھی اسی لمحہ امیر غازی خان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا بھاگتا ہوا سمندر میں کود گیا پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑے نے ڈبکی لگائی اور امیر سمیت گہرے پانی میں روپوش ہو گیا تھا۔

اس سے مجھ میں نہ جانے اتنی ہمت کہاں سے آ گئی کہ میں ہجر مسافتوں سی اندھی کالی موجوں کی پرواہ کیے بغیر بھاگتے ہوئے آگے بڑھی اور سمندر میں کود گئی۔

دوسرے لمحے میں نے اپنے آپ کو سمندر کے دونوں حصوں کے بیچ میں جو خشکی کا ٹکڑا تھا اس کے اوپر میں نے اپنے آپ کو پایا اس خشکی کے ٹکڑے کے دوسری طرف جو سمندر کا حصہ تھا اس کے پاس جو خشکی تھی وہاں ایک بار پھر میں نے امیر غازی خان کو اپنے گھوڑے پر سوار پایا اور وہ لڑکی جو امیر کو اپنے حسن اپنے جمال کی ترغیب دے رہی تھی وہ الاؤ کے شعلوں کی طرح رقص کرتی ہوئی کسی اپسرا کی طرح پھر امیر کے قریب نمودار ہوئی تھی اس لڑکی کو پھر امیر کے ساتھ دیکھتے ہوئے جو سمندروں کے بیچ کی اس خشکی پر کھڑے مجھے یوں لگا جیسے مجھ پر بدبختی کے کوہ گراں گر گئے ہوں میرے اور امیر غازی خان کے درمیان درد کی دیواریں اس لڑکی نے کھڑی کرنی شروع کر دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی خاموش ہو گئی تھی لامتناہی فضاؤں اور رقص کے لامحدود سمندر میں کھوسی گئی تھی اس سے شاید وہ خواب دیکھنے کے باعث اس کی چمکیلی جھیل آنکھوں سے نیند کی اکساہٹ جاتی رہی تھی۔ اس موقع پر دیول داس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بٹیا جو خواب تم نے سنایا ہے اس خواب سے کیا میں یہ اندازہ لگا لوں کہ تو امیر غازی خان کو پسند کرتی ہے انہیں ہی اپنے جیون کا ارتکاز اپنی آتما کا محور بنا چکی ہے۔"

دیول داس کے ان الفاظ پر گرونتی کی آنکھوں میں سانجھ کی سانولی سلونی مہین کرنیں نمودار ہوئی تھیں چہرے کے جھلملاتے روپ پر شرمیلی موہوم مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی جیسے مشکل دردناک سموں سے نکل کر برکتوں اور آسودگیوں کی منتظر اس کی آتما جاگ اٹھی تھی۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے دیول داس کے ان الفاظ کی وجہ سے وہ سوئی یادوں سی اداس ہو گئی

ے بعد کھوئے ہوئے انداز میں وہ دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا بارش سے بچنے کے لیے بے شک کوئی آدمی کہیں بھی چھپ کر بیٹھا رہے پر برستی ے باعث چھتوں پر بوندوں کی ٹپ ٹپ اور کھڑکیوں پر ہوتی رم جھم اس کی موجودگی کا ردرد دے دیتی ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بڑے اداس اور ملول سے انداز میں کچھ دیر تک گرونتی نے خاموشی رکھے رکھی اس کے بعد بڑے اداس اور انتہائی دکھ بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

بابا محبت نیلگوں وسعتوں میں سرنگوں اور متحمل کر دینے والا ایک جذبہ ہے اور اس ے کو میں کھوئے پرندوں کی صدا، کارگاہوں کے دھوئیں، وقت کے گمشدہ ساحلوں پر بھٹکتی داں موجوں اور کھو جانے والے شفق رنگوں کی طرح فراموش کرتی رہی۔

بابا میں شروع دن سے ہی امیر غازی خان کو چاہنے لگی تھی ان سے محبت کرنے لگی تھی لیکن جان بوجھ کر اس محبت کو ہمدردی اور دردمندی کا لبادہ پہنا کر خاموش پڑی رہی میں جانتی کہ محبت کرب آفرینش کی صداؤں میں نقش ماوراء اور نوائے راز جیسی ہے پر میں اسے ترسے بہہ جانے والے آنسوؤں بہکی دھڑکنوں بھیگی بھیگی باتوں کو نظرانداز کرتی رہی۔

بابا مجھے یقیناً وہ دبیز سیاہیوں میں صبح کی کرن کی مانند ہے پر میں اسے بھورے ساحلوں لیلے ذائقوں گناہ کی سرزمینوں میں ندامت بھرے تلخ قصوں اور جنوں کے صحرا کی طرح اہمیت ہی خیال کرتی رہی۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ میری محبت میری خرد کی وادیوں میں سلگتے سسکتے الاؤ اور اگر خوبصورت سپنوں کی طرح حلول کرتی گئی دوریوں کے خوابوں میں وقت کی سرمئی داں کی طرح میرے دل پر اثر کرتی رہی میری حزیں نگاہوں میں انجانی بیچارگی بن کر رقص نے لگی سرما کی شرمیلی دھوپ کی طرح میری یقین کی قوتوں میں ایک ہلچل برپا کرنے لگی اسے نظرانداز کرتی رہی اسے فراموش کرتی رہی پر یہ اندر ہی اندر میری تمناؤں کے آنگن امیرے دل کا خون کرتی رہی ان گنت زمانوں کا بگولہ بن کر میری محبت میرے دل کے خانے پہ لگے بے دھیانی کے قفل کھولتی رہی یقین کی بے پناہ قوت استغراق کا اندھیاؤ راقت کی عیاں ہوتی طاقت کی طرح میرے جسم کے اندر نہ رکنے والی تبدیلی پیدا کرتی رہی ئی سالوں سے نہ رکنے والے سفر کی طرح محبت میری روح میری آتما کے اندر انوکھے لاب کی بشارتوں کو جنم دیتی رہی۔"

یہاں تک کہتے کہتے گرونتی کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے آ گئے تھے

جنہیں اس نے صاف کرلیا پھر لرزتی کانپتی روتی ہوئی آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔

"بابا میں آپ دونوں کے سامنے آج تسلیم کرتی ہوں کہ میں امیر غازی خان سے بے پناہ محبت کرتی ہوں پہلے میں اپنے ان جذبوں کو چھپاتی رہی جان بوجھ کر اپنے آپ کو ان سے دور رکھتی رہی لیکن اب میں خیال کرتی ہوں کہ میں ایک لمحہ بھی ان سے دور نہیں رہ سکتی بابا اگر مجھے ان کی محبت مل جائے تو میری زندگی کے سارے کرودھ اور بوجھ امن اور مسرت کے گیتوں میں بدل جائیں۔ آنسوؤں سے تر میری زندگی مسرت و شادمانی کا سرچشمہ بن جائے آتما میں بکھری راکھ سونا الم کے مضراب شبنم کے گوہر اور میرے ماضی کے تلخ ایام صبح کی نشیلی سحر میں تبدیل ہو کر رہ جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب گرونتی خاموش ہوئی تو دیول داس تھوڑی دیر تک بڑے دکھ بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر ہمدردی اور شفقت بھرے انداز میں گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"گرونتی میری بیٹی تو نے بہت برا کیا تیرے من میں جو محبت کا الاؤ تھا تو اسے ڈھانپنے کی کوشش کرتی رہی تیرے تن کے اندر پریم کی جو مشعلیں روشن ہو چکی تھیں تم نے انہیں جان بوجھ کر پس دیوار کرنے کی کوشش کی ایسا کر کے میری بٹیا تو نے اپنی آتما اپنی جان پر بے حد ظلم کیا۔

میں سمجھتا ہوں جس وقت جذبات سے مغلوب ہو کر امیر غازی خان نے بڑے پیار سے تمہارے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے تھے اسی دن سے ہی تمہیں انتہائی سپردگی کے انداز میں اپنے آپ کو غازی خان کے حوالے کر دینا چاہیے تھا اس پر عیاں کر دینا چاہیے تھا کہ تم انہیں چاہتی ہو ان کو پسند کرتی ہو انہیں اپنے جیون کا ساتھی چن چکی ہو۔

پر ہائے افسوس میری بیٹی تم نے غازی خان کو جھڑک دیا اس کی اہانت کی اگر تو نے ایسا نہ کیا ہوتا تو اب تک وہ میرے نزدیک آ چکا ہوتا تجھ سے بے پناہ محبت کر چکا ہوتا لیکن تو نے اس کی اہانت کر کے اسے اپنی ذات سے دور کر دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ تمہیں نظر انداز کرنے لگا اپنی حویلی میں تمہیں کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا تھا بلکہ تمہاری نسبت سوسا اور شولیر کی وہ زیادہ قدر کرنے لگا تھا یہ سب تمہارے رویے کی وجہ سے تھا۔

بیٹی تو نے خود اپنی ذات کے راستوں پر کانٹے اور خار پھیلانے کی کوشش کی اب میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں غازی خان نے اپنے لیے کسی لڑکی کا انتخاب ہی نہ کر لیا ہو۔"

دیول داس کے ان الفاظ پر گرونتی بدک اٹھی تھی چونک اٹھنے کے انداز میں کہنے لگی۔

"نہیں بابا ایسا نہیں ہو سکتا مجھے نظر انداز کر کے امیر غازی خان کسی اور لڑکی کو زندگی کا ...نہیں بنا سکتے میں ان پر ثابت کروں گی کہ ان سے محبت کرنے والی میں پہلی لڑکی ہوں ...انہیں یقین دلانے کی کوشش کروں گی کہ جب سے میری ان کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی ...اسی دن سے میں نے انہیں اپنے من کے مندر میں ایک دیوتا کی حیثیت سے بسا لیا تھا ...انہیں اعتماد میں لیتے ہوئے کہوں گی کہ شروع سے ہی میرا من ان کے من اور میرا تن ان ...تن کی پکار بن گیا تھا بابا امیر غازی خان اس وقت نہ جانے کہاں ہوں گے کس حال میں ...گے خدا کرے وہ خیریت سے ہوں بابا جو میں نے خواب دیکھا ہے اس خواب نے نہ ...رف مجھے غازی خان سے اپنی محبت کو عیاں کرنے پر مجبور کر دیا ہے بلکہ میں امیر سے متعلق ...بہت زیادہ فکر مند ہو گئی ہوں اب ان کی خیریت میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن ...کے رہ گئی ہے۔

بابا اگر انہوں نے مجھے نظر انداز کرتے ہوئے کسی اور لڑکی کی طرف رغبت کرنے کی کوشش ...کی تو یہ میرے لیے ناقابل برداشت ہو گا یا وہ وقت میری زندگی کا آخری لمحہ ہو گا۔ بابا وہ ...جانے کب آئیں گے پر ان کی آمد سے پہلے پہلے میں ایک کام کرنے کا تہیہ کر چکی ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی رکی پھر دوبارہ کہہ رہی تھی۔

"اب امیر کے بغیر رہنا میرے لیے مشکل ہو جائے گا۔ میرا دل کرتا ہے کہ ابھی امیر کے ...پاس جا کر اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگ لوں۔" جواب میں سیورن اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"دیکھو امیر غازی خان کو آنے دو سب سے پہلے میں اور تمہارے بابا اس سلسلے میں امیر ...سے بات کریں گے مجھے امید ہے کہ ہم امیر کو اس بات پر راضی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ وہ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیں اس دوران تم کوئی غلط قدم مت اٹھانا۔"

سیورن جب خاموش ہوئی تب گرونتی نے کسی قدر پرسکون انداز میں کہنا شروع کیا۔

"اماں مجھے امیر کی ضرورت ہے میں ان کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہوں ان کی خدمت کرنا چاہتی ہوں ایک باندی اور دیوداسی کی حیثیت سے اپنا سارا جیون ان کے قدموں میں بتا دینا چاہتی ہوں پھر میں کیسے کوئی غلط اقدام اٹھا سکتی ہوں اب ان کی آمد سے پہلے پہلے جو میں کام کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ میں اسلام قبول کر لوں گی اس طرح مجھے امید ہے کہ میں امیر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ اماں اگر امیر کی محبت مجھے نہ ملی تو پھر شاید گرونتی زندہ نہ رہ سکے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی لحہ بھر کے لیے رکی اس کے بعد سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"اماں اب میں سوسا اور شولیر کی بھی منت کروں گی کہ وہ حویلی کے کام کاج نہ کیا کریں ساری حویلی کی صفائی ستھرائی اور حویلی کے سارے کام کاج میں خود کیا کروں گی حویلی کو قفل کر چابی میں اپنے پاس رکھوں گی اماں یہ خواب دیکھنے کے بعد جب امیر کے ساتھ میری محبت بالکل عیاں اور نمایاں ہو کر رہ گئی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ مجھ سے بڑھ کر امیر پر اپنا حق جمانے والی کوئی اور لڑکی ہو ہی نہیں سکتی ایک دفعہ امیر جنگ سے واپس آ جائیں تو میں ان کے قدموں میں گر کر بھی ماضی کے لیے سارے ناروا رویوں اور سلوک کی معافی مانگ لوں گی بڑے فراخ دل اور رحم دل ہیں مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ضرور معاف کر دیں گے۔"

گرونتی جب خاموش ہوئی تب دیول داس انتہائی شفقت اور محبت میں گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"گرونتی میری بیٹی تمہیں زیادہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے خداوند چاہا تو امیر غازی خان جنگ کے دوران بالکل خیریت اور عافیت میں ہوگا میدان کی طرف سے سرنگا پٹم میں ہرکارے طلایہ گر اور مخبر آتے جاتے رہتے ہیں میں کل صبح ہی مستقر کی طرف جاؤں گا اور وہاں سے امیر غازی خان کی خیریت دریافت کرنے کی کوشش کروں گا۔"

گرونتی نے بڑی ممنونیت سے دیول داس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"بابا اگر آپ ایسا کریں تو یہ آپ کا مجھ پر بڑا احسان ہوگا۔"

آگے بڑھتے ہوئے دیول داس نے پیار سے ہلکی سی ایک چپت گرونتی کے سرخ گلاب گال پر لگائی پھر کہنے لگا۔

"بیٹی اپنے باپ سے اس قسم کی گفتگو نہیں کرتی ہم دونوں تیرے لیے ماں باپ کی حیثیت رکھتے ہیں تو ہمارے لیے بیٹی ہے پھر تجھے اس کام کے لیے میرا ممنون اور شکر گزار ہونے کی کیا ضرورت ہے یہ کام تمہارے حوالے سے مجھ پر فرض بنتا ہے۔"

دیول داس کی ان باتوں سے گرونتی خوش ہو گئی تھی اس موقع پر سبورن نے گرونتی کو مخاطب کیا۔

"دیکھ میری بچی اب رات کافی جا چکی ہے تجھے آرام اور سکون کی ضرورت ہے اس خواب نے تجھے ذہنی طور پر پراگندہ کر دیا ہے اب اپنے ذہن سے سارے وسوسات اور بد اعتمادیاں نکال کر سو جاؤ۔"

سبورن جب خاموش ہوئی تو دیول داس نے ہاتھ آگے بڑھا کر گرونتی کا بازو اپنے ہاتھ میں لیا پھر کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بیٹی اب تیرا بخار بھی اتر چکا ہے اب تم زیادہ سوچوں میں نہ رہنا ذہن کو خالی کر کے سو جانا۔"

گرونتی چپ چاپ اپنی مسہری پر دراز ہو گئی پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ دونوں بھی جا کے اپنے کمرے میں آرام کریں آپ میرے پاس بیٹھ کر جاگ رہے ہیں آپ دونوں کو مجھ سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔"

اس کے ساتھ ہی دیول داس اور سبورن اٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلے گئے تھے گرونتی نے بھی نیند سے ہم آغوش ہونے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

✿......✿

سلطان حیدر علی کے خلاف انگریزوں کے ناکام شب خون کے بعد اور سلطان کے خلاف کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے انگریز سالار اپنے لشکر کو لے کر شرمندگی اور خجالت کا بوجھ اٹھاتا ہوا واپس چلا گیا تھا نظام دکن کا دیوان رکن الدولہ بھی اپنے لشکر کو لے کر نظام دکن کی خدمت میں حاضر ہوا۔

وہاں جا کر رکن الدولہ نے نظام دکن میر نظام علی خان کو انگریزوں سے مصالحت پر آمادہ کرنا شروع کر دیا اور اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب بھی ہوا جس کے نتیجے میں نظام دکن نے انگریزوں کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا اس طرح دیوان رکن الدولہ کی ہوتے نظام دکن اور انگریزوں کے درمیان مصالحت کے لیے کوشش شروع ہو گئی جو بار آور ہونا شروع ہو چکی تھی۔

ادھر واپس جاتے ہوئے انگریزوں کو ایک اور سازش سوجھی اپنے لشکر کے ساتھ انگریز سالار آمبور گڑھ کے مقام پر رکا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا اس نے یہ سوچا کہ سلطان حیدر علی جب سنے گا کہ انگریز لشکر واپس چلا گیا ہے تو وہ سرنگا پٹم جانے کے لیے آمبور گڑھ کے پاس سے ہی گزرے گا اور جب وہ ایسا کرے گا تو انگریز اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اپنی گزشتہ شرمندگیوں اور خجالت کے داغ دھونے کی کوشش کریں گے یوں اس طرح انگریز لشکر نے سلطان حیدر علی کے سرنگا پٹم جانے کے لیے ناکہ بندی کر دی تھی۔

سلطان حیدر علی کے لیے یہ انتہائی نازک اور خطرناک وقت تھا نظام دکن کا دیوان رکن

الدولہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس جا چکا تھا اس طرح انگریزوں کے مقابلے میں سلطان حیدر علی کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم ہو چکی تھی اور پھر سب سے بڑا مسئلہ یہ کہ انگریزوں نے ناکہ بندی کر کے واپسی کا راستہ بند کر دیا تھا۔

سلطان حیدر علی ابھی انہی پریشانیوں اور تفکرات میں گھرا ہوا تھا کہ اسی اثنا میں اس کے مخبر طلایہ گر اور نقیب یہ خبریں بھی لے کے آئے کہ نظام دکن اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر کے انگریزوں کے لشکر کے قریب جا کے خیمہ زن ہوا ہے اور اس نے اپنے نمائندوں کے ذریعے انگریزوں سے گفتگو کا سلسلہ تیز کر دیا ہے یہ بھی خبریں ملیں کہ دیوان رکن الدولہ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے پاس گیا ہوا ہے اس طرح یہ خبریں پھیلنے لگی تھیں کہ نظام دکن انگریزوں اور سراج الدولہ کے ساتھ مل کر یقیناً سلطان حیدر علی کے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کرے گا اب سلطان حیدر علی کو یقین ہو گیا تھا کہ دیوان رکن الدولہ جیسے گرگ باراں دیدہ نے حسب توقع دامن فریب بچھا کر سخت آزمائش اور فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے ان پریشان کن حالات کے باوجود سلطان نے ہمت نہیں ہاری اور بقول دانشمندوں کے سائبان ہمت کو کسی کے زور بازو پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے دیکھو آسمان کا بلند خیمہ بھی بغیر کسی ستون چوب کے کھڑا ہے اسی مقولے پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے لشکریوں کی ہمت اور جوان مردی پر اعتماد کرتے ہوئے سلطان حیدر علی اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مستقل مزاجی سے ڈٹا رہا۔

سلطان حیدر علی بہر حال بدلتے ہوئے حالات پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا اسی دوران ایک اور بری خبر آئی کہ نظام دکن نے اپنے کچھ علاقے جو اس کے زیر انتظام ہوا کرتے تھے وہ انگریزوں کے نام واگزار کر دیئے اور انہیں یہ اجازت دے دی کہ وہ حسب ضرورت ان علاقوں سے لشکر بھرتی کریں اور وہاں کی آمدنی کے حاصل سے اپنے لشکر میں اضافہ کر کے نظام دکن کی مدد کا سامان کریں اس بے شرم اور بے حمیت مصالحت کے بعد غیر ذمہ دار نظام دکن حیدر علی کو اطلاع دیئے بغیر حیدر آباد لوٹ گیا حالانکہ انگریزوں اور ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے خلاف اس نے سلطان حیدر علی کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کیا تھا اور انگریزوں کے خلاف متحد اور باہم متفق رہتے ہوئے ضرب لگانے کا پکا عہد کیا تھا لیکن ان سارے وعدوں اور عہد کو توڑتے ہوئے نظام دکن واپس حیدر آباد چلا گیا۔

اب انگریزوں کو ایک طرح سے آسودگی اور یکسوئی حاصل ہو گئی تھی پہلے وہ فکر مند تھے کہ انہیں بیک وقت حیدر علی اور نظام دکن دونوں کے متحدہ لشکر کے خلاف حرکت میں آنا پڑے گا اور وہ متفکر اور پریشانی میں تھے کہ اگر انہیں ان دونوں قوتوں کے خلاف کہیں بھی شکست ہوئی

ران کے قدم اکھڑ گئے وہ کہیں بھی قدم جما کر سلطان حیدر علی اور نظام دکن کی متحدہ قوت کا ابلہ نہ کر سکیں گے۔

اب نظام دکن کو حیدر علی سے علیحدہ کرنے اور انہیں ساتھ ملانے کے بعد انگریزوں نے ام دکن سے مشورہ کیا پھر انہوں نے سلطان حیدر علی پر ضرب لگانے کے لیے کرناٹک اور گھاٹ کی تسخیر کا ارادہ کر لیا۔

اپنے ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انگریزوں نے سراج الدولہ کے ایک ے بڑے لشکر کو ساتھ ملایا اور پھر آبنور گڑھ سے کوچ کرنے کے بعد انہوں نے سلطان در علی کے علاقوں پر ضرب لگانے کے لیے پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

سلطان حیدر علی اور اس کے سالار بھی بدلتے حالات کا بڑی گہرائی بڑے غور سے جائزہ لے رہے تھے انگریزوں نے سراج الدولہ کے ساتھ جب آبنور گڑھ سے سلطان کے علاقوں طرف پیش قدمی شروع کی تب سلطان نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ انگریزوں کا کھلے میدانوں میں مقابلہ کرنے کے بجائے ان کے ساتھ چھاپہ مار جنگوں کی ابتدا کر کے انہیں جگہ جگہ شکست سے دوچار کر کے واپس جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

چنانچہ اپنی اس تجویز اور اپنے سالاروں کے ساتھ طے شدہ منصوبے پر عمل کرنے کے لیے لطان نے لشکر کے بھاری ساز و سامان توپ خانے اور دیگر غیر ضروری سامان کو ناگری درگ کی طرف روانہ کر دیا اور اپنے ساتھ باقی لشکریوں کے ساتھ اپنا پڑاؤ تبدیل کیا اور انگریزوں کے ساتھ چھاپا مار جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے سلطان نے اس جنگ کے ماہر مختلف دستوں کو ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔

اسی دوران سلطان حیدر علی کے ہرکاروں اور مخبروں نے ایک اچھی خبر بھی پہنچائی وہ یہ کہ انگریزوں نے اپنے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ علیحدہ کر کے آس پاس کے چھوٹے شہروں اور بستیوں پر حملہ آور ہو کر وہاں سے لشکر کے لیے ضرورت کا سامان اور مویشی حاصل کرنے کے لیے مقرر کیا تھا مخبروں نے یہ خبر دی کہ انگریزوں کا یہ لشکر بے شمار مویشیوں کو ہانکتا ہوا اور تلف بستیوں اور شہروں کو لوٹنے کے بعد ضروریات کا بے شمار سامان لیے انگریزوں کے بڑے لشکر سے ملنے کی خاطر چنگم گھاٹ کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔

یہ خبر سن کر سلطان حیدر علی اور اس کے سالاروں کی خوشی اور اطمینان کی کوئی انتہا نہ رہی ایسا لگتا تھا جیسے انہیں اسی خبر کا انتظار تھا اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ چنگم گھاٹ کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

راستے ہی میں سلطان نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنی سرکردگی م
رکھا اپنے ساتھ ہیبت جنگ ٹیپو سلطان اور کچھ دوسرے سالاروں کو شامل کیا لشکر کا دوسرا ح
غازی خان اور محمد علی کی سرکردگی میں دیا گیا ان کے ماتحت بھی کچھ دوسرے سالار کر دیئے
اور طے یہ پایا کہ انگریزوں کے جس لشکر کے پاس بے شمار لوٹ مار کا سامان ہے اور جس
چنگم گھاٹ کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے اس کے ایک طرف سے حیدر علی ٹیپو سلطان اور ہیبت
جنگ حملہ آور ہوں گے جبکہ دوسری طرف سے غازی خان اور محمد علی ان پر ضرب لگائیں
یہ فیصلہ ہونے کے بعد لشکر بڑی تیزی سے چنگم گھاٹ کا رخ کر رہا تھا۔

وقت کی آنکھ نے دیکھا حملے کی ابتدا پر پرچھائیوں سے لپٹتے خونی ہیولوں شاخ طلب
رقص کرتی انتقامی خواہشوں بدن کی رگوں میں زہر سانسوں کے سنگیت میں کرودھ بھر د
والی جگر دوز سعی اور آفاق گیر حوصلوں کی بیداری و یکجہتی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جبکہ اسی لحمہ دوسرے پہلو پر غازی خان اور محمد علی بھی گہرے اندھیروں کی ویران شب
ہر تمنا کو لہو لہو کرتی اذیت بھری فطرت کی جوالا فرسودہ نظام کے حلقہ بسمل میں سیلاب کے
روک ریلوں خوابوں کے سبز موسموں میں نہ تھمنے والے شور سلاسل اور ماضی کی یادوں
بکھری ہوس کی تمناؤں پر آتش وحشت کی جست و خیز کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

حیدر علی ٹیپو سلطان ہیبت جنگ غازی خان اور محمد علی کے حملوں میں احساس کی ندامت
کی رفعت جذبوں کی صداقت سی شادابی الفت کی پاکیزہ کلیوں محبت و وفا کی کھیتی خوشی
سرگرداں لمحوں جیسی ذوفشاں صبح جیسی خوش فکری حوصلوں کی تازگی اور تقدیر کے صدق و
جیسی بے باکانہ پیش قدمی تھی۔ جدھر جدھر بھی انگریزوں کے لشکر میں مسلمان لشکری رخ
تے ادھر ادھر احسان نا آشنا اور نظر فریب روایات کی طرح دشمن کے اندر گھستے چلے گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد انگریزوں کے لشکر کی حالت ذہن و دل کا رابطہ کر
زنگ آلود وعدوں بے ہوا صحرا کی وسعتوں میں قبر کی تنگی کے منظر زیست کے آخری لمحوں
ادھوری خواہشوں اور سر راہگور اٹھتے بگولوں میں روتے گلوں بین کرتی کلیوں سے بھی زیاد
بدتر اور شرمناک ہونا شروع ہو چکی تھی۔

ایک طرف سے حیدر علی ٹیپو سلطان اور ہیبت جنگ جبکہ دوسری جانب سے غازی خان او
محمد علی نے انگریزوں کے اس لشکر کے بڑے حصے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اور وہ سارا قیمتی سامان
اور مال و متاع جسے انگریزوں کا وہ لشکر اپنے سالار اعلیٰ کی طرف لے جا رہا تھا وہ سارا
سلطان نے اپنے قبضے میں لے لیا انگریزوں کے لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد سلطان نے

شکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کر لیا تھا دوسری جانب جب انگریزوں کو خبر ہوئی کہ ان کے لشکر
ں بڑے حصے کو سلطان حیدر علی نے حملہ آور ہو کر تباہ کر دیا ہے اور جس قدر ساز و سامان
کے پاس تھا اسے چھین لیا تب انگریزوں کے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی انہوں نے
ن حیدر علی کے علاقوں کی طرف پیش قدمی روک دی اور جہاں وہ سفر کر رہے تھے وہیں
ر لیا حالات کی پوری اطلاع انہوں نے مدراس کر دی اور مدراس سے انہوں نے مزید
ور رسد کا سامان منگوانے کے لیے قاصد روانہ کر دیئے تھے۔

ب سلطان حیدر علی نے ایک طرح سے انگریزوں اور سراج الدولہ کے لشکریوں کے
چھاپا مار جنگ کی ابتدا کر دی تھی اپنے لشکر کو سلطان مختلف سالاروں کی سرکردگی میں تقسیم
ے مختلف جہتوں سے انگریزوں اور سراج الدولہ کے لشکروں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں
ناہ نقصان پہنچانے کے بعد سارے لشکری واپس اپنے پڑاؤ میں واپس آ جاتے تھے اس
دن بدن انگریزوں کے لشکر کا نقصان ہونے لگا تھا اور انگریز جنگ سے جی چرانے لگے
ازشی انگریزوں نے جنگ کا پانسہ پلٹنے کے لیے ایک سے زائد محاذ کھول دیئے تھے۔

جس کے نتیجے میں حیدر علی کو تین بری خبریں ملیں اول یہ کہ انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر
کے سامان کے ساتھ حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا دوسری خبر جو
ا حوصلہ شکن تھی وہ یہ تھی کہ انگریزوں کا ایک لشکر سمندر میں سفر کرتے ہوئے بمبئی کے
ے سلطان حیدر علی کے علاقوں میں داخل ہوا اور سلطان حیدر علی کے ایک سرحدی شہر
یال بندر کو فتح کر لیا اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں غارتگری اور ترک تاز لوٹ مار
ا کر دی یہ خبر جب سلطان حیدر علی کو اس کے مخبروں نے بتائی تو اس وقت سلطان حیدر علی
ر مند ہوا۔

ابھی یہ خبر پہنچی ہی تھی اور سلطان حیدر علی اس کا سدباب کرنا ہی چاہتا تھا کہ ایک اور بری
لی۔

لا یہ کہ کچھ مخبروں نے آ کے سلطان حیدر علی کو اطلاع دی کہ انگریزوں کا ایک اور لشکر ترچنا
کے راستے پیش قدمی کرتا ہوا کولی نور، کالی کٹ اور نکھر نگر کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اور
علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

یہ دونوں اطلاعات انتہائی حوصلہ شکن تھیں اب انگریز ایک طرف سے سراج الدولہ کو اپنے
تھ ملا کر سلطان حیدر علی کے لیے تین محاذ کھولنا چاہتے تھے ایک محاذ پہلے ہی حیدر علی کیے
جو کھلا تھا دوسرا محاذ مغرب کی سمت سے تھا اور تیسرا محاذ جنوبی طرف سے تھا اس طرح

مختلف سمتوں سے حملہ آور ہو کر انگریز سلطان حیدر علی کی طاقت اور قوت کو تقسیم کر کے ا
کمزور کرنا چاہتے تھے اور ایسا کرنے کے بعد وہ سلطان کے علاقوں میں بآسانی یلغار
تر کتاز کرنے کے خواہاں تھے۔

یہ خبریں ملنے کے لیے سلطان حیدر علی نے جو سب سے پہلے کام کیا وہ یہ کہ اپنے لشکر
ایک حصہ اس نے علیحدہ کیا اسے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کی کمانداری میں دیا اور اسے انگریز
کے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا جو بمبئی کے راستے آ کر قلعہ کوڑیال بندر پر قا
ہو گیا تھا۔ اور اب اس کے گردونواح میں سلطان حیدر علی کے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار
کر دیا تھا۔

ایک اور لشکر سلطان حیدر علی نے ہیبت جنگ کی کمانداری میں دیا۔ اور اسے جنوب
طرف انگریزوں کے اسی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا جو ترچنا پلی کے راستے جن
کی طرف شمال کی طرف یلغار کرتے ہوئے سلطان کے علاقوں میں داخل ہو کر اپنے لیے
حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ٹیپو سلطان جب بڑی برق رفتاری سے کوچ پر کوچ کرتا ہوا کوڑیال بندر پہنچا تو پتہ چلا
انگریزوں نے کوڑیال بندر پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی حالت کو خوب مضبوط اور مستحکم
ہے قلعہ کے اندر بھی ایک لشکر حفاظت کے لیے رکھا ہے۔ اور قلعہ سے باہر دور دور تک خند
اور گڑھے کھود کر ان کے اندر توپیں نصب کر کے وہاں تیر اندازوں کو اور دوسرے ہتھیار
سے لیس اپنے لشکریوں کو بٹھا دیا ہے تاکہ جونہی سلطان حیدر علی کا کوئی لشکر اس سمت آ
ایک دم گھات سے نکل کر اس پر حملہ کیا جائے اور اسے بھاگ جانے پر مجبور کیا جائے۔

ٹیپو سلطان نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی ساری تفصیل تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے
نے سلطان حیدر علی کو روانہ کر دی سلطان حیدر علی اس وقت محمد علی اور غازی خان کے سا
اپنے پڑاؤ کرنے والے انگریزوں کے بہت بڑے لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور یہ بھی خبر
پہنچ رہی تھیں کہ انگریزوں کا ایک اور بڑا لشکر پہلے لشکر سے ملنے کے لیے مدراس سے کوچ
چکا ہے۔

ٹیپو سلطان کے جب قاصد پہنچے تو اس سلسلے میں سلطان نے محمد علی اور غازی خان
مشورہ کیا اس مشورے کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ محمد علی اور غازی خان دونوں اپنے لشکر
ساتھ انگریزوں کے سامنے ڈٹے رہیں گے۔ اور ان کے ساتھ چھاپا مار جنگوں کا سلسلہ جار
رکھیں گے جبکہ خود سلطان حیدر علی لشکر کے ایک حصے کو لے کر ٹیپو سلطان کی مدد کے لیے کوڑیا

ج کرے گا یہ فیصلہ ہونے کے بعد ہی سلطان حیدر علی نے وقت ضائع نہیں کیا اپنے
لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے ٹیپو سلطان کی طرف بڑھا تھا۔

کوچ سے پہلے سلطان حیدر علی نے اپنے آگے آگے کچھ قاصد روانہ کیے اور راستے
قدر اس کے والی پڑتے تھے انہیں حکم دیا کہ کم از کم بیس ہزار جوان تیار کریں جنہیں
معاوضہ دیا جائے گا اور ساتھ ہی آبنوس کی لکڑیوں کی مصنوعی بندوقیں بھی تیار کریں اور
نگوں کے علم بھی اس کے آنے تک سلوا کے رکھیں۔

ساری کارروائی کرنے کے بعد سلطان نے بڑی تیزی سے سفر کیا راستے میں اسے بیس
ان اس کی خواہش کے مطابق مل گئے لیکن آدمی مہیا کرنے والوں نے اس پر انکشاف
وہ جوان جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتے۔

پر مسکراتے ہوئے سلطان حیدر علی نے انہیں ٹال دیا کہ اسے جنگ کا تجربہ رکھنے
کی ضرورت ہی نہیں ہے ساتھ ہی آبنوس کی جو مصنوعی بندوقیں تھیں وہ ان بیس ہزار
ں کو تھما دی گئیں انہوں نے سفید سیاہ سرخ اور زرد رنگ کے بے شمار پرچم بھی حیدر علی
پر سلوا کر تیار کر لئے تھے۔

سلطان حیدر علی نے ایسا کیا کہ ان بیس ہزار غیر تربیت یافتہ نوجوانوں کو اپنے تربیت
ریوں کے بیچ میں رکھا اور ان کے اندر مختلف جوانوں کو سیاہ سفید سرخ اور زرد رنگ کے
ئے اس طرح اپنے لشکر میں خوب اضافہ کرتے ہوئے حیدر علی اس جگہ پہنچا جہاں ٹیپو
نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

یدر علی کے لشکر کو دیکھ کر ٹیپو سلطان بڑا حیرت زدہ ہوا دونوں باپ بیٹا پر جوش انداز میں
ر حیدر علی کو مخاطب کر کے ٹیپو سلطان کہنے لگا۔

"میرے محترم باپ! میں دیکھتا ہوں آپ کے لشکر میں ہزاروں نوجوان ایسے ہیں جن کا
ے پہلے ہمارے لشکر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا جس قسم کے پھریرے اڑاتا ہوا آپ کا
یا ہے ایسے پھریرے کبھی ہمارے لشکر میں لہرائے نہیں گئے۔"

اس پر مسکراتے ہوئے حیدر علی نے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔

"میرے بیٹے یہ سب کچھ میں نے انگریز اور اس کے حواریوں کو متاثر کرنے کے لیے کیا
بمبئی انگریزوں کے مخبروں اور ان کے ہرکاروں نے جا کر اپنے سالاروں کو اطلاع دیدی
کہ حیدر علی اتنے بڑے لشکر کو لے کے آیا ہے اور بڑے طمطراق کے ساتھ اس کے لشکری
لہراتے ہوئے انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لیے پہنچ گئے ہیں یہاں تم پر یہ بھی

انکشاف کروں یہ جو نئے لشکری تم میرے لشکر کے حصے میں دیکھتے ہو ان کے پاس جو بندوقیں ہیں یہ آبنوس کی لکڑی کی مصنوعی بندوقیں ہیں چلنے والی نہیں یوں جانو یہ سب کچھ انگریزوں ایک طرح کا خوف دبدبہ اور رعب ڈالنے کے لیے کیا ہے۔ اب میرے بیٹے جو کام ہم نے کرنا ہے وہ وقت ضائع کیے بغیر کرنا ہے تاکہ میں جو حیلہ انگریزوں کے خلاف میں استعمال کرنا چاہتا ہوں وہ کہیں عیاں ہو کے نہ رہ جائے۔ جو لشکر میں لے کے آیا ہوں اس میں انگریزوں کے ایک طرف جو کوہستانی سلسلہ ہے اس کے چھوٹے بڑے ٹیلوں کی اوٹ میں گھات میں لے جاؤں گا۔

جب ایسا ہو گا تب تم انگریزوں کے لشکر پر حملہ آور ہونا اپنی پوری طاقت اور قوت سے ان پر ضرب لگانا جس وقت تم دشمن سے ٹکرا رہے ہو گے میرے کہنے پر میرے بے شمار لشکری اپنی مصنوعی بندوقوں اور پرچموں کو لہراتے ہوئے اپنی گھات سے نکلیں گے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ انگریزوں پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔

میرے بیٹے یاد رکھنا یہ صورتحال انگریزوں کے لیے ناقابل برداشت ہو گی اس لیے کہ جب دیکھیں گے کہ پشت کی طرف سے میرا اتنا بڑا لشکر ان پر ٹوٹنے والا ہے تب وہ شہر ا قلعے میں محصور ہونے کے لیے بھاگیں گے۔

جب ایسا ہو تو تم انگریزوں پر سبقت لے جانا ان سے پہلے ہی شہر میں داخل ہو۔ ہوئے شہر کے محافظوں کو ختم کر کے وہاں اپنے محافظ مقرر کر دینا اور کسی انگریز کو شہر میں داخ مت ہونے دینا اتنی دیر تک میں ان لشکریوں کو جو غیر تربیت یافتہ ہیں جو آبنوس کی مصنو بندقیں اور پرچم اٹھائے ہوئے ہوں گے انہیں ایک طرف کر دوں گا اور اپنے تربیت یافتہ لشک کے ساتھ انگریزوں کی پشت پر حملہ آور ہوں گا میرے اتنے بڑے لشکر کی آمد کا سن کر انگر پہلے ہی حواس باختہ ہو چکے ہوں گے میرے حملہ آور ہونے سے وہ بدک اٹھیں گے بھاگ کھڑے ہوں گے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے لیکن تمہیں شہر میں پا کر تذبذب شکار ہو جائیں گے اسی تذبذب سے ہم نے فائدہ اٹھانا ہے ایک طرف سے میں دوسری طرف سے تم ان پر ضرب لگانا اس طرح میرے خیال میں انگریزوں کے سارے لشکر کو ہم لمحوں اندر پیس کے رکھ دیں گے۔"

یہ سارا معاملہ طے کرنے کے بعد سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ گھات کی طرف گیا اس کے ایسا کرنے کے بعد ٹیپو سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ فریب وفا کے میں مہیب تقدیر کے جھکڑوں میں ویراں ساحلوں کی سنسانیوں میں نزول کرتے عذاب

فضاؤں میں خزاں کے مرگ خیز الیموں اور قربتوں اور مسرتوں کے جھونکوں میں گھس لے تباہی اور بربادی پھیلاتے افکار کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نے تیز حملوں سے لمحوں کے اندر ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے لشکر کی حالت مہیب کے سلسلوں میں دیدہ و دل کے ویران دریچوں اور اماوس کی طویل شب میں بھٹکتے سانتوں کے مسافروں سی کر کے رکھ دی تھی۔

ن وقت ٹیپو سلطان بری طرح انگریزوں کے ساتھ ٹکرا رہا تھا اور انگریز دائیں بائیں ٹ کر اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہے تھے اچانک حیدر علی اپنے پورے لشکر کے ھات سے نکلا پہلے سے طے شدہ عمل کے مطابق اس کے لشکری زور زور سے تکبیریں تے ہوئے اور فضاؤں میں اپنے پرچم اور مصنوعی آبنوسی بندوقیں لہراتے ہوئے اپنی ے سے نکلے۔

ریزوں پر پہلے ہی خوف طاری تھا کہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حیدر علی ٹیپو سلطان د کے لیے پہنچ گیا ہے اب جو حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا اور اس کے بڑے پرشور انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے آگے بڑھے تب انگیزوں کے پاؤں ے زمین نکل گئی وہ ایک طرف ہٹنے لگے اور چاہتے تھے کہ شہر میں داخل ہو کر محفوظ ہو ۔

پو سلطان نے صورتحال کو بھانپ لیا تھا لہٰذا ان سے پہلے ہی وہ شہر میں داخل ہوا شہر کے انگریزوں کا خاتمہ کر کے شہر پر اس نے اپنی گرفت کر لی تھی اتنی دیر تک انگریزوں کی کی جانب سے حیدر علی تارِ نفس کو موت کا پھندا بنا دینے والی آتش احساس کی بیکراں لا ربت کی مانند شیرازہ بکھیر دینے والے فطرت کے خوفناک عناصر آنکھوں کے ہر اشک لے کے ہر حرف تک کو مٹا دینے والے بارود کے جنگل اور خون اور سانسوں تک میں جل والی تیز ابی تابکاری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب انگریز عجیب سی افراتفری بددلی کا شکار ہو گئے تھے جب انہوں نے شہر کا رخ کیا تو منے سے ٹیپو سلطان نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کے بے شمار لشکریوں کو موت کے گھاٹ تے ہوئے ان کی تعداد کم کر دی دوسری طرف حیدر علی ان پر ضرب لگاتے ہوئے بڑی ئے ان کے لشکریوں کو زمین پر گراتا چلا جا رہا تھا۔

کہتے ہیں انگریز پائے رفتن نہ جائے ماندن کے مصداق نہ شہر کی طرف جا سکتے تھے کہ اں ٹیپو سلطان ان پر ضربیں لگانا چاہتا تھا نہ پیچھے مڑ کر حیدر علی پر ضرب لگا سکتے تھے اس

لیے کہ انہیں خطرہ تھا کہ انہوں نے مڑ کر حملہ کیا تو پیٹھ کی طرف سے ٹیپو سلطان انہیں روند کے رکھ دے گا لہٰذا بچے کھچے انگریز خوفزدہ ہو کر شہر اور قلعہ کے راستے سے پھر کر ساحل کی طرف بھاگے۔

سلطان حیدر علی نے بڑی برق رفتاری سے بھاگتے انگریزوں کا تعاقب کیا اور ساحل تک یلغار کرتے ہوئے ان کا خوب قتل عام کیا کہتے ہیں سلطان حیدر علی کے لشکریوں نے انگریزوں کو کچھ اس طرح اپنی تلوار کی دھار پر رکھا کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا کچھ کو قید کر لیا تاہم ان کا جو سالار تھا وہ اپنے چند بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر ساحل سمندر پر پہلے سے کھڑے اپنے جہاز میں بیٹھ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

انگریزوں کے خلاف یہ سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی بہترین اور شاندار فتح تھی اس فتح کے نتیجے میں دونوں کو انگریزوں کا چھوڑا ہوا بے شمار مال ہاتھ لگا سلطان حیدر علی نے راستے میں جو بیس ہزار غیر تربیت یافتہ جوان حاصل کیے تھے انہیں مالا مال کر کے واپس اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی قلعہ کوڑیال بندر میں اس نے اپنا ایک چھوٹا سا لشکر حفاظت کے لیے رکھا پھر ٹیپو سلطان کے ساتھ واپس چلا گیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں باپ بیٹا محمد علی اور غازی خان کے پاس جا پہنچے تو حالات کی ستم ظریفی کہ لگا تار چار بری خبریں سننے کو ملیں۔

اول یہ کہ سلطان حیدر علی کو انگریزوں کے ساتھ مصروف جنگ دیکھتے ہوئے کڑپہ کے حاکم عبدالعلیم خاں نے سلطان حیدر علی کے علاقوں پر یلغار کرتے ہوئے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔

دوم کنول کے حاکم منور خاں نے بھی پر پرزے نکال لیے اور انگریزوں کے ساتھ سلطان حیدر علی کی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے سلطان حیدر علی کے علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

سوئم قلعہ بلاری کے راجہ وڈیا نے بھی اس موقع پر بیباکی کا مظاہرہ کیا سلطان حیدر علی کی مصروفیات سے فائدہ اٹھایا اور اپنے علاقوں سے ملحقہ سلطان کے لشکروں میں شورش برپا کرتے ہوئے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔

انگریزوں کے ساتھ اپنی مسلسل مصروفیات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے ان تینوں بری خبروں کو نظر انداز کر دیا تھا اور ان حاکموں کو فی الوقت اپنے علاقوں میں یلغار کرنے کے لیے کھلی چھٹی دے دی تھی اس لیے کہ وہ سب سے پہلے انگریزوں سے نبٹنا چاہتا تھا۔

چوتھی اور سب سے اہم بری خبر جو سلطان کو ملی وہ ہیبت جنگ کی طرف سے تھی تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے ہیبت جنگ نے سلطان کو پیغام بھجوایا کہ انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر ترچناپلی کی طرف سے برابر آگے بڑھتا ہوا کوہ ڈنڈی کے جنوبی علاقوں کا رخ کیے ہوئے ہے۔ وہ جانتے ہیں ان کے آگے کوئی بڑی رکاوٹ نہیں لہٰذا برابر آگے بڑھتے ہوئے پال گھاٹ دھاراپوز ہروڑ اور مدھرا پر قبضہ کر لینا چاہتا ہے۔

جہاں تک ڈنڈی گل کا تعلق ہے تو یہ جنوب میں دیگائی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع شہر ہے پرانے دور میں یہ بڑا مشہور و معروف شہر تھا اور اس کے اندر ایک قدیم مندر بھی تھا وہ لگ بھگ آٹھ سو ستائیس فٹ لمبا اور سات سو چوالیس فٹ چوڑا تھا ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جہاں تک مدھرا شہر کا تعلق ہے تو اسے مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے اسے مدھرا مترلہ مترا اور کچھ دیگر ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے اور یہ سب ایک ہی نام کے مختلف تلفظ ہیں۔

ابن بطوطہ نے اس شہر کو مترا لکھا ہے اس نے لکھا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا شہر ہے جسے سلطان غیاث الدین کے دور میں ایک باغی سردار جلال الدین نے اپنے دارالحکومت کے طور پر آباد کیا تھا اسے اس نے دہلی کے نمونہ پر آباد کیا غیاث الدین نے اس کے خلاف فوج کشی کی لیکن بدقسمتی سے وہ وبا سے انتقال کر گیا اس کے بھتیجے ناصر الدین شاہ نے اپنی تخت نشینی کے بعد مدھرا کے خلاف فوج کشی کی یہ علاقہ احاطہ مدراس میں واقع تھا اس وقت آبادی اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔

کہتے ہیں یہ شہر پہلے پانڈی راجاؤں کا دارالحکومت ہوا کرتا تھا وہ پانچ سو قبل مسیح سے سن تیرہ سو چوبیس تک حکمران رہے آخر اسے بیجا پور کے راجاؤں نے فتح کر لیا اس کے بعد خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے اس کو سلطنت دہلی کے ماتحت بنا لیا ابن بطوطہ کے قول کے مطابق جس وقت ملک کافور نے حملہ کیا یہاں پانڈی خاندان میں سے ویرا نام کا راجہ حکمران تھا اس کا خیال ہے کہ یہ غالباً بیجانگر کی سلطنت کے تحت کام کرتا تھا یونانیوں نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اب سلطان حیدر علی کے سامنے جو سب سے بڑی مہم تھی وہ یہ کہ پہلے ہیبت جنگ کی مدد کی جائے تا کہ جنوب کی طرف سے جو انگریزوں کا لشکر پیش قدمی کرتے ہوئے شمال کا رخ کیے ہوئے ہے اس پر حملہ آور ہو کر اسے ختم کر دیا جائے یا اسے مار بھگاتے ہوئے شمال کی طرف اس کی پیش قدمی کو روک دیا جائے۔

ایسا اس وقت ہی ممکن تھا جب سلطان حیدر علی انگریزوں کے اس لشکر پر ضرب لگا
ہوئے اسے کمزور کرے جو اس کے سامنے پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور کسی بھی وقت ٹکرا کر ہولا
جنگ کی ابتدا کر سکتا تھا۔

ہیبت جنگ کی طرف سے جو پیغام آیا تھا اس نے یقیناً حیدر علی اور اس کے سالاروں
حد تک پریشان اور فکر مند کر دیا تھا انہی حالات کے تحت سلطان نے صرف محمد علی اور
خان کو اپنے پاس بلایا اس وقت ٹیپو سلطان بھی حیدر علی کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا غازی
اور محمد علی جب دونوں سلطان کے پاس پہنچ گئے تب سلطان نے باری باری دونوں کا جا
پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میں نے صرف تم دونوں کو بلایا ہے باقی سالاروں میں
نے کسی کو نہیں بلایا اس لیے کہ باقی کو تم خود ہی اس تفصیل سے آگاہ کر دینا جو اس وقت
کر یہاں طے کریں گے۔

جو پیغام ہیبت جنگ کی طرف سے آیا ہے اس سے تم سب آگاہ ہو اس وقت
سامنے جو سب سے اہم کام ہے وہ یہ کہ ہیبت جنگ کی مدد کی جائے اور اس کے ساتھ
انگریزوں کے اس لشکر کو مار بھگایا جائے جو جنوب کی طرف سے شمال کی جانب پیش قد
ہوئے ہے لیکن ایسا کرنے سے قبل انگریزوں کے اس لشکر کو جو اس وقت ہمارے سا
کیے ہوئے ہے نپٹنا انتہا درجہ کا ضروری ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد حیدر علی رکا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ غازی خان بول اٹھا۔

''سلطان محترم! آپ کا کہنا درست ہے ہمیں فی الفور ہیبت جنگ کی مدد کے لیے
چاہیے لیکن انگریزوں کا جو لشکر اس وقت ہمیں اپنے ساتھ مصروف رکھے ہوئے ہے
ایسی ضرب لگانی چاہیے کہ کچھ عرصہ کے لیے وہ پر پرزے ہی نہ نکال سکے۔

سلطان محترم! آنے والی شب کو ایسا کرتے ہیں کہ چھوٹا سا ایک لشکر اپنے
حفاظت کے لیے چھوڑتے ہیں باقی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک حصہ آ
سرکردگی میں رکھیں ٹیپو سلطان کو اپنے ہمراہ کر لیں دوسرا لشکر میرے اور میرے محترم
علی کی کمانداری میں دیدیں رات کے کسی مناسب موقع پر ہم حرکت میں آئیں ایک
سے آپ دونوں باپ بیٹا اور دوسری سمت سے میں اور محمد علی انگریزوں کے لشکر پر ایسا
خون ماریں کہ یہ شب خون ان کے لیے مہینوں تک کے لیے لرزا دینے والا خوف بنا
وہ ہمارے خلاف حرکت میں آنے میں پہل کرنے کی جرات و جسارت نہ کر سکیں۔

اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سلطان محترم لشکر کا کچھ حصہ یہیں رہنے دیا جائے
گا تاکہ وہ انگریزوں کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کا کھیل کھیلتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ مصروف
رکھے اور انہیں یہ تاثر دیتا رہے کہ سلطان اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ ان سے نمٹنے کے لیے
یہاں موجود ہے جبکہ لشکر کا بڑا حصہ رات کی تاریکی میں ایک دم کوچ کرتے ہوئے جنوب کی
طرف ہیبت خاں کی مدد کے لیے روانہ ہو جائے۔''

غازی خان جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے حیدر علی کہنے لگا۔

''غازی خان میرے عزیز بیٹے تم نے میرے دل کی بات کی ہے قسم خدائے وحدہ،
لاشریک کی یہی میں بھی چاہتا تھا اب جبکہ تم نے میرے ضمیر اور میرے دل کی بات کہہ دی
ہے تو لشکر کو دو بڑے حصوں اور ایک چھوٹے حصے میں تقسیم کرتے ہیں چھوٹے حصے کو اپنے
پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑتے ہیں باقی دو حصے غازی خان جس طرح تم نے کہا ہے اسی طرح
تقسیم کیے جائیں گے ایک حصہ میرے اور ٹیپو سلطان کے پاس اور دوسرا تم دونوں کے پاس
رہے گا اس کے بعد ہم انگریزوں پر ایسا شب خون ماریں گے کہ انہیں ہلا کے رکھ دیں گے اگر
ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہاں انگریز ہم سے ٹکرانے کو بھول جائیں گے اور واپسی
کے لیے بہانے تراشنے شروع کر دیں گے اب تم لوگ اٹھو آنے والی شب کے اس شب خون
کو عملی صورت دی جائے گی۔'' یہ فیصلہ ہونے کے بعد محمد علی اور غازی خان دونوں سلطان
حیدر علی کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی ہر طرف خاموشی کا دور دورہ تھا انگریزوں کی بدقسمتی کہ انہیں یہ
تو خبر ہو چکی تھی کہ حیدر علی کے مختلف ہمسایوں نے انگریزوں سے جنگوں کی بناء پر اس کے
علاقوں پر دھاوا بول کر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ہے۔ وہ خوش تھے کہ اس طرح سلطان حیدر
علی کی مصیبتوں میں اضافہ ہو گا اور وہ انگریزوں کے مقابلے میں ثابت قدمی سے جم نہیں سکے
گا لیکن انہیں یہ خبر نہ تھی کہ مغربی محاذ پر ٹیپو سلطان کے ساتھ بمبئی کی طرف سے آنے والے
انگریزوں کے لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان حیدر علی ان کے سامنے پہنچ چکا ہے۔

بہر حال رات جب کافی گہری ہو گئی اور انگریزوں کا لشکر چند پہرے داروں کے علاوہ
نیند سے ہم آغوش تھا سلطان حیدر علی ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان نے اپنے کام کی ابتدا
کی حرکت میں آئے انگریزوں کے بائیں پہلو پر خود حیدر علی اور ٹیپو سلطان سمندر کی پنہائیوں
میں بادبانوں تک کو چیر پھاڑ دینے والے کھولتے بحری بگولوں خوابوں کی متلاشی آنکھوں تبسم
کے متلاشی ہونٹوں تک میں زہر بن کر سرایت کر جانے والے موت کے سایوں کی طرح ٹوٹ

پڑے تھے۔

ساتھ ہی ساتھ محمد علی اور غازی خان بھی دور کی انجانی مسافتوں اور نا آشنا خونی ساحلوں کی طرف سے آنے والے شکست و ہزیمت کھڑی کرتے طوفانوں کی طرح حرکت میں آ پھر وہ انگریزوں کے دائیں پہلو پر آہنی ارادوں کو مسمار بستیوں کو اجاڑ لمحوں کو سال خو بہاروں کی ارغوانی فضاؤں تک کو درد کی گھاٹیوں فطرت کے بے رنگے پن فکر کی سوکھی کھیتی یقینی کے موسموں بے گیان ہونے کے دکھ میں مبتلا کر دینے والے وہموں کے پروردہ ہولنا ہجر اور کرب کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں سلطان حیدر علی اور اس کے سالاروں کا یہ شب خون ہولناک ایسا کرب خیز ایسا زور دار اور اچانک تھا کہ لمحوں کے اندر انگریزوں کے لشکر کی حا انہوں نے آنکھوں کے بازار میں بجھتی مشعلوں سنگساری سے معتوب عصمت دریدہ عورت قریہ سسکتی تحفظ کی فریاد غم فردا سے نڈھال چہروں پھٹے پرانے بے ہنگم کپڑوں اور اج چہروں کی کربناکی سے بھی زیادہ ناقابل نفرت بنا کے رکھ دی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں ہولناک رن پڑا تھا انگریزوں نے اپنے آپ کو سنبھال کر ضرب لگانی چاہی لیکن حیدر علی غازی خان محمد علی اور ٹیپو سلطان نے انہیں ایسا کرنے کا ہی نہ دیا دو طرفہ شب خون نے انگریزوں کے لشکر کے اندر ایک ہولناک زلزلے کی کیف برپا کر کے رکھ دی تھی ساتھ ہی ساتھ سب سے عمدہ اور بہتر کام سلطان حیدر علی نے یہ جنگ کے دوران ہی اس نے کچھ دستے علیحدہ کرتے ہوئے ان کے ذمے یہ کام لگا انگریزوں کے لشکر کے اندر جو بھی جنگ کا ضروری سامان ہے اسے سمیٹ کر اپنے پڑا طرف منتقل کرتے رہیں۔

یہاں تک کہ جب تک انگریزوں پر شب خون مارنے کا سلسلہ جاری رہا کچھ انگریزوں کے سامان کو سمیٹ کر اپنے پڑاؤ میں منتقل کرتے رہے اس سامان میں ہلکی تو کے علاوہ دوسرے جنگی ہتھیار خوراک کے وسیع ذخائر یہاں تک کہ سلطان حیدر علی کے لا انگریزوں کے لشکر سے کافی مویشیوں کو ہانک کر بھی اپنے پڑاؤ میں لے گئے تھے۔

یہ ایک انتہائی کامیاب شب خون تھا جو سلطان نے انگریزوں پر مارا جب سلطان دیکھا کہ کافی حد تک انگریزوں کے لشکر کی کمر توڑ دی گئی ہے اور ان کے لشکر سے کافی نکال کر اپنے پڑاؤ میں منتقل کر دیا گیا ہے تب وہ خود بھی پلٹا غازی خان اور محمد علی کو بھی وا اشارہ دیا پھر بحفاظت اپنے سارے لشکر کو لے کر سلطان حیدر علی اپنے پڑاؤ میں لوٹ آیا

انگریز کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے اس شب خون کے نتیجے میں اپنے زخموں کو چاٹتے رہ گئے تھے چونکہ ان کا کافی جانی نقصان ہوا تھا اور لشکر کے اندر سے ضروریات کا سامان بھی چھین لیا گیا تھا لہٰذا انہوں نے تیز رفتار قاصد مدراس کی طرف بھجوائے اور سلطان حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لیے رسد اور کمک طلب کر لی۔

ان کی اس مہلت سے سلطان حیدر علی نے فائدہ اٹھایا اور آنے والی شب کو ایک اور عملی قدم اٹھایا لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کو انگریزوں کے لشکر پر نگاہ رکھنے کے لیے چھوڑا اور باقی لشکر کو لے کر وہ محمد علی اور غازی خان سمیت ہیبت جنگ کی مدد کے لیے جنوب کی طرف کوچ کر گیا تھا سلطان حیدر علی محمد علی اور غازی خان کے ہیبت جنگ کی طرف کوچ کرنے کے چند ہی دن بعد انگریزوں کے لشکر میں بھی ایک ایسی تبدیلی رونما ہوئی جو سلطان حیدر علی کے حق میں جاتی تھی۔ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کا لشکر بھی انگریزوں کے ساتھ شامل تھا اور خود سراج الدولہ بھی اپنے لشکر کے اندر بنفس نفیس موجود تھا سلطان حیدر علی کے شب خون نے نہ صرف انگریزوں بلکہ سراج الدولہ اور اس کے لشکریوں کو بھی ہلا اور ڈرا کے رکھ دیا تھا لہٰذا اگلے کسی ایسے شب خون سے بچنے کے لیے محمد علی فی الفور اپنی بیماری کا بہانہ کر کے میدان جنگ سے نکل کر محفوظ جگہ چلا گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے خفیہ طور پر اپنے قاصد بجھوائے اور اپنے اس دیوان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ جو اس وقت انگریزوں کے لشکر میں شامل سراج الدولہ کے لشکر کی کمانداری کر رہا تھا۔ یہ دیوان جاتے جاتے اپنے بہت سے لشکریوں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا سراج الدولہ کے وہ لشکری جو انگریزوں کے ساتھ رہ گئے تھے انہیں جب پتہ چلا کہ سراج الدولہ ہی نہیں بلکہ ان کا دیوان بھی انگریزوں کا ساتھ چھوڑ کر محفوظ جگہ چلے گئے ہیں تو وہ بھی اکا دکا کھسکتے ہوئے انگریزوں کا ساتھ چھوڑ گئے تھے اور یہ تبدیلی یقیناً سلطان حیدر علی کے حق میں جاتی تھی۔

بہر حال ٹیپو سلطان کو انگریزوں کے ساتھ الجھے رہنے اور انہیں اپنے ساتھ مصروف رکھنے کی ہدایت جاری کرنے کے بعد باقی لشکر کو لے کر سلطان حیدر علی ہیبت جنگ سے جا ملا تھا۔

سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا سب سے پہلے اس نے ان علاقوں کا رخ کرنے کا تہیہ کیا جن پر انگریز قابض ہوئے تھے اور اس کے لیے سب سے پہلے اس نے دھرمپوری کا انتخاب کیا۔

رات کی گہری تاریکی میں اپنے لشکر کے ساتھ حیدر علی نے دھرمپوری پر ایسا خوفناک اور

ایسا زوردار حملہ کیا کہ پہلے ہی ہلے میں فصیل کے ایک حصے کو گرا کر اس شہر میں داخل ہوا اور دھرمپوری پر قبضہ کر لیا وہاں انگریزوں نے جو چھوٹا سا لشکر چھوڑا تھا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہاں جگہ جگہ سلطان نے اپنے لشکریوں کی حفاظتی چوکیاں قائم کر دی تھیں۔

اگلے روز سلطان نے دھرمپوری سے بھی کوچ کیا گھاٹ چتور کو عبور کر کے راستے میں راتوں رات دھاوا بولتے ہوئے سلطان مضبوط مستحکم اور بڑے قلعے کروڑ پہنچ گیا۔

قلعہ کا اس نے محاصرہ کر لیا قلعے کے اطراف میں خندقیں اور گڑھے کھود کر ان میں توپیں اور قلعہ شکن منجنیقیں نصب کرا دیں جب صبح ہوئی تو سلطان نے قلعے پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا یہ حکم ملتے ہی توپیں گرجتی ہوئی گولے پھینکنے لگی تھیں۔

کہتے ہیں کروڑ کے قلعے کا حصار مٹی کا بنا ہوا تھا چند گولوں اور پتھروں کے گرنے سے ہی فصیل کا ایک حصہ زمین پر آ رہا دوپہر تک محصورین نے بڑی مشکل سے سلطان کے لشکر کو روکے رکھا آخر سلطان نے ایک خوفناک یلغار کے بعد انگریز لشکر کا اس قدر قتل عام کیا کہ انگریزوں نے ہتھیار ڈال دیئے اس طرح کروڑ پر بھی سلطان کا قبضہ ہو گیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ سلطان حیدر علی نے کروڑ میں قیام کر لیا فصیل کا جو حصہ گرا تھا اس کی مرمت کرانی شروع کر دی تھی انگریزوں کا وہ بڑا لشکر جس کی راہ ہیبت جنگ نہ روک سکا تھا اور اس نے کروڑ دھرمپوری اور سلطان کے چند دوسرے شہروں اور قصبوں پر قبضہ کر لیا تھا وہ اس وقت ہرور کے مقام پر پڑاؤ کیئے ہوئے تھا۔

سلطان حیدر علی نے جس وقت کروڑ میں قیام کیا ہوا تھا اور قلعہ کی فصیل کی مرمت کرانے میں مصروف تھا اس کے مخبروں نے خبر دی کہ انگریزوں کا ایک لشکر ہرور سے کروڑ کی طرف آ رہا ہے اس لشکر میں چار ہزار کے لگ بھگ بار برداری کے بیل ہیں اور یہ ہرور میں اپنے لشکر کے لیے کروڑ سے رسد کا سامان لینے کے لیے آ رہا ہے۔

سلطان حیدر علی نے اسے نعمت عظمیٰ اور اپنے لیے اچھی خبر جانا آنے والے اس لشکر سے نبٹنے کے لیے سلطان نے محمد علی اور غازی خان کو مقرر کیا اور وہ چھوٹے سے ایک لشکر لے کر کروڑ کی طرف آنے والے انگریز لشکر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

کروڑ کی طرف آنے والے انگریزوں کے اس لشکر پر بھرپور ضرب لگانے کے لیے محمد علی اور غازی خان نے راستے میں اپنا لائحہ عمل تیار کر لیا تھا جو لشکر کو لے کر جا رہے تھے اسے دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور یہ طے پایا کہ کروڑ کی طرف آنے والے انگریزوں کے لشکر کے دائیں بائیں سے حملہ آور ہو کر لمحوں کے اندر انہیں بے بس کر کے ان کے ساتھ جو چار ہزار

بیل ہیں ان پر قبضہ کر لیا جائے۔

یہ طے ہوتے ہی وہ دونوں اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو ہرور کی طرف جاتی تھی جدا ہو گئے غازی خان شاہراہ کے دائیں جانب محمد علی شاہراہ سے بائیں جانب ذرا ہٹ کر آگے بڑھنے لگا تھا۔

پھر جب انہیں انگریزوں کا لشکر دکھائی دیا تب وہ شاہراہ کے قریب آئے اور سب سے پہلے محمد علی نے اپنے کام کی ابتدا کی وہ روز شب کی تنگنائے میں حیات کی بشارتوں کے اندر مجبوریاں تراشتے قہر ساعتوں کو معطل بصارتوں کو ناکارہ دل کے آئینوں کو پتھر کر دینے والے زہر برساتے عذابوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اسی دم غازی خان بھی اپنی کارروائی کی ابتدا کرتے ہوئے خوابوں کے ان گنت سرناموں کو خون میں بھیگے آوارہ ہیولوں میں تبدیل کر دینے والے سوختہ کڑوی داستانوں فطرت کے خواب نگر میں خودداری و خودآگاہی اور صدیوں پرانے اسلوب تک کو ہو نکتے بیابانوں اور خارزاروں سے اٹی حیات میں تبدیل کر دینے والے زوال کی ردا پھیلاتے بگولوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

غازی خان اور محمد علی کے ان دو طرفہ حملوں کے درمیان انگریزوں کا وہ لشکر پس کے رہ گیا تھا دونوں نے انگریزوں کے لشکر کی اکثریت تہہ تیغ کر دی اور جنہوں نے ہتھیار پھینک کر امان طلب کرنا شروع کی انہیں قیدی بنا کر چار ہزار بیلوں کے ساتھ محمد علی اور غازی خان دونوں کروڑ کی طرف کوچ کر گئے تھے جب وہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ کروڑ پہنچے تو سلطان نے پورے لشکر کے ساتھ ہرور کا رخ کیا جہاں انگریز لشکر اپنے سالار کے ساتھ مقیم تھا۔

ادھر کروڑ سے جب رسد کا سامان پہنچنے میں دیر ہوئی تب ہرور میں جو انگریزوں کا سالار اعلیٰ تھا اسے بڑی پریشانی ہوئی اسے ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ سلطان حیدر علی نے سارے بیلوں پر قبضہ کر لیا ہے اور انگریزوں کے اس لشکر کا خاتمہ کر دیا ہے اور یہ کہ سلطان حیدر علی کروڑ سے نکل کر ہرور کا رخ کیے ہوئے ہے۔

رسد کا سامان پہنچنے میں جب دیر ہوئی تو انگریز سالار نے ایک اور لشکر اپنے پہلے لشکر کی مدد کے لیے روانہ کیا انگریزوں کا دوسرا لشکر ابھی ہرور سے چار کوس کے فاصلے پر تھا کہ سلطان حیدر علی کو اس کے مخبروں نے اس لشکر کے آنے کی اطلاع کر دی بس سلطان نے دوبارہ اس کام پر محمد علی اور غازی خان کو مقرر کیا۔

غازی خان اور محمد علی جب انگریزوں کے اس لشکر کے اطراف میں پہنچے تو انہوں نے

دیکھا انگریزوں کے اس لشکر میں توپوں کے علاوہ بندوقیں بھی تھیں کافی تیر انداز بھی تھے لہٰذا انہوں نے اپنی پشت پر سلطان کو پیغام بھجوایا کہ ایک مخصوص جگہ اپنی چند توپیں نصب کر لی جائیں انگریزوں کو اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے لگاتے ہوئے لائیں گے جب وہ توپوں کی زد میں آئیں تو ان پر گولے برسانے شروع کر دیئے جائیں اس طرح جب وہ بھاگیں گے تو ان کا تعاقب کر کے ان سب کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

سلطان حیدرعلی کو جب یہ پیغام پہنچا تو محمد علی اور غازی خان کی تجویز کے مطابق ایک جگہ اس نے توپیں نصب کروا دیں محمد علی اور غازی خان دونوں انگریزوں کے دوسرے لشکر پر حملہ آور ہوئے کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے کبھی پیچھے آگے سے حملہ آور ہوتے اور پیچھے ہٹتے چلے جاتے انگریز یہ سمجھتے کہ وہ ڈٹ کر مقابلہ نہیں کرنا چاہتے پسپا ہو رہے ہیں لہٰذا جس طرف وہ پسپا ہوئے انگریزوں نے اس طرف بڑھنا شروع کیا۔

اس طرح غازی خان اور محمد علی انگریزوں کے اس لشکر کو اپنی توپوں کی زد میں لے آئے تھے جب انہوں نے اندازہ لگایا کہ انگریز توپوں کی زد میں آ گئے ہیں تو ایک دم اپنے اپنے لشکر کو لے کر دائیں بائیں ہٹ گئے اور قاصدوں کے ذریعے سلطان حیدرعلی کو پیغام بھجوایا کہ انگریز لشکر پر گولہ باری شروع کر دی جائے۔

یہ پیغام ملتے ہی سلطان کی طرف سے اس انگریز لشکر پر تیز گولہ باری کی گئی جس کے باعث انگریزوں کے لشکر میں ایک شور ایک ہنگامہ برپا ہوا گھوڑے ایسے بدکے کہ اپنے سواروں کو گرا کر انہیں روندنے لگے تھے جس وقت انگرزوں کے لشکر میں یہ افراتفری اور بد نظمی پھیلی تھی محمد علی اور غازی خان کے کہنے پر سلطان حیدرعلی نے گولہ باری رکوا دی پھر غازی خان اور محمد علی دونوں انگریزوں کے اس لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے کہتے ہیں انگریزوں کے اس لشکر میں جو مقامی لوگ تھے انہیں تو امان دے دی گئی جس قدر انگریز اس لشکر میں تھے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا صرف نو نو سال کے دو انگریز بچے جنہیں زندہ گرفتار کر لیا گیا اس طرح سلطان حیدرعلی نے انگریزوں کی توپوں اور دوسرے اسلحہ پر بھی قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ ہرور کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

سلطان حیدرعلی نے ہرور کے قلعے کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا نو نو سال کے جو دو انگریز بچے گزشتہ جنگ کے دوران گرفتار ہوئے تھے انہیں سلطان نے یہ پیغام دے کر ہرور کے قلعے میں جو انگریزوں کا سالار تھا اس کی طرف روانہ کر دیا۔

ان دونوں لڑکوں نے جا کے انگریزوں کے سالار کو پیغام دیا کہ ان علاقوں میں

انگریزوں کے ساتھ ہیبت جنگ نہیں بلکہ حیدرعلی بذات خود اپنے سارے سالاروں کے ساتھ ٹکرا رہا ہے اور اب وہ مرگ نہاں کی طرح ہرور میں مقیم انگریزوں کے سر پر آ پہنچا ہے لڑکوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ انگریزوں کا وہ لشکر جس نے ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے ساتھ حیدرعلی کے خلاف یلغار کی تھی حیدرعلی انہیں بھی شکست دے کر ان کی کمر توڑ چکا ہے اور یہ کہ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ انگریزوں کو چھوڑ کر جا چکا ہے ان بچوں نے انگریز سالار کو یہ بھی اطلاع دی کہ انگریزوں کا وہ لشکر جو چار ہزار بیل لے کر کروڑ کی طرف گیا تھا اس کا بھی خاتمہ کر کے بیلوں پر سلطان نے قبضہ کر لیا ہے اور دوسرا لشکر جو پہلے لشکر کی مدد کے لیے گیا تھا اس کو بھی پوری طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔

آخر میں سلطان حیدرعلی کی طرف سے ان بچوں نے انگریز سالار کو یہ پیغام دیا کہ اگر تم کو ابھی کچھ دن اور اس دنیا میں جی لینے کی آرزو ہے تو بلا توقف سلطان حیدرعلی کی خدمت میں حاضر ہو کر معاملات اس سے طے کرو ورنہ یاد رکھنا حیدرعلی کے جانثار لشکری تم میں سے کسی ایک کو بھی جیتا نہیں چھوڑیں گے اس کے بعد ان لڑکوں نے لرزا دینے والی اس جنگ کے حالات انگریز سالار سے کہہ دیئے تھے جس کے نتیجے میں وہ دونوں گرفتار ہو گئے تھے۔

کہتے ہیں انگریز سالار سلطان حیدرعلی کی دھمکی اور بھبکی میں آ گیا اور لڑائی کا خیال ترک کر کے ایک پالکی میں سوار ہو کر اپنے کچھ محافظوں کے ساتھ سلطان حیدرعلی کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور سلطان کی خدمت میں حاضری دی۔

سلطان نے انگریز سالار کے اس طرح آنے کو اپنی خوش بختی خیال کیا اس کی خاطر مدارت کر کے ایک علیحدہ خیمے میں اسے ٹھہرا دیا کسی سے اس کو ملنے جلنے کی اجازت نہ دی۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سلطان کے کچھ نمائندے انگریز سالار کے پاس آئے اور اس سے سرگرم باتیں کر کے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ ہرور کے قلعے میں جو اس کا نائب ہے اس کے نام ایک خط لکھ کر بھجوائے کہ وہ ہتھیار ڈال دے اور قلعہ سلطان حیدرعلی کے حوالے کر دے۔

انگریز سالار ڈر اور سہم گیا تھا ساتھ ہی وہ اس بات پر اصرار کرتا رہا کہ یہاں سے رخصت ہونے اور قلعہ میں جانے کے بعد وہ اس مطالبہ کی تعمیل کرے گا۔ لیکن سلطان نے اس کی ایک نہ سنی اور سختی اور نرمی برت کر آخر کار اس کو حکم نامہ لکھنے اور اس پر دستخط کروانے میں کامیاب ہو گیا آخر کچھ نمائندے انگریز سالار کا وہ خط لے کر ہرور کے انگریز قلعہ دار کے پاس گئے جب انگریز قلعہ دار نے اپنے سالار اعلیٰ کا وہ حکم نامہ دیکھا تو قلعہ کا دروازہ کھول کر قلعہ کی چابیاں

سلطان کے نمائندوں کے حوالے کر دیں اس طرح قلعے کے اندر جس قدر انگریز لشکری تھے انہیں گرفتار کر لیا اور قیدی کی حیثیت سے مختلف شہروں کی طرف بھجوا دیا اس طرح ہر دور کا قلعہ اور شہر سلطان حیدر علی کے قبضے میں آ گیا تھا۔

انگریزوں نے جب دیکھا کہ جگہ جگہ ان کے سارے لشکروں کو شکستوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور یہ کہ جدھر جدھر وہ اپنے چھوٹے بڑے لشکروں کو رسد اور کمک کا سامان لینے کے لیے روانہ کرتے ہیں ان لشکروں پر سلطان حیدر علی حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ ان لشکریوں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں بلکہ جس قدر ان کے پاس سامان ہوتا ہے اسے بھی چھین لیتے ہیں تب انہوں نے بڑا اہم مشورہ کرنے کے بعد ان ساری دشواریوں سے اپنے بڑے سالار اسمت کو مطلع کیا اس نے حکم دیا کہ مختلف علاقوں میں انگریزوں کے جو چھوٹے بڑے لشکر ہیں وہ بھسکوٹا کے مقام پر جمع ہو جائیں خود اسمت نے بھی ارادہ کر لیا تھا کہ وہ بھسکوٹا کے مقام پر پہنچے گا اور پھر وہیں سے کسی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان حیدر علی پر کارگر ضرب لگانے کی کوشش کی جائے گی۔

سلطان حیدر علی کے کارندے اور ہرکارے بڑی تیزی سے انگریزوں کی نقل و حرکت سے سلطان کو آگاہ کر رہے تھے سلطان نے بھی یہ تہیہ کر لیا تھا کہ جوں جوں انگریزوں کے لشکر ادھر ادھر سے سمٹ کر بھسکوٹا پہنچنا شروع ہوں گے وہ بھسکوٹا ہی میں ان سے نمٹتا رہے گا۔ لہٰذا اس نے اپنے سارے لشکر کو سمیٹتے ہوئے بھسکوٹا کا رخ کیا تھا۔

راستے میں سلطان کو خبر ہوئی کہ انگریزوں کا ایک خاصا بڑا لشکر خوراک اور ضروریات دوسرا سامان لیے ہصور کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے اور وہ بھسکوٹا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے ساتھ ہی کچھ مخبروں نے یہ بھی اطلاع دیدی کہ نندرانکل کے مقام پر انگریزوں کا ایک لشکر ضروریات خوراک اور دوسرا بے شمار سامان لیے بھسکوٹا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

یہاں سلطان حیدر علی نے بہترین کارگزاری کا رخ کیا محمد علی اور غازی خان کو اس ہصور کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہاں جو انگریزوں کا لشکر مقیم ہے اس پر ضرب لگائیں اور ان کے پاس جس قدر سامان ہے اس سے چھین کر سلطان سے آملیں۔

خود سلطان نے انگریزوں کے دوسرے حصے کا رخ کیا جو نندرانکل کے طرف تھا۔

سلطان بڑی تیزی سے انگریزوں کے اس لشکر کی طرف بڑھا اور آہستہ آہستہ اس محاصرہ کرنا شروع کر دیا اور محاصرے میں اس نے لحہ بہ لحہ تنگی پیدا کرنی شروع کر دی۔

اس موقع پر انگریزوں کے لشکر نے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے ایک ویران بستی

کے اندر پناہ لے لی جس کے مکان ٹوٹے ہوئے تھے شاید وہاں کوئی جنگ ہوئی تھی ان ٹوٹے ہوئے مکانوں کے اندر انہوں نے توپیں نصب کر کے تیر انداز بٹھا دیئے تاکہ اگر سلطان حیدر علی ان پر حملہ آور ہو تو اسے دور ہی روکا جا سکے۔

سلطان نے اس قصبے کا محاصرہ کر لیا جس میں انگریز گھس کر پناہ لئے ہوئے تھے دوسری جانب محمد علی اور غازی خان اس لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے جو ہصور کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھا غازی خان اور محمد علی نے انگریزوں کے اس سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا اور جس قدر ان کے پاس سامان تھا اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ سلطان سے آملے تھے۔

اب جو ویران بستی میں انگریزوں نے پناہ لی تھی تو وہاں ان پر محاصرہ زیادہ تنگ ہونا شروع ہو گیا تھا اس لیے کہ غازی خان اور محمد علی بھی سلطان سے آن ملے تھے۔

اس سے پہلے دشمن صرف ایک طرف سلطان حیدر علی کو اپنے ساتھ مصروف رکھے ہوئے تھا محمد علی اور غازی خان نے آتے ہی ان کے پاس جو چند توپیں تھیں ان کی مدد سے اس ویران بستی پر گولے داغنے شروع کر دیئے ساتھ ہی آہستہ آہستہ اپنے لشکروں کے ساتھ انہوں نے بستی کے اندر بھی گھسنا شروع کر دیا۔

انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ اس ویران بستی میں ان کی موت یقینی ہے لہٰذا آنے والی شب وہ ادھر ادھر سے نکل کر اکا دکا اپنی جانیں بچانے کے لیے بھسکوٹا کی طرف بھاگے اور ان کے پاس جس قدر ساز و سامان تھا وہ سارا کا سارا اس بستی میں چھوڑ گئے اس طرح جہاں غازی خان اور محمد علی نے ہصور میں انگریز لشکر کا کام تمام کر کے کافی مال غنیمت حاصل کیا وہاں اس ویران بستی میں بھی خوراک اور جنگی سامان کی صورت میں سلطان حیدر علی کو بہت کچھ ملا۔

انگریزوں کو اس قدر نقصان پہنچانے کے بعد سلطان حیدر علی نے بڑی برق رفتاری سے بھسکوٹا کا رخ کیا اس لیے کہ وہاں ادھر اُدھر سے انگریزوں کے لشکر جمع ہونا شروع ہو چکے تھے اور سلطان نہیں چاہتا تھا کہ سارے لشکر وہاں جمع ہو کر اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں لہٰذا وہ بھسکوٹا پہنچا اور وہاں قلعے کے اندر جو انگریزوں کے لشکر جمع ہو رہے تھے اس کا محاصرہ کر لیا۔

دونوں طرف سے تیروں اور توپ کے گولوں کی بارش شروع ہو گئی تھی اسی دوران سلطان کے طلایہ گروں نے خبر دی کہ انگریزوں کا سب سے بڑا سالار اسمت بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بھسکوٹا کا رخ کیے ہوئے ہے۔

یہ خبر ملنے کے بعد سلطان نے ٹیپو سلطان اور اس کے ساتھ چند سالاروں کو اسمت کی راہ

روکنے کے لیے روانہ کیا مقصد یہ تھا کہ اسمت کو اپنے ساتھ الجھا کر اس کی پیش قدمی سست کی جائے تاکہ اس کے آنے سے پہلے پہلے بھسکوٹا میں جو انگریزوں کا لشکر مقیم ہے اس کو زیر کر کے بھسکوٹا پر قبضہ کر لیا جائے اس کے بعد اسمت پر آخری ضرب لگائی جائے۔

ٹیپو سلطان کو روانہ کرنے کے بعد سلطان حیدر علی نے غازی خان اور محمد علی کے ساتھ بھسکوٹا پر اپنی پوری طاقت اور قوت سے حملہ کیا قلعہ پر رسیوں کی سیڑھیاں لگا کر بڑی مردانگی جرات مندی اور شجاعت کا اظہار کرتے ہوئے مسلمان لشکری فصیل اور برجوں پر چڑھنا شروع ہو گئے قلعہ کے اندر جو انگریز لشکر تھا اس نے روکنے کی کوشش کی لیکن مسلمان لشکری چونکہ بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھ چکے تھے۔ لہٰذا جو بھی انگریز انہیں فصیل سے اتارنے کی کوشش کرتا ان کا خاتمہ کر دیا جاتا۔

پھر ایسا ہوا کہ حیدر علی کا تقریباً سارا لشکر فصیل پر چڑھ گیا اس کے بعد لشکر فصیل سے شہر میں اترا شہر میں جو انگریزوں کا لشکر تھا اس کے ساتھ ایک بار گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں انگریز لشکر کو مکمل تباہی کا سامنا کرنا پڑا شہر میں جس قدر مسلح انگریز تھے ان کا صفایا کر دیا گیا اور شہر اور قلعہ پر سلطان حیدر علی کا قبضہ ہو گیا۔

ادھر ٹیپو سلطان نے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ اسمت کو اپنے ساتھ الجھانے کی کوشش کی لیکن اسمت بالکل بھسکوٹا کے قریب پہنچ چکا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ بھسکوٹا میں اس کا جو لشکر ہے اس کے ساتھ فوراً مل کر اور اپنی طاقت وقوت کو مجتمع کر کے سلطان حیدر علی پر ضرب لگائے لہٰذا وہ بھسکوٹا کے سامنے نمودار ہوا ٹیپو سلطان جو اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ اس کے تعاقب میں تھا۔

انگریزوں کے بڑے سالار کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ سلطان حیدر علی نے بھسکوٹا پر قبضہ کر لیا ہے جونہی وہ شہر کے نزدیک آیا سلطان کی طرف سے انگریزوں پر اس قدر شدید گولہ باری اور تیر اندازی کی گئی کہ ہزاروں کی تعداد میں انگریز موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور بھسکوٹا کے نواح میں انگریزوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔

انگریز سالار اسمت نے جب دیکھا کہ بھسکوٹا کے نواح میں اس کے لشکریوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں تب وہ پیچھے ہٹا اور جو پیچھے کا پشتی علاقہ تھا وہاں اس نے اپنے لشکریوں کو پناہ دے کر حالات کا جائزہ لینا شروع کیا۔

اسی دوران کچھ شکست خوردہ انگریز بھاگ کر اسمت کے پاس پہنچے اور اسے خبر دی کہ ان کے آنے سے پہلے بھسکوٹا کو سلطان حیدر علی نے فتح کر لیا ہے اور وہاں جس قدر انگریز لشکری

تہ تیغ کر دیا گیا ہے۔

کہتے ہیں یہ خبر سن کر انگریز سالار اسمت کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی وہ ایسا ہوا کہ بھسکوٹا کے نواح میں اس نے سلطان حیدر علی سے مقابلہ نہ کرنے کی ٹھان لی بھی خدشہ اور ڈر تھا کہ آنے والی شب کو حیدر علی یا اس کے کسی سالار نے اس پر شب مارا تو وہ نشیب جس کے اندر اس نے پناہ لے رکھی ہے وہ اس کے لشکریوں کا قبرستان جائے گا۔

لہٰذا کسی نہ کسی طرح انگریز سالار اسمت نے اپنے لشکر کے ساتھ دن کا حصہ تو وہاں اس میں گزارا جونہی سورج غروب ہوا رات نے اپنے پر پھیلانے شروع کیے اسمت لرز گیا اس لیے کہ اسے سلطان کی طرف سے شب خون کا خطرہ تھا لہٰذا اپنا بہت سا جنگی سامان اسی نشیب میں چھوڑ کر وہ اپنے لشکر کو لے کر پٹن گھاٹ کی طرف چلا گیا تھا اور سلطان کے خلاف اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کرنے لگا تھا۔

اب صورتحال دن بدن انگریزوں کے خلاف اور حیدر علی کے حق میں ہونے لگی تھی اس لیے جب سلطان کے ہاتھوں جگہ جگہ انگریزوں کو شکست ہزیمت اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ان کے سالار اعلیٰ نے احکامات جاری کر دیئے کہ سارے ادھر اُدھر بکھرے چھوٹے بڑے انگریز لشکر سارے سامان اور رسد کی ضروریات کو سمیٹتے ہوئے پٹن گھاٹ کے مقام پر اپنے سالار اسمت کے لشکر سے آن ملیں۔

اسمت کے یہ احکامات جاری ہوتے ہی چاروں طرف سے چھوٹے بڑے انگریز لشکر پٹن گھاٹ میں اسمت کی طرف کوچ کر گئے تھے دوسری جانب سلطان حیدر علی نے اسمت کے ان احکامات سے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

سب سے پہلے سلطان حیدر علی نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ غازی خان دوسرا محمد علی تیسرا ٹیپو سلطان چوتھا اپنے پاس رکھا اور اپنے مخبروں اپنے ہرکاروں کی روشنی میں جدھر جدھر سے بھی چھوٹے بڑے انگریز لشکر پٹن گھاٹ کا رخ کر رہے تھے ان پر حملہ آور ہو کر اور ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان سے سارا جنگی ساز و سامان اور خوراک کے ذخیرے چھیننے شروع کر دیئے تھے۔

کچھ عرصہ تک سلطان حیدر علی انہی کاموں میں مصروف رہا یہاں تک کہ انہوں نے انگریزوں کو بے پناہ نقصان پہنچایا انہیں خوراک کے وسیع ذخیروں سے محروم کر دیا بے شمار ان کا جنگی ساز و سامان چھین لیا دوسری جانب انگریزوں کا سالار اعلیٰ اسمت پٹن گھاٹ میں بیٹھ

کر اپنے چھوٹے بڑے لشکروں کا انتظار کرتا رہا اس کے پاس آئے دن خبریں پہنچ گئیں آج سلطان حیدر علی نے اتنے چھوٹے لشکروں کو تباہ کیا آج اتنے انگریز قافلوں کو برباد کر ان سے سارا ساز و سامان چھین لیا اور یہ خبریں اسمت کے لئے خوف اور بخار کا باعث بنتی گئی تھیں۔

انگریزوں کو بے پناہ معاشی اور جنگی ساز و سامان کا نقصان پہنچانے کے ایک بڑا طرح سے سلطان حیدر علی پٹن گھاٹ کے مقام پر پڑاؤ کرنے والے انگریز سالار اعلیٰ بے بس اور مجبور کرتا چلا جا رہا تھا پھر اس کے سارے قافلوں کو لوٹنے اور ان کے سامان قبضہ کرنے کے بعد سلطان حیدر علی نے اپنی دوسری کارروائی کی ابتدا کی۔

وہ اس طرح کہ پٹن گھاٹ کے اطراف میں جو علاقے انگریزوں کے تسلط میں تھے وہ مسلط ہوتی شب غم میں ابر سیاہ سے اندھیروں سے الجھتی روشنی دشت بے مدعا میں بے ضمیریوں کی کثافتوں کو دھنکتی کالی گھٹاؤں کی طرح بکھیر دینے والے بے قرار عذابوں اڑتی گرد زمانے کی داغ داغ لوح سے طبقہ داری کی نفرت گمراہ تخیل کی بصارتوں کو دھو والے خوف و وسوسوں اور کراہ بدوش ان گنت اوہام کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ان بے پناہ اور پر قوت حملوں کے نتیجے میں سلطان حیدر علی نے تریانور داغبازی قلعوں کو فتح کر کے وہاں اپنی چوکیاں قائم کر لیں آبنور کے بیشتر دیہات کو غارت کر آگ لگوا دی آبنور گڑھ سانگڑھ، رانی ویلور، دھوبی گڑھ، آرنی اور چیت پیٹھ جیسے مقام پر کرتے ہوئے سلطان ترنامل کے مقام پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

سلطان نے جب دیکھا کہ اس قدر علاقوں پر قبضہ کرنے اور انگریزوں کے زیر علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کے باوجود بھی انگریزوں کا سالار اعلیٰ اسمت لشکر کے ساتھ پٹن گھاٹ سے نکل کر حرکت میں نہیں آ رہا تب سلطان حیدر علی نے ایک قدم اٹھایا۔

ایک بار پھر اس نے اپنے لشکر کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھ علی کو اپنے ساتھ رہنے دیا دوسرا حصہ غازی خان کی سرکردگی میں دیا اور مہا مرزا خان کو غا خان کا نائب مقرر کیا تیسرے حصے کا کمانڈار ٹیپو سلطان کو مقرر کیا گیا اور میر علی رضا خان کو کے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔

اب سلطان حیدر علی نے محمد علی کے ساتھ اپنے ذمے یہ کام لیا کہ وہ جہاں پڑاؤ کئے ہو ہے وہیں رہتے ہوئے انگریزوں کے بڑے سالار اسمت کے لشکر پر نگاہ رکھے گا اور جونہی

نے کہیں حرکت کرنے کی کوشش کرنا چاہی تو سلطان اور محمد علی اس کے خلاف حرکت میں آ جائیں گے۔

غازی خان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ انگریزوں کے علاقے میں داخل ہو کر چنور اور نیلور کے شہروں اور آس پاس کے قصبوں قریوں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے وہاں سے اپنے لیے ضروریات کا سامان حاصل کر لے اور پھر لوٹ کے آئے۔

ٹیپو سلطان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ میر علی رضا کے ساتھ مدراس کی طرف کوچ کرے اور مدراس کے گرد و نواح میں تباہی کا وہ کھیل کھیلے کہ انگریز کانوں کو ہاتھ لگا کر رہ جائیں۔

سب سے پہلے غازی خان انگریزوں کے علاقوں میں داخل ہو کر اپنی کارروائی کی ابتدا کرتا ہے۔ جوانی کی یادوں میں گم خوابوں سے بیدار ہونے والے پر سوز نالوں سردیوں کی سیاہ رات میں جوش مارتی برفانی آندھیوں اور کف کوزہ گر کی طرح جسم و روح کی خواہشوں کی کیفیت کو بدل دینے والی وقت کی بدترین تاریکی کی طرح غازی خان انگریزوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا سب سے پہلے اس نے دو بڑے شہروں چنور اور نیلور کو اپنا ہدف بنایا وہاں جو چھوٹے بڑے انگریز لشکر تھے انہیں غازی خان نے تباہ و برباد اور نیست و نابود کر کے رکھ دیا پھر آس پاس کے جو بڑے بڑے قصبے اور قریے تھے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے غازی خان نے بے پناہ مال غنیمت ان گنت مویشی اور جنگی ساز و سامان کے علاوہ خوراک کے وسیع ذخائر بھی حاصل کیے۔

ان علاقوں میں جس سمت سے بھی غازی خان گزرا اپنے پیچھے دشمن کی حالت خشک پیڑوں کی برہنہ شاخوں دہکتے سورج تلے خشک برگ بار ساحلوں کی صحرائے آشوب سی پیاس اور بربادی کی اندھی کالی گلیوں سے بھی زیادہ ہولناک بناتا چلا گیا تھا۔

ان سارے علاقوں کو روندنے اور بے شمار مال و اسباب حاصل کرنے کے بعد غازی خان واپس سلطان حیدر علی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

دوسری جانب ٹیپو سلطان بھی اسی کے انداز میں حرکت میں آیا پہلے اس نے انگریزوں کے تسلط میں بڑے شہر نتھر نگر کا رخ کیا نتھر نگر کو اس نے لمحوں کے اندر فتح کر لیا وہاں جو انگریزوں کا چھوٹا سا حفاظتی لشکر تھا اسے تہہ تیغ کر دیا نتھر نگر کے اندر سے ٹیپو سلطان کو بے شمار مال غنیمت مویشی اور دوسرا سامان ملا اس کے بعد ٹیپو سلطان نے آندھی اور بگولوں کی طرح اپنے کام کی ابتدا کی مدراس کے اطراف و اکناف میں اس نے بڑی خوفناک یلغار اور ترکتاز

کر کے گرد و نواح کے علاقے میں ٹیپو سلطان چشم نوشیں مشام ذہن اور روح کے مشک و عنبر تک کو دھیمی دھیمی تپش و کھولن میں تبدیل کر دینے والے درد کے ہزاروں گھاؤ آسمان کے سر آنگن تلے سپنوں کی اڑتی دھول کو موت کے الجھتے دھاروں میں تبدیل کر دینے والے تنگ کڑوے کسیلے لمحوں اور روح تک کو کھولا دینے والی حدت کی طرح یلغار کرتا چلا گیا تھا۔

انگریزوں کے علاقوں میں ٹیپو سلطان کے ان حملوں میں خوش رنگ محبت کے وعدوں جیسی شادابی کائنات کے اسرار کی گرہ کشائی کرتی امیدوں کی دھنک جیسی خوش تابی نصف النہار پر چمکتے سورج سی حدت اور ارادوں فکر و عمل اور جستجو جیسی نہ ختم ہونے والی ایک کیفیت تھی۔

غازی خان کی طرح ٹیپو سلطان بھی دشمن کے لشکر میں اب اپنے پیچھے تن کے لاعلاج سیم و تھور اکھڑے بے جان پودوں پیاس کے مارے خشک چشموں اسیری کی بدترین نفرت ٹوٹے خوابوں پھوٹے نصیبوں جیسی کیفیت اور حالت چھوڑتا چلا گیا تھا۔

انگریزوں کے بڑے سالار اسمت کو جب سلطان حیدر علی کے ان لشکریوں کی یلغار اور ترکتاز کا علم ہوا تو وہ سخت سراسیما اور بدحواس ہو کر رہ گیا۔ وہ امید نہیں کر سکتا تھا کہ چھوٹے بڑے لشکر جنہیں اسمت نے اپنے پاس پٹن گھاٹ کے مقام پر جمع ہونے کے لیے کہا تھا ان کا خاتمہ کرنے اور ان کا سارا سامان چھیننے کے بعد حیدر علی کے مختلف حصے انگریزوں کے علاقوں میں داخل ہو کر دور دور تک، تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیں گے۔

یہ خبریں ملنے کے بعد اسمت بڑا خوفزدہ ہوا اس کے پاس وہ لشکر تھا جس کے ساتھ اس نے پٹن گھاٹ کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا تھا اسے لے کر اس نے وہاں سے کوچ کیا اور بڑی تیزی سے منزل پر منزل مارتا رائے ویلور کے مقام پر ایک، محفوظ جگہ جا کر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا اور حالات کا جائزہ لینے لگا تھا۔

جب اسمت کو خبر ہوئی کہ سلطان حیدر علی کے مختلف لشکروں نے چھوٹے بڑے سارے انگریز لشکروں کا خاتمہ کر دیا ہے اب انگریزوں کا وہی لشکر ہے جو اسمت کی کمانداری میں ہے تب اسمت کے رہے سہے حوصلے اور ولولے بھی جواب دے گئے لہٰذا اس نے ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ سے التجا کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح حیدر علی سے انگریزوں کی صلح کرا دے۔

سراج الدولہ پہلے ہی انگریزوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس جا چکا تھا اس نے گذشتہ جنگوں میں جو تباہی اور بربادی دیکھی تھی اس نے اسے لرزا کے رکھ دیا تھا اور اس کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ حیدر علی کو اپنے سامنے کسی بھی صورت نیچا نہیں دکھا سکتے لہٰذا اس نے ایک پیغام دے کر اپنے قاصد حیدر علی کی طرف روانہ کیے۔

اس پیغام میں سراج الدولہ نے لکھا کہ فریقین کی اس خونریز لڑائی میں اللہ کی مخلوق بے سبب تباہ و برباد ہو رہی ہے اور باوجود اس سخت خونریزی کے کوئی بھی منہ پھیرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ یہ ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کی غلط فہمی اور دوغلی پالیسی تھی حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ جگہ جگہ انگریزوں کو شکست دے کر سلطان حیدر علی نے انہیں پسپائی پر مجبور کر دیا ہے اور انگریزوں نے خود اس سے التجا کی ہے کہ وہ حیدر علی سے اس کی صلح کروا دے بہر حال انگریزوں کا بھرم رکھنے کے لیے اور ان کا ساتھ دیتے ہوئے سراج الدولہ نے یہی الفاظ استعمال کر ڈالے۔

ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کو یہ بھی خطرہ تھا کہ بالا گھاٹ کا علاقہ حیدر علی کے پاس تھا جبکہ پائیں گھاٹ کا علاقہ سراج الدولہ کی عمل داری میں تھا اب جو حیدر علی نے انگریزوں اور سراج الدولہ سے بالا گھاٹ کے سارے علاقے واپس لینے کے بعد پائیں گھاٹ کے علاوہ مدراس کے اردگرد بھی یلغار اور ترکتاز کر دی تھی تو اس سے انگریز ہی نہیں خود سراج الدولہ بھی لرز کانپ کر رہ گیا تھا اور اسے یہ خدشات سامنے دکھائی دے رہے تھے کہ کہیں اس جنگ نے طول پکڑا تو حیدر علی پائیں گھاٹ کے علاقے سے نکل کر سراج الدولہ کے سارے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی عمل داری میں شامل کر لے گا اور اسے حکمرانی سے ہی محروم کر کے رکھ دے گا۔

سراج الدولہ نے اپنے ایک سالار دانشمند خاں کو اپنا نمائندہ بنا کر حیدر علی کے پاس بھیجا تھا قاصدوں کے ہاتھ سراج الدولہ نے حیدر علی اور اس کے سالاروں کے لیے بیش بہا اور نفیس تحائف بھی بھیجے اور اس کے ساتھ انگریزوں کے کہنے پر حیدر علی کو لاکھوں روپے کی رقم بھی ادا کرنے کی پیشکش کی تا کہ حیدر علی جو علاقے ان کے فتح کر لیے ہیں وہ واپس کر دے اور اپنے مرکزی شہر سرنگا پٹم کی طرف چلا جائے۔

سراج الدولہ کے قاصد وہ جب تحائف اور رقم کی پیشکش لے کر حیدر علی کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ لڑائی میں بجز نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ لڑائی میں لاکھوں روپے کا نقصان بھی ہو رہا ہے ساتھ ہی اسے چونکہ لاکھوں روپیہ جنگ کے ہرجانے کے طور پر بھی مل رہا ہے لہٰذا سلطان حیدر علی نے اپنی طرف سے اپنے دو نمائندوں علی زمان خان اور مہدی علی خان کو سفیر بنا کر بھیجا تا کہ جنگ بندی کی شرائط طے کر لی جائیں ان شرائط کے تحت حیدر علی کو بھاری رقم ادا کی گئی ساتھ ہی انگریزوں نے حیدر علی سے یہ بھی معاہدہ کیا کہ آئندہ انگریز اور حیدر علی آپس میں جنگ نہیں کریں گے

بلکہ ان پر اگر کسی نے حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو انگریز حیدر علی کی مدد کریں گے اور اگر انگریزوں پر کوئی قوت حملہ آور ہوتی ہے تو حیدر علی ان کی مدد کرے گا۔

اس صلح کے نتیجے میں ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے بہت سے سالاروں نے جب دیکھا کہ انگریز سراج الدولہ اور نظام دکن تک تینوں قوتیں مل کر بھی حیدر علی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں تو پھر ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے ساتھ رہ کر خدمات انجام دینا بالکل بے کار اور عبث ہے لہٰذا سراج الدولہ کے بہت سے سالار لشکری اور سرکردہ عہدوں پر اشخاص اس کے لشکر سے نکل کر سلطان حیدر علی سے جا ملے ان میں جو نامور اشخاص تھے جو حیدر علی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں مہدی خان مرتضیٰ حسن خان مہدی خان راول کنڈا کا بہت بڑا جاگیردار تھا جب کہ مرتضیٰ حسین خان کرگت بالہ کا منصب دار تھا ان کے علاوہ محمد تقی خان ونداوسی کا والی پرموگل گڑھ کا والی محمد سعید خان سات گڑھ کا والی حراست خان پوسوری کا والی محمد علی سب اپنے اپنے وابستگان اور اہل خانہ کے ساتھ سلطان حیدر علی سے جا ملے سلطان نے ان کی دل شکنی نہیں کی بلکہ حوصلہ افزائی کی ان میں سے اکثر کو بخشی گیری مختلف علاقوں کا عامل قلعہ داری اور دوسرے اعزازات سلطان نے عنایت کیے۔

سلطان چونکہ اس وقت سراج الدولہ کے علاقوں کے اندر تھا لہٰذا سراج الدولہ کے شہروں اور قصبوں کے ضرورت مند لوگ بھی اس موقع پر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے کہتے ہیں سلطان نے انہیں کچھ اس طرح نوازا کہ سب دعائیں دیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اس طرح اس طویل جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں کو انتہا درجہ کی بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حواری اور ان کے حلیفوں میں سے سراج الدولہ اور نظام دکن کو بھی خبر ہوگئی کہ وہ کتنے ہی اتحاد کر لیں لیکن حیدر علی کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنا اتنا آسان نہیں جتنا انہوں نے سمجھ لیا تھا تین قوتوں کے مقابلے میں اکیلا ہونے کے باوجود حیدر علی نے شاندار فتوحات حاصل کیں اور ان جنگوں کے نتیجے میں سلطان حیدر علی کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت انگنت جنگی ہتھیار نقدی لاتعداد جانور اور خوراک کے وسیع ذخائر بھی لگے تھے ان ساری چیزوں کو سمیٹتا ہوا سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ سراج الدولہ کے علاقوں سے نکلا پھر وہ ایک عظیم فاتح کی حیثیت سے سرنگا پٹم کا رخ کر رہا تھا۔

گرونتی ایک روز غازی خان کی حویلی میں اس کی ماں کے کمرے میں لگی ہوئی مسہری پر نیند سوئی ہوئی تھی کہ اک دم وہ ہڑبڑا کے اٹھ کے بیٹھی جونہی اس نے آنکھیں کھولیں رہ گئی اس لیے کہ اس کی مسہری کے قریب ہی ایک نشست پر غازی خان بیٹھا اس کی بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

گرونتی نے جلدی جلدی اپنا لباس درست کیا پھر لا انتہا حیرت اور بڑی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"آپ یہاں کب آئے؟"

جواب میں غازی خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"گرونتی میں کافی دیر سے بیٹھا تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا بس میں تھوڑی دیر کے لیے واپس آیا ہوں لشکر پھر ایک مہم پر تھوڑی دیر تک کوچ کرنے والا ہے۔ میں اس کے ساتھ روانہ ہوں گا دراصل کوچ سے پہلے میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا

گرونتی اب اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی پھر اپنی حالت کو واضح کرنے کی خاطر کہنے لگی۔

"دراصل حویلی میں صفائی کرتے کرتے میں تھک گئی تھی اور یہیں پڑی سو رہی میں نہیں جانتی کتنی دیر سوئی ہوں اور آپ نے میرے پاس بیٹھ کر کتنی دیر میرا انتظار کیا ہے اگر آپ کو اس سلسلے میں زحمت اٹھانی پڑی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔"

غازی خان مسکرا دیا کہنے لگا۔

"نہیں گرونتی ایسی کوئی بات نہیں مجھے کوئی زحمت نہیں اٹھانی پڑی ویسے بھی میں نے تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرنا ہے بہر حال میں نے یہاں بیٹھنے سے پہلے پوری حویلی کا جائزہ لیا ہے تم نے بہت اچھی صفائی کی ہے اور میں سمجھتا ہوں میری غیر موجودگی میں تم نے بہتر دیکھ بھال کی ہے اور تم اکیلی ہی ہو۔ دیول داس اور سیورن کہاں ہیں؟"

گرونتی نے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگی۔

"میں آج کل اکیلی ہی آتی ہوں صفائی کر جاتی ہوں سوسا اور شولیر کو میں نے منع کر ہے کہ اب وہ یہاں کام نہ کیا کریں میں اکیلی سارے کام نمٹا لیا کروں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے وہ رکی پھر غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے لگی۔

"امیر تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا کہ آپ مجھ سے انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے لیے رکے ہیں اور یہ کہ آپ نے لشکر کے ساتھ کوچ کر جانا ہے کیا میں پوچھ سکتی ہوں وہ موضوع کیا ہے جس پر آپ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" یہ الفاظ دھڑکتے دل اور کانپتی زبان کے ساتھ گرونتی نے ادا کیے تھے۔

جواب میں گہری نگاہ غازی خان نے گرونتی کے چہرے پر ڈالی تھی پھر اس نے گف آغاز کیا کہنے لگا۔

"گرونتی تو دیکھتی ہے یہ حویلی اب سونی سونی ویران ہو گئی ہے میں اکیلا تو اس میں ر سکتا۔"

غازی خان کے ان الفاظ نے گرونتی کے دل کے اندر خوشیوں کا ایک ابال پیدا کر دیا تھا فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر کھل کر کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟" اس پر غازی خان پھر کہہ رہا تھا۔

"میں کہہ رہا تھا کہ اب میں اکیلا تو اس حویلی میں نہیں رہ سکتا میں جب یہاں داخل ہوں تو حویلی کاٹنے کو دوڑتی ہے پہلے ہم گھر کے تین افراد تھے میرا باپ تھا ماں تھی تینوں جل کر ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے باپ کے مرنے کے بعد بھی ماں کے ساتھ میرے و روز خوشگوار گزرتے رہے لیکن اب ماں کے کوچ کر جانے کے بعد میں تنہا تو یہاں سے رہا لہٰذا میں نے بہت جلد شادی کا ارادہ کر لیا۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر اپنی خوشیوں اپنی مسرتوں اپنی آسودگی اپنے اطمینان چھپاتے ہوئے اپنی مسکراہٹ کو دباتے ہوئے گرونتی نے شہد بکھیرتی آواز میں پوچھا۔

"امیر آپ کہاں کب کس سے شادی کر رہے ہیں؟"

اس پر کچھ سوچتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

"گرونتی وہ اسی شہر کی ایک لڑکی ہے۔"

گرونتی نے فوراً غازی خان کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"کیا وہ سوسا اور شولیر میں سے کوئی ہے؟"

غازی خان نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی کہنے لگا۔

"نہیں ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔"

گرونتی نے پھر بات کو عیاں کرنے کے لیے سوال داغ دیا۔

"کیا وہ اسی علاقے میں رہتی ہے جہاں آپ کی اور ہماری حویلی ہے؟"

مسکراتے ہوئے غازی خان نے پھر نفی میں گردن ہلائی کہنے لگا۔

"نہیں وہ اس محلے اس کوچے کی رہنے والی نہیں ہے وہ شہر کے دوسرے کونے کی رہنے والی ہے۔ اور اس کا باپ کبھی سلطان حیدر علی کے لشکر میں سالار رہا کرتا تھا۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی بیچاری راکھ کی طرح بجھ گئی تھی فضاؤں میں اڑتے پتوں جیسی اداسیاں بے آب و گیاہ صحرا جیسی ویرانیاں اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں میں طوفانوں کی طرح امنڈ آئی تھیں۔

کچھ دیر اپنے آپ کو سنبھالتی رہی پھر گرونتی بول اٹھی۔

"امیر آپ اس لڑکی کو کب سے جانتے ہیں اور وہ کیسی ہے؟"

مسکراتے ہوئے غازی خان پھر کہنے لگا۔

"اس لڑکی کو میں کئی ماہ پہلے سے جانتا ہوں جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ وہ لڑکی کیسی ہے تو سنو......

وہ شہر فسوں میں یادوں کے چھلکتے جام راتوں کی حسین تنہائیوں میں پھولوں کی چمکتی رنگین دلیز موجوں میں تحلیل ہو جانے والی شبنم بھری چاندنی کی ناؤ، برہنہ، پنڈلیوں کی آگ جیسی مجسم رنگ و رعنائی شام کے سرمئی عمل میں لبوں پر سجے تبسم مشام جاں میں آگہی کی حلاوت اور صداقتوں کے آئینوں میں خواہشوں کی شہنائیوں جیسی حسین پری جمال خوبصورت اور پر کشش ہے۔"

گرونتی اداس اور افسردہ ہو گئی تھی کپکپاتی آواز میں پھر اس نے سوال داغا۔

"اور وہ آپ کو کیا سمجھتی ہے؟"

غازی خان نے پھر کہنا شروع کیا۔

"جس طرح میں اسے چاہتا ہوں اسی طرح وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے وہ مجھے اپنے ماتھے کا جھومر اپنی آنکھوں کی چمک اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ اپنے خوشنما مستقبل کی سیڑھی غم زندگی سے الجھے دکھوں میں طائر خوشنما اور سلگتی ریت کے جھکڑوں میں اپنے نطق کا کمال اور اپنی لذت کا اظہار خیال کرتی ہے۔"

کچھ دیر تک غازی خان کے ان الفاظ کی وجہ سے گرونتی الجھی الجھی بکھری بکھری منتشر سی رہی اندر ہی اندر آہوں اور ہچکیوں میں رو رہی تھی اداس اور افسردہ تھی لیکن اپنا بھرم رکھنے کے لیے اپنے ظاہر کو سنبھالے ہوئے تھی یہاں تک کہ غازی خان کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور وہ چونک اٹھی غازی خان اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"گرونتی میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم بھی شادی کر لو اس طرح تمہارا گھر آباد ہو جائے گا تمہاری زندگی میں ایک طمانیت ایک آسودگی آ جائے گی۔"

چونکنے کے انداز میں گرونتی سنبھلی پھر کہنے لگی۔

"امیر آپ نے اگر مجھے ایک اچھی خبر سنائی ہے تو میں بھی آپ سے ایک اچھی خبر کہنے والی ہوں میں بھی عنقریب شادی کروں گی اور اپنے جیون ساتھی کا میں نے انتخاب بھی کر لیا ہے۔"

غازی خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"یہ تو میں پہلے ہی جانتا ہوں کہ تم اپنے لیے جیون ساتھی کا انتخاب کر چکی ہو اس لیے کہ یہ انکشاف بہت دن پہلے تم نے کیا تھا اب تو میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کیسا ہے۔ جسے تم اپنی زندگی کا ساتھی بنا رہی ہو؟"

جواب میں گرونتی نے کچھ سوچا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"جسے میں اپنے جیون کا ساتھی بنا رہی ہوں امیر وہ ہوائی بگولوں کی سرگردگی سا عزم و عزیمت کا پیکر طلسمات کی کہانیوں میں محبت کا ریشم ہے۔ غم کی تاریکی میں نشاط صبح کا سا مسحور کن نقش و نگار بے کراں وسعتوں میں جدائیوں کے سایوں وقت کے منجدھار اور تاریخ کی رفتار میں سمندر کی طرح جوش مارتے انقلاب کے قافلوں جیسا نوجوان ہے اپنے عزم اپنی بصیرت سے وہ لمحوں کو صدیوں میں صدیوں کو لمحوں میں سمیٹ سکتا ہے وہ قوت عظمت کی پر شکوہ علامت ہے میرے لیے وہ حفاظت و سکون کا آخری حصار ہے۔"

غازی خان نے خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر اس نے دوبارہ گرونتی کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"اور اس سے متعلق تمہارے کیا خیالات ہیں؟"

گرونتی بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی تاہم اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر وہ نوجوان جسے میں اپنے جیون کا ساتھی چن چکی ہوں وہ اس کارگاہ ہستی میں میرے لیے محبت کا جھونکا سانسوں کے سرگم میں چاہتوں کی شادمانی، دھواں دھواں شہروں میں پھولوں پر شبنم کی پھوار ویران ویران بستی میں حیات کی نغمہ ریز گونج سوچوں کے بوجھ اور

ن بم شی میں وہ مجھے چاہتوں کی صداقت اور سکون زاروں کا خمار خیال کرتا ہے۔"

ں تک کہنے کے بعد گرونتی کچھ سوچتی رہی کبھی کبھی نگاہ اٹھا کر غور سے غازی خان کی ہی دیکھ لیتی تھی پھر دوبارہ اس نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر جس نوجوان کا میں نے اپنے لیے انتخاب کیا ہے وہ ان نوجوانوں میں سے ایک جان عالم آبروئے دھر بن کر شہروں کے محافظ بستیوں کے پاسبان بن جاتے ہیں وہ عزم ہو کر راستوں کے محافظ اوروں کے نگہبان ثابت ہوتے ہیں وہ ان عظیم و معظم ں میں سے ایک جو اس نگار خانہ کن میں راکھ کی تہہ سے شعلے نکال سکتے ہیں ازم کو بزم ل کر سکتے ہیں وہ ایک ایسا ہمدرد اور ایک ایسا ہمدم ساتھی ہے جو اپنی تمکنت و شوکت یت و استقامت اپنی جرات و ہمت اپنے پر شکوہ وقار اپنی تجلی و حرارت اپنے عزم صمیم کی کو آن بان سے اپنی محبت کے آغاز و انجام دونوں کو حری خوانوں کی حلاوت سا بنا ہے۔"

ں تک کہنے کے بعد گرونتی رکی پھر کپکپاتی آواز میں وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

یر اب وہی نوجوان میرے دل کی گدگداہٹ میرے سینے کی سنسناہٹ میری محبت ت کی وفا میری خواہشوں کا دست طلب وقت کی قوس قزح میں اب وہی میری محبت ت، دشت تنہائی میں اب وہی میری الفت کے ستاروں کی جگمگاہٹ امیر محترم وہ اب میری محویت و تفکر کا ارتکاز میرے وصل و ملاقات کا مرکز اور وہی اندھے ستم تلے لے صبح نو کی علامت فتنہ پردازی سے ماحول شب مرگ کی سوداگری جیسی فضاؤں جگر یاہ گوشہ شب میں وہی میری آنکھوں کی نادیدہ چمک اور لال گوں پھولوں سی رعنائی بر میں سمجھتی ہوں اگر وہ مجھے نہ ملے تو اس کے بغیر میں الجھے دنوں کے عمیق دکھ بلبل کی ہدا سسکیاں لیتی فاختہ زرد رتوں کی رسوائی دوریوں کی کہر بھری منزل ساون رت کے ہمانے ریت کے ناپائیدار گھروندوں سے بھی زیادہ بدتر ہو کے رہ جاؤں گی۔"

ں تک کہنے کے بعد گرونتی جب رکی تو غازی خان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی خرجین ے ایک نقدی کی تھیلی نکالی اور وہ تھیلی اس نے گرونتی کی گود میں رکھتے ہوئے کہنا ہا۔

تی تم سوئی ہوئی تھی اور میں نے تم سے کہا نا کہ میں تم سے ایک مقصد کے تحت ہو تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا یہ نقدی کی تھیلی سنبھالو اس میں کافی نقدی ہے اب ی کے انتظامات سارے لوازمات تم نے پورے کرنے ہیں جس لڑکی سے میں نے

شادی کرنی ہے اس کے لیے کپڑوں اس کے لیے زیورات کا اہتمام اور خریداری تم نے کرنی ہے فی الحال یہ نقدی رکھو اگر یہ نقدی کم پڑ گئی تو میں تمہیں اور نقدی مہیا کروں گا کیونکہ میری شادی کے سارے انتظامات تم نے ہی کرنے ہیں۔''

گرونتی بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی چاہ رہی تھی زمین پھٹ جائے وہ اس میں جائے یا چیخ چیخ کر غازی خان سے کہے کہ امیر میں کسی اور لڑکی سے آپ کو شادی نہیں کر دوں گی میں آپ کو کسی اور کا جیون ساتھی نہ بننے دوں گی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پکار پکار کہے کہ امیر میں تو آپ ہی کے انتظار میں بیٹھی آپ کی طرف سے مثبت جواب کی منتظر ہوں غازی خان نے پھر اسے مخاطب کیا لہٰذا اس کی یادیں منتشر ہو گئیں چونک سی پڑی غازی خان کہہ رہا تھا۔

''گرونتی تم کن سوچوں میں پڑ گئی ہو کیا تم میری شادی کی ذمے داریاں قبول کرنے انکار کرتی ہو؟''

غازی خان کی ساری گفتگو سن کر گرونتی بیچاری مرجھائے سوکھے پھولوں راکھ راکھ جسم ویران آنسوؤں کے صحیفوں زبان کے جبر سی اداس درد بھری تقدیر اور جانی انجانی بیچارگی بکھری بکھری سی ہو کے رہ گئی تھی لیکن جلد ہی اس نے اپنے کھوکھلے قہقہوں بیکار بخشوں حالت کو سنوار لیا چہرے پر غم جان کا مداوا بنتی مسکراہٹ بکھیر لی اپنی آنکھوں کے اندر اس کے خدوخال کو سنوارتی اور آنگن میں کھیلتے ستاروں جیسی کیفیت اس نے پیدا کر لی تھی پھر ا دم چونکتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر آپ کیسی اور کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں میں گرونتی آپ کی شادی کا اہتمام کروں گی تو اور کون کرے گا پر میں پریشان اس لیے ہو گئی تھی کہ میں یہ سارے کام اکیلی کروں گی یہ اتنی بڑی رقم جو آپ مجھے دے رہے ہیں اب میں ملول اور فکر مند اس لیے کہ پہلے میں نے کبھی اس قسم کے انتظام کیے ہی نہیں اور میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ انتظامات میں اگر کوئی کمی خامی رہ گئی تو یقیناً آپ مجھ سے ناراض ہوں گے بس آپ ناراضگی نے مجھے فکر مند اور پریشان کر دیا ہے ورنہ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہے۔''

گرونتی جب خاموش ہوئی تو اسے ڈھارس دینے کے انداز میں غازی خان کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیول داس سبورن ان تیاریوں میں تمہارا پورا ساتھ دیں گے وہ ابھی تھوڑی دیر تک آتے ہی ہوں انہیں پہلے ہی اس سلسلے کی ساری تفصیل کہہ چکا ہوں۔''

عجیب سی پریشانی اور حیرانی میں گرونتی نے غازی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا آپ دیول داس اور سبورن سے پہلے مل چکے ہیں؟''

غازی خان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''تم تو خواہ مخواہ پریشانی فکر مندی اور گھبراہٹ کا شکار ہو رہی ہو شہر میں داخل ہونے کے ں سب سے پہلے تمہاری حویلی کی طرف گیا وہاں تم نہیں تھی پتہ چلا کہ تم یہاں میری یں صفائی ستھرائی کے لیے آئی ہوئی ہو لہٰذا میں کچھ دیر دیول داس اور سبورن کے پاس ور اپنی شادی کے سلسلے میں تفصیل کے ساتھ ان سے گفتگو کی پھر میں یہاں آیا گھوڑے کو ں میں باندھا اس کی زین دھانہ اتار کر پانی پلایا اس کے آگے چارہ ڈالا اور پھر کافی دیر یں یہاں بیٹھا ہوں وہ تھوڑی دیر تک آتے ہی ہیں اور میرے خیال میں اس سلسلے میں ں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ دونوں بھی......''

ازی خان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اسی لمحہ دیول داس اور سبورن اس کمرے میں ہوئے تھے اور غازی خان کے قریب ہی نشستوں پر بیٹھ گئے پھر دوبارہ غازی خان نے ی کو مخاطب کیا۔

''لو دیول داس اور سبورن بھی آ گئے ہیں میرے خیال میں اب تمہاری پریشانیوں کا ازالہ ئے گا۔'' پھر غازی خان نے دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''دیول داس میرے محترم گرونتی کو میں نے نقدی کی تھیلی دی دی ہے اس سے پہلے میں ل کے ساتھ آپ سے گفتگو کر چکا ہوں گرونتی مان گئی ہے کہ میری شادی کے سارے ات یہ کرے گی اور میری آپ سے التماس ہے کہ اس سلسلے میں آپ اس کی مدد کریں یہ تو بہر حال سارے انتظامات نہیں کر سکتی جس لڑکی سے میں شادی کر رہا ہوں اس کے جو کچھ خریدنا ہے دیول داس گرونتی کی مرضی سے خریدنا اور اس کے لیے کپڑے زیورات طرح کے گرونتی چاہے گی ایسے ہی اسے خریدنے دینا گرونتی میں تھوڑی دیر تک یہاں پنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا میری غیر موجودگی میں تم پورے انتظامات کرنا اگر یہ ہو جائے تو تم اپنے پاس سے خرچ کر لینا میں واپس آ کر تمہیں ادا کر دوں گا۔''

گرونتی نے پھر زبردستی مسکراہٹ اپنے چہرے پر بکھیری کہنے لگی۔

''امیر آپ کیا کہہ رہے ہیں شادی کے سارے انتظامات پورے ہونے کے باوجود بھی یہ م بچ جائے گی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' گرونتی کی اس گفتگو زی خان بھی خوش اور مطمئن ہو گیا تھا کہنے لگا۔

"گرونتی دیکھو جس طرح کی نقدی میں نے تمہیں دی ہے ایسی ہی نقدی کی ایک تھیلی میں نے دیول داس کو بھی دی ہے گرونتی چونکہ تم اپنی شادی کا بھی اہتمام کرنا چاہتی ہو یہ بات ہے کہ جس سے تم شادی کرنا چاہتی ہو اس کا تم نے مجھے اتا پتا نہیں بتایا لیکن نقدی کی تھیلی میں نے دیول داس کو دی ہے اس نقدی سے تم اپنی شادی کی تیاریاں بھی کرنا۔"

غازی خان کی اس ساری گفتگو سے گرونتی بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی اندر ہی اندر رہی تھی کہ وہ چیخیں مار کے روئے واویلا کرے نوحہ گری پر اتر آئے شور کر کے کہے کہ لوگو جس شخص کو میں نے چاہا ہے وہ مجھ سے دور ہو رہا ہے جسے میں نے اپنی پریت کا مرکز بنایا وہ مرکز ہی مجھ سے دور کھنچا جا رہا ہے لیکن کچھ نہ کہہ سکی خاموش رہی غازی خان نے پھر مخاطب کیا۔

"گرونتی جس طرح کا سامان میری شادی کے لیے تم نے تیار کرنا ہے ایسے سا اہتمام اپنی شادی کے لیے بھی کرنا۔"

گرونتی فوراً بول پڑی اور غازی خان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر میرے پاس نقدی کافی ہے آپ کو میری شادی کے لیے دیول داس کو نقدی دینی چاہیے تھی بلکہ جو تھیلی آپ نے دیول داس کو دی ہے واپس لے لیں۔"

غازی خان ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"گرونتی دوبارہ اس قسم کے الفاظ ادا نہ کرنا دیکھو تم نے میری ماں کی بے لوث خدمت تیمار داری کی ہے اب تمہاری دیکھ بھال کرنا تمہاری بہتری کے لیے کام کرنا میرے فرض میں شامل ہے جو رقم میں نے دیول داس کو دی ہے وہ یقیناً تمہاری شادی پر ہی خرچ ہو گی جانو اس میں میرا سکون میری آسودگی ہے۔"

غازی خان جب خاموش ہوا تو کرب بھری آواز میں گرونتی بول پڑی۔

"امیر آپ نے اپنے لیے لڑکی تو پسند کر لی لیکن آپ نے ہمیں تو نہ اس لڑکی سے ہی اس کے گھر والوں سے ملاقات کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے اب آپ کی موجودگی میں جبکہ میں نے اس لڑکی کو دیکھا بھی نہیں ہوا میں کیسے اس کے لیے کپڑے تیار کروں گی۔"

جواب میں غازی خان مسکرایا کہنے لگا۔

"گرونتی تم فکر مند نہ ہو اس کے کپڑوں کا جتنا ناپ ہے وہ میں نے دیول داس کو دے دیا ہے ساری تفصیل ایک کاغذ پر لکھی ہوئی ہے وہ دیول داس تمہارے حوالے کر دے گا

مطابق تم اس کے کپڑے زیورات تیار کروا لینا۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی اور زیادہ دکھ غم اور فکرمندی میں ڈوب کے رہ گئی تھی جواب طلب انداز میں دیول داس کی طرف دیکھنے لگی تھی دیول داس اس کے اس انداز سے دیکھنے پر بول پڑا۔

"بٹیا غازی خان ٹھیک کہتا ہے اس لڑکی کے کپڑوں اور زیورات کے سارے ناپ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے غازی خان نے مجھے دیدیئے ہیں وہ کاغذ میں نے تمہارے ہی کمرے میں رکھ دیا ہے۔" دیول داس کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ غازی خان اٹھ کھڑا ہوا گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"گرونتی میں جو کام چاہتا تھا اس سے متعلق تفصیل کے ساتھ تمہارے ساتھ گفتگو ہو گئی ہے میں تمہارا شکرگزار اور ممنون ہوں کہ تم میری شادی کی تیاریوں کی ذمے داری قبول کر رہی ہو دیکھو میں اب جاتا ہوں اس لیے کہ مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔"

غازی خان کے یہ الفاظ سن کر گرونتی لپک اور تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی مسہری سے اتری اور کہنے لگی۔

"امیر آپ ایسے نہیں جائیں گے آپ نے کھانا نہیں کھایا اور میں آپ کو بھوکا پیاسا نہیں جانے دوں گی۔"

جواب میں غازی خان نے قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

"گرونتی ایسی کوئی بات نہیں تم یہاں سوئی ہوئی تھی تو میں دیول داس اور سبورن کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا چکا ہوں۔ وہاں تمہاری حویلی میں کھانا کھانے کے بعد پھر میں یہاں تمہارے پاس آیا تھا اب میں کوچ کروں گا مجھے دیر ہو رہی ہے۔" اس کے ساتھ ہی غازی خان چپ چاپ اس کمرے سے نکلا گرونتی دیول داس اور سبورن اس کے ساتھ تھے۔

غازی خان اصطبل میں آیا اور گھوڑے پر زین ڈالی اسے دھانا چڑھایا گھوڑے کی باگ پکڑ کر صحن میں آیا تینوں کو الوداع کہا حویلی سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر اسے ایڑ لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

غازی خان کے جانے کے بعد گرونتی دیول داس اور سبورن تینوں ان نشستوں پر جا کے بیٹھ گئے تھے جہاں سے اٹھے تھے اور تھوڑی دیر پہلے جہاں وہ غازی خان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

گرونتی تھوڑی دیر تک اپنی نشست پر چپ کے پرندوں لباس ہجر کے چیتھڑوں کی طرح

خاموش بے بس تھکی فاختہ جیسی چپ بیٹھی رہی اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے اس کی گرفت اس کی زبان سے اور اس کے سخن کے تاثیر سے ختم ہوگئی ہو پھر بیچاری وہ گندھک اور بارود کی طرح پھٹ پڑی تھی دیول داس اور سبورن کی طرف دیکھتے ہوئے روتی آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔

"بابا میرے ساتھ ٹھوکروں کے احتمال بھرا بے چہرہ شور سلاسل جیسا انیائے ہے امیر غازی خان کی شادی میرے علاوہ کہیں اور ہو جائے تو درد کی جھلساتی روح اور سفاک کانٹے لمحوں سا میرے ساتھ جبر ہوگا حشر کی سامانیاں لئے دشمنی اور غازہ زیست کو مٹاتا استبداد الم کی سرمایوں سی نا انصافی دل پر آزار بن کر اترتے رگوں کو تبسم سے محروم کرتا سرد آہوں میں ڈبوتا بے داد گری کا فیصلہ ہوگا۔

کاش کوئی امیر غازی خان کو بتاتا کہ وہ میری زندگی کے سرابوں میں میری محبت کا گیت میرے عجز و اخلاص اور میری تقدیر کا حاصل ہیں میرے اکھڑتے سانسوں میں میری ڈوبتی نبضوں میں وہ میری اپنائیت میرا پیار ہیں کاش کوئی بتاتا کہ وہ ماہتاب بکف مجاہد میرے پریم لفظوں کا محافظ میرے جاگتے لہجوں کا پاسبان میرے جمال وحسن کا امین اور مالک ہے۔

اماں کاش کوئی انہیں بتاتا کہ میں اور وہ ایک ہی منزل کے دو مسافر ہیں ان سے دوری میرے حسن و حیا کی تذلیل میری خوبصورتی و جمال کی تحقیر میری چاہت و پریم کا قتل اور میرے خلوص و ایثار کی پستی ہے۔

کاش کوئی انہیں بتاتا کہ میں ان سے ایسی محبت کرتی ہوں جیسی شورش ہستی میں نور کا سیلاب جیسے مدبہ انجم بہ انجم ہست و بود کا تبسم جیسے ساز نفس اور سیلاب ضیاء میں چاند تاروں فسوں جیسے سایہ ماہتاب میں کیف مستی کا رقص۔

ان کے بغیر میں نگر نگر ڈگر ڈگر بھٹکتے موجۂ کفن تیرہ طلاطم اور ٹوٹے درپن سے بھی زیادہ بدتر ہوں میرے جمال کے رنگوں کی تڑپ خیزیاں میرے حسن کے سبزہ و گل کا ہجوم میرے حرف وصوت کا حصول سب ان کے دم سے ہے۔

ان کے بغیر میں صحرا کے سفر کے سیلے سیل حرص و ہوس کا شکار ہو جاؤں گی سرابوں میں اپنے کھوئے سکے تلاش کرتی حیات گریز اس سے بھی ابتر ہو کے رہ جاؤں گی دامان شب میں حرف وصوت کی تذلیل کرتی سفر بدوش وحشتوں اور طوفانی بگولوں کی گرد سے بھی ذلیل اور بیکار ہو کے رہ جاؤں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے گرونتی رکی تھی پھر شکایت بھرے انداز میں

داس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"بابا وہ مجھے بتا رہے تھے کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد وہ سب سے پہلے میری حویلی کی گئے وہاں بیٹھ کے تفصیل کے ساتھ انہوں نے آپ سے گفتگو کی اس لڑکی سے متعلق آپ کو بتایا جس سے وہ شادی کرنا چاہتے ہیں بابا کاش آپ نے اس موقع پر ان کو بتایا کہ ان کی منزل وہ لڑکی نہیں میں گرونتی ہوں آپ نے ان پر یہ تو انکشاف کیا ہوتا کہ گرونتی سے دور نہیں رہ سکتی ان سے ایسی محبت کرتی ہے جس کا انجام صرف دو طرح کی منزلوں پر ہو سکتا ہے یا تو مجھے امیر غازی خان مل جائیں گے یا میں اپنے آپ کو موت سے بغل گیر لوں گی بابا آپ کو پتا تھا کہ میں اب ان سے ٹوٹ کر پیار کرتی ہوں اور ان کے بغیر نہیں رہ پھر آپ نے کیوں ان پر میری محبت کا انکشاف نہیں کیا۔"

دیول داس کی گردن تھوڑی دیر تک شرمندگی اور خجالت سے جھکی رہی کچھ سوچتا رہا اس کے وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹیا انہوں نے کچھ حالات ہی ایسے پیدا کر دیئے تھے کہ میں کھل کر تیری وکالت نہ کر تا تھا بیٹی جونہی وہ حویلی میں داخل ہوئے ہمارے ساتھ اپنی شادی کی گفتگو شروع کر دی انہوں نے بتایا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کو پسند کرتے ہیں جس کا باپ کبھی سلطان حیدر علی کے لشکر اچھا سالار تھا سنا ہے وہ لڑکی بھی دیوانگی کی حد تک امیر غازی خان کو پسند کرتی ہے اور پھر بر کہہ رہے تھے کہ جس مہم پر وہ جا رہے ہیں وہاں سے آنے کے بعد اپنی شادی کا اہتمام ریں گے۔

بٹیا وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ امیر غازی خان کی یہ حویلی اجڑ کے رہ گئی ہے کبھی غازی خان یہاں اپنے باپ اور ماں کے ساتھ رہتا تھا پھر باپ چلا گیا پھر ماں بھی فوت ہوگئی اب غازی خان اس حویلی میں اکیلا تو نہیں رہ سکتا اس نے اپنے گھر کو آباد تو کرنا ہے۔ میری بیٹی تو نے ماضی میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم اس سے بے پناہ محبت کرنے لگی ہو۔

بیٹی جب غازی خان نے آتے ہی اپنی شادی کا ذکر شروع کر دیا تو پھر میں کیسے غازی خان سے کہتا کہ جس لڑکی سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے اس سے شادی نہ کرے بلکہ گرونتی سے شادی کرے اگر میں ایسا کہتا تو غازی خان یقیناً میرے اس مشورے کو ناپسند کرتا اس لیے کہ بیٹے ماضی میں تیرا سلوک ناپسندیدہ تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے جب دیول داس رکا تو اس کی جگہ سبورن نے

گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بٹیا اس میں ہم دونوں میاں بیوی کا کوئی دوش نہیں ہے میں تمہیں پہلے بھی سمجھاتی رہی ہوں کہ غازی خان سے اس طرح کا اجنبیت کا سلوک نہ کرو بیٹی جہاں تک میں غازی خان کی حالت کا جائزہ لے سکتی ہوں میرا اپنا اندازہ ہے شروع شروع میں وہ تمہاری طرف مائل ہوا تھا شائد تمہیں پسند کرنے لگا تھا چاہنے لگا تھا میرے خیال میں اسی چاہت کی بنا پر اپنے جذبات و احساسات سے مغلوب ہو کر ایک بار اس نے تمہارے ہاتھ بڑے پیار اور محبت سے تھام لیے تھے لیکن تمہیں خبر ہے تم نے وہ ہاتھ تھامنے کی اسے کیا سزا دی۔

تم نے بری طرح اسے جھڑک دیا اس کی تذلیل کی اس کی محبت کی ناقدری کی جس وقت اس نے تمہارے ہاتھ تھامے تھے بٹیا تمہیں اس وقت اس کے لیے سپردگی اور دوانگی کا سلوک کرنا چاہئے تھا اگر اس سے تم بھی اس کے ہاتھ تھام کر پیار اور چاہت کا اظہار کرتی اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتی تو وہ جانتا کہ تم اسے چاہتی ہو اسے اپنی منزل بنانا چاہتی ہو لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔

بٹیا تمہارے ایسا کرنے سے وہ دور ہٹتا چلا گیا اگر اس نے تمہیں اپنی زندگی کا ہدف اور منزل بنا بھی لیا تھا تو وہ اس ہدف اور منزل سے دور ہٹتا چلا گیا اپنی نئی منزل کی تلاش میں کوشاں رہا اور اب اس نے اپنی نئی منزل تلاش کر لی ہے تو میں سمجھتی ہوں وہ مڑ کے اپنے پہلے حالات کی طرف شاید دیکھنا پسند نہ کرے۔

گرونتی اب وہ تیرے ساتھ اپنائیت اور نرم گفتگو کرتا ہے تو وہ اس وجہ سے کرتا ہے کہ تم نے اس کی ماں کی دیکھ بھال اس کی خدمت کی ہے وہ چونکہ اپنی ماں کو اپنی جان اور اپنے جہاد سے بھی زیادہ عزیز محترم اور پیارا جانتا تھا لہٰذا اپنی ماں کے حوالے سے وہ تمہاری عزت تمہاری قدردانی کرتا ہے کاش تم نے اس کی محبت کو اپنے دامن اپنی جھولی میں بھرنے کے بعد اس قدردانی اس عزت کے ساتھ اپنی محبت اور چاہت کا بھی اضافہ کر لیا ہوتا تو میں سمجھتی ہوں تمہاری زندگی سونے سے کندن ہو کے رہ جاتی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سبوزن خاموش ہو گئی کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد گرونتی نے دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بابا میں آپ دونوں سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں اب میرے سامنے دو ہی قسم کی منزلیں ہیں یا تو میں ہر صورت میں امیر غازی خان کو حاصل کر کے رہوں گی یا اپنے آپ کو موت سے بغل گیر کر لوں گی۔ بابا اگر آپ کو میری زندگی کی ضرورت ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں

ے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزاروں تو پھر آپ کو میرے لیے کچھ کرنا ہوگا آپ امیر غازی ن کو میری طرف مائل کر سکتے ہیں ان سے بات کر کے آپ انہیں اس بات پر قائل کر سکتے کہ گرونتی انہیں دیوانگی کی حد تک چاہتی ہے آپ انہیں بتا سکتے ہیں کہ میں ان کی زندگی ان زات کی شریک حیات بننا چاہتی ہوں۔ بابا مجھے یقین ہے کہ جب ان پر یہ انکشاف کیا ے گا میری محبت میری چاہت کا اظہار ان پر کیا جائے گا تو وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے بور ہو جائیں گے اور بابا یہ کام صرف آپ ہی کر سکتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مایوس ں کریں گے اگر آپ مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ دونوں کو میری خاطر کچھ نہ کچھ رور کرنا ہوگا۔"

گرونتی بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی ہونٹ کاٹ رہی تھی انتہائی ضبط انتہائی تحمل کا ماہرہ کرتے ہوئے اپنے رو دینے والے عمل کو روکے ہوئے تھی گلے میں جنم لیتی ہوئی یوں سسکیوں کو بھی اس نے دبا رکھا تھا۔

دیول داس اس کے الفاظ اس کی گفتگو سے بے حد متاثر ہوتا دکھائی دے رہا تھا کچھ دیر موش رہ کر وہ سوچتا رہا پھر گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"گرونتی میری بیٹی میں سمجھتا ہوں اب ہمارے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہیں رہا ری بیٹی غازی خان کی صورت میں محبت کی روشنی کا ایک سیلاب تیری طرف بڑھا تھا اور تم نے اپنی محبت کو بے مایہ شے سمجھ کر ٹھکرا دیا تیرا حاصل زندگی بننے کے لیے کوئی روئے حیات نا کر تیری طرف بڑھا لیکن تیرے خیالات گریزاں نے اپنے گل سے ترے بدن کو اس سے دور رکھنے کا فیصلہ کیا۔

بٹیا کوئی سنگ شکن عزم لے کر تجھے اپنا حرم بھرم بنانا چاہتا تھا لیکن اس کا حرم بننے کے بجائے تو اس کی خواہشوں کی تشنگی بن کے رہ گئی تو نے خود اپنی آرزوؤں کی بارات کو فرط نفرت کے شور نوا میں گم کر کے رکھ دیا بٹیا کوئی تمہارے محویت و تفکرات کے اوطاق میں محبت کے معجزات اور عجائبات بن کر اترا تھا لیکن تو نے اس کی قدر دانی نہیں کی گرونتی قدرت نے اسرار مخفی سے بھرپور سحر خیز چاندنی میں محبت تیرے دامن میں ڈالنا چاہی پر تو نے اپنا دامن سمیٹ لیا نہ جانے تو ماوراء نظر کسی اور ہی امر میں سرگرداں رہی اور تیری محبت کا مرکز اور تیری چاہت کا ارتکاز لمحہ بہ لمحہ روز بروز تجھ سے دور ہوتا چلا گیا اور اب نوبت اور کیفیت یہاں تک آ پہنچا ہے کہ غازی خان جسے تم اپنی محبت کا مرکز خیال کرتی ہو جس کے بغیر اب تم زندہ رہنے کا سوچ تک نہیں سکتی ہو اس نے اپنے لیے کسی حسین اور خوبصورت لڑکی کا چناؤ کر لیا ہے وہ لڑکی

کون ہے اس کا ابھی تک ہمیں اس نے مکمل حدود اربعہ نہیں بتایا لیکن جہاں تک اس نے میرے ساتھ گفتگو کی ہے وہ انتہا درجہ کی کوئی حسین اور خوبصورت لڑکی ہے اندر ہی اندر چپکے چپکے سے غازی خان سے محبت کرتی رہی ہے کہتے ہیں اس لڑکی کے کسی عزیز نے غازی خان پر اس کی چاہت اور محبت کا اظہار کیا پھر دونوں کی ملاقات ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا اور اب نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ ان دونوں کی شادی کی تیاریاں ہونے لگی ہیں۔"

دیول داس کی اس گفتگو سے گرونتی بیچاری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی اس کی ہچکیاں اور سسکیاں کمرے میں بلند ہونے لگی تھیں اس کی یہ حالت شائد سبورن کے لیے ناقابل برداشت تھی آگے بڑھ کر اس نے گرونتی کو اپنی گود میں سمیٹ لیا گرونتی رو رہی تھی جبکہ سبورن اسے اپنی گود میں سمیٹے اسے ڈھارس اسے تسلی دے رہی تھی۔

سلطان حیدر علی اب ان حکمرانوں کی طرف متوجہ ہوا تھا جنہوں نے انگریزوں کے ساتھ جنگ کے دوران سلطان حیدر علی کے علاقوں پر یلغار تر کتاز اور دھاوا بول دیا تھا سلطان نے سب سے پہلے کڑپہ کا رخ کیا اس وقت سلطان کے پاس ساٹھ ہزار کے قریب لشکر تھا کڑپہ کے نواح میں پہنچ کر سلطان نے حاکم کڑپہ کے علاقوں میں یلغار اور تر کتاز کرنے کا حکم دے دیا تھا اور یہ حکم ملتے ہی سلطان حیدر علی کے چھاپہ ماروں نے کڑپہ کے مضافات میں خوب غارتگری کی اور کسی مدفع کو سلامت نہیں چھوڑا۔

جب حاکم کڑپہ کو ان حادثوں کی اطلاع ملی تو سخت خوفزدہ ہوا اس نے اپنا ایک نمائندہ معافی مانگنے کے لیے سفیر کے طور پر سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کیا اور اس سفارت کے ساتھ اس نے پانچ لاکھ روپیہ نقد دو ہاتھی چار گھوڑے جڑاؤ ساز سمیت دے کر ساتھ ہی سلطان کی خدمت میں معافی نامہ بھی پیش کیا اور اس معافی نامے میں اس نے یہ عہد کیا کہ وہ آئندہ کبھی بھی سلطان حیدر علی کی اطاعت سے روگردانی نہیں کرے گا اور جب کبھی بھی سلطان حیدر علی کا کسی دشمن کے ساتھ سامنا ہوگا جنگ ہوگی تو وہ سلطان کو کمک کے طور پر لشکر کا ایک حصہ بھی مہیا کیا کرے گا۔

رحم دلی سے کام لیتے ہوئے سلطان حیدر علی نے کڑپہ کے حاکم کی اس درخواست کو قبول کر لیا چند روز تک سلطان نے کڑپہ کے نواح میں قیام کیے رکھا اور وہاں کے معاملات کو اپنی خواہش کے مطابق ترتیب دیا۔

کڑپہ سے روانہ ہونے کے بعد سلطان نے بگین پلی کا رخ کیا وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی عرف کلو نے جو سادات میں سے تھا انگریزوں کے ساتھ لڑائی کے دوران اس نے سلطان سے گستاخانہ رویہ اختیار کیا تھا سلطان کو اپنے لشکر کے ساتھ آتا دیکھ کر بگین پلی کے حکمران کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی سطان نے آگے بڑھ کر اس کے قلعے کا چاروں طرف سے گھیراؤ کر لیا بگین پلی کے حاکم نے جب دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں سلطان ہر صورت میں اس کے قلعہ کو فتح کر کے رہے گا تو اس نے اپنے چند سفیروں کو سلطان کی خدمت میں

پچاس ہزار روپیہ دے کر روانہ کیا ساتھ ہی تحریری معافی مانگنے کے علاوہ سلطان کی فرمانبردار... اور اطاعت اختیار کر لی سلطان نے رحم دلی سے کام لیتے ہوئے بگین پلی کے حاکم کو معاف کر دیا۔

بگین پلی کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے بعد سلطان حیدر علی نے پھر اپنے لشکر... ساتھ کوچ کیا اور کدوال کا رخ کیا وہاں کا راجہ بھی انگریزوں کے ساتھ جنگ کے دورا... سرکشی پر اترا تھا سلطان جب کدوال کے قریب پہنچا تو وہاں کے حکمران پر خوف اور لرزہ طا... ہو گیا اسے یقین ہو گیا تھا کہ سلطان اسے اس کے ماضی کے برے اعمال اور بغاوت کی ضرور دے گا لیکن اس کے سامنے سلطان کی چند مثالیں بھی تھیں اس نے کڑپہ کے علاوہ دوسرے باغی حکمرانوں کو معاف کر دیا تھا لہٰذا وہ بھی امید رکھتا تھا کہ سلطان اسے بھی معا... دے گا لہٰذا اس نے بھی پہلے حکمرانوں کی طرح ایک سفارت سلطان کی خدمت میں بھیجی سفارت کے ذریعے اس نے سلطان کی طرف دو لاکھ روپیہ کچھ تحفے تحائف اور اپنی جان... کی درخواست بھی پیش کی۔

سلطان نے اس حکمران کی عاجزی و انکساری کو بھی قبول کیا جو تحائف اس نے بھیجے... بھی نذرانے کے طور پر قبول کر لیا۔

اب سلطان نے کنول کے علاقوں کا رخ کیا وہاں کا حاکم منور خاں تھا اس نے... جھوٹے زعم کو بنیاد بناتے ہوئے سلطان حیدر علی سے مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور اپنے لشکر ساتھ اس نے شہر سے باہر پڑاؤ کر لیا سلطان حیدر علی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے... درست کر لیں۔

حاکم کنول منور خاں کے سلطان سے جنگ کرنے کی ایک خاص وجہ اور اس کی خوش... تھی۔

کہتے ہیں حاکم کنول منور خاں کا ایک مرشد تھا نام اس کا شاہ مسکین تھا جس کے معتقد... کے اکثر با اثر امراء اور حکام تھے منور خان بھی اس پر اندھا اعتقاد رکھتا تھا اور اس وقت... مسکین اسی کے علاقوں میں قیام کیے ہوئے تھا۔

کہتے ہیں جب سلطان حیدر علی نے منور خان کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لیے... قدمی کی تو منور خاں اپنے مرشد شاہ مسکین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اس صورت... سے آگاہ کیا۔

اس کے مرشد نے منور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

اے منور فکر نہ کر میں تیرے دشمن کو شکست دے دوں گا۔

کہتے ہیں منور خان نے اپنے مرشد کی زبانی جب یہ خبر سنی تو بڑا خوش ہوا اور یقین کر بیٹھا کہ اپنے پیر و مرشد کے کہنے پر وہ ضرور ہی سلطان حیدر علی کو شکست سے دو چار کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

حیدر علی نے جب منور خان کو آمادہ جنگ دیکھا تو اس کے سامنے جا کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا وسطی حصے میں خود رہا دائیں جانب غازی خان کو بائیں جانب محمد علی کو رکھا اور باقی سالاروں کو تینوں حصوں میں نائب کے طور پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔

کہتے ہیں جس وقت سلطان حیدر علی جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہا تھا منور خاں کا پیر و مرشد شاہ مسکین جو ایک ہاتھی کی ننگی پشت پر سوار تھا تین سو افغانوں کو لیے سامنے سے نمودار ہوا وہ سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔

یہ عجیب و غریب صورتحال تھی ایک طرف سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا سامنے منور خان کا لشکر جنگ کے لیے تیار تھا اس موقع پر ایک طرف منور خان کا پیر و مرشد شاہ مسکین افغانوں کے ساتھ نمودار ہوا اسے دیکھ کر سلطان حیدر علی کے کچھ مشیروں نے مشورہ دیا۔

”کہ اس مقام تسخیر کا خیال ترک کر دینا چاہیے اس لیے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ شاہ مسکین بڑا کامل ولی اور قطب ہے لہٰذا اسے تعرض کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ اس کا مقابلہ کرنے سے سلطان حیدر علی کی سلطنت پر کوئی ناگوار ناخوشگوار صورتحال نمودار ہو جائے اس لیے مسکین شاہ کے ساتھ ٹکرانے سے گریز کرنا چاہیے۔“

مورخین لکھتے ہیں کہ اپنے مشیروں کی اس گفتگو کو سلطان حیدر علی نے انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور غضبناک ہو کر کہا۔

”کیا ہمارا لشکر کسی کی پناہ میں نہیں ہے کیا تم نے ہم کو بے پناہ اور بے وسیلہ سمجھ رکھا ہے۔“

سلطان حیدر علی کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر سارے مشیر چپ ہو رہے بہر حال سلطان نے بیک وقت منور خان اور اس کے پیر و مرشد مسکین شاہ سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

سب سے پہلے سلطان حیدر علی نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ منور خان کے لشکر پر چٹانوں کو غبار راہ میں تبدیل کر دینے والے دہشت بھرے شعور بت گری و بت پرستی کے جھگاڑ کو وحدانیت کی شناسائی میں بدل دینے والے طوفانوں کے محکم رقص ساز دل کے تاروں

کوتوڑتی عظمت وتوقیر کی بے روک لہروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ غازی خان بھی ذلت کے نشانوں کو پیٹ دینے والے بے سیل رواں اونگھتے تاریک نہاں خانوں میں گھس جانے والے طغیانیوں کے جبر گناہوں چھلکتے مئے کدوں اہرمن کی طرب گاہوں جوانی کے گناہ آلود احساسات اور بنی آدم کی پستی ذلت میں گھس کر شعلوں میں تپ جانے والی تکبیروں کی صداؤں کے طلاطم کی طرح چھا جا والے انداز میں حملہ آور ہوا تھا۔

اس کے بعد محمد علی نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بائیں جانب سے سود و زیاں سے خبر ضرب لگانے اور محشر برپا کر دینے والے اہل خرد و اہل ہنر جیون کی خوشگوار حدتوں کو اجا سنسان ویرانوں بدی کے دامن کے ارمانوں اوہام کے ایوانوں گناہ کے آنچل کی خواہش میں فطرت کی بھڑک اٹھنے والی آتش فشانی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان حیدر علی غازی خان اور محمد علی کے حملوں میں کھیتوں کے دیار سے شادابی زندگی لپیٹتے عرصہ سکرات کی سی مستی چڑھتے دنوں کا سا جمال اور خوابوں کی صبح خنداں سی خوش تھی۔

منور خان کا پیر و مرشد شاہ مسکین جو سلطان حیدر علی کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے آگے بڑھا تھا اس نے جب یہ صورتحال دیکھی تو فی الفور اپنے ہاتھی کو موڑا اور اپنے ساتھ کے ساتھ بھاگتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا اور حرم سرا کے ایک تنگ و تاریک حجرہ میں جا کر چھ گیا۔

اسی دوران سلطان حیدر علی کے ہاتھوں منور خان کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی اور وہ بھی ا لشکر کا نقصان برداشت نہ کرتے ہوئے بھاگ کر شہر میں داخل ہو گیا۔

کہتے ہیں اس موقع پر منور خان کے پاس حرم سرا کے اس تنگ کمرے ہی میں مسکین ش گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے منور جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہ تو حیدر علی کو دے کر صلح کر لے۔''

کہتے ہیں اپنے مرشد سے یہ سن کر منور خان کی ساری بہادری ساری جرات مندی ہ گئی اور اس نے اپنے دیوان کو تحائف اور سامان ضیافت کے ساتھ سلطان حیدر علی کی خد میں روانہ کیا اور التجا کی کہ وہ حتی المقدور سلطان کی خدمت میں نقدی روانہ کرے گا۔

یہاں بھی سلطان نے بے پناہ رحم دلی سے کام لیتے ہوئے منور خان کو معاف کر دیا دریائے تنگبھدرہ کے کنارے قلعہ کے مغربی جانب وہ اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا

کہتے ہیں منور خان نے دوسرے دن سلطان کی خدمت میں پانچ لاکھ روپیہ کے عوض کچھ نقدی کچھ سامان روانہ کیا اور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ سلطان کی دوستی اور خیر خواہی کا طالب ہوا سلطان نے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے وہاں سے بھی کوچ کر لیا تھا۔

اب سلطان نے بلاری کا رخ کیا وہاں کے راجہ نے بھی انگریزوں کے ساتھ جنگ کے دوران سلطان کے خلاف سرکشی کی تھی اور ایک علاقے رائے درگ کے دیہات میں اس نے لوٹ مار کا بازار بھی گرم کیا تھا سلطان نے اس کو اس کی شرارت کی سزا دینے کے لیے اس کی طرف کوچ کیا بلاری ایک نہایت مضبوط و مستحکم کوہستانی قلعہ تھا سلطان نے اس کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا اور گولہ باری اور منجنیقوں کے ذریعے پتھر برسانے کا سلسلہ شروع کیا۔

بلاری کا راجہ بلا خوف و خطر مدافعت پر جما رہا اس نے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا جرات مند اور بہادر سمجھتا تھا۔

جب توپوں کے ذریعے سلطان کی طرف سے برسائے جانے والے گولوں اور سنگباری نے راجہ کے زنانہ محل کو بھی نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو اس سنگباری و گولہ باری سے راجہ کی عورتیں آہ و فغاں فریاد کرتی ہوئی راجہ سے درخواست کرنے لگیں کہ ہر صورت میں سلطان سے صلح کر لینی چاہیے۔

ان عورتوں نے یہ بھی مشورہ دیا کہ سلطان جس قدر سونا اور رقم طلب کرے ادا کر دو اگر تمہارے پاس اس قدر سونا نقدی نہیں ہے تو ہم اپنا سارا قیمتی زیور دے دیتے ہیں عورتوں نے یہ بھی کہا کہ اگر قلعہ فتح کر لیا گیا تو پھر قلعے کی کوئی بھی چیز محفوظ نہیں رہے گی۔

اپنی عورتوں کے ان الفاظ سے راجہ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی اس نے جب دیکھا کہ اس کے قلعے کی فصیل کا کافی حصہ گر گیا ہے اور محل پر بھی گولے اور سنگباری شروع ہو گئی ہے تب اس کے اپنے پاؤں تلے سے بھی زمین نکل گئی تھی۔ آخر اس نے سلطان حیدر علی کی خدمت میں دو لاکھ روپیہ روانہ کر کے صلح کا پیغام بھیج دیا۔

سلطان ابھی راجہ کی قسمت کا فیصلہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسی اثناء میں سلطان کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ مرہٹوں کے علاقے گجندر گڑھ کے حاکم گوبند راؤ کے کہنے پر ایک مرہٹہ سالار نے حیدر علی کے علاقوں پر دھاوا بول دیا ہے لشکر کشی کر دی ہے اور کچھ علاقوں میں اس نے ہنگامہ کھڑا کرتے ہوئے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ہے۔

یہ خبر سن کر سلطان نے بلاری کے راجہ کی پیش کی ہوئی رقم کو قبول کرلیا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے وہاں سے کوچ کیا اور مرہٹہ سردار کو سزا دینے کے لیے بڑی برق رفتاری سے اس نے اپنے علاقوں کا رخ کیا۔

ادھر مرہٹہ سالار کو جب خبر ہوئی کہ سلطان حیدر علی دریائے تنگبھدرہ کو عبور کرنے کے بعد بڑی برق رفتاری سے اس کا رخ کر رہا ہے تو وہ حواس باختہ ہو گیا اس نے سلطان کے علاقوں پر اس بنا پر حملہ کیا تھا کہ سلطان تو چھوٹے چھوٹے حاکموں اور راجاؤں کو زیر کرنے میں مصروف ہے اور اس کی اس مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر وہ کچھ علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے اپنے لیے فوائد حاصل کرے گا لیکن سلطان کی آمد کا سن کر سلطان سے مقابلہ کیے بغیر ہی وہ بھاگ گیا۔

اس کے بھاگنے کے بعد سلطان پلٹا اور ساؤنور پہنچا ساؤنور کے حاکم نے سلطان کے لشکر کا بہترین استقبال کیا اور خیر خواہی کے طور پر اس نے سلطان کو اس کے لشکر کے دو دن کا خرچہ جو لگ بھگ ایک لاکھ پینتیس ہزار بنتا تھا بطور نذرانہ سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔

ساؤنور سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے کے بعد سلطان حیدر علی نے بیجانگر یعنی آنی گڑھ کا رخ کیا اور وہاں کے راجہ کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا۔

آنی کا راجہ کہتے ہیں رام راج کھتری کی اولاد میں سے تھا اسی لیے وہ کسی کو سلام کرنے کے لیے نہیں جایا کرتا تھا اس لیے کہ ہندوؤں میں اس خاندان کو بڑی عزت بڑی فوقیت دی جاتی تھی زمانہ قدیم میں تو اس خاندان کے زیر اقتدار کرناٹک دکن بلکہ مالا بار سے دریائے نربدا تک سارا علاقہ تھا۔

لیکن جنوبی ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کے بعد جب قطب شاہی عادل شاہی اور نظام شاہی حکومتیں معرض وجود میں آئیں تو مسلمانوں نے دریائے کرشنا کے کنارے سیالکوٹ کے نواح میں بیجانگر کے آخری راجہ رام راج کو شکست دے کر اس عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

بعد میں اس پر ایک اور ضرب لگی جب سلطان اورنگزیب عالمگیر نے اپنے عہد میں ہندوؤں کی اس سلطنت کا کچھ مزید علاقہ بیجانگر کے مسلمان حکمرانوں کے لیے واگزار کر دیا تھا۔

غرض کہ آنی گڑھ کے راجہ تمراج نے اس وقت اپنے آپ کو عجیب و غریب کیفیت میں پایا جب سلطان حیدر علی نے اسے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا اب تمراج

ے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ اپنی پرانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بیماری کا بہانہ بنا کر لطان کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذرت کر لے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا خود کو سخت بیمار ظاہر کیا البتہ اپنے ایک لڑکے کو ایک لاکھ روپے ے علاوہ کچھ تحائف دے کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور ساتھ ہی سلطان سے اپنے ر اپنے اہل خانہ کے لیے امان طلب کی۔

سلطان حیدر علی نے اس کے خاندان کے بلند مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے اس کی پیشکش کو ل کرلیا اور اس کی جاگیر کی بحالی کا خلعت عنایت کر کے وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ رتے ہوئے چیتل درگ کا رخ کیا۔

چیتل درگ کے راجہ کو جب سلطان کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ خوفزدہ ہوا کہ کہیں سلطان ں کے علاقوں میں داخل ہو کر اس کی سلطنت کی پامالی اور بربادی ہی کا باعث نہ بن جائے ا جونہی سلطان نے اس کے علاقوں کا رخ کیا اس نے اپنے کچھ نمائندے سلطان کی مت میں روانہ کیے اور انہوں نے تین لاکھ کی ایک رقم سلطان کی خدمت میں پیش کی ساتھ ں سلطان کے سامنے اظہار وفاداری کا بھی اعلان کیا چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد لطان نے وہاں سے کوچ کیا اب اس کا رخ باگل واری کی طرف تھا۔

کہتے ہیں باگل واری کا راجہ عقل و دانش سے بے بہرہ سادہ لوح اور نشہ کا عادی تھا افیون ں قدر کھاتا تھا جس کا شمار نہیں تھا۔

اپنے علاقے کے سارے محاصل صرف افیون خریدنے پر صرف کر دیتا تھا اور اکثر اپنے لاخانے پر چڑھ کر پہاڑوں اور جنگلوں کا نظارہ کرتا رہتا تھا۔

اس کی رہائش کے سامنے ایک تالاب اور تالاب کے اس پار ایک پہاڑی تھی انہیں دیکھ یکھ کر راجہ اپنے دیوان سے پوچھا کرتا تھا کہ اس پہاڑی کے برابر اگر خالص افیون اور الاب میں پانی کی جگہ دودھ ہو جائے تو لوگ اس کو کتنے دن میں ختم کر دیں گے۔

اس کے جواب میں دیوان کہتا کہ مہینہ میں یہ صرف ہو جائے گا اس پر وہ کہتا کہ لوگ بھی لیا چڑیوں کی طرح تھوڑا تھوڑا کھاتے اور قطرہ قطرہ پیتے ہیں اگر کوئی ایک ہفتہ میں اتنا سب تم کر جائے تو میں اسے مرد جانوں۔

اس کی کاہلی اس کی سستی کا یہ عالم تھا کہ صبح کے وقت منہ دھونے اور دانت صاف کرنے ے لیے بیٹھتا تو دوپہر کے بعد کہیں جا کر اس مرحلہ سے فارغ ہوتا اس کی غذا افیون کے علاوہ لوا کھیر ہوا کرتی تھی کہتے ہیں کہ بیوی اس کا کھانا تیار کر کے ملازم کو اس کے بلانے کے

لیے بھیجا کرتی تو ملازم زور زور سے اسے جھنجھوڑ کر پکارتا تب وہ اٹھ کر زنانہ محل میں جاتا اور کھانا کھاتا۔

اس کے متعلق یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس نے ایک باغیچہ اپنی آبادی سے باہر لگوایا تھا جب بھی اس باغیچہ اور باغ کی سیر کے لیے اس کا دل چاہتا تو ایک ہفتہ تک باہر نکلنے کی تیاری ہی میں لگ جاتا اور پھر اپنے کار پرداز کے ہمراہ اس باغ میں جا کر وہ گھڑی دو گھڑی ٹہلنے کے بعد ہی اس سے پوچھتا۔

ہم کو گھر سے نکلے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں اور اب ہم کو اپنے محل تک پہنچنے میں کتنے دن لگ جائیں گے۔

دیوان بیچارہ کیا کرتا مجبور تھا کہتا دو تین منزل راستہ طے کرنے کے بعد ہی ہم محل تک پہنچ جائیں گے اس پر وہ ہنستے ہوئے کہتا ہم کبوتر تو نہیں ہیں کہ اتنی جلدی اڑ کر پہنچ جائیں گے غرضیکہ اس راجہ کی حماقتیں اس سے بھی زیادہ گئی گزری تھیں۔

سلطان حیدر علی نے جب اسے حکم نامہ بھیجا کہ وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو تو وہ حکم ملتے ہی بھاگا بھاگا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان نے جب اسے دیکھا تو اسے دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا کہ اس کی حماقتیں اس کے حلیہ ہی سے ٹپک رہی تھیں سلطان نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ ”تمہارا کیا حال ہے اور کیا لے کر آئے ہو۔“

راجہ نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ ”سلطان محترم میں آپ کی اقبال مندی کے طفیل نو من خالص افیون لے کر حاضر ہوا ہوں جو میرے توشہ خانہ میں پہلے سے رکھی ہوئی تھی اس کے علاوہ میں دو سو دودھ دینے والی گائے بھی لے کے آیا ہوں اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے البتہ چند سونے چاندی کے زیور کنیز کے بدن پر ہیں اگر آپ کہیں تو حاضر کیے د ہوں۔“

سلطان کو اس کی ان احمقانہ باتوں پر ہنسی آ گئی اسے رخصت کر دیا صرف ایک گاؤں اس کے اخراجات کے لیے بحال رکھا گیا باقی کے علاقے پر سلطان نے اپنا ایک والی اور حاکم مقرر کر دیا تھا اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر سرنگا پٹم کی طرف چلا گیا تھا۔

غازی خان حویلی کے اصطبل میں گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا کہ غصے کی حالت میں تیز تیز ہوئی گرونتی حویلی میں داخل ہوئی صحن کو عبور کیا سیدھی اصطبل کی طرف گئی تھوڑی دیر تک رنے کے انداز میں غازی خان کی طرف دیکھتی رہی غازی خان نے کھریرا کرنا بند کر دیا اس کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”لگتا ہے آج پھر تم غصے اور غضبنا کی کی حالت میں ہو؟“

چند قدم آگے بڑھ کر گرونتی مزید غازی خان کے قریب ہوئی اور واقعی غصے کا اظہار کرتے ئے کہنے لگی۔

”میں گذشتہ کئی ہفتے سے آپ سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے آپ اس لڑکی سے ملائیے جس آپ شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ میری کسی بات پر غور نہیں کر رہے اب میں اس نتیجے چی ہوں کہ آپ اس سے میری ملاقات کروانا ہی نہیں چاہتے لیکن میں نے بھی تہیہ کر لیا کہ جب تک مجھے آپ اس کے پاس نہیں لے جائیں گے یا اسے یہاں مجھ سے ملانے لیے حویلی میں نہیں بلائیں گے اس وقت تک میں اس کے لیے اس کی شادی کے سلسلے کوئی چیز نہیں بناؤں گی نہ اس کے کپڑے سلواؤں گی نہ اس کے لیے زیور کا اہتمام کروں اس لیے کہ کل کو میرے سلوائے ہوئے کپڑے اس پر پورے نہ اترے میرا بنایا ہوا زیور اسے پسند نہ آئے تو پھر محنت کرنے کا کیا فائدہ اور اگر آپ نے یہ سلسلہ اسی طرح رکھا تو آپ کو نقدی کی وہ تھیلی لوٹا دوں گی جو آپ نے مجھے ان انتظامات کے لیے دی تھی آپ یہ سلسلہ اسی طرح رکھا تو پھر یہ کام یہ انتظامات آپ کسی اور سے کروا لیجئے گا کم از کم میں لڑکی کی غیر موجودگی میں کچھ نہیں کر پاؤں گی۔“

گرونتی جب خاموش ہوئی تب اسے مخاطب کرتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

”گرونتی ناراض و خفا مت ہو دیکھو سلطان اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کی شادی کا اہتمام کر رہا اور مجھے آج کل ان انتظامات میں سخت مصروفیت ہے ٹیپو سلطان کی شادی کا یہ سارا کام ہو جائے تو اس کے بعد میں تمہیں اس لڑکی سے ضرور ملواؤں گا۔“

غازی خان کی اس گفتگو سے خوش ہونے کی بجائے گرونتی اداس اور ملول ہوگئی تھی غازی خان نے پھر کہنا شروع کیا۔

"میں گھوڑے کو کھریرا کر کے تیاری کر کے جا رہا ہوں دیکھو میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ ٹیپو سلطان کی شادی کے بعد میں اس لڑکی کو تم سے ضرور ملواؤں گا۔"

گرونتی نے کوئی جواب نہ دیا پیچھے ہٹ کر صحن میں لگی مسہری پر بیٹھ گئی تھی اس کے دیکھتے ہی دیکھتے غازی خان نے گھوڑے کو کھریرا کیا گھوڑے پر زین ڈالی اسے دھانا چڑھایا پھر اپنی تیاری کی اس کے بعد وہ حویلی سے نکل گیا تھا گرونتی بھی بیچاری اداس اداس اور افسردہ اپنی حویلی میں داخل ہوئی۔

سیدھی اس کمرے میں آئی جس میں دیول داس اور سیورن بیٹھے ہوئے تھے اور کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! غازی خان کو لوٹے کئی ہفتے بیت چکے ہیں بابا میری آپ سے ایک گزارش ہے آپ کم از کم غازی خان پر یہ تو انکشاف کریں کہ گرونتی اسے چاہتی ہے اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے یا یہ کہہ دیں کہ گرونتی اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی زندگی اور اس کے جیون کی ساتھی بنا چاہتی ہے بابا کچھ تو ہونا چاہئے اس طرح چپکے چپکے اندر ہی اندر کام ہوتا رہا اور غازی خان کی اس لڑکی کے ساتھ شادی کا وقت آ گیا تو میں تو نہیں جی سکوں گی۔"

دیول داس اپنی جگہ پر اٹھا شفقت بھرا ہاتھ اس نے گرونتی کے سر پر رکھا کہنے لگا۔

"بٹیا تم دیکھتی ہو غازی خان ان دنوں بری طرح مصروف ہے ٹیپو سلطان کی شادی کے سلسلے میں بڑے انتظامات ہو رہے ہیں اس شادی کا مرحلہ گزر جائے تو پھر میں غازی خان سے تمہاری بات ضرور کروں گا بیٹی میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں۔"

دیول داس کی اس گفتگو سے گرونتی کسی قدر مطمئن ہوگئی تھی پھر وہاں سے نکل کر اپنی خوابگاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

سلطان حیدر علی انگریزوں کو پسپا کر چکا تھا نظام دکن ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ بھی سرنگوں ہو چکے تھے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے راجہ اور حکمرانوں سے بھی وہ خراج وصول کر چکا تھا یہ سارے کام کرنے کے بعد اسے ٹیپو سلطان کی شادی کی فکر ہوئی لہٰذا اس کی شادی کے لیے ایک شخص امام بخش کی لڑکی کا انتخاب کیا۔

جب سلطان نے اپنی اس پسند اور اس خواہش کا اظہار اپنے اہل خانہ سے کیا تو انہوں

اس شادی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس لیے کہ سلطان کے اہل خانہ اپنی ایک رشتہ دار لڑکی ٹیپو سلطان کو بیاہنے کا تہیہ کیے ہوئے تھے۔

آخر باہم فیصلہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ دونوں لڑکیوں کو ٹیپو سلطان کے عقد میں دیا جائے اور یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ایک ہی رات میں دونوں جگہ ٹیپو کے نکاح کا اہتمام کیا جائے۔

کہتے ہی شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہونے لگیں تھیں اور سارے مراسم حیدر دکن کے طریقہ پر سرانجام دیئے گئے ایک مہینہ تک اس شہر کے کوچہ و بازار طرح طرح روشنیوں سے جگمگاتے رہے ہر نوع کی غذاؤں اور مشروبات سے لوگوں کی تواضع کی جاتی ہر ادنیٰ و اعلیٰ نے ان ضیافتوں میں جی بھر کے حصہ لیا مغنیوں کے علاوہ رقص و سرود کے منعقد کیے گئے محتاجوں اور مسکینوں کو جی کھول کر بخشش اور انعامات سے نوازا گیا جشن کی ان محفلوں اور مجلسوں میں جو بھی شریک ہوا وہ عمر بھر کے لیے نہال ہو کے رہ گیا۔

ٹیپو سلطان کی شادی کا ایک دن مقرر کرنے کے بعد پہلے ٹیپو سلطان کو دولہا بنا کر اس لڑکی بارات گئی جس لڑکی کا انتخاب سلطان حیدر علی نے کیا تھا وہاں خطبہ خوانی اور نکاح ہوا کے بعد ٹیپو سلطان کو دولہا بنا کر اس لڑکی کے گھر لے جایا گیا جس کا انتخاب سلطان حیدر کے گھر کی عورتوں نے کیا تھا۔

جس لڑکی کا انتخاب عورتوں نے کیا تھا اس کے لیے گھر کی عورتوں نے خوب بڑھ چڑھ کر لیا چونکہ یہ شادی ان کی اپنی پسند کے مطابق تھی اور جیسا کہ عورتوں کا خاصا ہوتا ہے کہ خاندان کی لڑکی کو خواہ وہ غریب اور مفلوک الحال ہو بڑی عزت دیتی ہیں دوسرے گھر سے والی باوجود خاندانی مرتبہ و عمارت کے ان کی نظروں میں نہیں جچتی۔

بہر حال ٹیپو سلطان ایک ہی شب میں دو دلہنوں کو لے کر سرنگا پٹم کے محل میں داخل ئے۔

شادی کے بعد سلطان حیدر علی نے اپنی صاحبزادی کو بھی ایک شخص نام جس کا حافظ سید علی یاہ دیا یہ شخص سلطان حیدر علی کے نمائندہ کی حیثیت سے نظام حیدر آباد کے پاس جا کر ین اور عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کر چکا تھا لہٰذا یہ سلطان حیدر علی کا منظور نظر ہو گیا سلطان نے بیٹی کو اس کے عقد میں دیتے ہوئے اسے اپنی دامادی کا اعزاز بخشا۔

ان شادیوں سے فارغ ہونے کے بعد سلطان نے اپنی سلطنت کے نظم و نسق کی طرف بن کیا نئے لشکری بھرتی کرنے شروع کیے ان کی تربیت و تنظیم کا کام شروع کر دیا مختصر

مدت میں جوق در جوق جنگجو جوان اس کے لشکر میں شامل ہو گئے اور سلطان نے ان کی تربیت کا بہترین انتظام انصرام کیے رکھا ساتھ ہی آس پاس کی مملکتوں کے تاجروں کو بھی سرنگا پٹم آنے کی دعوت دی اس طرح جہاں اس نے اپنے لشکر کی تنظیم نو کی اپنے لشکر کی تعداد بڑھائی وہاں تجارت کو فروغ دیتے ہوئے اپنی سلطنت میں خوشحالی کا دور دورہ بھی کیا۔

اس کے علاوہ سلطان نے جو بہترین کام کیا وہ یہ کہ لگ بھگ دو ہزار جاسوسوں مخبروں اور طلایہ گروں کو بہترین تربیت دے کر اس نے اطراف و اکناف کے حکمرانوں اور شہروں کی طرف روانہ کیا جن علاقوں میں سلطان نے اپنے جاسوس اور مخبر روانہ کیے ان میں حیدر آباد پونا دہلی بنگال ایران توران اور کابل شامل تھے ایسا انتظام اور انصرام اس لیے کیا گیا کہ ہر طرف سے خبر رسانی کا مکمل انتظام اس کے علاوہ سلطان نے آس پاس کے چھوٹے بڑے راجوں پر بھی نگاہ رکھنے کے لیے اپنے جاسوس مقرر کر دیئے تھے اس طرح آنے والے حالات پر گہری نگاہ رکھنے کے لیے سلطان نے اپنی سلطنت میں بہترین اور عمدہ قسم کے انتظامات کی تکمیل کر لی تھی۔

گرونتی اپنی خوابگاہ میں اداس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی کہ کمرے میں ایک ساتھ دیول داس اور سیورن داخل ہوئے وہ بے حد خوش مسکرا رہے تھے چہرے سے سکون اور ایک طرح کا اطمینان ٹپکتا تھا انہیں اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر گرونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ دیول داس نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"گرونتی میری بیٹی میں نے تمہارا کام کر دیا ہے اب تم ایسا کرو ابھی اور اسی وقت اٹھو امیر غازی خان کے پاس جاؤ۔"

گرونتی چونک پڑی تھی اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھی دیول داس کے قریب ہوئی کہنے لگی۔

"آپ ان سے کیا بات کر کے آئے ہیں؟"

"میں نے کیا بات کرنی تھی بیٹی میں نے ان پر انکشاف کر دیا ہے کہ تم اسے پسند کرتی ہو اس سے بے پناہ اور لا انتہا محبت کرتی ہو پہلے تو وہ یقین ہی نہیں کرتا تھا اس کا کہنا تھا موقع پر گرونتی اس سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کر چکی ہے لہٰذا گرونتی کا اس سے محبت ایک غیر معمولی سا حادثہ لگتا ہے اس نے یہ توجیہہ بھی پیش کی کہ گرونتی نے خود کہا تھا نے اپنے لیے کسی جیون ساتھی کا انتخاب کر لیا ہے پھر ان سب باتوں کے باوجود وہ محبت کیسے اور کیونکر کرتی ہے۔

دیکھ بیٹی میں نے اسے یقین دلایا ہے کہ تم اسے پسند کرتی ہو آگے تم نے جو اپنا جیون ساتھی کا انتخاب کیا تھا اس کی توجیہہ خود کرتی رہنا میں یہ تو جانتا ہوں کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی لیکن بیٹی غازی خان کو یقین دلانا تیرا کام ہے اب تو ایسا کر جا وہ بڑی بے چینی سے تیرا انتظار کر رہا ہے اب وہ فارغ ہے ٹیپو سلطان کی شادی ہو چکی ہے اب تو اس سے اپنا معاملہ طے کر دیکھ اس لڑکی سے متعلق کریدنے کی کوشش کرنا جس سے غازی خان شادی کرنے کا خواہش مند ہے تاہم غازی خان کے ساتھ بات کرتے ہوئے میں نے غازی خان کو اس بات پر تو آمادہ کر لیا ہے کہ جس لڑکی کا وہ انتخاب کر چکا ہے اس سے بے شک شادی کر لے لیکن گرونتی کو بھی نظر انداز نہ کرے اور اس لڑکی کے ساتھ ساتھ گرونتی سے بھی شادی کرنا چاہے تو اس سلسلے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بٹیا یہ بات میں نے تم سے پوچھے بغیر تم سے اجازت لیے بغیر کہہ دی ہے پتہ نہیں تو کیا محسوس کرتی ہے۔"

دیول داس کی اس ساری گفتگو سے گرونتی خوش ہو گئی تھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا آپ نے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک کہا بات یہ ہے کہ امیر غازی خان میری منزل ہیں اس لڑکی کے ساتھ اگر وہ مجھ سے بھی شادی کر لیں تو میں سمجھوں گی یہ میری خوش بختی ہو گی میں انہیں جواب دے دوں گی کہ میں نے کسے اپنے جیون ساتھی کے طور پر چنا اور ہاں بابا وہ جلدی میں تو نہیں ہے یہ نہ ہو جب میں ان سے گفتگو کرنے لگوں تو وہ گفتگو ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوں اور یہ کہہ دیں کہ انہیں کوئی ضروری کام ہے۔"

اس پر مسکراتے ہوئے دیول داس بول پڑا۔

"بیٹی تم جاؤ تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی وہیں آتے ہیں غازی خان نے کہیں نہیں جانا وہ آج بالکل فارغ ہے اور وہ کہہ رہا تھا کہ آج اس کے لیے کھانا بھی گرونتی ہی تیار کرے گی۔"

دیول داس کے ان الفاظ پر گرونتی خوشی اور آسودگی میں پھولے نہ سما رہی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

"اچھا بابا میں ان کے پاس جاتی ہوں دیکھتی ہوں۔ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟" اس کے ساتھ ہی گرونتی باہر نکل کر غازی خان کی حویلی کی طرف ہو لی تھی۔

جس کمرے میں غازی خان بیٹھا ہوا تھا گرونتی اس کمرے کے دروازے پر رکی پھر انتہائی میٹھی شہد بکھیرتی آواز میں وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

کمرے میں بیٹھا غازی خان مسکرا دیا ایک گہری نگاہ اس نے گرونتی پر ڈالی پھر متبسم آواز

میں کہنے لگا۔

''گرونتی بھیگی بلی بننے کی ضرورت نہیں ہے آ جاؤ پہلے کبھی تم پوچھ کر کمرے میں داخل ہوتی ہو۔''

گرونتی آگے بڑھی اور اس نے بالکل غازی خان کے پہلو میں بیٹھنا چاہا اس پر کسی قدر بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

''میرے ساتھ نہیں میرے سامنے خالی نشست پر بیٹھو اس لیے کہ پھر کہیں نادانستہ طور پر بھی میرے ہاتھ تمہارے ہاتھوں کو لگ گئے تو تم بیزاری، خفگی اور غصے کا اظہار کرو گی۔''

گرونتی مسکرائی رکی پھر کسی قدر جرات مندی اور بے باکی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھ کر وہ غازی خان کے ساتھ اس کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ گئی تھی پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے غازی خان کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لیے اور محبت بھری آواز میں کہنے لگی۔

''باتوں کو دوہرانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اب میں آپ کی کسی بھی حرکت کسی بھی فعل کا برا نہیں مانوں گی اس لیے......''

یہاں تک کہنے کے بعد جب گرونتی خاموش ہوئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے غازی خان نے پوچھ لیا۔

''اس لیے کہ آگے فقرہ ادھورا چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی مکمل کرو اس لیے کہ بعد میں تم کیا کہنا چاہتی تھی تاکہ میں بھی جانوں تمہارا دل باطن تمہارا ضمیر تمہارا ذہن کیا بولتا ہے۔''

جواب میں گرونتی کچھ دیر تک میٹھی میٹھی نگاہوں سے غازی خان کو دیکھتی رہی مسکرائی غازی خان بھی اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا پھر مٹھاس بھری سرگوشی اور محبت کے شعری نثار میں گرونتی غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''امیر میں جانتی ہوں میرا ماضی بہت برا ہے اور کبھی کبھی ان لمحوں کی گرم آگ ہجر کی سلگتی تنہائیاں ان گنت بہتے نالوں کے شور کی طرح ماضی کے آئینہ خانہ تصور کو پاش پاش کر دیتی ہیں یہ حالت میری بھی رہی اور اب خوف سے سہمی خطروں سے گھبرائی تیرگی جیسا میرا ماضی محبت کی شفق سے روشن ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔''

غازی خان نے تیز نگاہوں سے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر پہلے دیول داس اور سبورن مجھ سے مل کے گئے ہیں اور دیول داس مجھ پر انکشاف کر رہا تھا کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو اسے چاہتی ہو جسے تم نے پسند کیا ہے جسے تم نے جیون ساتھی کے طور پر چنا ہے اس سے تمہاری محبت کیسی ہے۔''

مسکراتے ہوئے ایک بار پھر گرونتی نے تیز نگاہوں سے غازی خان کی طرف دیکھا پھر نے لگی۔

''جس نوجوان کو میں نے اپنی زندگی کا ساتھی اپنے جیون کا سہارا چنا ہے اس سے میری یقیناً سر کشیدہ چوٹیوں پر گاتے چشموں چمکتی بل کھاتی ندیوں کے بہتے امرت پانیوں ساروں کا جھومر بنتے سفید طیور کی ٹولیوں لہلہاتے سبز کھیتوں میں نغموں کے ارمغان معصوم ں کو روشن کرتے فردوس منظر ستاروں اور نگاہوں کے سمندر میں رنگ روپ کے طوفانوں بھی زیادہ پر کشش اور روشن ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی خاموش ہو گئی کچھ دیر بڑے غور سے غازی خان کی طرف ی رہی پھر کہنے لگی۔

''بابا نے مجھے بتایا ہے کہ آپ بھی کسی لڑکی سے محبت کرتے ہیں جس سے محبت کرتے وہ لڑکی کیسی ہے؟''

غازی خان مسکرایا کہنے لگا۔

''سن گرونتی جس لڑکی سے میں محبت کرتا ہوں وہ فلک کے تابندہ ستاروں میں چاہتوں راز و نیاز سرمدیوں کے دھندلکوں میں مہتاب کے رخ کی ضیاء نبض فطرت میں زیست کے ں کی طرح پر کشش ہے وہ ذوق آرزو کی جستجو کرتی شگوفیوں جیسی پر جمال حسن کی عبا ی پریوں جیسی حسین حقیقت کے سمندر میں چاہتوں کے رنگوں جیسی جاذب نظر چاند ں کے بیکراں نور اور طلسم جادواں جیسی پر کشش ہے۔ اب کہو اس لڑکی سے متعلق تم مزید جاننا چاہتی ہو؟''

لمحہ بھر کے لیے گرونتی خاموش رہی پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی اور غازی خان کو مخاطب کر کے لگی۔

''امیر آپ مجھے پہیلیوں اور معموں میں الجھانے کی کوشش نہ کریں امیر جو بات میں ماضی کہتے ہوئے ڈرتی تھی ہچکچاتی تھی وہ آج کہنے لگی ہوں اس لیے کہ بابا نے میرا حوصلہ بڑھا ے امیر میں شروع دن سے ہی آپ کو پسند کرتی تھی آپ کو چاہنے لگی تھی آپ کیونکہ میری ف مائل نہیں ہوئے تھے مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے لہٰذا آپ کی نظر میں اپنے آپ کو ل کرنے کے لیے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے میں نے یوں کہہ دیا کہ میں نے نے جیون ساتھی کا انتخاب کر لیا ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں آپ کے علاوہ نہ میں نے کسی نے جیون ساتھی کے طور پر چنا تھا نہ ہی آپ کے علاوہ میں نے کسی اور کو اپنی محبت کا

حقدار اپنی چاہت کا مالک جانا تھا۔"

غازی خان نے بڑے پیارے انداز میں گرونتی کا گال تھپتھپایا اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیول داس مجھے بتا چکا ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو مجھ اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کیے ہوئے ہو دیکھو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا یوں جانوں جس طرح کی محبت تم مجھ سے کرتی ہو اس سے بڑھ کر میں تمہیں چاہتا ہوں۔"

غازی خان کے یہ الفاظ ادا کرنے تھے کہ گرونتی نے ایک سپردگی اور حوالگی کے انداز میں اپنا سر غازی خان کے شانے پر رکھ دیا پھر مسکرا کے کہنے لگی۔

"امیر اب مجھے کچھ نہیں چاہئے آپ کی محبت ہی میرے لیے میرا سب سے بڑا اثاثہ البیت آپ کی چاہت ہی میری زندگی میری زیست کی سب سے بڑی پونجی ہے۔"

پھر گرونتی علیحدہ ہوئی اور تیز نگاہوں سے غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر آپ مجھ سے محبت کرتے تھے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کیے ہوئے تھے پھر آپ نے میرے علاوہ شادی کے لیے کسی دوسری لڑکی کا انتخاب کیوں کیا آپ نے کیوں نہ سوچا کہ آپ کا یہ فیصلہ گرونتی پر بڑا گراں گزرے گا اور پھر آپ نے مجھے ایک عجیب سے تجسس میں ڈالا ہوا ہے وہ لڑکی کون ہے کہاں رہتی ہے۔"

اس پر گرونتی کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے غازی خان کہنے لگا۔

"تم فکر مند نہ ہو میں چند دن تک اس لڑکی سے تمہیں ملاؤں گا جسے میں نے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا کیوں فیصلہ کیا یہ ایک لمبی کہانی ہے جو میں اس وقت تم سے نہیں کہوں گا بہر حال وہ تمہیں تنگ نہیں کرے گی تمہیں خوش رکھے گی اور میں جانتا ہوں تمہیں بھی اس سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں ہوگی۔ اب ایسا کرو باتیں بہت ہوگئی ہیں مجھے بھوک لگی ہے کھانا کھلاؤ۔"

بے پناہ خوشی آسودگی اور اطمینان میں گرونتی جست لگاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور غازی خان کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اسے بوسہ دیا اور کہنے لگی۔

"آپ تھوڑی دیر یہاں بیٹھیں میں ابھی کھانا تیار کر کے لاتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی گرونتی اس کمرے سے نکل کر مطبخ کی طرف بھاگتی ہوئی چلی گئی تھی۔

☸......☸

سلطان حیدر علی کے یکے بعد دیگرے مرہٹوں اور انگریزوں کو شکست دینے اور پسپا کرنے کے بعد سلطان کے گرد و نواح کی حکومتیں اور طاقتیں سلطان حیدر علی کی روز افزوں ترقی اور بڑھتی ہوئی عسکری طاقت سے خوفزدہ رہنے لگی تھیں لہٰذا کچھ قوتوں نے سلطان حیدر علی اور اس کے ساتھیوں کو کمزور کرنے کے لیے اتحاد بنایا تاکہ متحدہ قوت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے بعد سلطان حیدر علی پر نہ ختم ہونے والے حملوں کی ابتدا کی جائے اور اسے کمزور کر کے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جائے۔

جن قوتوں نے سلطان کے خلاف اتحاد بنایا ان میں گتی کا حکمران مرار راؤ نظام حیدر آباد کا نظام بسالت جنگ اور مرہٹہ سلطنت کا پیشوا نانا فرنویس شامل تھے یہ ساری کارروائی گتی کے حکمران مرار راؤ نے شروع کی تھی یہ ایک فتنہ پرداز اور انتہائی درجہ کا شریر الطبع انسان تھا اور سلطان حیدر علی کی عظمت اور اس کے اقبال کو کسی بھی صورت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا لہٰذا ان قوتوں کو خطوط لکھ کر اپنے ساتھ ملایا تاکہ سلطان کے خلاف ایک مضبوط و متحد قوت بن کر حرکت میں آیا جائے۔

سلطان حیدر علی نے چونکہ اپنے اطراف و اکناف میں اپنے بہترین مخبر اور طلایہ گر پھیلا رکھے تھے لہٰذا اس کے گرد و نواح میں جو فتنہ انگیزیاں سر ابھار رہی تھیں ان سے سلطان بخوبی واقف تھا لیکن کسی واقع کے رونما ہونے سے پہلے ان میں سے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے سلطان بظاہر بالکل خاموش اور چپ رہا لیکن اندر ہی اندر وہ دشمن پر ضرب لگانے کے لیے بالکل مستعد اور تیار تھا۔

سلطان حیدر علی ان دشمنوں کی کسی کارروائی کے انتظار ہی میں تھا کہ دریائے تنگبھدرہ کے شمالی علاقوں کے اندر جو اس کے قاصد مقرر تھے وہ متواتر سلطان کو یہ خبریں ارسال کرنے لگے کہ کچھ قوتیں مرہٹہ سرداروں کے ساتھ مل کر بادامی اور دھاروار کے نواح میں پھر سے شورش برپا کرنے لگے ہیں۔

بظاہر پونا کے نانا فرنویس نے ان حرکتوں پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا لیکن اندر ہی

اندر وہ بھی بذاتِ خود کدورت نفرت کو اپنے دل میں چھپائے سلطان حیدر علی کے خلاف کارروائیوں میں مصروف تھا۔

اس کے علاوہ نظام دکن اور ادونی کے ناظم نے علاوہ گتی کا مرار راؤ پوری طرح باغی اور سرکش قوتوں کو سلطان حیدر علی کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لیے ابھار رہے تھے۔

ان ساری قوتوں اور ان سارے حکمرانوں نے اپنا ایک لشکر تیار کیا اور ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو تیغ زنی میں اپنا کوئی جواب اور نظیر نہیں رکھتا تھا اس شخص کا نام ابراہیم خان تھا لیکن عرف عام میں اسے دھونسا دھونسا کہہ کر پکارا کرتے تھے اور اسے اپنی جنگی تنظیم درست کرنے اور لڑائی اور جنگ میں فتح حاصل کرنے پر بڑا ناز تھا لہٰذا سلطان حیدر علی کے خلاف کام کرنے والی ان قوتوں نے دھونسا کو ایک کافی بڑا لشکر دے کر سلطان حیدر علی کے علاقوں کی طرف روانہ کر دیا اور یہ دھونسا بدمست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا جس لشکر کا اسے کماندار بنایا گیا تھا اسے لے کے سلطان حیدر علی کی عمل داری کی سرحدوں پر جا پہنچا۔

ابراہیم خان دھونسا کے علاوہ سلطان کے خلاف دشمن قوتوں نے ایک اور چال چلی اور یہ کہ ادونی کے ناظم بسالت جنگ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اس لشکر کے اس نے دو سالار بنائے ایک اپنا عزیز صفدر جنگ اور دوسرا موسیو لالی نام کا ایک فرانسیسی تھا جسے بسالت جنگ نے رستم جنگ کا خطاب دے رکھا تھا بہر حال ان دونوں سالاروں کو لشکر دے کر ادونی کے نظام نے بلاری فتح کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔

سلطان حیدر علی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے فی الفور دو لشکر تیار کیے ایک لشکر علی کی کمانداری میں دیا گیا اور اسے ابراہیم دھونسا کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا تاکہ وہ صفدر جنگ اور فرانسیسی رستم جنگ کا مقابلہ کر کے ان دونوں کو بلاری سے مار بھگائے۔

پہلے محمد علی روانہ ہوا اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کرتے ہوئے علی دھاروار جا پہنچا اور دھاروار کے قلعہ کے شمالی میدان میں جو خشک نہر تھی اس کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ اس نے پڑاؤ کر لیا۔

ابھی محمد علی کے لشکر نے خیمے نصب ہی نہیں کیے تھے اور جانوروں سے سامان ہی اتارا جا رہا تھا کہ دھونسا کی کمانداری میں جو مرہٹے شامل تھے ان کا ایک لشکر وہاں آ پہنچا۔

اصل میں مرہٹوں کے اس لشکر کو محمد علی کے لشکر کی آمد کی اطلاع نہیں تھی اس دن چونکہ سہرا کا تہوار تھا اس لیے مرہٹے اس میدان میں سیر و تفریح بازیگری اور شہسواری کے ارادے اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ جوق در جوق پہنچے تھے۔

اس میدان میں پہنچ کر جب مرہٹوں نے محمد علی کے چھوٹے اور مختصر سے لشکر کو دیکھا اور اپنے لشکر کی تعداد کا جائزہ لیا تو فوراً فیصلہ کر لیا کہ محمد علی کے مختصر سے لشکر پر حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کرتے ہوئے سلطان حیدر علی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہیے۔

کہتے ہیں جو مرہٹہ لشکر محمد علی کے سامنے کھلے میدان میں نمودار ہوا تھا اس میں لگ بھگ تیس ہزار سوار بیس ہزار پیادے سولہ توپیں اور بہت سے دوسرے رضا کار اور جنگی سامان بھی تھا۔

اتنے بڑے لشکر نے محمد علی کے مٹھی بھر لشکر کو کوئی اہمیت نہ دی اور یکبارگی اس پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

محمد علی مانا ہوا سالار عمدہ تیغ زن اور بہترین تجربہ کار سالار تھا سارے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے وہ غیر معمولی سرعت سے حرکت میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے لشکر کے اندر جو توپیں تھیں انہیں لشکر کے سامنے نصب کیا پھر ایک طرف بندوقچیوں کی صفیں درست کر کے انہیں گھات میں بٹھا دیا دوسری جانب آتشی تیر چلانے والے دستوں کو متعین کیا لشکر کا ایک حصہ ایک چھوٹے سالار کی سرکردگی میں دیا اور اسے یہ حکم دیا کہ جب مرہٹوں کے ساتھ اس کی جنگ اپنے زوروں پر آ جائے تو وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکل کر پشت کی جانب جا کر مرہٹوں پر حملہ آور ہو کر اپنی فتح اور ان کی شکست کو یقینی بنائے۔

پھر محمد علی نے اپنے کام کی ابتدا کر دی انتظامات مکمل کر ہی چکا تھا سب سے پہلے اس نے مرہٹوں کے لشکر پر گولہ باری شروع کرائی اس کے بعد بندوقچی تیر انداز بھی حرکت میں آئے اور وہ بھی مرہٹوں میں موت تقسیم کرنے لگ گئے جس وقت گولیوں کے برسنے گولوں کے گرنے اور آتشی تیروں کی بارش نے مرہٹہ لشکر کے اندر افراتفری کا عالم برپا کر رکھا تھا اچانک محمد علی نے گولہ باری تیر اندازی رکوا دی پھر سامنے کی طرف سے وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مرہٹوں پر پتھروں کی رگوں سے نکلتی کھولتی آگ بے شمار تڑپ کر پھوٹتے لاووں ساعتوں سے ٹکراتی ہولناک چیخوں اور عصاب میں سنسنی دوڑا دینے والے موت کے خوفناک افسانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اسی وقت محمد علی کا نائب چھوٹا سالار اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مرہٹوں کی پشت کی طرف گیا اور مرہٹوں کی پشت کی طرف سے وہ ہر شے کو دھواں اور خاکستر کرتی چنگاریوں کی طرح حملہ آور ہوتے خوابوں کی تعبیروں کو فرسودگی گلستانوں کی بیابانوں زائم کے سنہری نگر کو غم کی چلچلاتی دھوپ میں تبدیل کر دینے والی صحرا صحرا چلتی جھلساتی لو کی طرح ضربیں لگانے لگا

تھا۔

محمد علی اور اس کے سالاروں اور لشکریوں نے مرہٹوں کے اس لشکر کے ایک بڑے حصے کو تباہ برباد کرتے ہوئے موت کی گہری نیند سلا دیا اس طرح مرہٹوں کا وہ دوسہرا کا تہوار ان کے لیے قیامت کا دن ثابت ہوا اور باوجود کثرت کے وہ محمد علی کا بال تک بیکا نہ کر سکے مرہٹوں کے کئی سردار محمد علی اور اس کے لشکریوں کے خوفناک حملوں کے سامنے جان بوجھ کر لرزتے کانپتے اپنے گھوڑوں سے گر پڑے کچھ دوسرے بے غیرت سرداروں نے بھی جب اس ہلاکت خیز معرکہ سے فرار کی کوئی راہ نہ پائی تو زخمی ہونے کا بہانہ کر کے زمین پر لیٹتے ہوئے ہائے ہائے کرنے لگے تھے۔

اتنے بڑے مرہٹہ لشکر کے خلاف محمد علی کی یہ شاندار کامیابی تھی اس لڑائی کے نتیجے میں محمد علی کے ہاتھ بہت کچھ لگا مرہٹے جب شکست اٹھا کر بھاگ گئے تو بہت سے ہاتھی توپیں اونٹ گھوڑے اور دوسرا سامان غنیمت جسے مرہٹے اپنے ساتھ دوسہرا کا تہوار منانے کے لیے لائے تھے سب کچھ چھوڑ کر بھاگے اور یہ سب چیزیں محمد علی کے ہاتھ لگیں۔

جو کچھ محمد علی کے ہاتھ نقدی اور غنیمت کی صورت میں لگا اس کے دو حصے کیے گئے ایک حصہ لشکر اور لشکر کے آس پاس غریب اور فقراء تھے ان میں تقسیم کیا گیا مال غنیمت کا دوسرا حصہ چند دستوں کی حفاظت میں سلطان کی خدمت میں سرنگا پٹم روانہ کر دیا گیا کہتے ہیں کہ اس جنگ میں شکست کھانے کے بعد مرہٹے کچھ اس قدر بدحواسی اور افراتفری میں بھاگے کہ ان کے لشکر میں جو ان کی عورتیں تھیں ان کی حفاظت کا سامان کیے بغیر ان کی طرف دھیان دیئے بغیر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے اور یہ ساری عورتیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں ان عورتوں کے متعلق محمد علی نے یہ فیصلہ کیا کہ ان لشکریوں میں سے جس جس لشکری کی شادی نہیں ہوئی تھی اس نے حکم دیدیا کہ وہ اسیر عورتوں کو اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں۔

مال غنیمت کے ساتھ جب سلطان حیدر علی کو مرہٹوں کے خلاف محمد علی کی اس فتح کی خبر ملی تو اس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا ساتھ ہی اس نے محمد علی کو گھونسا کا خطاب دیا اس لیے کہ سلطان کو خبر ملی تھی کہ جو متحدہ لشکر سلطان حیدر علی کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے اس کا کمانڈر دھونسا ہے لہٰذا سلطان حیدر علی نے محمد علی کو گھونسا کا خطاب دیا اور قاصدوں کے ذریعے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ دھونسا کے خلاف گھونسا بن کر حرکت میں آ جائے۔

دوسری جانب بسالت جنگ کے ایک لشکر نے سلطان کے شہر بلاری کا محاصرہ کر لیا تھا ش

ر بار حملہ آور ہو رہا تھا اور شہر کے اندر جو چھوٹا سا لشکر تھا وہ کمال جرات مندی اور شجاعت ا کرتے ہوئے ابھی تک حملہ آوروں کو شہر پر قبضہ کرنے یا شہر میں داخل ہونے کا کوئی زاہم نہ کر رہا تھا۔

یے میں بسالت جنگ کی بدقسمتی کہ غازی خان اپنے لشکر کے ساتھ رات کی گہری تاریکی اری شہر سے باہر نمودار ہوا دشت و صحرا میں آوارہ گردی کرتی قدیم خونی اساطیر کی طرح نے اپنے کام کی ابتدا کی پھر وہ جسم و روح دھوپ و سایوں پھول و شبنم زلف و خوشبو قرب دکھ سکھ راحت، کلفت اور غم و مسرت کے رشتوں تک کو کاٹ دینے والے ان گنت خونی وں کی شدتوں جلن کے نگار خانے میں ہر شئے کو زخم زخم کرتے سنگین لمحوں اور بے روک ہواؤں کی مار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں غازی خان نے کمال جرات مندی اور بے پناہ قوت کا اظہار تے ہوئے بسالت جنگ کے لشکر کو ادھیڑ کے رکھ دیا تھا بلاری کے نواح میں بسالت جنگ شکر کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ محاصرہ اٹھا کر بھاگ گیا۔

اب محمد علی بھی اپنی پہلی مہم سے فارغ ہو چکا تھا غازی خان بھی بلاری سے باہر دشمن کو بھگا نے کے بعد فارغ تھا ادھر دشمن کے متحدہ لشکر کا سالار اعلیٰ دھونسا ایک بہت بڑے لشکر کے ھ کوپل کے مقام پر پہنچ گیا تھا ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے محمد علی نے اپنے لشکر کے ھ کوپل کا رخ کیا دوسری جانب بلاری کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد غازی خان بھی پل کا رخ کر گیا تھا۔

غازی خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد بسالت جنگ کا لشکر بھی کوپل کا رخ کر تھا ادھر سلطان بھی حرکت میں آ چکا تھا سلطان ایک لشکر کو لے کر سرنگا پٹم سے نکلا بڑی برق اری سے اس نے اپنا سفر کیا اور بسالت جنگ کے اس لشکر کو جا لیا جو بلاری سے کوپل کی رف جا رہا تھا سلطان قیامت بن کر بسالت جنگ کے اس لشکر پر ٹوٹ پڑا بسالت جنگ کے لشکر کو جب خبر ہوئی کہ ان پر حملہ آور ہونے والا خود سلطان حیدر علی ہے تو ان کے پاؤں لے سے زمین نکل گئی تھی وہ جانتے تھے کہ کسی بھی صورت وہ سلطان کے خلاف کامیابی اور کامرانی حاصل نہیں کر سکیں گے لہٰذا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ان کے سالاروں نے انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں اپنے لشکریوں کو روکنا چاہا لیکن جب لشکری نہ رکے تو بھی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے سارے لشکر کو بھگانے کے بعد سلطان حیدر لی نے غازی خان کے ساتھ ادونی کا رخ کیا ادونی میں اس وقت بسالت جنگ کا ایک قلعہ

دار تھا جب اسے خبر ہوئی کہ سلطان حیدر علی اور اس کا سالار غازی خان دونوں ادونی پر حملہ آور ہونے کے لیے برق رفتاری سے پیش قدمی کر رہے ہیں تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا ساتھ ہی اس کو یہ بھی خبریں ملیں کہ اس سے پہلے بلاری کے نواح میں یکے بعد دیگرے غازی خان اور سلطان کے ہاتھوں ان کے لشکر کو شکست فاش ہو چکی ہے اسے یہ بھی خبر مل چکی تھی کہ محمد علی نے مرہٹوں کے ایک لشکر کو کاٹ کے رکھ دیا ہے اب وہ سمجھ گیا کہ اس کی باری ہے اگر سلطان اپنے سالار غازی خان کے ساتھ حملہ آور ہوا تو کوئی طاقت نہ ادونی کا دفاع کر سکے گی نہ اس قلعہ دار کو بچا سکے گی ان خیالات کے تحت بسالت جنگ کا قلعہ دار اپنی عورتوں اور چند رفیقوں اور رشتہ داروں کے ساتھ پہاڑ کی پشت کی جانب سے اتر کر کوہستانوں اور جنگلوں میں سے ہوتا ہوا بیجا پور کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان کو اس کے نقیبوں اور مخبروں نے ساری اطلاع فراہم کر دی تھیں لہٰذا آگے بڑھ کر سلطان نے ادونی پر قبضہ کر لیا یہاں سے سلطان کو بے شمار مال غنیمت خوراک کے وسیع ذخائر حرب وضرب کا بے شمار سامان بھی ہاتھ لگا۔

ادونی پر قبضہ کرنے کے بعد چند دن اس کا انتظام درست کیا پھر ادونی سے باہر ایک کھلے میدانوں میں سلطان حیدر علی خیمہ زن ہوا اور بسالت جنگ کو پیغام بھیجا کہ ہمارا لشکر دو ماہ سے برابر تم لوگوں کے ساتھ برسرپیکار رہا ہے لہٰذا تمہارا فرض بنتا ہے کہ دو مہینوں کی تنخواہ اور میرے لشکر کا خرچہ جو لگ بھگ دس لاکھ بنتا ہے وہ مجھے فی الفور ادا کیا جائے۔

بسالت جنگ پہلے ہی اس جنگ کی وجہ سے تباہی و بربادی اور مال و اسباب کی تباہ کاری دیکھ چکا تھا جب سلطان کی طرف سے یہ مطالبہ سامنے آیا تو اس کی جان پر بن گئی۔ لیکن بچنے کی کوئی راہ اس کے علاوہ دکھائی بھی نہیں دیتی تھی اس لیے چاروناچار خزانہ میں جو کچھ رقم تھی نکالی اس کے علاوہ زیورات قیمتی جواہرات رہن رکھ کر اور ادھر ادھر سے رقم جمع کر کے کسی نہ کسی طرح دس لاکھ کی رقم سلطان کی طرف بھجوا دی اس طرح سلطان کا مطالبہ پورا کر کے بسالت جنگ نے اپنی جان چھڑائی۔

رقم ملنے کے بعد سلطان نے غازی خان کے ساتھ کوچ کیا اب سلطان کا ارادہ تھا کہ وہ دھونسا کی خبر لے گا دھونسا اس وقت کچھ علاقوں میں ترکتاز کر کے اپنے لیے کافی مال و دولت جمع کر چکا تھا دوسری طرف محمد علی یعنی گھونسا بھی بڑی تیزی سے دھونسا کا رخ کیے ہوئے تھا۔

دھونسا کو جب بسالت جنگ کی تباہی و بربادی کا علم ہوا نظام دکن کے انگریزوں کی پسپائی کا بھی اسے علم ہو گیا اس کے علاوہ اسے یہ بھی خبر ملی کہ مرہٹوں کو محمد علی نے کاٹ کے رکھ دیا

ہے اور اب ایک طرف سے محمد علی اور دوسری طرف سے خود سلطان حیدر علی اور غازی خان ان پر ضرب لگانے کے لیے برق رفتاری سے اس کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

یہ خبر سن کر دھونسا کی ساری بہادری اور زور آزمائی کے سارے دعوے بھسم ہو کے رہ گئے وہ کسی بھی صورت سلطان حیدر علی غازی خان اور محمد علی سے ٹکرانا نہ چاہتا تھا وہ جانتا تھا اگر ان سے ٹکرایا تو پاش پاش ہو کر رہ جائے گا لہٰذا خوف کے مارے جو کچھ لشکر اس کے پاس تھا اسے لے کر حیدر آباد کی طرف بھاگا لیکن سلطان حیدر علی کے کچھ چھاپہ مار دستے اس کے تعاقب میں تھے وہ راستے میں برابر اسے تنگ کرتے رہے اور اسی تعاقب کے دوران دو توپیں چالیس پچاس اونٹ تین خیمہ بردار ہاتھی اور بہت سا دوسرا سامان انہوں نے دھونسا سے چھین لیا۔

ادھر گتی کے شرارتی حکمران مرار راؤ کو جب خبر ہوئی کہ نظام دکن کے علاوہ نظام ادونی شکست اٹھا کر بھاگ گئے ہیں مرہٹوں کو بھی پاش پاش کر دیا گیا ہے اور یہ کہ دھونسا جو بزعم خود شجاعت اور بہادری میں اپنا کوئی جواب نہیں رکھتا تھا وہ بھی ڈر کر حیدر آباد کی طرف بھاگا ہے تب مرار راؤ بڑا فکر مند ہوا وہ جانتا تھا کہ اگر یہ ساری قوتیں بھاگ گئیں تو پھر حیدر علی سیدھا اس کا رخ کرے گا اور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

لہٰذا وہ اپنے مرکزی شہر سے نکلا اور چند محافظ دستوں کے ساتھ دھونسا کے تعاقب میں لگ گیا۔

اس نے دھونسا کو جالیا اس کے کہنے پر کڑپہ کا حاکم علیم خان اور چیتل درگ کا راجہ بھی وہاں پہنچ گیا اور ان تینوں نے مل کر دھونسا کو ایک بار پھر سلطان حیدر علی کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا تینوں نے دھونسا کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اسے جس قدر رقم کی ضرورت ہو گی مہیا کریں گے جس قدر سامان جنگ ہو گا وہ دیں گے اور جس قدر مزید لشکری اسے درکار ہوں گے وہ تینوں مل کر اسے مہیا کریں گے پر ایک بار وہ سلطان حیدر علی اور اس کے سالاروں سے ٹکرائے اور بالا گھاٹ پر قبضہ کر لے۔

اس طرح ان علاقوں میں سلطان کی شجاعت اور اس کی جو دھاک بیٹھی ہوئی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔

لیکن دھونسا پر محمد علی غازی خان اور سلطان حیدر علی کا کچھ اس طرح کا رعب اور دبدبہ طاری ہو گیا تھا کہ اس نے ان تینوں کی ایک نہ سنی اور ان کے ساتھ گفتگو کے بعد بالا گھاٹ پر حملہ کرنے سے انکار کرنے کے بعد وہ حیدر آباد کی طرف چلا گیا جبکہ مرار راؤ نادم شرمسار سا اپنے مرکزی شہر کی طرف لوٹ گیا۔

حاکم گتی مرار راؤ چونکہ ماضی میں کئی مواقع پر سلطان حیدر علی کے خلاف سرکشی بغاوت اور سازشوں کا مرتکب ہو چکا تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے اس فسادی کا رخ کیا اس وقت تک مرار راؤ دھونسا کے لشکر سے مایوس و ناکام اپنے مرکزی شہر پہنچ چکا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ اس کا رخ کر رہا ہے تو وہ بڑا متفکر اور پریشان ہوا۔

اس کے علاقے میں داخل ہونے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک جگہ پڑاؤ کیا اور مصلحتاً کچھ قاصد مرار راؤ کی طرف بھجوائے تھے اور اسے ملاقات کے بہانے بلایا۔

لیکن مرار راؤ اپنے سابقہ اعمال کی وجہ سے نہایت خوفزدہ تھا اس لیے اس خطرہ سے کہ کہیں یہ ملاقات اس کے لیے وبال جان نہ بن جائے وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے پر رضامند نہ ہوا۔

اس کے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے اتمام حجت کے لیے سلطان نے پھر اس کی طرف قاصد بھجوائے اور اسے یہ پیغام دیا کہ سلطان سوندو کا علاقہ اس کے اور اس کے اہل خانہ کے مصارف کے لیے اس کے حوالے کر دے گا بشرطیکہ مرار راؤ بلا کسی عذر کوہستان گتی اور اس کے اطراف کے سارے علاقوں کو سلطان کے حوالے کر دے۔

سلطان نے اسے یہ بھی پیغام بھجوایا کہ اگر مرار راؤ کو یہ منظور ہو تو وہ اپنے اہل خانہ اور دیگر لواحقین کے ساتھ کوہ گتی سے نکل کر سوندو کی طرف چلا جائے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

کہتے ہیں مرار راؤ کے پاس اس وقت چونکہ کافی بڑا لشکر موجود تھا اس لیے اس نے سلطان کی اس معقول تجویز کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

مرار راؤ کی اس ہٹ دھری کو دیکھ کر اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ اس پر حملوں کی ابتدا کر دی جائے چنانچہ اس کے علاقوں کو بزور قوت فتح کرنے کا ارادہ کر لیا گیا۔

سلطان نے اس قلعہ اور شہر کا اپنے لشکر کے ساتھ محاصرہ کر لیا جس میں مرار راؤ نے کوہ گتی پر قیام کر رکھا تھا ہر طرف سے مورچہ بندی کر دی گئی تا کہ بندی ایسی سخت تھی کہ محصورین کا قافیہ تنگ کر دیا گیا چھاپہ مار سوار ادھر اُدھر جنگل اور ویرانوں میں گھومنے لگے اور جس کوہستانی سلسلے میں مرار راؤ تھا اس کا محاصرہ اتنا سخت کیا گیا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کوہستانی سلسلے سے نکل سکے یا اس میں داخل ہو سکے۔

...تحال دیکھتے ہوئے مرار راؤ ... مرہٹوں کے پیشوا نانا فرنویس کو اپنی مدد کے لیے

طلب کیا اور اس کی طرف اپنے قاصد روانہ کیے لیکن مرار راؤ کو یہ خبر نہ تھی کہ محاصرہ اس قدر تنگ ہے کہ کوئی باہر جا نہیں سکتا۔

لہٰذا مرار راؤ کی بدقسمتی کہ جو قاصد اس نے پونا کے پیشوا کی طرف بھجوائے وہ سلطان کے آدمیوں نے گرفتار کر لیے اور مرار راؤ نے جو انہیں خطوط دیئے تھے وہ ان سے چھین لیے گئے اس طرح پونا کے مرہٹہ پیشوا کے پاس مرار راؤ کا پیغام نہ پہنچ سکا۔

اس طرح محاصرہ طویل پکڑنے لگا اس دوران ادونی کے حکمران بسالت جنگ کی طواست سے مرہٹوں کے پیشوا نانا فرنویس کو خبر ہو گئی کہ سلطان حیدر علی مرار راؤ پر حملہ آور ہو چکا ہے اور اس نے اس کے علاقوں کا محاصرہ کر کے اس کا برا حال کر رکھا ہے۔

لیکن جب یہ خبر مرہٹوں کے پیشوا تک پہنچی اوس وقت موسم گرما اپنے عروج پر آ گیا تھا مرار راؤ کے شہر اور قلعے میں پانی کے تالاب بالکل خشک ہو گئے تھے اور باہر سے پانی لانے کی کوئی سبیل بھی نہ رہی تھی اس پر ستم یہ کہ مرار راؤ کے پاس جس قدر گولہ بارود اور ہتھیار تھے وہ بھی ختم ہو گئے تھے مرار راؤ نے جب دیکھا کہ مقابلہ اور زور آوری کا وقت گزر چکا ہے اور اب قلعہ کے فتح ہو جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تو سوچ میں پڑ گیا۔

اسے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں میرا مال متاع اور اہل و عیال فاتح لشکر کی غارتگری ہی کی نظر نہ ہو جائیں چنانچہ اس نے بجز ہار مان لینے کے اور کوئی راہ نہ پائی اور اپنے کچھ لوگوں کو سفیر بنا کر سلطان حیدر علی کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے پچھلے قصوروں کی معافی طلب کی۔

سلطان حیدر علی بنیادی طور پر بڑا رحم دل تھا مرار راؤ کی عاجزی اور فریاد پر اسے رحم آ گیا اسے امان دیدی اور حکم دیا کہ وہ سلطان کے لشکر میں آ جائے۔

مرار راؤ فوراً پالکی میں سوار ہو کر اپنے دو تین خدمت گزاروں کے ساتھ سلطان کے لشکر میں داخل ہوا سلطان نے اس سے ملاقات نہیں کی بلکہ اسے ایک علیحدہ خیمے میں رکھا اس کے بعد قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا راجہ کی عورتوں مستورات اور دیگر لواحقین کو بھی اس کے پاس بھیج دیا گیا اور مرار راؤ کے خزانے اور دوسری ساری اشیاء پر سلطان نے قبضہ کر لیا۔

کوہ گتی کے انتظامات کو درست کرنے کے بعد سلطان ناٹک' سال کے علاقے کی طرف بڑھا تاکہ وہاں کے نظام کو درست کرے اسی دوران سلطان حیدر علی کے مخبر یہ خبریں لائے کہ مرہٹوں کے پیشوا نانا فرنویس کی طرف سے چالیس ہزار کا ایک لشکر مرار راؤ کی مدد کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔

سلطان نے جلدی جلدی سارے انتظامات کو آخری شکل دی اور مرہٹوں کی سرکوبی کے

لیے ان کی طرف پیش قدمی کی دوسری جانب جب مرہٹوں کو خبر ہوئی کہ سلطان نے مرار راؤ کو شکست دے کر قیدی بنا لیا ہے اور یہ کہ اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے تب مرہٹوں پر خوف طاری ہو گیا اور سلطان سے ٹکرانے کی بجائے مرہٹے واپس پونا کی طرف چلے گئے۔

اسی دور میں سلطان حیدر علی کے سالار محمد علی سے کچھ کوتاہیاں ہوئیں اور وہ یہ کہ اس نے سلطان کی اجازت کے بغیر مال غنیمت سے کچھ لوگوں کو ہاتھی اونٹ تقسیم کر دیئے جس کی پاداش میں سلطان نے کچھ عرصہ کے لیے محمد علی کو رسال داری سے معزول کر دیا یہ عتاب محض اس لیے تھا کہ کہیں وہ اپنے کارناموں اور اعزاز و توقیر کی وجہ سے زیادہ شوخ اور بے باک نہ ہو جائے حالانکہ سلطان محمد علی کے لیے اپنے دل میں بڑی شفقت اور محبت رکھتا تھا جب سلطان نے محمد علی کو رسال داری سے معزول کر دیا تو محمد علی جو ایک عمدہ قسم کا سالار تھا ایسا دل برداشتہ ہوا کہ سرنگا پٹم واپس چلا گیا فقیری لباس زیب تن کر لیا درویشی اختیار کر لی اور دنیا کے بکھیڑوں سے کم و بیش بالکل ہی مستغنی ہو کے رہ گیا۔

آس پاس کی چھوٹی بڑی قوتوں کو مسخر اور زیر کرنے کے بعد سلطان حیدر علی نے چیتل درگ کا رخ کیا چیتل درگ کا راجہ بظاہر ہمیشہ سلطان حیدر علی کی خوشامد کیا کرتا تھا اور اپنی خیر خواہی اور وفاداری جتانے میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا تھا لیکن حقیقت میں یہ سلطان حیدر علی کے بدترین دشمنوں میں شمار کیا جاتا تھا ہمیشہ در پردہ سلطان کے خلاف اس کے دشمنوں سے ساز باز کرتا رہا اور سلطان کو کسی نہ کسی طرح خفیہ طور پر نقصان پہنچانے کی فکر میں لگا رہتا جب بھی موقع ملتا دوسری قوتوں کے ساتھ فتنہ فساد مچانے اور سلطان کی سلطنت کے اندر سرکشی برپا کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ سلطان کو اس کی ساری کارروائیوں کا علم تھا اسی بناء پر اسے اس کے کارناموں کی سزا دینے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے چیتل درگ کا رخ کیا تھا۔

چیتل درگ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں لشکر کے ایک حصے کا کماندار ہیبت جنگ کو بناتے ہوئے سلطان نے اسے ہرپن پلی کے راجہ کی طرف روانہ کیا اس لیے کہ اس سے متعلق بھی سلطان کو کچھ شکایات ملی تھیں۔

ہرپن پلی کا راجہ شوم شنکر بڑا عیار قسم کا آدمی تھا وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے لڑائی پر کمر باندھی تو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا جائے گا لہٰذا اس نے سلطان کی خدمت میں ستر ہزار نقدی کا نذرانہ پیش کیا اور معاضی میں اس سے جو قصور ہوئے تھے اس کی اس نے سلطان سے معافی طلب کی اس طرح سلطان نے ہرپن پلی کے راجہ شوم شنکر کو معاف کر دیا اور وہ مطمئن ہو کر

درگ کی مہم کے لیے آگے بڑھا تھا۔

یتل درگ کی سرحدوں پر پہنچ کر اس نے چیتل درگ کے راجہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے یاست سے نکل کر سلطان کے پاس آئے اور سلطان اسے پچاس ہزار سالانہ آمدنی کی عطا کر دے گا جس سے وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی بہترین گزر بسر کر سکے گا۔

یتل درگ کا راجہ اس پر راضی نہیں ہوا اس لیے کہ وہ محسوس کرتا تھا کہ اپنے لاؤ لشکر کے وہ چیتل درگ کو فتح نہیں ہونے دے گا اور بہترین انداز میں سلطان حیدر علی کا مقابلہ تے ہوئے اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا۔

ں کے علاوہ چیتل درگ کے راجہ کو اپنے قلعے کی مضبوطی اور استحکام پر بڑا بھروسہ اور یقین اس کا قلعہ واقعی بڑا مضبوط اور مستحکم تھا اس کے اندر بے شمار جنگی ساز و سامان تھا خوراک ہترین ذخائر تھے لہٰذا ان سہولتوں کی بنا پر انتہائی گھمنڈ اور غرور کے ساتھ چیتل درگ کا لطان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

پیتل درگ کے راجہ کے پاس قلعے کے اندر لگ بھگ بیس ہزار پیادے بے شمار خونخوار تھے سلطان کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے قلعہ کے اطراف میں جتنے گھاٹ تھے کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اور ہر جگہ اپنے لشکری متعین کر کے مقابلہ کے لیے اپنی تیاریاں کر لی تھیں۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب چیتل درگ کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا ی حفاظت کا راجہ نے بہترین اہتمام کیا ہوا تھا بہر حال سلطان نے قلعے پر حملہ آور ہونے دیا جس کے نتیجے میں فریقین کے درمیان قلعے کے باہر گھاٹ پر سخت اور خونریز مقابلے ع ہوئے اور ان مقابلوں کے نتیجے میں سلطان حیدر علی کے لشکریوں نے انتہائی خونخواری ردار انداز میں حملے کرتے ہوئے قلعہ کے باہر راجہ نے جس قدر گھاٹ بنا رکھے تھے ان پر قبضہ کر کے راجہ نے وہاں جو اپنے لشکری متعین کئے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا

اب چیتل درگ کے قلعہ تک پہنچنے کے لیے راستے کھلے ہوئے تھے چنانچہ سلطان اپنے کے ساتھ قلعہ کی دیواروں کے نیچے پہنچ گیا اور ایک طرح سے اس نے چاروں سمت سے ل درگ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

قلعے کے استحکام کو دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے بہت سے لشکریوں کو کلہاڑیوں اور رے اوزار سے مسلح کرتے ہوئے قلعہ کا وہ حصہ جو کوہستانی سلسلہ کی طرف تھا وہاں جنگل کو

تراش کر قلعے کے مقابل مضبوط چوبی مورچے بنا کر کھڑے کر دیئے قلعے کے مغربی جانب کوہستانی سلسلے کے اوپر توپچیوں کے لیے اونچے اونچے پشتے بھی بنا دیئے گئے ان پشتوں پر توپیں نصب کر کے قلعہ کی فصیل پر مسلسل گولہ باری شروع کی گئی۔ جس کے نتیجے میں قلعہ کی دیوار برج اور دمدمے گر گر کر زمین کے برابر ہونے لگے۔

لیکن چیتل درگ کے راجہ نے تہیہ کر رکھا تھا کہ ہر صورت میں اپنے قلعے کی حفاظت کرے گا اور سلطان کے لشکریوں کو قلعے میں داخل نہیں ہونے دے گا اس نے کچھ ایسا اہتمام کیا ہوا تھا کہ جونہی فصیل کا کوئی حصہ گرتا اس گرے ہوئے حصے سے نکل کر کچھ لشکری سلطان کے حملہ آور لشکریوں کو روکتے اور اس ٹکراؤ کے دوران راجہ کے ہزاروں آدمی حرکت میں آئے اور فصیل کے گرے ہوئے حصے کو دوبارہ کچی مٹی کی اینٹوں سے استوار کر دیا جاتا اس طرح جب بار بار ہوا تو قلعہ کے اندر جو لشکری تھے وہ پہلے سے بھی زیادہ حوصلہ مندی کے ساتھ سلطان کے لشکریوں کا مقابلہ کرنے لگے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے سلطان حیدر علی نے فیصلہ کیا کہ محمد علی کو دوبارہ لشکر میں شامل کیا جائے یہ فیصلہ کرنے کے بعد سلطان نے اپنے قاصد محمد علی کی طرف روانہ کیے اسے لشکر میں طلب کیا لیکن محمد علی نے جواب میں کہلا بھیجا کہ یہ درویش اب دنیا و مافیہا کو ترک کر کے گوشہ نشین ہو چکا ہے آخر یہ آپ کے کیا کام آ سکتا ہے۔

کہتے ہیں سلطان کو محمد علی کے اس جواب پر غصہ تو بہت آیا مگر وہ ضبط کر گیا آخر سلطان نے ایک بہترین شخص کا انتخاب کیا اور وہ شخص غازی خان تھا جو محمد علی کا بہترین دوست تھا غازی خان کے ساتھ سلطان نے چند اور چھوٹے سالاروں کو بھیجا اور غازی خان کو تاکید کی کہ وہ محمد علی کو منا کر لائے اس لیے کہ محمد علی غازی خان کی بات نہیں ٹالے گا۔

غازی خان جب دو چھوٹے سالاروں کے ساتھ محمد علی کے پاس پہنچا تو محمد علی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا اور بڑے پر جوش انداز میں اسے ملا اور ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا۔

غازی خان وہاں بیٹھا نہیں اس کی طرف دیکھتے ہوئے دوسرے دو چھوٹے سالار بھی کھڑے رہے غازی خان کی اس حرکت پر محمد علی بڑا پریشان اور فکر مند ہوا غور سے اس طرف دیکھا خود بھی نہیں بیٹھا پھر غازی خان کو مخاطب کیا۔

"غازی خان تم میرے بھائی ہو یہ پہلا موقع ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میری بات ٹال رہے ہو بیٹھے نہیں ہو۔"

غازی خان نے بڑے غور سے محمد علی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"محمد علی ماضی میں جو میرے تمہارے تعلقات رہے ہیں کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں میں نے تمہیں ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کی حیثیت دی مجھے فخر ہے کہ میں نے کبھی تمہارا کہا نہیں ٹالا اور تم نے کبھی بھی میری بات ماننے سے انکار نہیں کیا۔ محمد علی میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک تم میری بات نہیں مانتے۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں پہلے کی طرح تم لشکر میں سالار کی حیثیت سے کام کرو گے۔" غازی خان یہاں تک کہنے کے بعد رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ محمد علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"محمد علی میں جان بوجھ کر تمہارے کہنے پر بیٹھا نہیں ہوں جو کچھ میں تمہیں کہنے آیا ہوں وہ تم سن رہے ہو میں بھی اپنا مدعا تم سے بیان کر چکا ہوں کہ میں تمہیں لینے آیا ہوں تاکہ تم پہلے کی طرح سالار اعلیٰ کی حیثیت سے سلطان کے لشکر میں شامل ہو جن حالات کے تحت سلطان نے تمہیں سالار اعلیٰ سے علیحدہ کیا اس میں سلطان اپنی جگہ سچا ہے تم اپنی جگہ سچے ہو لیکن ہم تو بیچ کا راستہ نکالنے والے لوگ ہیں اگر تم میری بات ماننے کی حامی بھرتے ہو تو میں بیٹھتا ہوں تمہارے ساتھ کھانا بھی کھاؤں گا اس کے بعد تمہیں ساتھ لے کر کوچ کر جاؤں گا اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو میں سمجھوں گا تمہاری نگاہوں میں میری کوئی اہمیت ہی نہیں ہے محمد علی تم جانتے ہو جہاں میرے لیے عزت نفس نہ ہو جہاں میرے لیے میری راحت کی کوئی اہمیت نہ ہو وہاں میں بیٹھتا نہیں ہوں نہ میں وہاں کسی کے لیے بوجھ بنتا ہوں وہاں سے ہٹ جاتا ہوں یہاں بھی میں یہی معاملہ سمجھوں گا میرے بھائی اگر تم میرے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہوتے ہو تو بیٹھتا ہوں تمہاری ہر بات مانوں گا اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ غازی خان کی حیثیت بھی ایک معمولی قاصد کی سی ہے اور پہلے قاصد کی طرح اسے بھی دھتکار کر نکال دو گے محمد علی بہتر ہے میں یہاں بیٹھوں ہی نہ اور صاف انکار کرنے سے پہلے ہی کوچ کر جاؤں۔"

محمد علی غازی خان کی اس گفتگو سے بڑا متاثر ہوا آگے بڑھ کر اس نے غازی خان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"غازی تیرے جیسے بھائی کی بات میں ٹال نہیں سکتا بیٹھو دونوں تمہارے ان سالاروں کے ساتھ مل کے کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد میں تمہارے ساتھ روانہ ہوں گا اور پہلے کی طرح تمہارے لشکر میں کام کرنے کی حامی بھرتا ہوں۔"

محمد علی کے ان الفاظ پر غازی خان کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی اس نے بڑی قوت کے ساتھ محمد علی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا دونوں چھوٹے سالار بھی اس فیصلہ پر خوش ہو گئے تھے پھر

غازی خان دونوں چھوٹے سالاروں کے ساتھ بیٹھ گیا محمد علی نے کھانے کا اہتمام کیا سب نے مل کر کھانا کھایا اس کے بعد محمد علی لشکر میں شامل ہونے کے لیے غازی خان کے ساتھ کوچ کر گیا تھا۔

محمد علی کی دوبارہ لشکر میں شمولیت سے سلطان حیدر علی کی خوشی اور اطمینان کی کوئی حد نہ رہی وہ غازی خان بھی بہت خوش تھا کہ اس نے محمد علی کو دوبارہ لشکر میں شامل ہونے پر مجبور کر لیا تھا۔

لشکر میں دوبارہ شامل ہوتے ہی محمد علی نے غازی خان کے ساتھ مل کر اپنی کارروائی کی ابتدا کی جو لشکر ہمیشہ ان کی کمانداری میں کام کیا کرتا تھا اس کو انہوں نے لیا اور قلعے کی اس سمت کا رخ کیا جس طرف پہاڑی سلسلہ تھا اس لیے کہ اس سمت قلعے پر ضرب لگانے کا بہترین موقع اور نہایت مناسب جگہ تھی اس سمت دشمن کی ایک مضبوط و مستحکم چوکی تھی اس پر جرات مندی سے حملہ آور ہوتے ہوئے محمد علی اور غازی خان نے وہ حصہ دشمن سے چھین لیا چیتل درگ کے لشکریوں نے دو تین بار چھنا ہوا! مضبوط و مستحکم علاقہ واپس لینے کے لئے کوشش کی لیکن انہیں ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

اب دوسری سمت سے سلطان نے بھی قلعے پر ضربیں لگانی شروع کر دی تھیں اس طرح قلعے کا محاصرہ اتنا سخت کر دیا گیا کہ محصورین کے ایک طرح سے چھکے چھوٹ گئے قلعے اور شہر کے محصور لوگ اتنے گھبرائے اور فکرمند ہوئے کہ چوری چھپے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں شہر سے نکل کر سلطان کے لشکر میں آ کے شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

قلعہ کی تسخیر میں جب تاخیر ہونے لگی تو سلطان حیدر علی نے ایک بہترین حربہ اپنایا اس نے لشکر کے دو حصے کیے ایک حصہ محمد علی اور غازی خان کی سرکردگی میں دیا اسے پہاڑی سلسلے کے اندر ایک محفوظ گھات میں بٹھا دیا دوسرے حصے کو لے کر سلطان حیدر علی چیتل درگ سے اس طرح روانہ ہوا گویا اس نے چیتل درگ کا محاصرہ ختم کر دیا ہے۔

سلطان کا ارادہ تھا کہ وہ چیتل درگ سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر جا کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرے گا سلطان کو یہ بھی امید تھی کہ جب وہ محاصرہ اٹھا لینے کا تاثر دے گا تو شاید چیتل درگ کا راجہ اپنے لشکر کے ساتھ باہر نکل کر اس کا تعاقب کرے گا اگر وہ ایسا کرے گا تو سلطان پلٹ کر اس پر حملہ آور ہو گا اتنی دیر تک گھات میں بیٹھے ہوئے محمد علی اور غازی خان بھی نکل پڑیں گے اور اس دو طرفہ حملہ سے نہ صرف یہ کہ چیتل درگ کے راجہ کو بدترین شکست ہوئی بلکہ بڑی آسانی کے ساتھ چیتل درگ پہ سلطان کا قبضہ بھی ہو جائے گا۔

پر حالات اس کے الٹ نکلے اس لیے کہ محمد علی اور غازی خان کو کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بٹھانے کے بعد سلطان حیدر علی جب اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹا تو چیتل درگ کے راجہ نے باہر نکل کر ان کا تعاقب نہیں کیا جس کے نتیجے میں چار کوس کے فاصلے پر سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ جا کر پڑاؤ کر لیا تھا۔

سلطان نے جو منصوبہ اور لائحہ عمل تیار کیا تھا وہ ناکام ہو گیا لیکن اس دوران مہربان قدرت نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے سلطان کے لیے ایک اور در اور دروازہ کھول دیا۔

ہوا یوں کہ اس محاصرے کے دوران چیتل درگ کے راجہ کا سسر اور اس کے دو لڑکے قلعہ کے اندر ہی راجہ کے پاس قیام کیے ہوئے تھے ان لڑکوں نے ایک بت کی پوجا کے لیے جو کوہستانوں کے دامن میں تھا ایک کوس پر جانے کی اجازت لی راجہ نے اجازت دے دی لہٰذا وہ چند سواروں پیادوں کے ساتھ اس مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔

راجہ کے سسر کے بیٹوں کے مخالفوں نے اس معاملہ کو راجہ کے سامنے کچھ اس رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ تیرے نسبتی بھائی تو اپنے باپ کے اشاروں پر مندر میں پوجا کے لیے نہیں گئے بلکہ وہ سلطان حیدر علی کے پاس گئے ہیں تا کہ اس سے گفت و شنید کر کے اپنے لیے جاگیر حاصل کریں۔

نادان راجہ ان خود غرضوں کی باتوں میں آ گیا اور ان کے بہکاوے کی وجہ سے اپنے سسر اور سالوں سے بدظن ہو کر جلادوں کو اشارہ دیا کہ انہوں نے راجہ کے سسر پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ دیا اور اس کے گھر میں آگ لگا دی تھی۔

دوسری جانب سسر کے دونوں بیٹوں نے بھی اپنے دیوتا کے سامنے سجدہ سے سر بھی نہ اٹھایا تھا کہ انہیں اپنے باپ کے قتل کیے جانے کی اور گھر کی بربادی کی خبر ملی وہ سخت حیران اور پریشان ہوئے۔

دونوں بھائیوں کے دل اس حادثہ کی اطلاع پا کر ایسے بھڑکے انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد واپس راجہ کے پاس جانے کے بجائے اپنے گھوڑوں کا رخ موڑا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سلطان نے ان کا استقبال کیا ان کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آیا جس کے نتیجے میں ان دونوں بھائیوں نے سلطان سے وعدہ کیا کہ وہ قلعہ فتح کرنے میں مدد دیں گے لہٰذا سلطان نے جو غازی خان اور محمد علی کو گھات میں بٹھایا تھا انہیں بھی اپنے پاس بلا لیا اس طرح ان دونوں بھائیوں کے ساتھ سارے لشکر نے پھر چیتل درگ کا رخ کیا۔

وہ دونوں بھائی چونکہ قلعہ کے ہر دروازے سے واقف تھے انہوں نے سلطان کے علاوہ محمد علی اور غازی خان اور دوسرے سالاروں کو ایک ایسے پوشیدہ راستے کی طرف راہنمائی کی کہ اس کی طرف لشکر والوں کا گمان تک نہ ہوا تھا کہتے ہیں اس سمت سے پیش قدمی کر کے محصورین کی جمعیت کو پراگندہ کرتے ہوئے رسیوں اور کمندوں کے ذریعے سلطان کے لشکری چڑھ گئے اور فصیل پر چڑھنے کے بعد فتح کے نقارے اور دف بجوانے شروع کر دیئے ساتھ ہی اوپر چڑھنے والے سلطان کے سالاروں اور لشکریوں نے تیروں اور تلواروں کی نوک پر راجہ کے محافظوں کو رکھتے ہوئے ان کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا اور ان کے سر کاٹ کاٹ کر فصیل سے نیچے گرانے شروع کر دیئے۔

دوسری جانب راجا نے جب قلعہ کی فصیل کے اوپر نقارے اور طبل بجنے کی آوازیں سنی تو بڑا پریشان ہوا آخر اپنے محافظ دستے کے ساتھ مسلح ہو کر نکلا تا کہ مقابلہ کرے لیکن جب وہ فصیل کے قریب آیا اور فصیل کے نیچے اس نے اپنے نامی گرامی سالاروں اور بے شمار لشکریوں کے کٹے ہوئے سر خون میں غلطاں دیکھے تو بے حس و حرکت ہونے کے ساتھ بڑا متحیر بھی ہوا جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔

اس وقت تک محمد علی اور غازی خان فصیل کے اوپر راجہ کے سارے محافظ دستوں کا صفایا کر چکے تھے پھر وہ نیچے اترے راجہ اپنی جگہ متحیر اور پریشان کھڑا تھا کہ اسے گرفتار کر لیا گیا اور سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔

سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ چیتل درگ میں داخل ہوا اس طرح چیتل درگ چند روز سلطان نے وہاں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اور اس کے بعد راجہ کو اپنے ساتھ لے کر سلطان سرنگا پٹم کی طرف کوچ کر گیا تھا

گرونتی کچھ سامان اٹھائے اپنی حویلی میں داخل ہوئی اس وقت دیول داس اور سبورن دونوں صحن میں کھڑے تھے شاید اسی کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے جونہی گرونتی ان دونوں کے قریب آئی بڑے پیار اور شفقت میں دیول داس نے اسے مخاطب کیا۔

"بٹیا ہم کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم اتنی دیر کہاں چلی گئی تھی۔"

جواب میں گرونتی مسکرائی اپنی خوابگاہ میں داخل ہوئی دیول داس اور سبورن اس کے پیچھے پیچھے تھے جو سامان اس نے اٹھا رکھا تھا وہ اس نے ایک طرف رکھ دیا پھر ایک نشست پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا میں آپ کو بتا کے گئی تھی کہ میں بازار کچھ چیزیں خریدنے جا رہی ہوں بابا امیر غازی خان جس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اور جس لڑکی کے لباس اور زیورات کی خریداری کے لیے انہوں نے مجھے رقم دی تھی میں چاہتی ہوں اس کے لیے اچھا سامان خریدوں تا کہ اس سلسلے میں امیر غازی خان کو کسی قسم کی کوئی شکایت اور تکلیف نہ ہو۔"

دیول داس کچھ دیر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"بٹیا تو بھی بڑی بھولی ہے میں سمجھا تھا کہ تو اپنے حقوق کی جنگ لڑ سکتی ہے پر نہیں تو کچھ بھی نہیں کر سکتی تو آنکھیں بند کر کے چلنے والی ہے لہٰذا......"

گرونتی نے دیول داس کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"بابا میرے کون سے حقوق پامال ہوئے ہیں جن کی مجھے جنگ کرنی ہے۔"

دیول داس نے پھر اس کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بٹیا یہ جو تم سامان خرید رہی ہو یہ کس کے لیے ہے؟"

"اس لڑکی کے لیے جس سے امیر شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا تم امیر کو پسند نہیں کرتی ہو؟"

"کرتی پر بابا امیر اس لڑکی کو بھی تو پسند کرتے ہیں لہٰذا مجھے اس کی دیکھ بھال اور پسند کا بھی تو خیال رکھنا ہے۔"

''اسی لیے تو کہتا ہوں کہ تو بھولی اور اپنے حقوق سے نا آشنا ہے۔'' اپنی بات پر زور دیتے ہوئے دیول داس نے کہنا شروع کیا۔

''بٹیا اس لڑکی کے لیے شادی کی خریداری کرنے کے بجائے تجھے اس سلسلے میں امیر غازی خان سے بات کرنی چاہئے اور اس سے التجا کرنی چاہئے کہ امیر آپ میرے حقوق پر شب خون نہ ماریں بٹیا تمہیں امیر سے کہنا چاہئے تھا کہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ آپ مجھ اکیلی سے شادی کریں اور اس سلسلے میں کسی کو میری سوتن بنا کر نہ لائیں بلکہ تمہیں امیر کو خود ترغیب دینی چاہئے تھی کہ امیر ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے خوش رہ سکتے ہیں اگر تیسرا کوئی ہمارے بیچ میں آ گیا تو ہمارے درمیان میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرے گا جھگڑے اور فساد کی بنیاد ڈال کے رکھ دے گا لیکن تم ہو کہ اس سلسلے میں بولتی ہی نہیں ہو آنکھیں بند کر کے اس لڑکی کے لیے خریداری کر رہی ہو جسے نہ تم نے دیکھا ہے نہ تم اس کی طبیعت اس کے مزاج سے واقف ہو۔''

لمحہ بھر کے لیے گرونتی واقعی اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد گرونتی نے پھر کہنا شروع کیا۔

''بابا اب بتائیں میں کیا کروں آپ ہی نے تو کہا تھا اس لڑکی کے لیے خریداری شروع کرنی چاہئے کہ اس کے لیے مجھے امیر نے رقم دی تھی اور آپ نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ اس لڑکی کے کپڑوں کا ناپ بالکل میرے جیسا ہے وہ لڑکی قد کاٹھ میں بالکل مجھ جیسی ہے پھر آپ ہی بتائیں کیا کروں میں ڈرتی ہوں اگر میں نے امیر سے یہ کہہ دیا کہ آپ اس لڑکی کو فراموش کر دیں صرف مجھ سے شادی کریں تو کہیں وہ مجھے چھوڑ کر مکمل طور پر اس لڑکی کی طرف ہی نہ مائل ہو جائیں بابا اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا گرونتی جی نہ پائے گی۔''

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے پھر گرونتی نے کہنا شروع کیا۔

''بابا مجھے ایک اور شک گزر رہا ہے امیر کہیں سوسا سے ہی شادی نہ کرنا چاہتے ہوں آپ دیکھیں سوسا قد کاٹھ میں بلکہ جسمانی ساخت میں بالکل مجھ جیسی ہے اور یہ سارا سامان زیورات اور کپڑے کہیں سوسا ہی کے لیے نہ بن رہے ہوں اور سوسا ہی وہ لڑکی نہ ہو جو امیر کی زندگی کا ساتھی بننے کا تہیہ کیے ہوئے ہو میں سمجھتی ہوں امیر خود اس کی طرف مائل نہیں ہوئے ہوں گے بلکہ وہ خود امیر کی محبت کا شکار ہوئی ہو گی پر اس سلسلے میں کوئی پکی پختی بات بھی تو نہیں کی جا سکتی۔''

گرونتی کی اس بات کے جواب میں دیول داس نے نفی میں اپنی گردن ہلائی کہنے لگا۔

''نہیں بیٹی جس لڑکی سے امیر غازی خان شادی کرنا چاہتا ہے وہ نہ سوسا ہے نہ شولیر اسی کی تو میں تمہیں پکی ضمانت دیتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے کوئی نہیں جو امیر کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہو جہاں تک بیٹا سوسا اور شولیر کا خیال ہے وہ چند ماہ اور یہاں رہیں گی اس کے بعد وہ اپنے ان اہل خانہ اور سنگی ساتھیوں کے ساتھ جن کے ساتھ انہوں نے قیام کر رکھا ہے اپنے وطن واپس چلی جائیں گی میری ان کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے ان کا یہی لائحہ عمل ہے اگر ان میں سے کسی نے امیر سے شادی کرنی ہوتی تو انہیں یوں واپس جانے کا لائحہ عمل تیار نہیں کرنا چاہئے تھا لہٰذا اس سلسلے میں تم سوسا اور شولیر کو تو ایک طرف کر دو ان میں سے کوئی بھی امیر کی بیوی نہیں بننے والی جس لڑکی کو امیر نے پسند کیا ہے یا جس لڑکی نے امیر کو اپنی زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے چنا ہے وہ لڑکی کوئی اور ہے کون ہے اس کا پتہ بٹیا تمہیں خود لگانا چاہئے تھا۔''

دیول داس رکا پھر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''تمہیں تو خود ابتدا کرنی چاہئے تھی امیر پر زور دیتے ہوئے اس لڑکی کو جاننے کی کوشش کرتی کہ وہ لڑکی کون ہے پھر اس سے ملتی اسے دیکھتی اسے جانچتی کہ وہ مزاج کی کیسی ہے طبیعت کی کیسی ہے ایک سوکن کی حیثیت سے وہ تمہیں برداشت بھی کرے گی کہ نہیں اس سے مل کر تم یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتی کہ شادی کے بعد امیر کا جھکاؤ زیادہ اس کی طرف ہو گا یا تمہاری طرف لیکن تم نے اس سلسلے میں اپنا جیون اپنی زندگی سنوارنے کے لیے کچھ بھی تو نہیں کیا۔''

کہتے کہتے دیول داس کو رکنا پڑا اس لیے کہ بیچ میں سبورن بول پڑی اور ناپسندیدگی کے انداز میں دیول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''دیول داس تم نے میری بیٹی گرونتی کو کن باتوں میں الجھا دیا ہے پہلے اسے یہ تو بتاؤ کہ غازی خان آ چکے ہیں۔''

سبورن کے ان الفاظ پر جست لگانے کے انداز میں اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر کہنے لگی۔

''امیر آ چکے ہیں؟''

دیول داس بھی چونکا اور گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''گرونتی میری بیٹی میں معذرت خواہ ہوں کہ گفتگو میں کھو جانے کی وجہ سے میں تمہیں امیر کی آمد کی اطلاع نہ دے سکا امیر کافی دیر سے آ چکے ہیں پہلے وہ تمہیں ملنے سیدھے اس

حویلی میں آئے کافی دیر یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کیا لیکن جب تم نہیں آئیں تو پھر وہ اپنی حویلی کی طرف چلے گئے ہیں۔ تم جاؤ ایک تو امیر سے ملو اور پھر امیر سے یہ جاننے کی کوشش کرو کہ وہ لڑکی کون ہے کوشش کرو کہ امیر تمہیں اس لڑکی کے پاس لے جائیں یا اس لڑکی کو پکڑ کر تمہارے پاس لے کے آئیں تا کہ ہم بھی جانیں کہ وہ لڑکی کون ہے اگر تم دونوں کی بیک وقت امیر سے شادی ہوتی ہے تو اس لڑکی سے تمہارے متعلق کس قسم کے سلوک اور برتاؤ کی توقع کی جا سکتی ہے۔''

غازی خان کی آمد کا سن کر گرونتی جہاں بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کر رہی تھی وہاں اس کے خوبصورت لبوں پر ہلکی ہلکی دل موہ دینے والی مسکراہٹ بھی تھی پھر دیول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں یہ جو سامان میں خرید کے لائی ہوں اسے میں نے مسہری پر رکھ دیا ہے اس کو یہیں پڑا رہنے دیں۔ میں پہلے امیر کے پاس جاتی ہوں ان سے ملتی ہوں اور جس موضوع کے متعلق آپ نے گفتگو کی ہے اس کے متعلق میں امیر سے بات کرتی ہوں مجھے امید ہے کہ امیر میرا کام نہیں ٹالیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی خوشی کا اظہار کرتی ہوئی گرونتی حویلی سے نکل گئی تھی۔

جب وہ غازی خان کی حویلی میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اصطبل میں گھوڑا بندھا تھا اس کا مطلب تھا کہ غازی خان اندر ہی ہے وہ سامنے والے کمرے میں داخل ہوئی غازی خان مسہری پر تکیے پر ٹیک لگائے گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا گرونتی جب اندر آئی تو غازی خان سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

گرونتی مسکراتے ہوئے غازی خان کے سامنے آئی اس کا احوال پوچھا۔ غازی خان نے اسے اپنے قریب ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا گرونتی اس نشست کو کھینچ کر مزید غازی خان کے قریب لے آئی اور بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

''میں دراصل کچھ سامان خریدنے کے لیے بازار گئی ہوئی تھی۔''

غازی خان مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''گرونتی تمہیں وضاحت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے دیول داس مجھے بتا چکا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم خرید کے کیا لائی ہو۔'' گرونتی کچھ اداس ہو گئی تھی کہنے لگی۔

''جو کچھ میں خرید کے لائی ہوں وہ تو میں بعد میں آپ کو دکھاؤں گی لیکن میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

گرونتی کو کسی قدر فکر مند دیکھتے ہوئے غازی خان نے پوچھ لیا۔

''گرونتی کیا بات ہے کسی نے تمہاری دل شکنی کی ہے تم پریشان لگ رہی ہو۔''

گرونتی نے اپنے آپ کو سنبھالا کہنے لگی۔

''آپ نے دراصل مجھے اس لڑکی سے جس سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں پریشان اور مند کر رکھا ہے نا جانے وہ کس مزاج کی ہو گی میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرے گی ایک سوتن حیثیت سے مجھے برداشت بھی کرے گی کہ نہیں۔''

غازی خان مسکرا دیا کہنے لگا۔

''بس اتنی سی بات نے تمہیں پریشان اور فکر مند کر دیا ہے اگر تمہیں برداشت نہیں کرے تم سے اچھا سلوک بھی نہیں کرے گی تو پھر یہاں اس حویلی میں میرے ساتھ نہیں رہے گی اں چاہے چلی جائے گی میرا اس سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہو گا۔''

گرونتی نے چونک کر غازی خان کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

''نہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے ایسا کرنا بھی ظلم ہے کیا ایسا ممکن نہیں آپ اس لڑکی سے میری قات کروا دیں آپ کیوں اسے مجھ سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں بازار گئی ی تھی اگر لشکر شہر میں داخل ہوتا تو اس کی آمد کا شور مچ جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔''

غازی خان نے بڑے غور سے گرونتی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''گرونتی پورا لشکر واپس نہیں آیا لشکر نے چیتل درگ کے نواح میں قیام کیا ہوا ہے میں کر کے چند افسروں کو لے کر سرنگا پٹم آیا ہوں اور یہاں سے ضرورت کا کچھ سامان لے کر بارہ لشکر میں جا شامل ہوں گا۔''

گرونتی فکر مند ہو گئی کہنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے آپ یہاں زیادہ دن قیام نہیں کریں گے۔''

''بالکل نہیں کروں گا صرف ایک شب یہاں قیام کروں گا اس کے بعد واپس لشکر میں چلا اؤں گا۔''

غازی خان کے ان الفاظ نے گرونتی کو اور زیادہ پریشان اور فکر مند کر دیا تھا بیچاری کی ردن جھک گئی تھی غازی خان نے اس کے سرخ گال پر ہلکی سی چپت لگائی کہنے لگا۔

''اس میں اداس اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے پہلے بھی تو میں آتا جاتا رہا ہوں پہلے کبھی تمہاری ایسی حالت نہیں ہوئی۔''

گرونتی بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی کہنے لگی۔

"پہلے اور بات تھی پہلے ہم دونوں کی محبت عیاں نہیں ہوئی تھی اندر ہی اندر میں کلپتی رہتی تھی آپ کی آمد کا انتظار کرتی رہتی تھی کسی پر اپنی حالت کا اظہار نہیں کرتی تھی اسی وجہ سے ایک موقع پر آپ کی جدائی کی وجہ سے میں بیمار پڑ گئی تھی۔ لیکن اب آپ سے علیحدگی میرے لئے انتہا درجہ کی شاق گزرتی ہے اگر حالات ایسے رہے تو یاد رکھئے گا گرونتی ایک دن گزر جائے گی۔"

تڑپ کر غازی خان نے اس کے خوبصورت ہونٹوں پر انگلی رکھ دی تھی کہنے لگا۔

"بری بات ایسی باتیں نہیں کرتے میں تمہیں ایک خوشخبری بھی دوں گا اور پہلے میں جاتا ہوں اس لڑکی کو بلا کے لاتا ہوں۔"

غازی خان جب اٹھنے لگا تو بڑی بے باکی بڑے پیار اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے گرونتی نے اس کا بازو پکڑ لیا کھینچ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"پہلے آپ جو خوشخبری کہنا چاہتے ہیں وہ کہیں اس کے بعد اس لڑکی کو لینے جایئے گا۔"

غازی خان بیٹھ گیا کچھ دیر غور سے گرونتی کی طرف دیکھتا رہا جس پر گرونتی شرما کر کہنے لگی۔

"اس طرح میری طرف غور سے کیوں دیکھ رہے ہیں پہلے کبھی آپ نے مجھے نہیں دیکھا" غازی خان کچھ چونک سا گیا۔

"گرونتی اگر میں آج ہی تم سے شادی کرنا چاہوں اور کل تمہیں اپنے ساتھ لشکر کی طرف لے جاؤں تو تمہیں کوئی اعتراض ہے۔"

غازی خان کے ان الفاظ نے گرونتی کی حالت ہی یکسر بدل کے رکھ دی تھی ایسا لگتا تھا ان الفاظ نے اسے خوشیوں کے کھلیانوں اور مسرتوں کے کوہستانی سلسلے کے اوپر کھڑا کر دیا ہو کچھ دیر وہ بے پناہ آسودگی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے غازی خان کی طرف دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی اپنا سر انتہائی آسودگی اور سپردگی میں اس نے غازی خان کے شانے پر رکھ دیا کہنے لگی۔

"امیر آپ سے شادی کرنا شادی کے بعد آپ کے ساتھ رہنا یہ میرے جینے کی سب سے بڑی آرزو اور میری زندگی کی سب سے اہم خواہش ہے اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو یوں جانئے یہ میری دلی خواہش ہے۔"

غازی خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا گرونتی بھی کھڑی ہو گئی بڑے پیارے انداز میں گرونتی نے غازی خان کی کمر میں ہاتھ ڈالا پھر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ نے ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا ہو گا بھوک بھی لگی ہو گی۔ آپ ہو کے آئیں آپ کی آمد تک میں کھانا تیار کرتی ہوں پھر اکٹھے بیٹھ کے کھاتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی غازی خان حویلی سے نکل گیا تھا گرونتی مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔

کھانا تیار کرنے کے بعد گرونتی پھر اسی کمرے میں جا کے بیٹھ گئی تھی جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ غازی خان کے ساتھ بیٹھی گفتگو کرتی رہی تھی۔

وہاں بیٹھے اسے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ سوسا مسکراتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے گرونتی کو کچھ شک گزرا اس کا ماتھا ٹھنکا لیکن جلدی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سوسا نے اسے مخاطب کیا۔

"گرونتی چلو اٹھو امیر اس وقت تمہاری حویلی میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں اگر تم نے کھانا تیار کر لیا ہے تو کھانا برتنوں میں ڈالو کھانے کے برتن اٹھا کے ہم دونوں ہی لے جائیں گے امیر نے کہا تھا کہ کھانا سب مل کر وہاں کھائیں گے امیر اس وقت وہاں موجود ہیں اور اس لڑکی کو بھی لے کر آئے ہیں جس کے ساتھ تمہارے علاوہ امیر شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

بیچاری گرونتی کی حالت عجیب ہو رہی تھی اسے شک گزرا کہ شاید وہ لڑکی شولیر ہو لہذا سوسا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"شولیر کہاں ہے۔"

جس پر سوسا کہنے لگی۔

"وہ سیدھی مطبخ کی طرف گئی ہے جو کھانے تم نے پکائے ہیں ان کا جائزہ لے رہی ہے۔"

ان الفاظ سے گرونتی کے شکوک اور شبہات جاتے رہے تھے پھر سوسا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"پر سوسا میں نے تو صرف اپنے اور امیر کے لیے کھانا تیار کیا ہے وہاں سب مل کے کیسے کھائیں گے۔"

اس پر سوسا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

"ہم سب کو پتا ہے کہ تم نے کھانا اپنے اور امیر کے لئے ہی تیار کیا ہے لیکن فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں باقی کا کھانا تمہاری حویلی میں تیار کر لیا گیا ہے اب اٹھو شولیر اس وقت مطبخ میں ہے کھانے کے برتن اٹھائیں اور چلیں۔"

گرونتی خوش ہو گئی تھی۔ سوسا کے ساتھ وہ مطبخ میں گئی وہاں شولیر پہلے سے موجود تھی تینوں

نے کھانے کے برتن اٹھائے اور حویلی سے نکل گئی تھیں۔

سوسا اور شولیر کے ساتھ گرونتی جب اپنی حویلی میں داخل ہوئی تب اس نے دیکھا حویلی میں ان کے داخل ہونے پر دیوان خانے میں غازی خان، دیول داس اور سبورن نکلے تھے گرونتی کو دیکھتے ہی غازی خان نے اسے مخاطب کیا۔

"گرونتی کھانے کے برتن دیول داس اور سبورن کے کمرے میں لگاؤ وہیں پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے کھانے کے برتن رکھ کے تم باہر آ جاؤ پہلے میں تمہارا اس لڑکی سے تعارف کراؤں گا جسے میں نے تمہارے کمرے میں پردے کے پیچھے بٹھا رکھا ہے اس سے ملاقات کے بعد اکٹھے بیٹھ کے دیول داس کے کمرے میں کھانا کھائیں گے۔"

گرونتی کی حالت اس موقع پر عجیب سی ہو رہی تھی اور اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس کے تاثرات ہی ایسے تھے کہ ان سے کسی رجحان کا جائزہ نہیں لیا جا سکتا تھا۔ شولیر اور سوسا کے ساتھ وہ کھانے کے برتن دیول داس اور سبورن کے کمرے میں لے گئی دیول داس اور سبورن خود بھی اس کمرے میں چلے گئے سب لوگ کمرے کے اندر ہی رہے۔ پھر گرونتی باہر آئی غازی خان باہر کھڑا اس کا منتظر تھا۔

مسکراتے ہوئے گرونتی جب غازی خان کے قریب آئی تو غازی خان نے بڑے پیار انداز میں اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"اب آؤ میرے ساتھ میں تمہیں اس لڑکی سے ملاتا ہوں۔"

گرونتی چپ چاپ اپنا ہاتھ غازی خان کے ہاتھ میں دیئے اس کے ساتھ ہو رہی۔

دیول داس اور گرونتی دونوں کے کمرے میں جو درمیانی دروازہ تھا گرونتی نے دیکھا وہاں ایک کافی بھاری پردہ لگا ہوا تھا اور اس پردے کے سامنے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی جو خالی تھی

گرونتی نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا کمرے کے اندر کچھ تبدیلی تھی یہ تبدیلی دیکھ کر ٹھٹکی ادھر ادھر دیکھا خالی کرسی پر اس کی نگاہیں جم گئیں پھر غازی خان کو دیکھتے ہوئے لگی۔

"لیکن یہ کرسی تو خالی ہے یہاں کوئی بھی نہیں ہے اور خالی کرسی یہاں رکھنے کا مقصد۔"

غازی خان گرونتی کو اس کرسی کے سامنے لے گیا اور بڑے پیارے انداز میں اس اپنے دونوں ہاتھ گرونتی کے شانوں پر رکھے اور دباؤ ڈال کر گرونتی کو اس کرسی پر بٹھا دیا موقع پر گرونتی بڑی بے بسی کے عالم میں غازی خان کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"امیر مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال وہ کہاں ہے پہلے مجھے اس سے ملائیں بعد میں کوئی اور کام کریں گے۔"

غازی خان مسکرایا گرونتی کو کرسی پر بٹھانے کے بعد دونوں کمروں کے بیچ جو دروازہ تھا پر بھاری پردہ لٹک رہا تھا اس کی طرف گیا پردہ اس نے ہٹایا پردے کے پیچھے ایک آئینہ تھا اس موقع پر گرونتی حیرت زدہ اور پریشان ہو رہی تھی غازی خان گرونتی کے پیچھے آن کھڑا ہوا پھر اس کا گال بڑے پیارے انداز میں تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"گرونتی ذرا آئینے میں دیکھو۔"

گرونتی سنجیدہ تھی کہنے لگی۔

"دیکھ رہی ہوں اور اس میں مجھے اپنی صورت نظر آ رہی ہے۔" جس پر غازی خان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا نیچے جھک کر اس نے گرونتی کے سر پر ایک بوسا دیا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی تمہیں اس آئینے میں جو لڑکی دکھائی دے رہی ہے یہی وہ لڑکی ہے جس سے میں محبت کی ہے اور جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ اور کوئی لڑکی نہیں جو زندگی میں آئی ہو۔"

گرونتی جست لگاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"یہ جو آپ کہہ رہے تھے ایک اور لڑکی بھی آپ سے محبت کرتی ہے اور یہ کہ اس لڑکی کا بھی سلطان کے لشکر میں سالار رہا کرتا تھا اور پھر آپ تو مجھ سے وعدہ کر کے گئے تھے کہ اس لڑکی کو لینے جا رہے ہیں جسے آپ میرے علاوہ اپنانا چاہتے ہیں۔ پھر وہ لڑکی کیا "

جواب دیتے ہوئے غازی خان بھی بول اٹھا تم نے تو یہ کہا تھا کہ تم نے اپنے جیون ساتھی ناؤ کر لیا ہے اور عنقریب تم اس سے بیاہ دی جاؤ گی پھر تمہارے فیصلے کا کیا ہوا۔

گرونتی مسکرائی اور کہنے لگی۔

"وہ تو میں نے ایک ڈرامہ کھیلا تھا اور ایسا کر کے آپ کے دل میں جو میری محبت تھی میں اپنے لیے عیاں کرنا چاہتی تھی میں صرف یہ چاہتی تھی کہ کسی موقع پر آپ میرا ہاتھ کر کہہ دیں کہ گرونتی تم میری ہو بس اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتی تھی۔"

غازی خان نے جھٹ گرونتی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر بڑے پیارے انداز میں اس کی دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"گرونتی تم میری ہو۔"

اس پر گرونتی نے ایک خوب قہقہہ لگایا غازی خان نے اسے مخاطب کیا۔

''گرونتی تم پریشان نہ ہونا سوسا اور شولیر کے ساتھ مل کر یہ سارا کچھ تمہیں خوش کرنے کے لیے کیا گیا تھا ورنہ تم واحد لڑکی ہو جس سے میں نے محبت کی ہے تمہارے علاوہ کوئی لڑکی ہی نہیں جسے میں نے پسند کیا ہو اور تم ہی وہ لڑکی ہو جس سے میں نے محبت کی ہے اور جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں جب تک زندہ رہا تمہارے اوپر کوئی سوتن نہیں لاؤں گا جب تک جان میں جان رہی تمہیں کوئی دکھ کوئی اذیت بھی نہیں دوں گا۔''

غازی خان کے ان الفاظ سے گرونتی بے حد خوش دکھائی دے رہی تھی ایک دم آگے بڑھی اپنے دونوں ہاتھ پورے زور اور قوت کے ساتھ اس نے غازی خان کی کمر میں ڈال دیئے تھے اپنا سر غازی خان کے شانے پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔

''امیر میرے پاس الفاظ نہیں میں جنہیں استعمال کر کے آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ یہ گفتگو کر کے آپ نے میری ہستی کے غم کے سارے داغ دھو ڈالے ہیں میرے خوابوں کی فرسودہ تعبیروں کو سنوار دیا ہے۔ دعا کے لیے اٹھنے میرے ہاتھوں کو آپ نے ثمر آور کر دیا ہے اس سے پہلے میرے ہاتھ مجروح انسان کے زخمی ضمیر دیدہ و دل کو جھلسا دینے والی غم کی چلچلاتی دھوپ سے بھی زیادہ ابدتر تھے میں گزرے وقت کے لمحوں میں سرد سیاہ راتوں کی طرح بے یارو مددگار بھٹک رہی تھی آپ کی محبت ملنے کے بعد اب مجھے احساس ہوا ہے کہ فرقت کی زنجیریں اماوس رتوں اور پھیلتے سمٹتے لمحوں میں ظلم کی فصل بونے والوں کے سامنے اکیلی نہیں کوئی میرا محافظ ہے اور وہ قرب ولمس کے نشے سے محروم کرنے والوں کے سامنے میرا پاسبان بھی ہے عہد رفتہ کی خونی داستانوں میں کوئی میری حفاظت کا سامان کرنے والا ہے کاروان کی بزم میں دن کے ہنگاموں اور رات کے سناٹوں میں کوئی میری نگہبانی کوئی میری نگہداری کرنے والا ہے اور وہ میرا اپنا ہے اب دعا کے لیے اٹھے میرے ہاتھ خالی اور بے ثمر نہ رہیں گے۔ امیر اب آپ میری آتما کی یکسوئی میرے چہرے کی تنویر میری روح کی بالیدگی میرے اعتماد کا آنگن میری پہچان کا حوالہ میرے تحفظ کا حصار شوق کے ستاروں سے بھرا میرا دامن میری قسمت کا شفق رنگ ملبوس آنکھوں کے آنگن میں برستی میری چاندنی میری جستجو کا ساحل اور میرے جیون کے عروج کی رفعت ہیں۔''

گرونتی علیحدہ ہوئی اور مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔

''میں جب کمرے میں داخل ہوئی تھی تو اسی وقت میں ٹھٹھکی تھی کہ میرے کمرے میں قد آدم آئینہ ہے وہ کدھر گیا بہر حال آپ نے جو مجھے اپنی محبت کا یقین دلانے کے لیے طر

ار استعمال کیا ہے اس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں اب میرے خیال میں دوسرے رے میں چلیں میں جانتی ہوں آپ کو بھوک لگی ہوئی ہو گی اور آپ کی تکلیف میں زیادہ دیر داشت نہیں کر سکتی۔'' پھر غازی خان کا ہاتھ گرونتی نے اپنے ہاتھ میں لیا اور کہنے لگی۔ ''چلیئے رے کمرے میں چلیں۔''

ابھی وہ دونوں کمرے کے دروازے پر ہی آئے تھے کہ سامنے کی طرف سے دیول داس ودار ہوا اور غازی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''غازی خان میرے بیٹے تم ذرا ساتھ والے کمرے میں چلو میں گرونتی سے کچھ کہنا چاہتا ں۔''

جواب میں غازی خان ایک لفظ بھی نہیں بولا اور دوسرے کمرے کی طرف چل دیا شاید جو ول داس کرنا چاہتا تھا اس کا غازی خان کو پہلے سے علم تھا غازی خان کے جانے کے بعد ے پیارے انداز میں دیول داس نے اپنا ہاتھ گرونتی کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔

''گرونتی میری پیاری بیٹی! تھوڑی دیر تک سب مل کے ساتھ والے کمرے میں کھانا ائیں گے۔ بیٹی تمہاری یہاں آمد سے پہلے میں اور غازی خان دونوں میری بچی تمہارے غازی خان کے نکاح کا اہتمام کر چکے ہیں شام کو مہمان یہاں آئیں گے اور ان کی جودگی میں میری بیٹی تجھے غازی خان سے بیاہ دیا جائے گا آنے والی شب تو غازی خان کی یلی میں غازی خان کی بیوی کی حیثیت سے بسر کرے گی۔ اور غازی خان جب یہاں سے چ کرے گا تو تو غازی خان کے ساتھ چلی جائے گی اس طرح تم دونوں کو اکٹھے رہنے کا ع مل جائے گا۔''

اب آؤ ساتھ والے کمرے میں مل کے کھانا کھاتے ہیں۔

گرونتی منہ سے کچھ نہ بولی چپ چاپ دیول داس کے ساتھ کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ دیول داس کے ساتھ دوسرے کمرے میں جا کر سب نے مل کر کھانا کھایا اسی دوران ی خان اور گرونتی کے نکاح کا اہتمام کر دیا گیا تھا اس موقع پر بے پناہ خوشی کا مظاہرہ کیا ا۔ پھر گرونتی اور غازی خان نے آنے والی شب اپنی حویلی میں گزاری اور اگلے روز جن روں کو لے کر غازی خان آیا تھا ان کے ساتھ ہی سرنگا پٹم سے کوچ کر گیا تھا گرونتی اس ساتھ تھی۔

⁂ ...... ⁂

سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ منگل چند کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھا کہ اپنے

لشکریوں اپنے سالاروں اپنے دیگر والیوں قریب کے راجاؤں ہمسایہ حکمرانوں کا امتحان لینے
کے لیے ایک عجیب و غریب طریقہ استعمال کیا اس نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کون اس کا
دوست کون اس کا دشمن ہے کون اس کی خوشی کو خوشی اس کے غم کو غم اس کے دکھ کو دکھ خیال کرتا
ہے۔

اس مقصد کے لیے کہتے ہیں سلطان اچانک ہی خلوت نشین ہو گیا کسی کو کچھ خبر نہیں کہ
سلطان کہاں ہے پھر چند دن بعد سلطان نے اپنے انتقال کی خبر مشہور کرا دی اور رات کے
وقت ایک تابوت جو عطر خوشبوؤں اور پھولوں سے بسا جنازہ کے طور پر سرنگا پٹم کی طرف روانہ
ہوا اس جنازے کو دیکھنے کے بعد چاروں طرف سلطان کے انتقال کی خبر مشہور ہو گئی اور اب
اس کے مرنے میں کسی کو کوئی شک شبہ نہ رہا تھا۔

چنانچہ سلطان کے لشکر میں ہی نہیں بلکہ قریبی ہمسایوں کے اندر بھی کہرام مچ گیا کہ حیدر
علی اچانک مر گیا لوگ آہ و فغاں کرنے لگے کہ مرد اور عورتوں نے آنسو بہا بہا کر سلطان سے
عقیدت کا اظہار کیا لشکر کے سالاروں قلعہ داروں نے جب یہ خبر سنی تو وہ اپنی جگہ مبہوت ہو کر
رہ گئے اس ہوش ربا سانحہ نے سالاروں کو پریشان اور فکر مند کر کے رکھ دیا تھا لیکن ہر کوئی
فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں مستعد اور ہوش مند رہا۔

کہتے ہیں سب لوگوں نے سلطان کے اس انتقال پر غم و دکھ اور افسوس کا اظہار کیا سوائے
کڑپا کے حکمران حلیم خان کے۔

اس نے سلطان کی رحلت کو صحیح جان کر اپنے مرکزی شہر میں خوشی کے طور پر شرینی اور
مٹھائی تقسیم کروائی اظہار مسرت کے لیے نوبت بجوائی اس کے شہر میں سلطان کی طرف سے جو
مخبر اور طلایہ گر اور خبر نویس مقرر تھے انہیں بے عزت کر کے نکال دیا۔

سلطان کو جب حاکم کڑپا حلیم خان کے اس رویے کا علم ہوا تو غیض و غضب میں اس کا
پارہ چڑھ گیا اور اس نے اس کی سرکوبی کا مکمل ارادہ کر لیا۔

سلطان نے اپنا جنازہ خود اٹھوا کر جو آزمائش کی تھی اس میں سلطان کے سالار لشکری اور
دوسرے عہدیدار پورے اترے تھے اس سے پہلے ان کے اس رد عمل پر سلطان نے انتہادر
کی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر سلطان جلوت میں آیا اور دربار منعقد کر کے اپنے سالاروں
اور لشکریوں کی حسن کارکردگی کی تعریف کی ساتھ ہی اس نے کڑپا پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

کڑپا کے حکمران حلیم خان کو سلطان کے ان ارادوں کا علم ہوا اور اسے یہ بھی پتا چلا
سلطان نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو کڑپا کی طرف روانہ بھی کر دیا ہے تب وہ بڑا فکر مند

ن نے اپنا ایک نمائندہ سلطان کی طرف اظہار اطاعت اور معافی کے لیے بھیجا اس نمائندے
نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ سلطان حیدر علی کے سامنے حلیم خان کی اطاعت اور
فاداری ثابت کرنے کی کوشش کرے لیکن سلطان نے اس کی کوئی بات نہ مانی اس طرح وہ
ائندہ جب ناکام چلا گیا تو حلیم خان نے اپنے لشکر کو ترتیب دے کر سلطان کا مقابلہ کرنے کی
ٹھان لی۔

سلطان نے اپنا چھوٹا سا لشکر جو اپنے آگے آگے بجھوایا تھا وہ ویلور کے قریب پہنچ چکا تھا
لیم خان نے اس پر ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا اور اس نے اپنے دو بھتیجوں حسین میاں اور
سعید میاں کی کمانداری میں ایک لشکر دیا اور اسے سلطان کے اس ہراول پر حملہ آور ہونے کا
حکم دے دیا حلیم خان کے دونوں بھتیجوں نے کافی بڑے لشکر کے ساتھ سلطان کے ہراول پر
حملہ کیا اور اسے خاصا نقصان پہنچایا سلطان کو جب اس واقع کا علم ہوا تو سلطان بڑی برق
رفتاری سے آگے بڑھا اور حلیم خان کے اس لشکر پر ایسا زور دار اور جان لیوا حملہ کیا کہ اسے
بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

حلیم خان کے اس لشکر کے بھاگ جانے کے بعد اس کے پاس جس قدر ساز و سامان تھا
اس پر سلطان نے قبضہ کر لیا تھا اب سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ کڑپا کی طرف پیش
قدمی کر رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ سلطان اور اس کے سالار خصوصیت کے ساتھ محمد علی غازی خان اور چند
دوسرے بڑے سالار حلیم خان کے ساتھ بڑے برہم اور غیض و غضب میں بھرے ہوئے تھے
آتے ہی انہوں نے کڑپا پر اس زور کا حملہ کیا کہ کڑپا کا لشکر پہلے ہی حلے کو برداشت نہ کر سکا
کڑپا سلطان کے ہاتھوں فتح ہو گیا اور سلطان نے اس پر قبضہ کر لیا۔

کڑپا کا حاکم حلیم خان کڑپا سے نکل کر اپنے دوسرے بڑے شہر سدھوٹ میں چلا گیا تھا وہ
جانتا تھا کہ کڑپا زیادہ دیر سلطان کے سامنے مزاحمت نہیں کر سکے گا لہٰذا اس نے سدھوٹ میں
جا کر پناہ لے لی تھی کڑپا کو فتح کرنے کے ساتھ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ سدھوٹ کا
رخ کیا تھا جہاں حلیم خان پناہ لیے ہوئے تھا۔

حلیم خان کو ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی کہ کڑپا سلطان کے ہاتھوں فتح ہو چکا ہے اگلے روز جب
سلطان کے ہراول دستے سدھوٹ شہر کے ارد گرد نمودار ہونے لگے تو کڑپا کے حاکم حلیم خان
نے سدھوٹ کے ایک برج میں کھڑے ہو کر آنے والے سواروں کا جائزہ لیا اور پوچھا کہ یہ
لوگ کون ہیں تب اسے علم ہوا کہ سلطان نے کڑپا فتح کر لیا ہے اور اب سلطان کا لشکر بڑی برق

رفتاری سے سدھوٹ کا رخ کیے ہوئے ہے اور یہ جو لشکری جوق در جوق سدھوٹ کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں اور یہ سلطان کے لشکر کے ہراول ہیں۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے عبدالحلیم خان نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا اور اپنے چند عاقبت نااندیش خوانین کے مشورے پر اس نے منادی کرا دی کہ تمام لشکری اور رعایا اپنی اپنی عورتوں اور مال و اسباب کے ساتھ رات و رات چیتل درگ کے کوہستانی سلسلے کی طرف روانہ کر دیں۔

کہتے ہیں یہ انتہائی احمقانہ تجویز تھی جس پر حلیم خان نے عمل کیا تھا اس لیے کہ سلطان کے چھاپہ مار دستوں کو جن کی کمان داری محمد علی اور غازی خان کر رہے تھے انہیں معلوم ہو گیا کہ مردوں اور عورتوں کی ٹولیاں کافی مال و اسباب اور نقدی و جواہرات لے کر سدھوٹ کے قلعے سے نکل کر چیتل درگ کے کوہستانی سلسلے کی طرف جا رہے ہیں تو انہوں نے ان قافلوں پر اچانک حملہ آور ہونا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر مال و متاع خزانہ جواہرات سدھوٹ سے چیتل درگ کی طرف منتقل کیے جا رہے تھے ان سب پر حیدر علی کا قبضہ ہو گیا اور جو ان قافلوں کی راہنمائی کرتے ہوئے ان کی حفاظت پر معمور تھے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

حلیم خان کو جب صورتحال کا علم ہوا تو بڑا خوف زدہ ہوا ایک تو اس کا بہت زیادہ نقصان ہو چکا تھا دوسرا وہ جان گیا تھا کہ سدھوٹ کو فتح کیے بغیر سلطان پیچھے نہیں ہٹے گا چنانچہ مقابلہ کرنے کی بجائے اس نے ٹھان لی کہ وہ سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا اور یہ کہ اپنے سابقہ رویے کی سلطان سے معافی مانگ لے گا اس کے لیے اس نے چند نمائندے سلطان کی طرف بھجوا دیے جن کے ذریعے اس نے اپنے لئے سلطان سے معافی چاہی۔

سلطان کو حلیم خان پر ترس آ گیا اس نے معاف کرنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا پر ساتھ ہی اس نے اس کی سرکشی اس کی بغاوت اس کی بے رحمی کو دیکھتے ہوئے اس سے دس لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا اور اسے یہ بھی کہا کہ وہ اپنا سب سے مضبوط اور مستحکم قلعہ جس کا نام گنجی کوٹہ تھا وہ سلطان کے حوالے کر دے۔

کہتے ہیں عبدالحلیم کے پاس اس وقت رقم نہیں تھی اور گنجی کوٹہ بھی وہ سلطان کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا چپ سادھ لی۔

اس کی اس چپ نے سلطان کو اور برانگیختہ کر دیا سلطان نے اپنا ایک لشکر گنجی کوٹہ کی طرف بھیجا جو گنجی کوٹہ پر حملہ آور ہوا اور لمحوں کے اندر اس کو فتح کر کے اس کی اطلاع سلطان کو

دی سلطان کو جب گنجی کوٹہ کی فتح کی اطلاع ملی تو اس نے بے پناہ اطمینان اور خوشی کا ہار کیا۔

دوسری جانب گنجی کوٹہ کی فتح کی خبر حلیم خان کو پہنچی تو وہ پہلے سے بھی زیادہ اداس اور حواس ہ ہو گیا تھا اس نے کچھ اور نمائندے سلطان کی خدمت میں روانہ کیے اور ان کے ذریعے ن نے سلطان سے معافی اور معذرت چاہی۔

جب یہ قاصد حلیم خان کی طرف سے معافی مانگنے کے لیے آئے تو ان کے ذریعے سلطان حلیم خان کو یہ پیغام بھجوایا کہ میں سدھوٹ کو بزور شمشیر فتح کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا اور اس پر عمل کر کے رہوں گا رہی تمہاری امان طلبی اور معافی مانگنا تو پھر تمہارے لیے اس قدر ی کر سکتا ہوں کہ تم شہر پناہ کے دروازے کھول دو تا کہ میرے کچھ لشکری شہر میں داخل ہوں ر شہر پناہ کے برجوں پر اپنے علم نصب کر دیں تا کہ یہ پتہ چلے کہ سلطان نے قلعہ فتح کر لیا ہے۔

حلیم خان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس شرط کو تسلیم کرے چنانچہ اپنے ائندوں کے ذریعے اس نے سلطان کو یہ پیغام دیا کہ مجھے یہ شرط منظور ہے۔

سلطان نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا جس کے جواب میں حلیم خان نے فصیل کے اوپر س قدر اس کے لشکری تھے اور شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا سب کو شہر سے باہر نکال دیا تا کہ لطان کے لشکری اگر شہر میں داخل ہوں تو کہیں ان کے ساتھ ان کا ٹکراؤ نہ ہو جائے اور بات بنتے بنتے بگڑ نہ جائے۔

کہتے ہیں بغیر صلح کے یہ معمولی شرط حیرت انگیز معلوم ہوتی تھی کہ کہاں دس لاکھ روپیہ اور کہاں صرف سدھوٹ شہر کے برجوں پر پرچم کشائی کی پیش کش۔

لیکن درحقیقت اس بے ضرر اور سادہ سی شرط کے پیچھے سلطان حیدر علی کے ذہن رساء نے یک اور چال سوچ رکھی تھی اور اس چال کے ذریعے وہ بغیر کسی لڑائی اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائے بغیر حلیم خان کو اپنے سامنے زیر بھی کرنا چاہتا تھا اور اسے اس کی بغاوت اور سرکشی اور بے رخی پر سزا بھی دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ چار ہزار کا ایک لشکر جس کی کمان داری محمد علی اور غازی خان کر رہے تھے سدھوٹ شہر میں داخل ہوئے تھے فتح کے جھنڈے ان کے آگے آگے لہرا رہے تھے شہر میں داخل ہونے کے بعد محمد علی اور غازی خان نے کمال دانش مندی کا ثبوت دیا اور انہوں نے اپنے نصف لشکریوں کو تو قلعہ کے دروازے پر دروازے اور فصیل کی حفاظت کے لیے چھوڑا۔

حلیم خان کا سارا لشکر چونکہ شہر سے باہر نکل چکا تھا لہٰذا شہر کے اندر کوئی مزاحمتی قوت نہ تھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محمد علی اور غازی خان آندھی اور طوفان کی طرح حلیم خان کے دیوان خانے کی طرف لپکے اور آناً فاناً اسے گرفتار کر کے ایک پالکی میں بٹھایا پھر اسے اس کی رشتہ دار عورتوں اور دیگر لواحقین کو بھی شہر سے باہر سلطان کی طرف روانہ کر دیا۔

اس طرح قلعے پر سلطان کا قبضہ ہو گیا اب حلیم خان نے چونکہ سلطان سے بے وفائی کا مظاہرہ کیا تھا لہٰذا اسے اس کی حرکت پر بحال نہیں کیا گیا بلکہ شہر گنج میں اسے قید کر دیا گیا اور اس کے علاقوں کا حکمران سلطان نے اپنے ایک سالار کو بنا دیا تھا اس ساری کارروائی کی تکمیل کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم چلا گیا تھا۔

غازی خان اپنے گھوڑے کی بھاگ تھامے اپنی حویلی میں داخل ہوا جونہی صحن میں آیا اس نے دیکھا گرونتی صحن میں کھڑی شاید اسی کا بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے انتظار کر رہی تھی غازی خان جوں ہی حویلی میں داخل ہوا گرونتی بھاگ کر آگے بڑھی غازی خان سے اس کے گھوڑے کی بھاگ لے لی پھر شکایت آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے شکوہ بھری آواز کہنے لگی۔

”آپ اتنی دیر کہاں رہ گئے تھے سورج غروب ہونے والا ہے پہلے آپ نے اتنی دیر کبھی نہیں لگائی میں بڑی فکر مند تھی آپ تھوڑی دیر تک نہ آئے تو میں دیول داس کو آپ کے پیچھے بھیجنے والی تھی۔“

غازی خان مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اس کے گال پر ہلکی سی چپت لگائی اور کہنے لگا۔

”تمہیں میرے متعلق فکر مند نہیں ہونا چاہیے میں یہیں شہر میں سلطان کے پاس یا اپنے سالاروں کے پاس ہوتا ہوں میں نے کہاں جانا ہے آج جو دیر ہوئی تو اس کی تفصیل میں تمہیں اندر بیٹھ کے بتاتا ہوں ذرہ مجھے گھوڑا باندھنے دو میں اسے اصطبل میں باندھ کر آتا ہوں۔“

گرونتی نے بڑے پیارے انداز میں غازی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”میں آپ کی بیوی ہوں اور بیوی بھی ایسی جو اپنی جان سے بھی زیادہ اپنے پتی کو چاہتی ہے لہٰذا گھوڑے کو اصطبل میں باندھنا اس کی زین اتارنا دھانہ اتار کے اس کے سامنے چارا ڈالنا یہ آپ کا کام نہیں میرا کام ہے۔“ اس کے ساتھ ہی گرونتی گھوڑے کو اصطبل میں لے گئی زین دھانہ اتارا اس کی پیٹھ تھپتھپائی اس کے آگے چارا ڈال دیا۔

اتنی دیر تک غازی خان صحن میں کھڑا رہا پھر دونوں میاں بیوی سامنے والے کمرے میں داخل ہوئے ایک نشست پر پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ گئے پھر گرونتی نے بڑے پیارے انداز میں پہلے اپنے دونوں بازو غازی خان کے شانے پر رکھے اور اپنے دونوں بازوؤں پر اس نے سر رکھتے ہوئے نہایت شیریں اور مٹھاس بھری آواز میں غازی خان کو مخاطب کیا۔

"اب بتائیں آپ کو معمول کے خلاف کیوں دیر ہوئی؟"

غازی خان نے سر گھما کے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"گرونتی دیر اسی لیے ہوئی کہ لشکر ایک مہم پر کوچ کرنے والا ہے۔"

کوچ کا نام سن کر گرونتی چونک کر ایک دم سے سیدھی ہو بیٹھی پھر کہنے لگی لشکر کہاں جانے والا ہے۔"

غازی خان نے کچھ سوچا پھر گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"گرونتی بات کچھ یوں ہے کہ نظام دکن اور مرہٹوں کے قاصد ایک ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ پہلے بھی ایک بار آئے تھے لگتا ہے مرہٹے اور نظام دکن باہم مل کے کوئی فیصلہ کر رہے ہیں ان کے قاصد جو پہلے آئے تھے انہوں نے سلطان کو یہ پیغام دیا تھا کہ۔

خونخوار انگریز ہمارے ملک پر مسلط ہوتے جا رہے ہیں اور انہوں نے بنگال پر پورے طور پر قبضہ کر لیا ہے انہوں نے یہ بھی پیغام بھجوایا کہ دکن میں کرناٹک کے علاقہ کو بھی انگریزوں نے اپنی جاگیر بنا لیا ہے یہ علاقہ کبھی ارکاٹ کے حکمران محمد علی کا تھا لیکن اس نے یہ انگریزوں کے حوالے کر دیا ہے اور انگریزوں کی آڑ میں وہ اپنی حکمرانی پکی کرنی چاہتا ہے۔ نظام دکن اور مرہٹوں نے سلطان کو یہ بھی پیغام بھجوایا تھا کہ بنگال مدارس اور گرد و نواح میں اپنی پہنچ ہو جانے کے بعد اس بات کا اندیشہ ہے کہ انگریز اپنے قدم مزید آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے اور اس ملک میں نت نئے فتنے پیدا کرتے رہیں گے انہوں نے سلطان کو یہ بھی یاد دلایا کہ اب جبکہ ان کے اور سلطان کے درمیان کوئی نفرت کوئی تنازعہ نہیں اور محبت کے رشتے استوار ہو چکے ہیں تو ہم پر لازم بلکہ فرض ہے کہ اس نو وارد قوم کو یہاں سے نکال باہر کریں اور اس کی مزاحمت کسی بھی صورت برداشت نہ کریں۔

انہوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ سلطان حیدر علی مرہٹوں اور نظام دکن تینوں پر کوئی برا وقت آئے تو ایک دوسرے کی مدد کر کے اسے رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے انہوں نے سلطان کو یہ بھی یقین دلایا تھا کہ نظام دکن اور مرہٹوں کا پیشوا انگریزوں کے فتنہ و فساد کو جڑھ بنیاد سے اکھاڑنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے ہیں اور سلطان سے یہ بھی کہا تھا اس سلسلہ میں سلطان کی معاونت اور مشورہ بھی نہایت ضروری ہے اور اس سلسلے میں سلطان کو بھی مرہٹوں اور نظام دکن کی مدد کرنی چاہئے تاکہ مغرب کی اس بدیسی قوم کو دھکے مار کر یہاں سے باہر کیا جائے۔

انہیں یہ اندیشہ بھی پیش کیا گیا تھا کہ اب ان معاملوں میں زیادہ اتصال اور تحمل سے کام

نہیں لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کوئی فتنہ ابھر آئے اور پھر اس کا سد باب ہم سب کے بس کی بات نہ رہے۔

سلطان حیدر علی ذہانت اور معاملہ فہمی میں اپنے ہم عصر حکمرانوں سے کسی بھی طرح کمتر نہیں وہ فی الفور نظام دکن اور مرہٹوں کی ان باتوں میں نہیں آئے بلکہ پہلی بار جب قاصد سلطان کے پاس آئے تو سلطان نے جواب میں ان قاصدوں کے ہاتھ نظام دکن اور مرہٹوں کو پیغام بھجوایا کہ۔

"تمہاری یہ دوستی اور مصلحت کی باتیں صرف زبانی جمع خرچ ہیں صدق دل کا نتیجہ نہیں خدا اس شخص کو پناہ میں رکھے جو ان آبلہ فریب باتوں میں تکیہ کر کے ملک گیری کی حوض میں پڑ جائے اور حالات کے انجام پر نظر نہ رکھے وجہ ظاہر ہے کہ تمہارے ملک کے نظم و نسق کا دار و مدار جن اشخاص پر ہے وہ نہایت آرام طلب زر پرست اور نا تجربہ کار ہیں۔"

ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں کہ جب بھی کوئی وقت آن پڑا انہوں نے شرمناک رویہ اختیار کیا اور سخت غلطیاں ان سے سرزد ہوئیں آئندہ بھی ان کی طرف سے یہی کچھ ہو گا۔ اس صورت میں یہ عہد نامہ کسی کام نہیں آئے گا لیکن تم لوگوں کو انگریزوں کے سلسلے میں میری طرف سے کسی بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہئے انگریز یہاں اجنبی ہیں ہمارے دشمن ہیں اور ہم نے تو اپنے طور پر انگریزوں کی ہر مہم کو سرانجام دینے کا فیصلہ کیا ہے نظام دکن اور مرہٹوں کے پیشوا کو سلطان نے یہ بھی پیغام بھجوایا تھا کہ ہماری عقل کسی بھی صورت اس پر آمادہ نہیں اور نہ دل اس کی تصدیق کر رہا ہے ہم تمہارے آرام طلب امیروں اور خودسر لشکریوں کے بھروسہ پر دشمن سے جنگ و جدال کی طرح ڈال دیں انگریز جن سے اب تم نفرت کرنے لگے ہو اور ان کے استیصال کا عزم کر رہے ہو ان کے خلاف میں تو پہلے ہی حرکت میں آیا ہوا ہوں لیکن تم میں انگریزوں کی کوئی صفت نہیں ہے ان کے اندر مکمل اتفاق اور اتحاد ہے وہ یک دل اور یک جان ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت وہ کامیاب ہوتے جا رہے ہیں اور برابر ہندوستان کے اندر ترقی کرتے جا رہے ہیں اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنے لشکر آراستہ کر کے سامان جنگ تیار کر کے ان کی حدود کی طرف کوچ کرو اس وقت ہم بھی کوچ کریں گے اور تم ہمیں پہلے میدان جنگ میں پاؤ گے۔ جب ان دونوں حکومتوں کے قاصد واضح جواب لے کے گئے تو ان دونوں نے دوبارہ سخت قسمیں کھا کر عہد و نامہ کا اعادہ کیا اور استحکام مملکت کی تدابیر تجویز کر کے لشکر کشی کے لئے اپنے عزم مصمم کا اظہار کیا آخر یہ طے پایا کہ مرہٹے اپنے سرداروں اور لشکر کو لے کر بمبئی پر حملہ آور ہو جائیں اور نظام دکن اپنے لشکر کو لے

کر مچھلی پٹم کا رخ کرے جب کہ خود سلطان حیدر علی انگریزوں کے حریف انگریزوں کے بہترین مفادات میں کام کرنے والے ارکاٹ کے حکمران پر لشکر کشی کرے گا۔ چنانچہ نظام دکن اور مرہٹوں دونوں نے حسب قرار داد اپنے شہروں سے باہر نکل کر خیمے نصب کر دیئے اور امراء اور سرداران لشکر کو حاضری کا حکم دے دیا اب صورتحال یہ ہے کہ سلطان حیدر علی کی تجویز کے مطابق مرہٹے اپنے لشکر کے ساتھ بمبئی کی طرف کوچ کر چکے ہیں جبکہ سلطان کی ہی تجویز کے مطابق نظام دکن مچھلی پٹن کا رخ کر رہا ہے۔

اب ہمارا لشکر بھی کل یہاں سے کوچ کرے گا اسی کوچ کے سلسلے میں سارے سالاروں سے سلطان صلاح و مشورہ کرتے رہے اسی بناء پر مجھے گھر آنے میں دیر اور تاخیر ہو گئی میرے خیال میں اب تم سمجھ اور جان گئی ہو گی کہ میں کیوں گھر دیر سے آیا ہوں۔"

گرونتی نے آہستہ آہستہ بڑے پیارے انداز میں کچھ دیر غازی خان کے دونوں شانے تھپتھپائے پھر اس کے سر پر ایک بوسا دیا اور کہنے لگی۔

"میں آپ سے باز پرس تو نہیں کر رہی بس آپ جب زیادہ دیر باہر رہتے ہیں تو یوں جانئے کہ نہ ہونے کی وجہ سے بے چینی رہتی ہے بہر حال جو حالات آپ نے سنائے ہیں ان کے ساتھ اگر کل لشکر یہاں سے کوچ کر رہا ہے تو لازمی بات ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی اور آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔ بالکل ایسے جس طرح پہلی جنگوں میں آپ کے ساتھ رہ چکی ہوں۔"

اس پر غازی خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے لشکر میں دیگر سالاروں اور لشکریوں کی بھی بیویاں اور اہل خانہ شامل ہو رہے ہیں لہٰذا تم بھی میرے ساتھ جاؤ گی۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر جست لگاتے ہوئے گرونتی اٹھ کھڑی ہوئی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کئی بار غازی خان کی گردن اس کی پیشانی چومی پھر باہر بھاگتی ہوئی کہنے لگی۔

"آپ یہیں بیٹھیں میں ابھی کھانا لائی اور یہیں دونوں میاں بیوی بیٹھ کے کھانا کھاتے ہیں۔" اس کے بعد گرونتی بھاگتی ہوئی مطبخ کی طرف چلی گئی تھی اگلے روز لشکر نے سرنگا پٹم سے کوچ کیا تھا۔

۞......۞

مرہٹوں اور نظام دکن سے وعدے کے مطابق سلطان حیدر علی نے ارکاٹ پر لشکر کشی کے

پیش قدمی کر دی تھی لیکن نظام دکن اور مرہٹوں نے حسب سابق اپنی بدنیتی غداری اور عہد شکنی کا ثبوت دیا۔

انہوں نے قسمیں کھا کھا کر سلطان سے عہد و پیمان کیے تھے کہ وہ سلطان حیدر علی کی تجویز کے مطابق دشمن کے علاقوں پر ضرب لگائیں گے حملہ آور ہوں گے لیکن انہوں نے کچھ نہیں کیا نظام دکن بیماری کا بہانہ کر کے اپنے لشکر کے ساتھ لگ بھگ ایک منزل پیش قدمی کرنے کے بعد رک گیا اور پھر واپسی کا سفر اختیار کر لیا جہاں تک مرہٹوں کا تعلق ہے تو انہوں نے انگریزوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ راگھوبا کو جو اس وقت انگریزوں کی پناہ میں تھا مرہٹوں کے حوالے کر دیں انگریز بھی اس پر تیار ہو گئے لہٰذا مرہٹے بھی اپنا لشکر لے کر بمبئی پر حملہ آور ہونے کی بجائے پونا کی طرف چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ سلطان حیدر علی کی سرکردگی میں میسور کی نئی سلطنت جو ترقی اور اپنی طاقت اور قوت بڑھانے میں پیش قدمی کی تھی وہ اردگرد کے حاسد حکمرانوں کو ایک آنکھ نہ بھائی تھی اور کانٹے کی طرح ان کی آنکھوں میں کھٹکتی تھی۔

خاص طور پر نظام دکن اور مرہٹے تو انگاروں پر لوٹتے تھے ان میں خود تو ہمت نہیں تھی کہ اب وہ سلطان حیدر علی کو جنگ کے لئے للکاریں اور اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچائیں یا اس کی طاقت وقوت پر ضرب لگائیں اس لیے کہ سلطان حیدر علی نے ان کے مقابلے میں ایک بہت بڑا لشکر منظم و مستحکم کر لیا تھا پھر اس نے اپنے سارے شہروں بڑے بڑے دیہات اور قصبوں تک میں امن و امان قائم کر کے وہاں لوگوں کی خوشحالی کا اہتمام کیا تھا۔

اس کے علاوہ سلطان کی فیاضی اور اس کی غربا نوازی سے لوگ سلطان سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اس کے لیے وفاداری کے جذبات رکھتے تھے نظام دکن اور مرہٹے اپنے پہلو اور اپنے ہمسایوں میں اس قدر طاقتور سلطنت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے لہٰذا سلطان حیدر علی کی روز افزوں طاقت اور ترقی قدرتی طور پر نظام دکن اور مرہٹوں کے پیشوا کے لئے تشویش اور فکرمندی کا باعث تھی اپنے پہلو میں وہ اس خنجر کی آب دار نوک کو بڑھتا ہوا دیکھ کر خاموش نہ رہ سکتے تھے وہ سلطان حیدر علی کی صورت میں اپنے ہمسائے میں اس نئی ابھرتی ہوئی طاقت کو شروع ہی میں نیست و نابود کر دینے کے لئے پہلے سے آمادہ تھے۔

اسی بناء پر دونوں نے مل کر مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ چونکہ وہ دونوں مل کر بھی اگر حملہ آور ہوں تو سلطان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے لہٰذا اس معاملے کو نوک شمشیر کی بجائے سوزن

تدبیر سے سلجھایا جائے اس بناء پر انہوں نے سلطان کے خلاف یہ روش اختیار کی کہ انگریزوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہیے سلطان ہندوستان کی حفاظت کے در پہ تھے اس دھرتی کی پاسبانی کے لئے سلطان انتہا درجہ کا مخلص تھا اسی بنا پر وہ طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اپنے لشکر کو لے کر نکلا تھا لیکن برا ہو مرہٹوں اور نظام دکن کا جب سلطان ارکاٹ پر حملہ آور ہونے کے لئے ارکاٹ کے علاقوں کے قریب پہنچ گیا تب وہ اپنے اپنے لشکر کو لے کر واپس چلے گئے یہ ایک طرح سے مرہٹوں اور نظام دکن کی طرف سے سلطان حیدر علی کو خلاف کھلی اور صحیح بغاوت اور سرکشی تھی۔

اس طرح مرہٹوں اور نظام دکن نے ایک سازش کے تحت نا صرف یہ کہ انگریزوں کے مقابلے میں سلطان حیدر علی کے لا کھڑا کیا تھا بلکہ انگریزوں کے مقابلے میں اسے تنہا کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے لیکن نظام دکن اور مرہٹوں کے چھوڑ جانے کے بعد سلطان حیدر علی نے ہمت نہ ہاری اب چونکہ وہ پیش قدمی کرتے ہوئے ارکاٹ کے حکمران کے علاقوں میں داخل ہو چکے تھے لہٰذا سلطان نے اپنی پیش قدمی اور ترکتاز جاری رکھی۔

ارکاٹ کے حکمران محمد علی میں اتنی سکت اور طاقت نہ تھی کہ وہ سلطان کے حملوں کو روکتا یا مقابلہ کرتا اس بناء پر اس کے علاقوں میں سلطان نے من مانی کی ساتھ ہی سلطان کے لشکر کے ایک حصے نے براہ راست مدارس کے نواح میں بھی کچھ علاقے کو روند ڈالا تھا۔

سلطان حیدر علی کی اس جرات اور لشکریوں کی اس جسارت پر انگریزوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی اور وہ حیدر علی کا مقابلہ اور اس سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حیدر علی سے انگریز اس طرح خوفزدہ تھے کہ انہوں نے فی الفور بنگال سے بھی لشکر طلب کر لیے مدارس میں اس وقت جو انگریزوں کا لشکر تھا اسے ایک سالار کی کمان داری میں دیتے ہوئے سلطان حیدر علی کی راہ روکنے کے لیے روانہ کر دیا اس کے علاوہ ارکاٹ کے حکمران محمد علی نے بھی انگریزوں کی مدد کے لیے سلطان حیدر علی کے خلاف ایک لشکر روانہ کیا۔

انگریزوں کا ایک اور کماندار بیلی اس وقت انگریزوں کے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ کوٹور کے مقام پر متعین تھا اور ادونی کا نظام بسالت جنگ اپنے ایک لشکر کے ساتھ اس کے ساتھ تھا۔

انگریزوں کی حکومت نے فی الفور اپنے کمان دار بیلی اور بسالت جنگ کے لشکر کو اس لشکر کے ساتھ جا ملنے کے احکامات جاری کر دیئے جو مدارس سے سلطان حیدر علی کی راہ روکنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔

...سلطان کے مخبر انگریزوں کی نقل و حرکت کی پوری اطلاعات اسے فراہم کر رہے تھے ...ان کو جب خبر ہوئی کہ انگریزوں کا ایک لشکر ان کے سالار اعلیٰ منرو کی کمان داری میں ...ں سے نکل کر ان کی طرف رخ کر رہا ہے اور یہ کہ انہوں نے اپنے دوسرے کمان دار بیلی ...ی سالار اعلیٰ منرو سے جا ملنے کا حکم جاری کر دیا ہے تب سلطان نے اپنے ردعمل کا اظہار

...سلطان نے ایک لشکر اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں دیا اور اسے روانہ کیا اور اسے ...بدی کہ انگریزوں کے سالار بیلی کو انگریزوں کے سالار اعلیٰ منرو سے کسی بھی صورت ملنے ...ا جائے یہ احکام ملنے کے بعد ٹیپو سلطان بڑی برق رفتاری سے انگریزوں کے سالار بیلی کی ...روکنے کے لیے بڑھا تھا۔

...بیلی بھی بڑی برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے سالار اعلیٰ منرو سے ملنے کے لیے تگ و دو ...رہا تھا لیکن ٹیپو سلطان نے اس سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر کیا اور ست ویڑ کے مقام پر ...لی کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔

ٹیپو سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا بلکہ راہ روکنے کے ساتھ ہی انگریزوں کے کماندار بیلی ...شکر پر خوش رنگ خوابوں اور سخن شیریں تک کو لہو میں تبدیل کر دینے والے قدم در قدم ...ے سرخ شعلوں بیاض وقت کا صفحہ الٹ کر روشنی کو لہو کے پیراہن پہنا دینے والے حادثوں ...نطوں کے ریشم تک کو خوف بھرے کانٹوں میں الجھا دینے والی وقت کی ماورائی قوتوں کی ...ح ٹوٹ پڑا تھا۔

ٹیپو سلطان کے اس حملے نے فردا کے بھید کھولتے ہاتف جیسی اولوالعزمی موت کی قباء ...لے بیداری کے فسوں میں تپتے عزائم جیسی جرات مندی رگوں میں کڑواہٹ لہو میں بے ...حریم جان میں قہر بن کر تیزی سے پھیلتے زہر سی خوفنا کی تھی۔

...بلی نے کچھ دیر ٹیپو سلطان کا مقابلہ کیا جب اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کی حالت ٹیپو ...ان اور اس کے لشکریوں کے مقابلے میں بڑی تیزی سے تعبیروں کے دکھ پیلے اداس پتوں ...اس دنیا کے آب و گل میں ادھوری سسکیوں زندگی کی ہلچل کی اندھی کوکھ اور بے انت ...وں میں پھنسی کرم دم خوردہ میتوں سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی یہ صورتحال ...یزوں کے کمان دار بیلی کے لیے بڑی خطرناک اور ناقابل برداشت تھی۔

ٹیپو سلطان کے تیز اور جان لیوا حملوں ک باعث اس کے لشکر میں جو سامان تھا اس پر ...انوں نے قبضہ کر لیا تھا اب اس لشکر میں گھاس، لکڑی اور غذا کا کوئی توڑا نہ رہا تھا بیلی نے

جب اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا کر کسی قدر محفوظ جگہ پر گھات میں بٹھا دیا جس کی بناء پر ٹیپو سلطان نے جنگ رکوا دی اتنی دیر تک انگریزوں کے سالار اعلیٰ منرو کو بھی جنگ کی اطلاع ہو گئی تھی لہٰذا اس نے اپنے لشکر کا ایک خاصہ بڑا حصہ کمان دار بیلی کی مدد کے لیے روانہ کر دیا اور یہ نیا لشکر بھی بیلی سے آن ملا تاکہ بیلی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بلا خوف و خطر اپنے بڑے سالار منرو سے جا ملے۔

دوسری جانب سلطان حیدر علی کو بھی اپنے مخبروں کے ذریعے ان حالات کی خبر ہو گئی لہٰذا سلطان نے محمد علی غازی خان کو لشکر کا ایک حصہ دے کر بڑی برق رفتاری سے ٹیپو سلطان کی مدد کے لئے روانہ کر دیا اور ان دونوں کے پیچھے پیچھے باقی لشکر کو لے کر سلطان حیدر علی بھی ارکاٹ کے علاقوں سے نکل کر انگریزوں کا رخ کر گیا تھا۔

گھات سے نکلنے کے بعد انگریزوں کے سالار بیلی نے پھر پیش قدمی شروع کی اس لئے کہ اس کے لشکر کی تعداد اب کافی بڑھ گئی تھی اس کے سالار اعلیٰ منرو سے بھی ایک لشکر اس سے آن ملا تھا جس کے باعث اسے خاصی تقویت ہوئی تھی ابھی اس نے بمشکل دو کوس کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اسے خبر ہوئی کہ سلطان حیدر علی کے بہترین سالار محمد علی اور غازی خان بھی ایک لشکر کے ساتھ اس سے نمٹنے کے لئے پہنچ گئے ہیں اس خبر نے کمان دار بیلی کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی تھی لہٰذا اس نے قریب ہی ایک تباہ شدہ گاؤں کی دیواروں اور تا کے باغ میں اپنے لشکر کے ساتھ پناہ لے لی تھی۔

تاڑ ناریل کی طرح کا لمبا درخت ہوتا ہے لیکن اس کے پتے کھجور کی طرح لمبے نہیں بلکہ پنکھے کی طرح مدور اور بڑے ہوتے ہیں ان میں ناریل جیسا بڑا ہرا پھل لگتا ہے اس کے خول میں چار پانچ مغز دار پھل ہوتے ہیں جن کا چھلکا سفید سرخی مائل ہوتا ہے ان پھلوں کا گو نہایت نرم اور ٹھنڈا اور میٹھے پانی سے بھرا ہوا ہوتا ہے ان پھلوں کو دکن منچل کہتے ہیں اس درخت سے تاڑ کشید کی جاتی ہے جو نشہ آور ہوتی ہے۔

اس موقع پر بعض انگریز سالاروں نے اپنے کماندار بیلی کو رائے دی کہ رات ہی میں تا کے درختوں اور ویران بستی سے نکل کر بڑے سالار منرو سے جا ملنا چاہئے لیکن بیلی نے اس مشورہ کو نہ مانا کہ کہیں رات میں بد احتیاطی کی وجہ سے لشکر کا نظام درہم برہم ہو جائے اور انگریز لشکر کسی آفت میں مبتلا ہو جائے شاید قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ انگریز وہاں قیام کے تاخیر کریں اور ان کی راہ روکنے اور انہیں سزا دینے کے لیے محمد علی غازی خان کے علاوہ خود سلطان حیدر علی بھی وہاں پہنچ جائے۔

اگلے روز بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ انگریزوں کے کمان دار بیلی نے اپنے لشکر کو گھات باہر نکالا اس کا خیال تھا کہ صبح صبح کوچ کرتے ہوئے وہ اپنے سالار اعلیٰ منرو سے جا ملے ن گھات سے نکل کر کماندار بیلی ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ سامنے سے سلطان حیدر علی رہا اور بیلی کی راہ روک کھڑا ہوا بیلی کے لئے وہ بدترین سماں تھا جس کی وہ امید نہیں کر تھا اس کے لشکر کے دائیں جانب غازی خان اور بائیں جانب محمد علی اور پشت پر ٹیپو ن اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ نمودار ہو چکے تھے۔

انگریز سالار بیلی ابھی تذبذب کی حالت میں ہی تھا کہ سب سے پہلے سلطان حیدر علی ت میں آیا اور وہ آثار ذات کے حجروں میں ہلچل برپا کرتے شعلوں کے لرزا رنگوں کا سنہ ں میں لہو کی تازہ چمک سموں کو کرچی کرچی لمحوں کو لخت لخت کرتی آندھیوں کی صدا اہٹوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ساتھ غازی خان بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ انگریز سالار بیلی شکر پر کھلے حقائق کو سراب کرتے ریت کے بگولوں تشنگی اور کرب بڑھاتے مدت کے یاؤ، کبھی نہ ختم ہونے والے اور کالی رات کی چادر میں روشنیوں کے سیل رواں کی طرح نگ دکھا دینے والے صدیوں سے رکے خلفشار کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس کے ساتھ ہی محمد علی نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی انگریزوں پر ہجر کی تلخیاں اتی سپنوں کی گہری آگہی آشوب کرب کی گھڑیوں اور دل و جان کے بہتے سیل کو بے شعور تے ہنگاموں اور جذبوں کی تیز اڑانوں کی طرح دشمن پر ضرب لگانے لگا تھا۔

عین اسی لمحہ پشت کی جانب سے سلطان ٹیپو بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ یزوں پر بے نام و نشان کرتے وارفتہ سیل محشر خرمن ہستی کو راکھ کرتے آتش کی ہولناک رمردہ لمحوں کے ڈھیر میں ماحول کی تلخی بڑھاتے امنگوں کے بہتے دھاروں کی طرح یزوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب ان چار طرفہ حملوں سے انگریزوں کی حالت بڑی تیزی سے اجنبی مناظر میں اداس ل موت کے ساحلوں کے کڑے لمحات دل کے بجھتے آلاؤ ٹھوکروں بھرے مقدر اور غم کے ان گوشوں میں سنگ دل اور ناموافق موسموں سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ سلطان حیدر علی کے لشکر میں کچھ فرانسیسی بھی انگریزوں کے خلاف اپنی ی جان نثاری اور شجاعت کے ساتھ حصہ لے رہے تھے ان فرانسیسیوں کا سالار موسیو لالی یہ شخص پہلے کبھی بسالت جنگ کے ہاں ملازم تھا لیکن بسالت جنگ کے لشکر کو بلاری کے

مقام پر سلطان کے لشکر کے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی تو موسیولالی کو بسالت جنگ نے برطرف کر دیا موسولالی فی الفور حرکت میں آیا اور بسالت جنگ کے علاقوں سے نکل کر وہ اپنے دو ہزار بہترین تیرانداز فرانسیسیوں تین سو سواروں اور پانچ سو پیدلوں کے ساتھ سلطان حیدرعلی کے لشکر میں شامل ہوگیا تھا۔

انگریزوں کے کمان داری بیلی نے دیکھا کہ سلطان حیدرعلی کے لشکر نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا ہے اور وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہا تھا میدان کارزار پوری طرح گرم ہو چکا تھا دونوں قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا رہی تھیں انگریزوں کی زندگی موت کا سوال تھا وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے تھوڑی سی بھی نرمی دکھائی تو سلطان ان کے لشکر کو کاٹ کر وہاں مٹی کا ڈھیر بنا دے گا۔

لہٰذا اپنی جانیں بچانے کے لیے پوری جان فشانی کے ساتھ وہ مقابلہ کر رہے تھے۔

اس موقع پر فرانسیسی سالار موسیو لالی نے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا اس نے نشانہ باندھ کر توپ کا ایک گولہ انگریزوں کے بارود کے صندوقوں پر چلا دیا۔

گولہ ٹھیک نشانہ پر بیٹھا اور اس کے نتیجے میں دفعتاً بارود کے وہ سب صندوق ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اڑ کر پورے لشکر میں بکھر گئے اور جو بھی لپیٹ میں آیا اسے وہیں جھلسا کر رکھ دیا اس دھماکے سے انگریزوں کا شیرازہ بری طرح بکھر گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے زمین دشمنوں کے خون سے لالہ زار ہونے لگی تھی پھر انگریز کمانڈر بیلی کی بدقسمتی کہ اس کے لشکر کے اندر جس قدر مال برداری کے جانور سامان اور کھانے پینے کے استعمال ہونے کے لیے مویشی تھے ان سب پر سلطان حیدرعلی کے لشکریوں نے قبضہ کر لیا انگریز کمان دار بیلی کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بیلی کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

اس تباہ کن ہیبت خیز اور خوفناک جنگ سے فارغ ہونے کے بعد سلطان حیدرعلی نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ انگریزوں کے بڑے سالار منرو کا رخ کیا کنجی کے قریب لگ بھگ دو کوس کے فاصلے پر سلطان نے سپاہیوں اور مویشیوں کو آرام کرنے کے لیے قیام کرنے کا حکم دیا انگریزوں کے سالار اعلیٰ منرو کا خیال تھا کہ آگے بڑھ کر سلطان کے لشکر پر ضرب لگائے لیکن جب اسے پتہ چلا کہ سلطان نے اس کے سالار بیلی کے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار کر بیلی کو زندہ گرفتار کر لیا ہے تو تب اس کے اوسان خطا ہو گئے عین اسی لمحہ سلطان حیدرعلی کے لشکر سے دن دناتے ہوئے کچھ گولے آئے اور منرو کے لشکر میں گرے منرو کانپ گیا اور سمجھ

لا کہ اگر یہی حالت رہی تو سلطان اسے بھی آفت کا نشانہ بنا دیں گے چنانچہ اس نے فوراً ہی بڑی توپیں اور بھاری سامان جنگ کنجی کے مندر کے حوض میں پھنکوا دیا اور اپنے لشکر کو کر وہ چنگل پیٹ کی طرف بھاگ گیا۔

انگریزوں کے سالار اعلیٰ منرو کے پسپا ہوتے ہی سلطان اپنی پوری طاقت اور قوت سے کے تعاقب میں لگ گیا تھا لیکن منرو کی خوش قسمتی کہ اس کے بھاگتے لشکریوں کا تو خوب عام ہوا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا۔

انگریزوں کو بدترین شکست دینے اور مار بھگانے کے بعد حیدرعلی نے ان کے دست ست ارکاٹ کے حکمران محمد علی کے علاقوں کا رخ کیا اور اس کے علاقوں میں سے سب سے لے ارکاٹ شہر کا ہی انتخاب کیا گیا۔

ارکاٹ پہنچ کر سلطان نے اپنے لشکر کو کہتے ہیں چار حصوں میں تقسیم کر کے ارکاٹ شہر کے روں طرف پھیلا دیا لشکر کا ایک حصہ خود سلطان کے پاس تھا دوسرا محمد علی تیسرا غازی خان ر چوتھا ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں تھا اور چاروں لشکروں نے محاصرہ کرتے ہوئے قلعے پر نہ رف یہ کہ گولے داغنے شروع کر دیئے تھے بلکہ تیز تیر اندازی بھی شروع ہوئی تھی۔

قلعے کے اندر سے بھی گولے پھینکے جانے لگے تھے اس طرح شہر کے اندر اور شہر سے باہر ہوں کے گولے پھٹنے اور تیروں کی بارش نے ایک آفت اور قیامت برپا کر کے رکھ دی تھی۔

جس وقت سلطان نے ارکاٹ شہر کا محاصرہ کیا تھا اس وقت قلعے کے اندر انگریزوں کا ک لشکر بھی تھا جس کی کمان داری بھی ایک انگریز سالار ہی کر رہا تھا ان کو یقین تھا کہ قلعے کا صرہ طول پکڑ جائے گا اور سلطان محاصرے کی طوالت سے گھبرا کر واپس چلا جائے گا لیکن یا نہیں ہوا دن بدن سلطان شہر اور قلعے کے محاصرے میں انتہا درجہ کی سختی اور شدت پیدا کرتا لا گیا تھا۔

اس کے بعد سلطان نے ارکاٹ کے شہر اور قلعہ کو فتح کرنے کے لیے عجیب وغریب ریقہ استعمال کیا صلاح مشورہ کے لئے محمد علی، غازی خان، ٹیپو سلطان اور دیگر سالاروں کو نے پاس بلایا اور انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ کھائیوں کی صورت میں اپنے پڑاؤ سے قلعے کی صیل تک سرنگیں کھود لی جائیں اور ان کے اندر لشکری بٹھا دیئے جائیں پھر شہر پر تیز تیر دازی کی جائے اور جب فصیل کے برجوں میں پہلے ارکاٹ کے محافظ اس تیراندازی اور ولہ باری سے گھبرا کر آڑ میں چلے جائیں۔ تو کھائیوں میں بیٹھے لشکری فوراً اپنی اپنی سرنگوں ے نکل کر شہر کی فصیل پر چڑھیں اور شہر فتح کرنے کی کوشش کریں۔

سارے سالاروں نے اسی تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر لشکر کی فصیل تک کھائی نما سرنگیں کھودی گئیں۔

پھر ایک روز سلطان حیدر علی کے حکم پر شہر پر اس قدر تیر اندازی کی گئی کہ فصیل کے اوپر جو لشکری تھے گھبرا اٹھے۔ جو سو رہے تھے بیدار ہو کر فصیل سے نیچے اترے باقی پناہ میں چلے گئے۔

یہ صورتحال عین سلطان کی خواہش کے مطابق عمل میں آ رہی تھی لہٰذا اس سے فوراً فائدہ اٹھانے کی ابتدا کی گئی اور کھائیوں اور مورچوں میں چھپے سلطان کے لشکری فوراً حرکت میں آئے اور رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے وہ شہر کی فصیل پر چڑھ گئے فصیل کے اوپر جو دشمن کے لشکری تھے لمحوں کے اندر ان کا خاتمہ کر دیا اور گویا ایک ہی حملے میں ان گنت محافظوں کا خاتمہ کر کے شہر کی فصیل پر قبضہ کر لیا اس کے بعد شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا گیا اور سلطان اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا ارکاٹ کے حکمران کی طرف سے ارکاٹ شہر میں جو اس کا سالار تھا اور انگریزوں کے سارے لشکری اور ان کے سالار نے شہر کے قلعے کے اندر پناہ لے لی تھی قلعے کے دروازے بند کر دیئے تھے۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد سلطان حیدر علی نے جو سب سے پہلا اعلان کیا وہ یہ تھا کہ عام لوگوں کی بد حالیوں کو دیکھ کر ہر صورت میں امن و امان قائم رکھا جائے اس سلسلے میں شہر کے گلی کوچوں میں منادی کرا دی گئی کہ کوئی بھی لشکری کسی شہری کے مال و ناموس پر دست اندازی ہرگز نہ کرے۔

یہ منادی جب تمام گلی کوچوں اور بازاروں میں ہوئی تو شہر کے لوگ جو اس بات کے منتظر تھے کہ سلطان کے لشکری تھوڑی دیر تک ان کا قتل عام شروع کر دیں گے انہیں کچھ حوصلہ ہوا ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے انہیں دوبارہ زندگی ملی ہو سلطان حیدر علی کے اس فیاضانہ سلوک سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ نہ صرف یہ کہ وہ سلطان کی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان کرنے لگے بلکہ دعائے خیر بھی کرنے لگے تھے۔

سلطان دو تین دن تک شہر کا نظم و نسق درست کرتا رہا اس کے بعد شہر کے قلعے کے اندر جن انگریزوں اور ارکاٹ کے سالاروں اور لشکریوں نے پناہ لے لی تھی انہیں پیغام بھجوایا کہ وہ قلعے کے دروازے کھول کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پوری طاقت استعمال کرتے ہوئے قلعے کو فتح کر لیا جائے گا اور قلعے کے اندر جن لوگوں نے پناہ لے رکھی ہے ان میں سے کسی کی جان بخشی نہیں کی جائے گی۔

سلطان کے اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا ارکاٹ کے حکمران کا سالار اور انگریزوں

ر دونوں نے اپنے سرکردہ آدمیوں کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گئے سلطان عام لوگوں کو تو معافی دے دی لیکن انگریزوں اور ارکاٹ کے حکمران کے سرکردہ آدمیوں کو نے قیدی اور اسیر حیثیت سے چینا پٹن روانہ کر دیا تھا اس کے بعد سلطان نے چند دن قیام کر کے شہر کے قلعے کا نظم و نسق درست کیا وہاں اپنی طرف سے ایک والی مقرر کیا اس بعد اس نے ارکاٹ کے دوسرے علاقوں کی تسخیر کی خاطر پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

غازی خان اپنے خیمے میں داخل ہوا خیمے میں گرونتی اپنی ضروریات کی ہر چیز سمیٹ کر بڑے بڑے چرمی تھیلوں میں ڈال رہی تھی غازی خان خیمے کے دروازے پر تھوڑی دیر رک کر اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھتا رہا گرونتی کی اس کی طرف پیٹھ تھی لہٰذا اس نے ابھی تک غازی خان کو نہیں دیکھا تھا۔ ہلکے سے انداز میں جب غازی خان کھنکارا تب بدکتے ہوئے گرونتی نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور وہاں غازی خان کو دیکھتے ہی اس کے خوبصورت اور لال چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی کچھ دیر مسکراتے ہوئے غازی خان کی طرف دیکھتی رہی پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی چرمی خرجین اس نے فرش پر رکھ دی خیمے کے دروازے کی طرف بڑھی اور بڑے پیارے انداز میں اس نے غازی خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دروازے کے اندرونی حصے کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ یہاں خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑے ہیں۔“ اس پر غازی خان نے مسکراتے ہوئے گرونتی کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”دراصل میں یہ دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے خیمے کی چیزیں کیسے سمیٹ رہی ہو۔“ گرونتی نے بڑے پیار سے اپنا بازو غازی خان کے بازو میں ڈالا اور کہنے لگی۔

”کیا مجھے ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جبکہ یہ میرے فرائض میں شامل ہے۔“

غازی خان نے پھر بڑے خوش کن انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”نہیں گرونتی ایسی بات نہیں دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ لڑکی جو کبھی راج کماری تھی جو کبھی حکمرانی طبقے سے تعلق رکھتی تھی وہ کیسے مطمئن اور خوش کن انداز میں چھوٹے سے خیمے میں اپنی زیست اور زندگی کو سنوارنے کا اہتمام کر رہی ہے۔“

گرونتی نے پرشوق انداز میں غازی خان کے چہرے پر اپنی آنکھیں جھپکا دیں پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”امیر آپ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں یہ تو ایک صاف ستھرا خوبصورت اور پرکشش خیمہ ہے قسم خدائے کریم کی اگر آپ مجھے کسی بدنما جھونپڑے میں بھی رکھتے تو وہاں بھی میں آپ

ساتھ امنگوں کی ہستی فضاؤں میں طلا رنگ کرنوں اور نردبان قمر جیسی خوش رہتی درپن میں
ں کے میلے چہکتی آرزوؤں جیسی خوشی کا اظہار کرتی رات کی سیاہ جھیلوں میں سایہ سایہ
ں دھواں دھواں چشموں میں آپ کے ساتھ وہاں بھی میرے لیے زمین زمرد کا فرش مخمل
ہوائیں روشنی کا درپن ثابت ہوں گی۔ امیر آپ میر حالت کی تبدیلی کی کوئی پرواہ نہ کیجئے
ے شک بدنور میں رنگ جمتے تھے دن رات مہکتے تھے پر وہ میری بہن رانی کے لئے تھے وہاں
ں میرے پاس راس کچھ نہ تھا پاس تنکا نہ تھا نصیبوں کی بارش سے محروم تھی چارسو دھندلا سا
اں تھا ظلمت کدے اور شب دلیز تنہائی میں پڑی رہتی تھی بدن کی شاہراہ پر مہتاب خواہشوں
تکمیل کی کوئی امید کی کرن تک نہ تھی اس میں شک نہیں کہ میں وہاں مرمر کی سلوں پر چلتی
ی اس کے باوجود وہاں میں وہموں کی مسافر تھی بدنور جیسے شیشہ آسا شہر کی شوخ رنگ گلیوں
ں بے شک گھومتی تھی بے شک وہاں کی گندم سونا چاول چاندی بن کر پیدا ہوتا تھا پر میرے
لیے وہاں مایوسی کے ٹھٹھرے پانی سے زیادہ کوئی اہمیت نہ تھی وہاں بھی میں اپنی بہن کی نگرانی
ں ابر آوارہ زمین کے خشک چہرے اور سکوت کی خشک لہروں کی طرح تھی وہاں بھی کئی
رندے میری گھات میں تھے پر خداوند قدوس کا شکر میں ان سے بچ کر رہی۔
اب شادی کے بعد اس زیاں خانے میں کوئی خودسری کوئی ستم پروری میرے درپے نہیں
رہی پاؤں سے آگ پھانکتی زندگی کی زنجیریں نہیں باندھ سکتی مایوسی کے سیم وتھور اب مجھ پر کوئی
وار نہیں کر سکتا اس لئے کہ اب میں ایک ایسے تیغ زن کی بیوی ہوں جو میری حفاظت کرنا جانتا
ہے آپ سے شادی سے پہلے میں تنہائیوں میں چپکے چپکے عجیب سے نازک سپنے دیکھتی تھی
میرے تھرتھراتے لب وصال اور ہجر کے پرانے قصوں کو دہراتے تھے پر اب میں وہموں سے
نکل کر سچائی میں آ چکی ہوں آپ سے شادی کے بعد میں سچائیوں کے سائے تلے ایک زندہ
حقیقت ہوں سنہری جھیلوں پر اڑتے رنگین پرندوں جیسی خوش فردوس سماعت نغموں جیسی پر
سکون صندل کی دل آویز خوشبو اور ریشم کی کومل کرنوں جیسی آسودہ اور مطمئن ہوں۔

امیر اب آپ ہی میری آنکھوں کی سندرتا میری سانسوں کی ڈور کی پختگی میری ذات کا شبنمی گوہر میری شگفتگی کا حسین رشتہ میری پریم وچن کی سنہری یاد میرے لیے قرب کی نرم چادر اندھیرے کے سمندر میں میرے لیے روشنی کا مینار ہیں آپ سے شادی کے بعد نا مجھے کسی تبدیلی کا اشتیاق ہے نہ کسی اور خوشی کی آرزو آپ سے شادی کے بعد میرے ہر طرف خوشیاں میرے چارسو آسودگی ہی آسودگی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گرونتی خاموش ہوئی کچھ دیر تک بڑے پیار بڑے میٹھے انداز میں

غازی خان کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"امیر میں نے سچائی کو سامنے رکھتے ہوئے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی اب آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

بڑے پیارے انداز میں غازی خان نے اپنا بازو اس کے دونوں شانوں پر رکھا اور پھر کہنے لگا۔

"اب میرے پاس کہنے کو رہ ہی کیا گیا ہے محبت کا پورا صحیفہ تم نے پڑھ دیا ہے اب میرے سامنے نہ کوئی سطر ہے نہ کوئی جملہ تو میں کیا کہوں گا۔" اس پر گرونتی کھلکھلا کر ہنس دی بڑے پیارے انداز میں اور سپردگی میں اپنا سر اس نے غازی خان کے کندھے پر رکھ دیا پھر کہنے لگی۔

"آپ سلطان کے پاس گئے ہوئے تھے کوئی اہم فیصلہ ہوا ہے۔"

غازی خان نے غور سے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اگر کوئی اہم فیصلہ نہیں ہوا تم خیمے کا اپنا سامان کیوں خرجینوں میں ڈال رہی ہو۔"

اس پر گرونتی کھلکھلا کر ہنس دی کہنے لگی۔

"پر میں سب کچھ آپ کی زبان سے سننا چاہتی ہوں۔ ویسے اردگرد کے خیموں سے مجھے پتہ چل گیا ہے کہ لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا۔" جواب میں غازی خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"گرونتی تمہارا اندازہ درست ہے لشکر کے مختلف حصے کر دیئے جائیں گے جو مختلف شہروں پر حملہ آور ہوں گے لشکر کے اندر جس قدر عورتیں ہیں وہ اس حصے میں رہیں گی جس کی کمان داری خود سلطان کر رہا ہو گا باقی لشکر کے حصے مختلف سالاروں کی سرکردگی میں ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے مختلف شہروں اور قلعوں پر حملہ آور ہوں گے۔

گرونتی میں کھانے کے لیے کہہ آیا ہوں تھوڑی دیر تک کھانا آتا ہے دونوں میاں بیوی یہاں بیٹھ کے کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد اکٹھے سامان سمیٹتے ہیں میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا تم یہیں رہو گی اس لیے کہ ساری عورتیں بھی یہیں سلطان کی کمانداری میں رہیں گی۔" یہاں تک کہتے کہتے غازی خان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ دو آدمی کھانے کے برتن لے کے اندر آئے تھے۔

غازی خان نے آگے بڑھ کر ان سے کھانے کے برتن لے لیے اس پر وہ دونوں چلے گئے گرونتی فوراً حرکت میں آئی فرش پر اس نے چادر بچھائی غازی خان سے اس نے کھانے کے

تن لے کر چادر پر سجائے پھر دونوں میاں بیوی اس چادر پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے وڑی دیر بعد غازی خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

❁......❁

اب لشکر کے مختلف حصے کرنے کے بعد سلطان نے ٹیپو سلطان کو اس کے حصے کے لشکر کے اتھ چندر گیری اور دوسرے قلعوں اور شہروں کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا جبکہ محمد علی اور ازی خان کو ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے سب سے مضبوط اور اہم قلعے ساجرہ کے لاوہ راستے میں پڑنے والے سارے قلعوں اور شہروں کو فتح کرنے کا حکم دیا تھا۔

ٹیپو سلطان نے سب سے پہلے چنور کا رخ کیا وہاں سراج الدولہ کا ایک بہت بڑا لشکر تھا پو سلطان نے چنور کو مزاحمت کے بعد فتح کر لیا اس کے بعد اس نے چندر گیری پر حملہ آور ونے کے لئے اس شہر کا رخ کیا چندر گیری کے اندر جو دشمن کا لشکر تھا اس نے مقابلہ کرنے ی ٹھانی دونوں طرف سے توپوں کے گولے برسائے جانے لگے تھے اتفاق سے ٹیپو سلطان ے لشکر کا پہلا گولہ ہی چندر گیری کے زنانہ محل میں پھٹا اور وہاں اس قدر نقصان ہوا کہ محل کی مام عورتیں واویلا اور شور مچانے لگیں چنانچہ شہر اور قلعہ کا حاکم لگاتار گولے گرنے اور زنانہ محل یں تباہی مچنے کی وجہ سے ایسا حواس باختہ ہوا اور اس کے رگ و پے میں کچھ ایسا خوف ایسی ہشت سرایت کر گئی کہ وہ اسی وقت خفقان کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور زنانہ محل میں گھس کر ستر پر جا پڑا۔

کہتے ہیں کہ ابھی وہ بستر پر لیٹا ہی تھا کہ گولے نیچے اوپر دن دناتے ہوئے وہاں گرنے لگے اور محل کے باورچی خانہ میں جو کھانا پک رہا تھا وہاں کی ہر چیز فضاؤں میں بکھر گئی اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے شہر کے حاکم کی بیوی نے سلطان ٹیپو کی طرف خط لکھا کہ میرا شوہر بیمار ہے اپنے توپچیوں سے کہیں گولہ باری بند کر دیں اگر آپ کے پیش نظر اس قلعہ کو فتح کرنا ہے تو یہ قلعہ اور شہر آپ کو مبارک ہو ہم آپ کے سامنے فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کرتے ہیں اس طرح بغیر مزید کسی لڑائی کے چندر گیری پر بھی سلطان کے لشکر کا قبضہ ہو گیا۔

چندر گیری کے بعد ٹیپو سلطان نے یکے بعد دیگرے منڈل گڑھ کیلاس گڑھ نام کے قلعے فتح کیے اس کے بعد اس نے سات گڑھ کا رخ کیا یہ قلعہ عظیم الشان اور مستحکم قلعوں میں شمار کیا جاتا تھا وہاں کا قلعہ دار ٹیپو سلطان کا مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھا اسباب جنگ بارود کے ذخیرے شہر کے اندر موجود تھے اور جب ٹیپو سلطان اپنے ہاتھی پر نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شہر کے سامنے نمودار ہوا اور اس کے پیچھے اس کے سوار اور پیدل دستے انتہائی تنظیم

کے ساتھ نمودار ہوئے اور پھر ٹیپو سلطان کے شاہسواروں نے بہترین سپاہ گیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو قلعہ کے گرد چکر لگائے اور کاوے کاٹے تو اس سے قلعہ دار ہی نہیں سات گڑھ کے لوگوں پر بھی گہرا اثر ہوا انہوں نے ٹھان لیا کہ اگر ٹیپو سلطان کا مقابلہ کیا گیا تو انہیں موت اور مرگ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا لہٰذا ہمت ہار بیٹھے مقابلہ اور مقابلہ کی تاب نہ لا کر از خود شہر کے حاکم نے شہر پناہ کی کنجیاں ٹیپو سلطان کے حوالے کر دیں اس طرح ٹیپو کے ہاتھوں سات گڑھ بھی فتح ہوا۔

اس کے بعد ٹیپو سلطان نے آب نور گڑھ کا رخ کیا یہ قلعہ سات گڑھ سے کچھ فاصلے پر تھا یہ اونچی پہاڑی پر تھا اور اس کے شمال میں ایک اور پہاڑی بالکل ہی اس سے ملی ہوئی تھی ٹیپو سلطان نے اسی شمالی پہاڑی پر اپنے مورچے قائم کر دیئے اور یہاں نصب ہونے والی توپوں نے گولہ باری کر کے قلعے کی فصیل کو توڑ دیا حیرت کی بات کہ یہاں سراج الدولہ کے لشکریوں اور قلعہ داروں کے بجائے یہاں کا قلعہ دار اور سالار ایک انگریز تھا اس نے مقابلہ کرنا چاہا لیکن جب ٹیپو سلطان نے پے در پے گولہ باری کر کے شہر اور قلعہ کی فصیل کو گرا دیا تب وہ عاجز آ گیا۔ اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے قلعہ ٹیپو سلطان کے حوالے کر دیا دراصل ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ نے اپنے ذاتی لشکر کو تقریباً بالکل ختم کر دیا تھا اور وہ انگریزوں کی عسکری قوت پر انحصار کیے ہوئے تھے کہ انگریز اس کے علاقوں کا دفاع کریں گے لیکن یہاں پے در پے قلعوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کے باعث سراج الدولہ پچھتا رہا تھا۔

۞......۞

دوسری جانب محمد علی اور غازی خان بھی مختلف علاقوں شہروں اور قصبوں کو فتح کرتے ہوئے ساجرہ کے مضبوط اور مستحکم قلعے جا پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا اتنی دیر تک اپنی مختلف مہموں سے فارغ ہوتے ہوئے ٹیپو سلطان بھی ان سے جا ملا تھا۔

محمد علی اور غازی خان نے شہر کے اطراف میں قلعہ شکن توپیں نصب کرنے کے بعد شہر کے آثار پر گولہ باری شروع کر دی تھی لیکن یہاں غلطی یہ ہوئی کہ توپیں ٹھیک مقام پر نصب نہ تھیں اس لیے ان کے گولے ہر مرتبہ نشانہ سے اچٹ کر محصورین کے سروں پر سے ہوتے ہوئے گزر جاتے تھے البتہ شہر والوں کو ان گولوں سے کافی نقصان پہنچا تھا۔

ان بے نشانہ گولوں نے محصوروں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن انہوں نے ایک رات اپنی کمین گاہوں سے بے باکانہ نکل کر شب خون مارا اور محمد علی اور غازی خان کے کافی لشکریوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی اثناء میں غصے اور غضب ناکی میں محمد علی اور غازی خان نے توپوں کا رخ تبدیل کر کے گولہ باری کراتے ہوئے ایک برج کو منہدم کر دیا اور منہدم ہونے والے برج سے ٹیپو سلطان اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ یلغار کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ قلعہ اور شہر سراج الدولہ کا تھا لیکن اس قلعے کے اندر بھی اس کا نہ کوئی لشکری تھا اور نہ سالار قلعے کے اندر انگریز تھے جن کے پاس بے شمار گولہ بارود اور توپیں تھیں اور ان کی کمان داری لانگ نام کا ایک انگریز کر رہا تھا کہتے ہیں یہ شخص بڑا بہادر اور بے خوفی سے مقابلہ کرنے والا تھا اس بناء پر وہ مدافعت پر جما رہا اور جب کبھی بھی شہر پناہ کا کوئی حصہ گرتا تھا تو ٹیپو سلطان غازی خان یا محمد علی شہر میں گھس کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے اور شہر کے اندر سے ان پر توپوں سے گولہ باری کی جاتی اندھا دھند گولیاں اور تیر برسائے جاتے اس طرح حملہ آوروں کو پیچھے ہٹنا پڑتا۔

سلطان حیدر علی کو جب خبر ہوئی کہ ساجرہ کا قلعہ زیادہ وقت لے رہا ہے اور وہاں وقت ضائع ہو رہا ہے تب اس نے حکم دیا کہ فی الحال ساجرہ کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور جنوبی ارکاٹ کو اپنا ہدف بنایا جائے اس پر محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

اب جنوبی ارکاٹ کو اپنا ہدف بنایا گیا تھا اور یہاں بھی کئی قلعے اور شہروں کو فتح کر لیا گیا تھا یہاں تک کہ ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان کرناٹک جا پہنچے۔

کرناٹک پہنچنے سے پہلے محمد علی ٹیپو سلطان اور غازی خان نے کرناٹک گڑھ، تیاگ گڑھ، راوت نیلور کو فتح کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ دھوبی گڑھ علی آباد اور پولور پر قبضہ کرتے ہوئے کرناٹک جا پہنچے تھے یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جو ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر تھا۔

سامنے بالکل ہموار اور سیاہ میدان تھا کہتے ہیں کہ کرناٹک کا قلعہ بلاشبہ ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا اور دشوار گزار راستوں کی وجہ سے اپنے استحکام میں بے مثال بھی خیال کیا جاتا تھا اس کے علاوہ اس قدر بلندی پر واقع تھا کہ اس پر گولہ باری کرنا یا تیر اندازی کرنا بھی خاصہ مشکل اور دشوار کام تھا۔

بہر حال محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے قلعہ پر زور دار انداز میں گولہ باری تیر اندازی کی کہ اس شہر کے اندر جو لشکری اور عوام تھے بدخواستہ ہو گئے اس کے بعد شہر والوں کو پیغام بھجوایا گیا کہ سراج الدولہ کے فلاں فلاں شہر فلاں فلاں قلعے پہلے ہی تسخیر ہو چکے ہیں انگریز ان قلعوں میں سرنگوں ہو چکے ہیں لہٰذا اگر انہوں نے جنگ کو طول دینے کی کوشش کی تو

ان کا حشر بہت برا ہوگا۔

قلعہ والوں نے جب یہ حال سنا تو ان میں سراسیمگی پھیل گئی اور وہ اس بری طرح خوف زدہ ہوئے کہ قلعہ دار اور اس کے سالار اس شرط پر قلعہ حوالے کرنے پر تیار ہو گئے کہ ان کی جان و مال اور ناموس کا احترام کیا جائے گا اس پر انہیں امان دے دی گئی اور شہر انہوں نے سلطان کے لشکر کے حوالے کر دیا۔

محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے اب تیاگ گڑھ کا رخ کیا یہاں بھی ایک انگریز سالار شہر اور قلعے کی حفاظت پر معمور تھا سلطان کے لشکر نے پہلے تیاری کر کے گرد و نواح کے سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد تیگ گڑھ پر گولہ باری اور تیر اندازی شروع کی گئی اور اس قدر سختی سے محاصرہ کرنے کے ساتھ ساتھ شہر کے اندر اس قدر بارود کے گولے پھینکے گئے کہ شہر کے اندر جو پینے کے پانی کا حوض تھا وہ خشک ہو گیا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے شہر کے انگریز سالار کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ شہر سلطان کے لشکر کے حوالے کر دے چنانچہ اس نے درخواست کی کہ مجھے آنے والی شب کی مہلت دی جائے اور اگلی صبح میں شہر حوالے کر دوں گا۔

سلطان کے اس لشکر نے اس کی اس درخواست کو قبول کر لیا تاہم غازی خان محمد علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے لشکریوں کو مستعد رہنے کا حکم دیا کہ کہیں دھوکہ دہی سے کام لے کر انگریز شہر سے نکل کر شب خون نہ مارے۔

حالات کی ستم ظریفی کچھ یوں ہوئی کہ انگریز سالار نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے شہر حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی لیکن آنے والی شب کو اس قدر تیز بارش ہوئی کہ جس حوض سے لوگ پانی لیتے تھے وہ ایک بار پھر بھر گیا حوض بھرنے سے شہر والوں کو کچھ حوصلہ ہوا لہٰذا اگلے روز انگریز سالار نے اپنا عہد نامہ توڑ دیا اور پیغام بھیجا کہ وہ شہر حوالے نہیں کرے گا۔

اس پر محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان طیش میں آ گئے اور قلعہ پر پھر انہوں نے حملے شروع کر دیئے اس بار پہلے سے بھی زیادہ تیز گولہ باری پھینکی گئی خصوصیت کے ساتھ تالاب کے اندر بے شمار گولے پھینکے گئے جس کے نتیجے میں پانی کا حوض پھر بے آب ہو گیا۔

یہ صورتحال انگریز سالار کے لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا اس نے بڑی لجاجت اور عاجزی کے ساتھ اپنی بدعہدی کی معافی چاہی اور صلح کا پیغام بھیجا لیکن محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے اس کے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس شہر پر پہلے سے بھی زیادہ تیز حملے شروع کر دیئے تھے پھر رات کی گہری تاریکی میں سلطان کا لشکر قلعے پر چڑھ گیا شہر کو فتح کر لیا

اور قلعے کے انگریز سالار کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تیاگ گڑھ کے بعد محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے آس پاس کے اور بہت سے قلعے اور شہر بھی فتح کر ڈالے تھے اسی دوران سلطان حیدر علی بھی مختلف قصبوں اور قلعوں کو پامال اور زیر کرتا ہوا ٹیپو سلطان محمد علی اور غازی خان سے آن ملا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد غازی خان اپنے خیمے میں داخل ہوا گرونتی اس وقت تک خیمے میں گرونتی بستر لگانے کے بعد ان پر صاف ستھری اور دھلی ہوئی سفید رنگ کی چادر ڈال چکی تھی۔ غازی خان خیمے میں داخل ہونے کے بعد جوتے اتار کر بستر پر بیٹھ گیا گرونتی نے بھی بستر پر تکیے درست کیے اور پھر غازی خان کے پہلو میں بیٹھ گئی اور اس کے بعد غازی خان کو مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر فکر مندی بھرے لہجے میں کہنے لگی۔

”لگتا ہے انگریزوں کے ساتھ یہ جنگ کچھ طول پکڑ جائے گی اور ہم دونوں میاں بیوی کو لگتا ہے کافی عرصہ تک خیمے میں ہی زندگی بسر کرنا ہوگی۔“

غازی خان نے مسکراتے ہوئے گرونتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم خیمے کی زندگی سے بے زار ہوتی جارہی ہو۔“

گرونتی نے بڑے پیارے انداز میں غازی خان کے دونوں شانے کچھ دیر کے لیے دبائے پھر کہنے لگی۔

”جی نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں اگر آپ میرے ساتھ ہیں تو میں تو ساری زندگی خیمے میں بسر کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی میں ویسے کہہ رہی تھی کہ لگتا ہے کہ انگریزوں کے ساتھ جنگ طول پکڑے گی۔“

غازی خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”گرونتی تمہارا اندازہ درست ہے ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے علاقوں میں جو ہم نے مختلف شہر فتح کیے ہیں ان شہروں میں زیادہ تر انگریزوں کو ہی شکست ہوئی ہے ارکاٹ میں جس قدر قلعے اور شہر ہم نے چھینے ہیں وہاں انگریز ہی سالار تھے محافظ لشکر بھی انگریزوں کے ہی تھے گویا سراج الدولہ کے علاقوں میں جس قدر قلعے اور شہروں پر ہم نے قبضہ کیا ہے ان پر ہم نے سراج الدولہ کے لشکریوں کو نہیں بلکہ انگریزوں کو شکست دے کر ان علاقوں پر قبضہ کیا ہے اور انگریزوں نے ہماری ان فتوحات کو اپنے لیے توہین اور ذلت محسوس کی ہے۔

اب انگریز سلطان سے انتقام لینے پر تل گئے ہیں انہوں نے اپنے سب سے کڑے سخت

یہ سالار اعلیٰ کو بنگال سے طلب کرلیا ہے اس شخص کا نام کوٹ ہے اور یہ انگریزوں کا قابل اعتماد اور انتہا درجہ کا ذمہ دار کمان دار خیال کیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شخص جنگ آزمائیوں اور دانائی میں اپنی مثال آپ ہے اس لیے کہ فرانسیسیوں کے ساتھ جنگوں میں اس نے لگاتار کئی معرکوں میں فرانسیسیوں کو بدترین شکستیں دیں اور انہیں کرناٹک کے علاقوں سے نکال باہر کیا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کمان دار نام جس کا کوٹ ہے جس محاذ پر بھی اس نے رخ کیا اس محاذ پر اسے فتح اور کامیابی نصیب ہوئی۔

گرونتی تمہارے لیے یہ بات شاید نئی ہو کہ کرناٹک کے علاقوں پر فرانسیسی قابض تھے اس کمان دار کوٹ نے فرانسیسیوں کو ان علاقوں سے نکال باہر کیا اور سراج الدولہ کی حکومت یہاں بحال کی اسی بناء پر سراج الدولہ ان کا بڑا ممنون ہے فرانسیسیوں کو کرناٹک سے نکالنے کے بعد کوٹ نام کا یہ کمان دار کچھ عرصہ کے لئے انگلستان چلا گیا تھا پھر جب انگریزوں نے بنگال کو فتح کرلیا تو اسے پھر بنگال کے نظم ونسق کے لیے انگلستان سے بلایا گیا اور ان دنوں بنگال میں انگریزوں کے لشکر کو استوار کررہا ہے اور وہاں انگریزوں کی حالت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اب یہاں ارکاٹ میں سلطان کے ہاتھوں مختلف مقامات پر انگریزوں کی شکستوں نے انگریزوں کو سلطان کے خلاف برہم اور سیخ پا کردیا ہے لہٰذا انہوں نے اپنے سب سے کڑے کمان دار کوٹ کو طلب کیا ہے تاکہ وہ سلطان سے مقابلہ کرے اور سلطان نے جو علاقے انگریزوں سے چھینے ہیں کم از کم وہ واپس لینے کی کوشش کرے اب سنا ہے کہ کوٹ ایک بہت بڑا لشکر اپنے ساتھ لے کر بنگال سے آرہا ہے اس کی مدد کے لیے یہاں بھی انگریز سارے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو اکٹھا کر کے ایک مضبوط اور مستحکم لشکر تیار کررہے ہیں تاکہ کوٹ جب یہاں پہنچے تو اس کی کمانداری میں ایک ایسا لشکر ہو جس کے سامنے کوئی قوت ٹھہر نہ سکے۔“

گرونتی کس قدر فکر مند ہوگئی تھی کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

”اگر یہ بات ہے تو لگتا ہے حالات اور زیادہ گھمبیر اور خراب ہو کر رہ جائیں گے اور کیا انگریزوں کا کمان دار کوٹ وہ علاقے سلطان سے چھین لے گا جو اتنی جدوجہد کوشش اور محنت سے فتح کیے ہیں۔“

گرونتی کی اس معصومیت بھری باتوں پر غازی خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہیں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے مجھے امید ہے کہ جس طرح ہم نے انگریزوں

کے دوسرے کمان داروں کا حشر نشر کیا ایسا ہی ان کے نئے کمان دار کوٹ کا بھی ہوگا میرا اندازہ ہے کہ یا تو کوٹ ان علاقوں میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا یا فرار کا راستہ اختیار کر کے کہیں اپنی جان بچانے کی خاطر پناہ لے گا۔"

گرونتی نے سر جھٹک دیا اپنی جگہ سے اٹھی خیمے کے کونے میں گئی اور وہاں سے کچھ کپڑے نکالے اور وہ لاکر اس نے غازی خان کی گود میں رکھے اور کہنے لگی۔

"آپ پہلے لباس تبدیل کریں اس کے بعد آرام کریں۔"

غازی خان چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھا خیمے کے ایک طرف جو پردہ لٹک رہا تھا اس کے پیچھے جاکر اس نے اپنا لباس تبدیل کیا پھر دونوں میاں بیوی بستر پر دراز ہو کر نیند سے بغل گیر ہو گئے تھے۔

بنگال سے کرناٹک پہنچنے کے بعد انگریزوں کا بڑا کمان دار کوٹ سب سے پہلے کرناٹک کے حکمران سراج الدولہ سے ملا کہتے ہیں کہ اس ملاقات میں کوٹ نے سراج الدولہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"تمہارا لشکر کہاں ہے؟"

سراج الدولہ نے شرمندگی اور خجالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ہم تو تمہارے لشکر پر بھروسہ کر کے اپنا اعتبار کھو بیٹھے اکثر مواقع پر انگلستان کے کمانداروں نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ انگریزوں کا ایک لشکری ہندوستان کے بیس لشکریوں کے برابر ہے لہٰذا تم کس لیے اپنا لشکر تیار کر کے اس پر رقم خرچ کرتے ہو ایسے نادان لشکریوں پر رقم خرچ کرنا اسے ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

سو ہم نے ان کی باتوں میں آکر لشکر کو برطرف کر دیا اور انگریزوں کو ان کے کہنے پر اچھی خاصی ماہانہ رقم ادا کرتے رہے اور انہیں کی جنگی فراست اور کارگزاری پر یہ امید لگائے بیٹھے رہے کہ وہ اس رقم کے عوض ہمارے علاقوں کی حفاظت کرتے رہیں گے اس بناء پر ہم نے اپنا کوئی لشکر تیار نہ کیا۔"

کہتے ہیں کوٹ سراج الدولہ کی سادہ لوح باتوں پر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"سراج الدولہ یہ بات تم سے کسی مسخرے نے مزاح کے طور پر کہہ دی ہوگی ورنہ حکمرانوں کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے حسب مقصد اپنا لشکر ہمہ وقت تیار رکھیں اگر ایسا نہ ہو تو یاد رکھنا کہ تمام حکومت کی بجائے حکمران کو کاسۂ گدائی کو اپنے ہاتھوں میں سنبھالنا پڑے

ہے۔"

سراج الدولہ کوٹ کی ان باتوں پر بڑا شرمندہ ہوا گردن اس نے جھکالی بہر حال نگریزوں کی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے لیے اس نے اپنے ساتھ ہی اس کا محافظ شکر جو تین دستوں پر مشتمل تھا وہ بھی کوٹ کے حوالے کر دیا اپنے خزانے میں جو رقم تھی وہ بھی نگریزوں کو دے دی تا کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ سلطان حیدر علی کو اس کے علاقوں سے نکال اہر کریں۔

اب انگریزوں کے کماندار نے جو سب سے پہلے کام کیا وہ یہ کہ وہ اپنے لشکر کو منظم کرنے کا تین چار ماہ تک وہ خوب رقم خرچ کر کے نا صرف یہ کہ لشکر کی طاقت وقوت اور تعداد میں ضافہ کرتا رہا بلکہ سامان جنگ کی فراہمی میں بھی مصروف رہا اس کے علاوہ بنگال سے اس کے س بڑے بڑے جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے غلہ جنگی ہتھیار گولہ بارود توپیں توپ خانہ ہنچنے والے اسباب پہنچنے لگے۔

جب یہ سارا سامان مہیا ہو گیا اور کوٹ نے یہ اندازہ لگایا کہ جو لشکر اس نے تیار کیا ہے وہ لطان حیدر علی سے کہیں زیادہ بڑا ہے ساتھ ہی ساتھ سامان جنگ جو اس نے جمع کیا ہے وہ ی سلطان حیدر علی کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے تب اس نے سلطان حیدر علی سے ٹکرانے ے لیے کوچ کیا کوٹ کو اس کے اطلاع گروں نے جو سب سے پہلی خبر دی وہ یہ تھی کہ سلطان یدر علی نے اپنے لشکر کے ساتھ ارکاٹ میں قیام کیا ہوا ہے لہٰذا کوٹ اپنے ان گنت چھوٹے الاروں اور جرار لشکر کے ساتھ نکلا اور بڑی برق رفتاری سے اس نے ارکاٹ کا رخ کیا تھا کہ سلطان حیدر علی سے ٹکرا کر انگریزوں کی گزشتہ جنگوں کا اس سے انتقام لے۔

اسی دوران سلطان کو یہ خبر ہوئی کہ انگریزوں کا سالار کوٹ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ رواسی کے مقام پر پہنچ چکا ہے ساتھ ہی انگریزوں کا ایک خاصہ بڑا لشکر انتہائی اضطراری اور بےقراری کی حالت میں پھل چری کے جنگلوں میں سرگردہ ہیں دراصل یہ لشکر اردگرد کی بستیوں دلوٹنے کے لئے نکلا تھا تا کہ اپنے لشکر کے لیے خوراک کے ذخائر حاصل کرے لیکن مناسب ہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ پھل چری کے جنگلوں میں سرگرداں ہو کے رہ گئے تھے۔

ساتھ ہی سلطان کو یہ بھی خبر ملی کہ فرانسیسیوں کے کچھ جہاز سمندر میں بڑی تیزی سے سفر رتے ہوئے حیدر علی کی مدد کے لئے ساحل کا رخ کر رہے ہیں۔

یہ صورتحال یقیناً سلطان کے حق میں بہتر تھی لہٰذا اس نے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا مہامرزا واس کا کمان دار بنایا دوسرے بہت سے چھوٹے سالاروں کو اس کا نائب بنایا اور مہامرزا کو

حکم دیا کہ انگریزوں کا وہ لشکر جو رسد کا سامان مختلف بستیوں سے لینے کے لئے نکلا تھا وہ جو پھل چری کے جنگلوں میں سرگرداں ہیں اس پر حملہ آور ہو اور جس قدر نقصان اسے پہنچا سکتا ہو پہنچائے یہ حکم ملنے کے بعد مہا مرزا لشکر کے اس حصے کو لے کر پھل چری کے جنگلوں کی طرف کوچ کر گیا تھا اس کے کوچ کے تھوڑی ہی دیر بعد باقی لشکر کو لے کر سلطان حیدر علی نے بھی انگریزوں کے سالار اعلیٰ کی راہ روکنے کے لئے پیش قدمی شروع کی تھی۔

دوسری جانب جنرل کوٹ بھی بیکار نہیں بیٹھا ہوا تھا وہ بھی پیش قدمی شروع کر چکا تھا کوٹ کے راستے میں سلطان حیدر علی کا سب سے پہلا قلعہ آیا وہ کرکٹ پالا تھا وہاں سلطان کا چھوٹا سا ایک لشکر تھا سرحدی چوکی تھی کوٹ نے راتوں رات اس چھوٹے سے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور صبح ہونے سے پہلے اس کے لشکری رسوں کمندوں اور سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تیروں اور نیزوں کی تیز بارش کرتے ہوئے چھوٹے سے اس لشکر کو جو حفاظت پر معمور تھا ہلاک کر دیا قلعے کے اندر جو چھوٹا سالار تھا اس نے بڑی دلیری اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریزوں کا مقابلہ کیا چھوٹے سے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے وہ بالکل آگے رہا یہاں تک کہ اس نے جام شہادت نوش کیا اس کے انتقال کی خبر سن کر اس کے ساتھی لشکری مایوس ہو گئے اور یوں قلعہ پر انگریزوں کے سالار کوٹ کا قبضہ ہو گیا۔

کوٹ نے وہاں کے خوراک اور اسلحہ کے سب ذخائر اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیئے اور وہاں تھوڑا سا قیام کرنے کے بعد دوبارہ اس نے کوچ کیا اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ چرواکم کے مقام پر پہنچا یہاں اس نے پڑاؤ کیا۔

اسی دوران سلطان حیدر علی نے مہا مرزا کی سرکردگی میں جو ایک لشکر انگریزوں کے اس لشکر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تھا جو پھل چری کے جنگلوں میں سرگرداں تھا تو مہا مرزا بڑے خون خوار انداز میں حملہ آور ہوا ان میں سے اکثر انگریزوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار د
جو سامان ان کے پاس تھا چھین لیا اور اس طرح جنگل میں سرگرداں وہ انگریز بھی بھاگ کر اپنے سالار کوٹ کے پاس آ گئے تھے۔

انگریزوں کے سالار کوٹ نے چرواکم کے مقام پر قیام کیے رکھا یہاں تک کے مدار
سے ایک بہت بڑا لشکر اس سے آن ملا اس طرح کوٹ کی طاقت و قوت میں خوب اضافہ ا
استحکام ہوا تھا نئے لشکر کے آنے کے بعد کوٹ نے وہاں سے کوچ کیا۔

اب وہ پھل چری پہنچا یہ شہر کبھی فرانسیسیوں کے قبضے میں تھا وہاں ایک فرانسیسی سوداگر
جو پھل چری کا تاجر تھا انگریزوں کے سالار کوٹ نے اس فرانسیسی سے کافی مقدار میں غلہ ا

سامان رسد قیمتاً خریدا اس کے بعد اس نے آگے بڑھ کر گڈ مور کے مقام پر پڑاؤ کر لیا یہ مقام کوٹ کو بڑا پسند آیا اور وہاں وہ مستقل پڑاؤ قائم کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ یہ ایسا مقام تھا کہ وہاں مدارس اور دوسرے علاقوں سے ہر طرح کا ساز و سامان کشتیوں کے ذریعے مسلسل منگوایا جا سکتا تھا اور آسانی سے پہنچ سکتا تھا اس طرح اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے ہوئے اس پڑاؤ کی مدد سے حیدر علی کے ساتھ نا ختم ہونے والی جنگوں کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا تھا۔

اس دوران سلطان حیدر علی بھی اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا آگے بڑھا اور جہاں کوٹ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا وہاں سے دو کوس کے فاصلے پر سلطان نے بھی اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا تھا اور اپنے لشکر کے ہر دو جانب سلطان نے خندقیں اور مورچے بنا کر ان کے اندر توپیں نصب کرتے ہوئے دائیں بائیں تیر اندازی کرنے والے لشکری بھی تعین کر دیئے تھے۔

انگریزوں کے سالار کوٹ کو خبر ہو چکی تھی کہ سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے پڑاؤ کر چکا ہے خندقیں کھود چکا ہے لیکن انگریزوں پر سلطان حیدر علی کی ایسی دہشت تھی کہ کوٹ کو ہمت اور جرات نہ ہوئی کہ اپنے پڑاؤ سے نکل کر آگے بڑھے اور سلطان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے۔

وہاں قیام کے دوران سلطان حیدر علی نے جب دیکھا کہ انگریز جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتے تو سلطان نے نئے لائحہ عمل کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔

جب سارے سالار سلطان کے پاس جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیزو! انگریزوں کے سالار کوٹ نے جس جگہ پڑاؤ کیا ہوا ہے وہاں سے نکل کر ہمارے مقابل نہیں آ رہا میں اپنے لشکر کو لے کر اس طرف نہیں جانا چاہتا جہاں اس نے پڑاؤ کیا ہوا ہے اس لیے کہ وہ بڑی محفوظ جگہ ہے جگہ جگہ گڑھے کٹی پھٹی زمین اور نشیب ہے جس کی آڑ میں رہتے ہوئے جنگ کے دوران انگریز ہمیں بے پناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ انگریزوں کو اس محفوظ جگہ کی گھات سے باہر نکالا جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان حیدر علی تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”غازی خان آج میں تمہارے ذمہ ایک اہم ذمہ داری لگا رہا ہوں میرے بیٹے آج تک تم نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا اور ہمیشہ میں نے جو کام بھی تمہیں سونپا تم نے کمال انداز میں

اس کی تکمیل کی میں لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں ایک حصہ میرے پاس ہوگا محمد علی میرے ساتھ رہے گا دوسرا حصہ ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں ہوگا سالار اعلیٰ کمان دار اس کے زیر کمان رہیں گے تیسرا حصہ غازی خان تمہاری کمانداری میں ہوگا میں بڑے سالاروں میں سے میر علی رضا خان اور کئی دیگر کو تمہارے ماتحت کر رہا ہوں میں محمد علی ٹیپو سلطان لشکر کے دونوں حصوں کو لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے ٹیپو کاویری اور دریائے کورام کے درمیانی علاقوں کا رخ کرے گا وہاں ضرب لگائے گا اور انگریزوں کی توجہ اس طرف کرنے کی کوشش کرے گا جبکہ میں اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ یہاں سے محمود بندر کا رخ کروں گا۔

غازی خان میں جانتا ہوں کہ جو کام میں تمہارے ذمہ لگا رہا ہوں وہ بڑا اہم اور مشکل ترین ہے لشکر میں جس قدر عورتیں ہیں وہ میرے حصے کے لشکر میں رہیں گی غازی خان تمہیں انگریزوں سے الجھنے کے لیے دائیں بائیں آگے پیچھے حرکت کرنا پڑ سکتی ہے لہٰذا تمہارے لشکر میں کوئی عورت نہیں رہے گی۔

میری محمد علی اور ٹیپو سلطان کی روانگی کے بعد غازی خان تمہارے ذمہ یہ کام ہوگا کہ تم انگریزوں کے سالار کوٹ کو اپنے ساتھ الجھائے رکھو جس جگہ ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے غازی خان یہاں سے نکل کر کسی بھی سمت نہ جانا ہو سکتا ہے انگریزوں کا سالار تمہیں ترغیب دے کہ تم اپنی گھات سے نکل کر اس پر حملہ آور ہو پر میرے بیٹے جذبات میں نہ آنا اپنی گھات کو مضبوط اور مستحکم کر کے رکھنا تمہارے پاس توپیں بھی ہیں بندوقچی اور بہترین تیر انداز بھی ہیں اگر کوٹ اپنی گھات سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے تو اپنی گھات میں رہتے ہوئے میں جانتا ہوں کہ تم کوٹ کو بدترین شکست دے کر اسے پسپا کرنے پر مجبور کر دو گے۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم کوٹ کو تو یہاں اپنے ساتھ الجھائے رکھو اور ہم آس پاس کے ان علاقوں کو جنہیں انگریز اپنا خیال کرتے ہیں حملہ آور ہو کر ان علاقوں کو نا صرف ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے بلکہ وہاں سے اپنے لیے رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان بھی حاصل کریں گے اس طرح ان علاقوں میں جب ہم ترک تاز کریں گے تو انگریزوں کی توجہ اس طرف ہوگی جب توجہ اس طرف ہوگی تو انگریزوں کا سالار کوٹ اپنی موجود گھات سے نکل کر کسی نہ کسی سمت نکلنے پر مجبور ہوگا اور جب وہ ایسا کرے گا تو ہم کسی محفوظ جگہ اس کی راہ روکیں گے اور جنگ کی طرح ڈالیں گے۔"

یہ فیصلہ ہونے کے بعد لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ ٹیپو سلطان لے کر تجاور کی طرف کوچ کر گیا تھا جبکہ دوسرے حصے کے ساتھ سلطان حیدر علی اور محمد علی دونوں محمود بندر

رخ کر گئے تھے جبکہ غازی خان چند دوسرے سالاروں کے ساتھ اپنے حصے کے لشکر کے تھ انگریزوں کے سالار اعلیٰ کوٹ سے دو کوس کے فاصلے پر گھات میں پڑا رہا تاکہ جونہی ٹ اپنی گھات سے نکل کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے اس پر ایسا حملہ کرے کہ اس کے ر کو نیست و نابود کر کے رکھ دے۔

ٹیپو سلطان نے سب سے پہلے تجاور کا رخ کیا یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب اور زرخیز تھا اس لیے ہ اس علاقے کو دو بڑے دریا کاویری اور دریائے کورام سیراب کرتے تھے یہ دونوں دریا اپنے تام پر سمندر پر جا کر نہیں گرتے تھے بلکہ ایک جھیل بناتے تھے اور اسی میں ختم ہوتے تھے۔

ٹیپو سلطان جب اس علاقے میں داخل ہوا تو اس نے چھوٹے بڑے قصبوں قلعوں کو بڑی بڑی سے فتح کرنا شروع کیا دشمن کی ہر قوت کو اپنے گھوڑوں کے سموں تلے وہ پامال کرتا گیا گریزوں پر اپنی وحشت طاری کرنے کے لئے وہاں کے اکثر بت خانے جو نقش و نگار اور یب و زینت میں نگار خانہ چین کو بھی مات کرتے تھے ڈھا دیئے گئے اکثر عمارتوں، بازاروں ور دکانوں کو آگ لگا دی گئی اور اطراف و اکناف سے ڈھیروں اناج بکثرت مویشی اور دوسرا بے شمار ساز و سامان اکٹھا کر کے سلطان حیدر علی کی طرف روانہ کر دیا گیا یہ سب کچھ کرنے کے بعد ٹیپو سلطان نے اس علاقے میں دو قلعوں کا انتخاب کیا ایک ترکاٹ پلی اور دوسرا شاہ کوٹ یہ دونوں قلعے گذشتہ جنگوں کی وجہ سے گر پڑے تھے ٹیپو سلطان نے ان کی مرمت کروائی ان کے استحکام کا بہترین بندوبست کیا اور اس علاقے کے نظم و نسق کے لئے ان قلعوں کے اندر اس نے چھوٹے چھوٹے لشکر متعین کر دیئے تھے۔

تجاور کو فتح کرنے کے بعد ٹیپو سلطان نے تھر نگر یعنی ترچنا پلی کا رخ کیا یہ بڑا اہم علاقہ تھا اس علاقے کی طرف بڑھتے ہوئے راستے میں ٹیپو سلطان الیانور اور دیگر علاقوں کو فتح کرتا ہوا وہاں اپنے عادل مقرر کرتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ سیرنگ اور جھمکیر پہنچ گیا ان دونوں علاقوں کو بھی اس نے فتح کیا یہ دونوں مقام دریائے کاویری اور کورام کے درمیان واقع تھے یہاں بھی ہندوؤں کی نہایت قدیم یاترائیں اور مندر بنے ہوئے تھے تجاور کی طرح یہ علاقہ بھی اپنی تروتازگی شادابی اور زرخیزی میں بے نظر خیال کیا جاتا تھا۔

اس علاقے سے ٹیپو سلطان کو بے شمار گھوڑے نفیس ساز و سامان نہایت قیمتی زر و جواہرات ان گنت براہمن اور لولی قوم کی حسین دوشیزائیں ہاتھ لگیں جنہیں عام لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد ٹیپو سلطان نے دونوں دریاؤں کو عبور کر کے کلی کوٹہ کی

طرف پیش قدمی کی جو ترچنا پلی کے مشرق میں چھ کوس کے فاصلے پر تھا ٹیپو سلطان کلی کوٹہ پہنچا ہی تھا کہ سلطان حیدر علی اور محمد علی بھی بندر کے راستے مختلف علاقوں کو روندتے اور انہیں فتح کرتے ہوئے کلی کوٹہ میں ٹیپو سلطان کے پاس پہنچ گئے اب دونوں باپ بیٹا اس کوشش میں تھے کہ ترچنا پلی کو فتح کیا جائے اس لیے کہ اکثر و بیشتر ترچنا پلی کا قلعہ ہی جنگ و جدل کا باعث ہوا کرتا تھا۔

ترچنا پلی کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں چرکل پالا کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ رک گئے کچھ دیر تک دونوں باپ بیٹے نے صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں نے اپنے اپنے لشکریوں کو علیحدہ کر لیا وہ شاہراہ جو چرکل پالا سے سیدھی ترچنا پلی کی طرف جاتی تھی حیدر علی اس شاہراہ کے دائیں جانب اور ٹیپو سلطان شاہراہ کے بائیں جانب اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا گیا تھا۔

دونوں لشکریوں سے کچھ چھاپہ مار دستے علیحدہ کیے گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر ترچنا پلیَ کے گرد و نواح میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیں اور جونہی ترچنا پلی کے اندر جو انگریزوں کا لشکر ہے وہ باہر نکل کر حملہ آور ہو تو کچھ دیر ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا جائے پھر اس کے سامنے سے پسپائی اختیار کرتے ہوئے اسی شاہراہ کی طرف آیا جائے جہاں دائیں اور بائیں جانب حیدر علی اور ٹیپو سلطان گھات لگائے بیٹھے ہوں گے گھات کی جگہ پہنچ کر سارے چھاپہ ماروں کو یہ بھی نصیحت کر دی گئی تھی کہ فوراً دائیں بائیں اپنی اپنی گھات میں چلے جائیں اس کے بعد حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں مل کر تعاقب کرنے والے انگریزوں کے لشکر پر حملہ آور ہو کر ان میں سے کسی کو بچ کر جانے کی مہلت نہ دیں گے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد سلطان حیدر علی شاہراہ کے بائیں جانب جبکہ ٹیپو سلطان شاہراہ کے دائیں جانب گھات لگا گیا تھا چھاپہ مار دستے بڑی تیزی سے ترچنا پلی کا رخ کر گئے تھے اور ترچنا پلی کے نواح میں انہوں نے تباہی اور موت کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

ترچنا پلی میں اس وقت جو انگریزوں کا سالار تھا اس کا نام پال تھا اس نے جب دیکھا کہ ترچنا پلی کے گرد و نواح میں تباہی اور بربادی کا کھیل شروع ہو چکا ہے تو وہ ایک حصے کے ساتھ سلطان حیدر علی کے چھاپہ مار دستوں پر حملہ آور ہونے کے لئے شہر سے نکلا۔

اس کے شہر سے نکلنے پر سلطان کے چھاپہ مار مستعد اور بالکل اکٹھے ہو گئے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے سلطان کے چھاپہ مار دستوں نے انگریزوں کے سالار پال کے لشکر پر ویران فلک سے اترتی سورج کی کرنوں کے تیروں خشک ہونٹوں پر تشنگی کے پہرے لگا دینے والی دکھوں کی پیلی

ھوپ تذبذب کشمکش اور ہچکچاہٹ میں مبتلا کر دینے والی بے ثمر یادوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

جواب میں انگریز سالار بھی اپنے لشکر کے ساتھ خوب حرکت میں آیا اور وہ بھی ان چھاپہ ار دستوں پر بستیوں کو سایہ سایہ چشموں کو دھواں دھواں زمین کے سبز آئینوں کو کرچی کرچی رتی اور حوادث کی کتب سے جرموں کے بھید کھولتی حقارت و نشے میں ڈوبی امارت کی طرح وٹ پڑا تھا۔

کچھ دیر تک ترچنا پلی کے نواح میں انگریز سالار پال کے لشکر اور سلطان کے چھاپہ مار دستوں میں ہولناک جنگ ہوتی رہی پھر چھاپہ مار دستے اس طرح پسپا ہونا شروع ہوئے جیسے وہ انگریزوں کے سالار پال کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکے ہوں اور پسپائی اختیار کرنے لگے ہوں۔

یہ پسپائی آہستہ آہستہ اس شاہراہ پر ہو رہی تھی جو ترچنا پلی سے چرکل پالا کی طرف جاتی تھی۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جس کے دائیں بائیں سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان گھات لگائے بیٹھے تھے پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق گھات کی جگہ پہنچ کر چھاپہ مار دستے اچانک دائیں بائیں پھیل کر اپنی اپنی گھات میں چلے گئے تھے انگریزوں کا یہ لشکر جب گھات کی جگہ آیا تب پہلے سلطان حیدر علی اپنی گھات سے ویران گلیوں میں جھانکتی کرنوں رات کی سیاہ بیلوں پر رقص کرتے کلبلاتے سویروں کی طرح نمودار ہوا پھر وہ انگریزوں کے سالار پال کے لشکر کو قلوب کو توہم کا شکار کرتے لہو کے ہولناک تلاطم ساحل وقت پر حرکت کرتے تباہی کے تیز دھاروں اور شاخوں تک کو برہنہ کر دینے والے تیز طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان حیدر علی کے پیچھے ہی پیچھے ٹیپو سلطان نے بھی اپنی کارروائی کی ابتدا کر دی اور وہ بھی شاہراہ کے بائیں جانب سے اپنی گھات سے نکلا اور انگریزوں کے لشکر پر وہ خوابوں کی اسیری میں بھی انگڑائیاں لیتے گرد باد مقدر میں موت کی ٹھنڈک بھر دینے والے غیر مختتم رقص کرتے بگولوں اور شکست کی ذلت کے داغ لگا دینے والے قضا کے تیز نشتروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے بڑی تیزی کے ساتھ پال کے لشکر کی حالت پرانی بھوک کے پچکے گالوں غم کی شاخوں کے پیلے پتوں گھنے جنگل کے اجاڑ پن خاموش زمانوں کی گم شد غبار راہ اور آبنوسی روشنی میں دور تک بکھرتی راکھ سے بھی زیادہ بری اور بدتر ہونا شروع ہو چکی تھی یہاں تک کہ شکست اٹھا کر پال اپنے لشکر کے ساتھ ترچنا پلی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

کہتے ہیں کہ سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا یہ حملہ ایسا ہولناک اور پر جوش تھا کہ انگریز

شوروغل کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے کچھ انگریزوں نے ترچنا پلی شہر کی طرف جانے کی بجائے دائیں بائیں کی بستوں میں گھس کر پناہ لینی شروع کر دی تھی جبکہ باقی ترچنا پلی کی طرف بھاگ گئے حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں نے تعاقب کرتے ہوئے تیروں نیزوں اور تلواروں سے انگریزوں کے لشکر کو چھلنی کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنی شروع کر دی تھی کہتے ہیں ترچنا پلی کے نواح میں وہ میدان جنگ انگریزوں کے خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ انگریز سالار پال جس نے اس سے پہلے ایسا خوفناک اور جان لیوا حملہ نہیں دیکھا تھا بدحواس ہو کر ترچنا پلی کے قلعہ کی طرف بھاگا۔

کہتے ہیں اس موقع پر علی نواز نام کا ایک لشکری پال کے تعاقب میں لگ گیا اور ایک مرتبہ وہ پال کے اس قدر قریب پہنچ گیا کہ تلوار کا ایک بھرپور وار اس نے پال پر کیا پر پال کی خوش قسمتی کہ اس کے بال لمبے لمبے تھے اور سر پر لگنے کی بجائے اس مجاہد کی تلوار اس کے بالوں میں الجھ گئی جس کی وجہ سے وہ بچ گیا اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنی جان بچا کر ترچنا پلی کے قلعہ میں داخل ہو کر محفوظ ہو گیا۔

اب ترچنا پلی کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے سلطان نے عجیب و غریب طریقہ استعمال کیا شہر سے باہر انگریزوں کے ساتھ جو ان کی ہولناک جنگ ہوئی تھی اس میں جس قدر انگریز مارے گئے ان کے سر کاٹ کر ان سارے کٹے سروں کو سلطان نے چند ٹوکروں میں بھرا اور سروں سے بھرے ٹوکرے اس نے ترچنا پلی کے قلعہ دار کی طرف روانہ کیے اور کہلا بھیجا۔

”اگر تم لوگ جلد قلعہ ہمارے حوالے کر دو تو بہتر ورنہ جتنے لوگ قلعہ میں موجود ہیں ان کے سر بھی اسی طرح کاٹ دیئے جائیں گے۔“

قلعہ سے باہر شکست اور پھر اپنے آدمی کے کٹے سر دیکھ کر قلعہ کے اندر ایک دہشت اور سراسیمگی سی طاری ہو گئی تھی لوگ نقش دیوار کی طرح مبہوت اور ششدر رہ گئے تھے۔

کٹے ہوئے سروں اور شکست کے بعد قلعے کے اندر ایسا سراسیمگی کا عالم تھا کہ قلعہ کے دروازوں کے محافظ دروازے تک بند کرنا بھول گئے دروازے کھلے پڑے رہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ آخر کیا کریں کیا نہ کریں۔

قلعہ والوں کو یہ بھی خبر تھی کہ سلطان حیدر علی ان کے قلعے کے قریب ہی پڑاؤ کیے ہوئے ہے لیکن ان پر عجیب سی وحشت طاری تھی قلعے کے دروازے کھلے تھے لیکن ان کی خوش قسمتی کہ سلطان حیدر علی کو بھی کوئی خبر نہ ہوئی کہ قلعے والوں پر عجیب سی سراسیمگی پھیلی ہے اور قلعے کے شہر پناہ کے دروازے کھلے ہیں جن سے وہ بآسانی شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر سکتے ہیں وہ

قلعے پر حملہ آور ہونے کے لیے مورچے خندقیں کھود رہے تھے تاکہ قلعے پر زوردار حملہ آور ہو کر اسے فتح کر لیا جائے۔

دوسری جانب قلعہ کے انگریز قلعہ دار لکسن اور پال دونوں نے اس وقت تک اپنے لشکریوں کو ڈھارس دی اب کسی طرح وہ سنبھل بھی چکے تھے فصیل کے دروازے انہوں نے بند کر لیے اور مدافعت کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

ادھر سلطان حیدر علی بھی ترچنا پلی پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا تھا ترچنا پلی کی فصیل کا وہ دروازہ جو چرکل پالا کی طرف تھا وہاں سلطان نے شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے خندقیں کھود کر ان میں توپیں نصب کرتے ہوئے تیروں گولوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے اسی طرح ترچنا پلی کے دوسرے دروازوں کے سامنے بھی سلطان نے اپنے لشکریوں کو بالکل مستعد کرنے کے علاوہ توپیں نصب کر کے اور تیرانداز بٹھا دیئے تھے تاکہ اچانک شہر پر حملہ آور ہو کر شہر پناہ کا جو محافظ لشکر ہے اس کا خاتمہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس اثناء میں انگریزوں کے سالار اعلیٰ کوٹ کو ٹیپو سلطان کے ہاتھوں دریائے کاویری اور دریائے کورام درمیانی سرزمینوں کے اندر لگاتار فتوحات اور انگریزوں کے بہت سے علاقے ہاتھ سے نکل جانے کی خبریں ملیں یہ خبر سن کر کوٹ بڑا فکرمند پریشان ہوا لہٰذا جہاں اپنے لشکر کے ساتھ اس نے گھات لگا رکھی تھی وہاں سے اس نے کوچ کیا اس کا ارادہ تھا کہ محمود بندر سے ہوتا ہوا وہ دریائے کاویری اور دریائے کورام کے درمیانی حصوں کا رخ کرے گا۔

جونہی وہ اپنی گھات سے نکلا ایک خونی انقلاب برپا ہو گیا اس لیے کہ انگریزوں کے سالار کوٹ نے رات کے وقت اپنی گھات سے نکل کر کوچ کیا تھا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ پشت کی جانب سے غازی خان اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ کمزور اور نحیف لمحوں میں ڈھلی تیرگی کی فسوں میں طلب کو فروزاں کرتے جواں جذبوں کی طغیانیوں دل کے چپ دریچوں میں رگوں کی لوحوں کو گرد آلود دل و جان کی راحت کو پامال نگاہوں کی تسکین کو موت کے احساس میں غلطاں کر دینے والے بے التفات جھکڑوں اور چشموں کی طرح ابل پڑنے والے عذاب لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں کوٹ کے لشکر کے ایک حصے پر حملہ آور ہو کر غازی خان نے اسے تہس نہس کر دیا تھا اور انگریزوں کا کچھ سامان لے کر وہ رات کی تاریکی میں روپوش ہو گیا تھا کوٹ نے غازی خان کا تعاقب کر کے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکا

ناچار وہ محمود بندر کی طرف بڑھتا گیا۔

تاہم گاہے گاہے رات کی تاریکی میں غازی خان اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہو کر حملہ آور ہوتا انگریزوں کو نقصان پہنچاتا اور روپوش ہو جاتا اس طرح اس نے کوٹ کے خلاف ایک طرح سے چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر دی تھی۔

لیکن کوٹ کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس کا غازی خان کہیں بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکتا تھا اسی بناء پر وہ چھپ چھپ کر حملہ آور ہو رہا تھا ان حالات میں کوٹ بڑی تیزی سے محمود بندر کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری جانب سلطان حیدر علی ترچنا پلی پر حملہ آور ہونے کے سارے انتظامات مکمل کر چکا تھا کہ اسے خبر ملی کہ انگریزوں کا سالار کوٹ اپنی گھات سے نکل کر محمود بندر کا رخ کیے ہوئے ہے یہ خبر ملتے ہی سلطان محمد علی اور ٹیپو سلطان نے ترچنا پلی پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہ بھی محمود بندر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

سلطان حیدر علی نے غازی خان کے ساتھ مل کر انگریزوں کے لشکر سے الجھنے کے لیے اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے آگے آگے روانہ کیا تھا اور اس لشکر کو اپنے ایک چھوٹے سالار ہلال بخشی کی کمان داری میں دیا۔

کوٹ کے لشکر کے قریب پہنچتے ہی ہلال بخشی نے حملہ آور ہوتے ہوئے ایک طرح سے کوٹ کے لشکر پر تیروں اور تلواروں کی بارش کر دی تھی ایک طرف سے غازی خان بھی لکڑی کے تختوں کو چاٹ جانے والی خونی دیمک ہونٹوں کو سیلا چہروں کو میلا کر کے زندگی کے پیالے میں زہر گھول دینے والی ابتلاؤں کے بلاخیز بحر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

گو غازی خان اور ہلال بخشی کے اس حملے سے انگریزوں کو کافی نقصان پہنچا لیکن ہلال بخشی کی بدقسمتی کہ اس کے لشکر میں ایک چھوٹا سالار ایسا تھا جو نیا نیا لشکر میں داخل ہوا تھا نام اس کا لالی خان تھا اس نے اپنے لشکر سے غداری کی اور اپنے لشکر کے ایک حصے کو لے کر وہ انگریزوں سے جا ملا جس کے نتیجے میں ہلال بخشی جنگ میں مارا گیا اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور اس وجہ سے غازی خان کو بھی پیچھے ہٹ کر گھات میں جانا پڑا۔

انگریزوں کے سالار اعلیٰ کوٹ کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان حیدر علی اور اس کے سالاروں اور لشکریوں سے نمٹنا اتنا آسان نہیں جتنا وہ سمجھ کر بنگال سے ان علاقوں کی طرف آیا تھا بہر حال اس نے پھر اپنے لشکر کے ساتھ نقل و حرکت شروع کی واپس محمود بندر پہنچا اور وہاں ستانے کے بعد اس نے سلمبر نام کے قلعے کا رخ کیا وہاں سلطان حیدر علی کی طرف سے

یوسف خان نام کا ایک قلعہ دار تھا کوٹ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا لیکن اس کے اندر مسلمان لشکریوں نے اس جوان مردی اس ہمت و جرات کا مظاہرہ کیا کہ کوٹ کے لگا تار آتشی گولے پھینکنے بار بار حملہ کرنے کے باوجود کوٹ سلمبر نام کے اس قلعے کو فتح نہ کر سکا اور اس جدو جہد میں اسے اپنے سینکڑوں لشکریوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

کوٹ نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر کا کافی نقصان ہو چکا ہے تب مایوس ہو کر اس نے قلعے کا محاصرہ ترک کر دیا اور محمود بندر واپس چلا گیا ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ سلطان حیدر علی، ٹیپو سلطان، محمد علی اور غازی خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ انگریزوں کے سر پر پہنچ گئے۔

یہاں انگریزوں کا سالار کوٹ ایک عجیب و غریب کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا گو اس کے لشکر کی تعداد سلطان حیدر علی کے کل لشکر سے کہیں زیادہ تھی اس کے باوجود حیدر علی کے لشکر کے مختلف حصوں نے کوٹ کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا ایک طرف سے خود سلطان ضرب لگا رہا تھا دوسری طرف سے محمد علی یلغار کر رہا تھا تیسری جانب سے غازی خان انگریزوں کے قتل عام کے درپے تھا چوتھی طرف سے ٹیپو سلطان حملہ آور ہوا تھا۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے کوٹ محسوس کرنے لگا کہ یہ صورتحال زیادہ دیر رہی تو اس کی تباہی دور نہیں لہٰذا اس نے ساحل کا رخ کیا جہاں انگریزوں کے جہاز کھڑے تھے کوٹ کا خیال تھا کہ اگر اسے سلطان حیدر علی کے خلاف کامیابی نہ ہوئی تو وہ ساحل کے ساتھ ساتھ جو جہاز اور کشتیاں کھڑی ہیں اپنے لشکر کو ان میں سوار کر کے بھاگنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

سوانح نگار لکھتے ہیں کہ سلطان حیدر علی اور اس کے سالاروں نے انگریزوں پر اس قدر سخت اور جان لیوا حملے کیے کہ انگریز زمین پر لیٹ گئے کھسکتے ہوئے نقل و حرکت کرتے رہے اور اپنی جانیں بچانے کے درپے ہو گئے اپنے آپ کو انہوں نے مکمل طور پر دفاع تک محدود کر لیا تھا جارحیت کا نام وہ بھول گئے تھے سلطان حیدر علی کے لشکر میں جو بے خطا نشانے کے ماہر تیر انداز تھے وہ کیوڑوں کے گھنے جنگل کے پیچھے گھات لگا چکے تھے اور وہیں سے تیر اندازی کرتے ہوئے وہ انگریزوں کو بے پناہ نقصان پہنچا رہے تھے قریب تھا کہ انگریزوں کا پورا لشکر زیروزبر ہو جاتا اور چاروں طرف سے سلطان حیدر علی کے لشکری ان کا قتل عام شروع کر کے جنگ کو اس کا انجام دے دیتے کہ کوٹ کی خوش قسمتی کہ عین اسی لمحہ جب جنگ زوروں پر تھی بڑے بڑے جہاز ساحل پہ آ کے لگے یہ جہاز انگریزوں کے تھے جس کے اندر سے ان گنت تازہ دم لشکری اترے نئی توپیں اتار کر ان کے ذریعے سلطان حیدر علی کے لشکر پر نئے انداز میں گولہ باری شروع کر دی گئی۔

اس صورتحال نے جنگ کا نقشہ کسی قدر تبدیل بھی کر دیا تھا تھوڑی دیر پہلے جہاں کوٹ اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہونے کے در پے تھا بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا نئے لشکر اور نئی توپوں کی آمد کے بعد اس کی حالت کچھ مضبوط اور مستحکم ہو گئی تھی لگا تار توپوں کے گولے گرنے سے سلطان حیدر علی کے لشکریوں کا بھی کافی نقصان ہونے لگا تھا سلطان نے جب دیکھا کہ جس قدر پہلے انگریزوں کا نقصان ہو رہا تھا ویسا اب اس کے لشکریوں کا ہونا شروع ہو گیا تب اس نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا کر گھات میں کر دیا تا کہ لشکریوں کو بے وجہ موت کے منہ میں نہ ڈالا جائے۔

عین اسی لمحہ جس وقت سلطان نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا سلطان کے لئے بری خبر بھی ملی اس لیے کہ میر علی رضا خان جو سلطان کا برادر نسبتی اور ٹیپو سلطان کا ماموں تھا وہ توپ کا ایک گولہ لگنے سے اپنے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا سلطان نے جلدی جلدی اپنے کارندوں کے ذریعے اس کی لاش پر قبضہ کیا اس موقع پر سلطان نے بڑے صبر بڑے تحمل کا مظاہرہ کیا سلطان کے آبروؤں پر شکن تک نہ آئی اور میر علی رضا کی لاش اس وقت ایک صندوق میں رکھوا کر سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دی علی رضا کے ماتحت جو لشکر تھا وہ سارا ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں دے دیا گیا تھا۔

اس جنگ کے دوران کوٹ کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ سلطان حیدر کا مقابلہ کرنا اتنا آسان نہیں ہے اسے یہ بھی خوف تھا کہ ایسی ہی کوئی اور لڑائی ایسا ہی کوئی اور معرکہ حیدر علی کے ساتھ پڑ گیا تو کوٹ کو بدترین شکست کا خطرہ تھا اور اسے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں اس کی ساری شہرت اور ذلت کو شکست کا داغ نہ لگ جائے انہی خیالات کے ماتحت کوٹ اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹا فی الفور اس نے پھل چری کا رخ کیا وہاں سے اس نے پرموکل گڑھ کا رخ کیا اور پھر وہاں سے بھی کوچ کرتے ہوئے ایک کوہستانی سلسلے کے اندر انگریز سالار اعلیٰ کوٹ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

دوسری جانب سلطان حیدر علی بھی کوٹ کے پیچھے پیچھے تھا اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے بھی اس جگہ سے کوچ کیا جہاں اس نے قیام کیے ہوئے تھا سلطان پہلے ترو ادی پہنچا وہاں سے بیل پور ہوتا ہوا آگے بڑھتا رہا یہاں اس نے ایک جگہ اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اسی اثناء میں اتفاق سے سلطان کے چند سوار گھاس اور لکڑیاں لینے کے لئے پرموکل گڑھ کی حدود میں داخل ہو گئے وہ ایک باغ میں جو کوہستانی سلسلے سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر تھا اپنے آپ کام میں مشغول تھے کہ کوہستانی سلسلے کے کچھ سرکردہ لوگوں نے انہیں دیکھ لیا اور اپنے آدمیوں کے ذریعے ان پر حملہ کرا دیا سلطان حیدر علی کے ان لشکریوں پر چونکہ بے خبری کے

عالم میں حملہ کیا گیا تھا لہٰذا وہ منتشر ہو گئے کچھ نے گھوڑے چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی کچھ وہاں حملہ آوروں کے تیروں اور تلواروں کا نشانہ بن گئے سلطان حیدر علی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بڑا برہم ہوا حملہ آور چونکہ پرموکل گڑھ کے مسلح جوان تھے لہٰذا سلطان نے آگے بڑھ کر پرموکل گڑھ کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اور پرموکل گڑھ کے شہر اور قلعے کا محاصرہ کرنے کا اہتمام اور انتظام کرنے لگا تھا۔

سلطان نے ٹیپو اور فرانسیسی سالار موسیو لالی کو خندقیں اور مورچے کھدوا کر انہیں توپیں نصب کرنے کا حکم دیا محمد علی اور غازی خان کو دوسری جانب اپنے لشکریوں کو استوار کرنے کے احکامات جاری کیے محمد علی اور غازی خان کے لشکریوں نے قلعہ کی طرف سے گولہ باری کے باوجود پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے تھوڑی سی بلندی کے اوپر قلعہ کے بالکل نیچے اپنے لیے گڑھے کھود کر محفوظ مقامات بنا لیے تھے۔

جب یہ سارے انتظامات کر لیے گئے تب سلطان نے پرموکل گڑھ کے قلعے اور شہر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا کہتے ہیں کہ اس کی فصیل بڑی مضبوط اور مستحکم تھی اور چھوٹی موٹی گولہ باری سے گرنے والی نہ تھی اس کے علاوہ شہر کے اندر سامان جنگ اور رسد کا بہترین انتظام ہونے کے علاوہ وسیع ذخائر بھی تھے لیکن پرموکل گڑھ کا قلعہ دار جنگ کو طول دیئے بغیر زیادہ دیر سلطان کا مقابلہ کیے بغیر قلعہ سلطان کے حوالے کر دینے کا ارادہ کیے ہوئے تھا اور اس کی ایک خاص وجہ تھی۔

کہتے ہیں کہ قلعہ کا حاکم ایک فاحشہ عورت کے حسن و جمال کا گرویدہ تھا اور کسی معاملے میں بھی اس کی دل شکنی کا روادار نہیں ہوا کرتا تھا وہ عورت جنگ کی بجائے صلح کرنے پر سختی سے اصرار کر رہی تھی چنانچہ محاصرے کے دوسرے دن اس نے بڑے نازوں، نخروں اور بڑی بے حیائی کے ساتھ قلعہ دار کا دامن تھام کر روتے ہوئے کہا کہ اگر تم جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو پہلے مجھے قتل کر دو۔

کچھ اور لوگ بھی اس مشورہ میں اس فاحشہ عورت کی تائید کرنے لگے تھے حاکم قلعہ اس عورت کی خاطر صلح کر لینے پر تیار ہو گیا تھا کہ ایک اور سالار نے قلعہ اور شہر کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور جب سلطان کی طرف سے شہر پر گولہ باری شروع ہوئی تو جواب میں اس نے بھی سلطان کے لشکریوں پر گولہ باری کا سلسلہ شروع کر دیا۔

لیکن جلد ہی سلطان کے لشکر نے تابڑ توڑ حملے کرتے ہوئے فصیل کا ایک حصہ منہدم کر دیا اب شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اس میں اتنی تاب اور طاقت نہ رہی تھی کہ وہ سلطان حیدر علی

کے حملوں کا مقابلہ کر سکے لہٰذا حاکم قلعہ نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا سلطان نے چند روز تک وہاں قیام کیا اس دوران انگریزوں کے سالار اعلیٰ کوٹ کو خبر ہوئی کہ سلطان نے پر موکل گڑھ پر حملہ کر دیا ہے تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ پر موکل گڑھ کے لشکر کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن یہ لشکر ابھی راستے میں ہی تھا کہ اسے خبر مل گئی کہ سلطان نے پر موکل گڑھ پر قبضہ کر لیا ہے لہٰذا انگریزوں کا وہ لشکر راستے ہی سے لوٹ گیا۔

سلطان نے چند روز تک پر موکل گڑھ میں قیام کیا اس کے بعد وہ وندواسی کی طرف کوچ کرنا چاہتا تھا تاکہ ارکاٹ میں حالات خراب ہو گئے سلطان نے ایسا کیا کہ لشکر کا ایک حصہ اس نے فرانسیسی سالار موسیو لالی کی کمان داری میں دیا اور کچھ سالار اس کی ماتحتی میں دیئے اور باقی سارے سالاروں اور لشکر کو لے کر سلطان ارکاٹ کی طرف وہاں کے حالات درست کرنے کے لیے کوچ کر گیا۔

فرانسیسی سالار موسیو لالی نے بڑی سختی اور بڑی تیزی سے وندواسی کا محاصرہ کیا لیکن شہر کے اندر جو لشکر تھا اس نے بھی پوری بہادری اور جواں مردی سے مقابلہ کر کے موسیو لالی کے حملوں کو ناکام بنا دیا۔

شہر اور قلعے کا محاصرہ جب طول پکڑنے لگا اور موسیو لالی کو کام بنتا نظر نہ آیا تو اس نے اپنے نائبین کے مشورے سے مکر و فریب سے کام نکالنے کی تجویز سوچی اور یہ طے پایا کہ ایک چھوٹے لشکر کو انگریزوں کا لشکر ظاہر کر کے جدا کیا جائے اور وہ لشکر راتوں رات وندواسی سے ہٹ کر جنگل میں چلا جائے اس لشکر کا کمان دار ایک ایسے شخص کو بنایا جو شکل و صورت سے انگریز نظر آتا تھا اور یہ فرانسیسی تھا۔

یہ لشکر تیار کر کے علیحدہ کر دیا گیا جنگل میں جانے کے بعد اس لشکر کے سالار نے وندواسی کے قلعہ دار کو ایک خط لکھا کہ میں مدارس سے تمہاری مدد کے لئے ایک لشکر لے کر آیا ہوں میں کھل کر دن کے وقت تمہارے قلعے کے سامنے نہیں آ سکتا تم ہوشیار رہنا رات مغرب کے بعد میں قلعہ میں داخل ہوں گا اور تمہارے ساتھ مل کر حملہ آوروں کو یقیناً شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

کہتے ہیں یہ خط جب ہرکاروں نے وندواسی کے قلعہ دار کو پہنچایا تو وہ اس خط کے وصول ہونے پر نہایت خوش ہوا لیکن جب اس نے آنے والے اس انگریز سالار کا نام پڑھا تو وہ ششدر اور حیران ہو کر رہ گیا اس لیے کہ جس انگریز کا نام لکھا گیا تھا وہ سامان رسد اور توپ کھینچنے والے بیلوں کی فراہمی کے لئے ایک دور افتادہ مقام گنجام کی طرف گیا ہوا تھا اور اس

کی روانگی کا علم اس قلعہ دار کو بخوبی تھا اس لیے کہ وہ قلعہ انگریزوں کے تسلط میں تھا۔

اس بات پر وہ کچھ کھٹک سا گیا کہ ممکن ہے کہ موسیو لالی نے کوئی فتنہ کھڑا کیا ہو وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ دوسرے دن اچانک شہر کے نواح میں توپیں چلنے لگیں اسے شک ہوا کہ کہیں انگریزوں کا جو لشکر آ رہا ہے اس کا ٹکراؤ فرانسیسی سالار موسیو لالی کے ساتھ نہ ہو گیا ہو لہٰذا فصیل کے اوپر چڑھ کے اس نے جب نظارہ کیا تو دنگ رہ گیا اس لیے کہ توپوں کے چلنے کے باوجود کوئی ہلاک نہیں ہو رہا تھا اس نے جب غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ گولے نہیں چل رہے تھے بلکہ توپوں کے اندر صرف بارود بھر کر توپیں سر کی جا رہی تھیں اور فضاؤں میں دھواں ہی دھواں دکھائی دے رہا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو حقیقت کا گمان ہو۔

اب تو اس قلعہ دار کو یقین ہو گیا کہ یہ سب فریب ہے چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو اچانک حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے گھات میں بٹھا دیا تھا اس دوران آنے والے اس لشکر کے سالار نے اسے پیغام بھیجا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم بخیریت پہنچ گئے ہیں اب تم قلعے کے دروازے کھولو تاکہ ہم تم سے آن ملیں۔

کہتے ہیں کہ قلعہ دار نے جواب میں کہلایا کہ تم اپنے لشکر کو قلعہ کے باہر یعنی خندق کے اس طرف ٹھہراؤ دروازے کے پیچھے ہم لوگوں نے ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دی ہے اس کو گرانے میں کچھ وقت لگے گا اس کے بعد تم شہر میں داخل ہو سکو گے۔

مختصر یہ کہ جس وقت وہ لشکر اس مقام پر جا کر ٹھہرا جس کی نشاندہی قلعہ دار نے کی تھی تب انگریزوں کے اس نقلی لشکر پر اس نے اچانک گولہ باری اور تیر اندازی کر دی تھی جس کی وجہ سے اس لشکر میں سراسیمگی اور افراتفری پھیل گئی تھی اور وہ ہٹ کر فرانسیسی موسیو لالی کی طرف چلا گیا تھا۔

اس واقعے کی اطلاع جب ارکاٹ میں سلطان حیدر علی کو ہوئی تو وہ بڑا برہم ہوا اس نے موسیو لالی کو اپنے پاس طلب کر لیا اس طرح ارکاٹ میں رہتے ہوئے سلطان حیدر علی انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کرنے لگا تھا اس لیے کہ اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ انگریزوں کا سالار اعلیٰ مدارس جا چکا ہے اور وہ اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور پہلے سے بڑا لشکر لے کر وہ سلطان کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے گا۔

غازی خان اپنے خیمے میں داخل ہوا اندر گرونتی خیمے میں دائیں بائیں ٹہلتے ہوئے شاید بڑی بے چینی سے اسی کا انتظار کر رہی تھی غازی خان کو مشعل کی روشنی میں خیمے کے دروازے کی طرف آتے دیکھ کر وہ دروازے کی طرف لپکی پھر بڑی فکرمندی میں اس نے غازی خان کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

''کافی دیر پہلے آپ کو سلطان نے بلایا تھا اتنی دیر کہاں رہ گئے تھے؟''

غازی خان نے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر چپت لگائی پھر اس کا ہاتھ تھام کر خیمے میں داخل ہوا خیمے کے وسط میں جو بستر لگا ہوا تھا دونوں اس پر بیٹھ گئے پھر غازی خان نے کہنا شروع کیا۔

''تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں اور دوسرے سالار سلطان کے پاس بیٹھے رہے سلطان نے اس لیے بلایا تھا کہ انگریزوں کا سب سے بڑا سالار ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پھر ویلور کی طرف بڑھ رہا ہے ویلور انگریزوں کا بہت مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے ہمارے لشکر کے ایک حصے نے اس کا محاصرہ کر رکھا ہے کوٹ ویلور میں محصور اپنے لشکریوں کی مدد کے لئے آ رہا ہے اب سلطان کے ساتھ جو معاملہ طے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انگریزوں کے سالار کوٹ کی راہ روکنے کے لئے لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا۔''

پر اس میں دیر کیسے ہوگئی غازی خان کی طرف دیکھتے ہوئے شکووں بھری آواز میں گرونتی نے پوچھ لیا۔

اس کی تسلی اور تشفی کے لئے غازی خان نے پھر کہنا شروع کیا۔

''سلطان کے پاس بیٹھے بیٹھے مغرب کی اذان ہوگئی لشکر گاہ میں نماز پڑھنے چلا گیا اور نماز کے بعد سیدھا تمہاری طرف آ گیا ہوں۔''

گرونتی تھوڑی دیر خاموش رہی پھر کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''لگتا ہے انگریز جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کرنا چاہتا ہے۔''

گرونتی کے اس سوال پر غازی خان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم رونما ہوا کہنے لگا۔

''دراصل انگریزوں کو ہمارے خلاف سب سے بڑا غضب اور غصہ اس بات کا ہے کہ ہم نے ارکاٹ کے حکمران سراج الدولہ کے سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے اب انگریز یہ چاہتے ہیں کہ سراج الدولہ کے جن علاقوں پر ہم نے کامیابی سے قبضہ کیا ہے وہ ہم سے واپس لے کر پھر سراج الدولہ کی حکومت وہاں بحال کریں جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ ماضی میں چونکہ سراج الدولہ انگریزوں کے ساتھ مل کر ہمیں نقصان پہنچاتا رہا ہے لہٰذا اس کے جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے وہ سراج الدولہ کو واپس کیے جائیں اور نہ ہی انگریزوں کو موقع دیا جائے کہ وہ ان علاقوں پر قبضہ کر کے بعد میں یہ علاقے سراج الدولہ کے حوالے کر سکیں۔''

غازی خان جب خاموش ہوا تب گرونتی بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر کبھی کبھی میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی مردانہ لباس میں گھوڑے پر سوار ہو کر عملی طور پر جنگوں میں حصہ لوں۔''

گرونتی کے ان الفاظ میں غازی خان نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا اس کی اس حرکت پر شکوہ بھری آواز میں گرونتی بول اٹھی۔

''آپ میرے الفاظ پر اس طرح مضحکہ خیز انداز میں ہنسے کیوں؟''

غازی خان کہنے لگا۔

''ہنسوں نا تو روؤں تم جیسی نازک اندام لڑکی جنگ میں کیا حصہ لے گی تلوار اٹھاتے ہی کلائی میں بل پڑ جائے گا۔''

گرونتی منہ بسورتے ہوئے کہنے لگی۔

''جی نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے میں تیغ زنی کے فن سے آشنا ہوں اور پھر آپ جانتے ہیں کہ پرانے دور کی رانیاں مہارانیاں اور راج کماریاں بڑے بھرپور انداز میں جنگوں میں حصہ لیا کرتی تھیں۔''

جواب میں غازی خان مسکرا دیا کہنے لگا۔

''تمہارا کہنا بالکل درست ہے پرانے دور کی رانیاں، مہارانیاں راج کماریاں بے شک جنگوں میں اپنی بہترین اور عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہی ہیں اور وہ حرب وضرب میں ماہر بھی رہی ہیں لیکن تمہاری حالت مختلف ہے تم ہوا کے جھونکے سے اڑ جانے والی پتلی پتنگ سی لڑکی ہو کوئی دشمن زور سے آواز نکالے تو میرے خیال میں تمہارا سارا جسم لرزنے کانپنے لگ جائے گا ہاں اگر تم کسی کے خلاف زیادہ سے زیادہ حربہ استعمال کر سکتی ہو یا اپنے اور میرے

دفاع میں بھر پور کوشش کر سکتی ہو وہ یہی کہ تم رو کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کر سکتی ہو ویسے ایک بات میں نے تمہاری بہت عمدہ اور بھر پوری دیکھی ہے اور وہ یہ کہ جب تم روتی ہو تو پہلے کی نسبت اور زیادہ خوبصورت اور پرکشش ہو جاتی ہو۔''

جواب میں گرونتی مسکرائی تڑپ کر اس نے اپنا خوشبو بھرا نازک ہاتھ غازی خان کے منہ پر رکھ دیا پھر احتجاج بھری آواز میں کہنے لگی۔

''جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اللہ نہ کرے آپ پر یا مجھ پر کوئی برا وقت آئے لیکن اگر کوئی ایسا وقت آئے کہ مجھے آپ کی حفاظت کرنی پڑے تو قسم خدا کی جس طرح مادہ باگھ اپنے زخمی نر کی حفاظت کرتی ہے اس سے بھی بڑھ کے آپ کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو تیار کر سکتی ہوں آپ مجھے اتنا نازک اور کمزور نہ سمجھئے گا جیسا آپ سمجھتے ہیں۔'' غازی خان تھوڑی دیر تک تیز نگاہوں سے گرونتی کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے تم بڑی دلیر اور بہادر تو بنتی ہو پر تمہیں یاد ہوگا کہ پچھلی جنگ کے دوران جب میں خیمے میں آیا تھا تو تم مجھ سے ملی تھیں تو میں نے ایک ہاتھ تمہاری بغل میں ڈال کر تمہیں اوپر اٹھا دیا تھا یاد پڑتا ہے۔''

گرونتی نے مسکراتے ہوئے بڑے پیارے انداز میں اپنے دونوں بازو غازی خان کی بغلوں کے نیچے سے ڈالتے ہوئے اس کے شانوں پر رکھ پر اپنا سر دوسرے شانے پر رکھا پھر کہنے لگی۔

''آپ میرے شوہر ہیں میرے محافظ ہیں میرے لیے سب کچھ ہیں میں آپ کا مقابلہ تو نہیں کر سکتی لیکن وقت آنے پر میں آپ کی ایک عمدہ ساتھی اور رفیق تو ثابت ہو سکتی ہوں۔''

پھر گرونتی علیحدہ ہوئی ساتھ ہی غازی خان کہنے لگا۔

''اب اٹھو اپنے خیمے کا سامان سمیٹتے ہیں اتنی دیر تک کھانا آ جائے گا پھر میرے خیال میں لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔'' غازی خان کے ان الفاظ پر جست لگاتے ہوئے گرونتی اٹھ کھڑی ہوئی پھر دونوں میاں بیوی اپنا سامان ٹھیک کرنے لگے تھے۔

انگریزوں کا سالار کوٹ اب پہلے سے زیادہ تیاریوں کے ساتھ سلطان حیدر علی کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا تھا اس بار اس کے پاس بے شمار توپیں تھیں توپوں کو کھینچنے والے ان گنت بیل تھے بنگال سے اس کے لئے غلے سے بھری بڑی بڑی ستر کشتیاں پہنچ چکی تھیں کوٹ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ سلطان حیدر علی سے سراج الدولہ کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے وہ ہر

صورت میں خالی کرائے جائیں۔

سراج الدولہ جنگ میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس بار کوٹ نے اس کے بیٹے سیف الملک کو اپنے ساتھ لیا اور سلطان حیدر علی سے ٹکرانے کے لئے اس نے ویلور کا رخ کیا۔

سلطان حیدر علی کو اس کے مخبروں نے کوٹ کی پیش قدمی کی اطلاع دے دی تھی لہٰذا سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ دیس پورہ سے کوچ کیا وہاں سے پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان کاویری کے مقام پر پہنچا اس دوران مزید خبریں یہ پہنچیں کہ کوٹ نے اپنی راہ بدل لی ہے وہ تلوا لور کے راستے راتوں رات دھاوا مارتے ہوئے شال کے علاقے میں خیمہ زن ہوا ہے۔

سلطان کوٹ کے تعاقب میں تھا اور اگلے روز جب سورج نے دھرتی کے سینے کو جھانکا تب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا کوٹ کے سامنے آن نمودار ہوا جونہی سلطان کوٹ کے لشکر کے سامنے آیا کوٹ نے جنگ کی ابتدا کر دی۔

کوٹ اپنی جگہ مطمئن اور آسودہ تھا اس لیے کہ جو لشکر وہ لے کے آیا تھا اس کی تعداد سلطان حیدر علی کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی لشکر کے جس حصے سے کوٹ نے جنگ کی ابتدا کرنی تھی اس کے پیچھے اس نے دو مزید لشکر رکھے تھے ایک کا نام اس نے عقبی لشکر اور دوسرا بلیر جو بظاہر اس نے بار برداری اور پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رکھا تھا لیکن سلطان حیدر علی کے مخبروں نے اطلاع دے دی کہ جونہی جنگ اپنے عروج اور زوروں پر آئے گی کوٹ اپنے ان دونوں فالتو لشکریوں کو حرکت میں لائے گا وہ دونوں لشکر دائیں بائیں سے پہلوؤں کی طرف جا کے سلطان کے لشکر پر ضرب لگا کر اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے لہٰذا سلطان نے اس کا سد باب کر لیا تھا۔

سامنے کی طرف سے کوٹ کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان نے اپنے ساتھ محمد علی ہیبت جنگ مہامرزا اور کچھ دوسرے سالاروں کو رکھا تھا جو لشکر ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں کام کرتا تھا اسے کوٹ کے عقبی لشکر سے نمٹنے کے لئے احکامات دے دیئے گئے تھے اور کوٹ نے وہ لشکر جو بظاہر اپنے بار برداری کے جانوروں اور پڑاؤ کی حفاظت کے لیے مقرر کیا تھا اس سے نمٹنے کے لئے غازی خان کو مقرر کر دیا گیا تھا کوٹ اپنی جگہ مطمئن تھا کہ اس نے بہترین انتظامات کر لیے ہیں اور وہ ہر صورت میں سلطان حیدر علی کو پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا پھر دونوں لشکریوں کی جنگ کی ابتدا ہوئی تھی۔

آہستہ آہستہ میدان جنگ ایسی کیفیت اختیار کرنے لگا جیسے ہلکی ہلکی مدھم آگ کی بھٹی میں آنکھوں کو خیرہ جسموں کو سفاکانہ تپش اور دل کے دروازوں پر آگ کی دستک دیتے آتش فشاں پھٹ پڑے ہوں عمر کے جام بقا بڑی تیزی سے ٹوٹنے لگے تھے سویروں کو اندھیروں اونگتی نیندوں کو جاگتے سپنوں کا جامہ پہناتے ظلم وتشدد کے جھکڑ اٹھ کھڑے ہوئے تھے ایسا لگتا تھا کہ گم صم سوئے ان ویرانوں میں آہوں کے بہتے ساگر کی سی کیفیت بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہوگئی ہو۔

جنگ کی بھٹی جب خوب گرم ہوئی چاروں طرف آہوں کا نہ ختم ہونے والا ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تب سلطان کے مخبروں کے مطابق کئی انگریز سالار کوٹ کے دو پشتی لشکروں نے حرکت میں آنے کی کوشش کی سب سے پہلے ایک لشکر نے دائیں جانب سے ہوکر سلطان کے لشکر کی طرف بڑھنا چاہا تو فی الفور ٹیپو سلطان نے اپنی کارروائی کی سانسوں کی ڈوریاں کاٹتے دھوئیں کے تیز رو بادلوں کی طرح وہ کوٹ کے اس لشکر کی طرف بڑھا۔ عمر کی فوج رواں زندگی کے جاری سفر کو کاٹ دینے والے ہیولوں کی طرح اس پر وارد ہوا ٹیپو سلطان کے لشکر کا یہ حملہ ایسا ہولناک ایسا خوفناک تھا لگتا تھا لمحوں کے اندر محبت کے رقص وتبسم ساغر و مینا آنکھ و عارض نغموں اور خوشبو کی کاکل و زلف مظالم کی زودادوں اور خطاؤں کی کہانیوں میں تبدیل ہو کے رہ جائیں گے۔

بڑی تیزی کے ساتھ ٹیپو سلطان نے کوٹ کے اس لشکر کو کاٹنا شروع کر دیا تھا جبکہ سامنے کی طرف سے حیدر علی محمد علی مہا مرزا ہیبت جنگ اور دوسرے سالاروں نے بھی کوٹ کے لشکر پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

اتنی دیر تک عقب کی جانب سے کوٹ کا دوسرا لشکر بھی حرکت میں آیا اس نے بائیں جانب کاوا کاٹتے ہوئے اپنی کارروائی کی ابتدا کرنی چاہی لیکن اس سے نمٹنے اسے گلے لگانے کے لئے غازی خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بالکل تیار اور مستعد تھا۔

جونہی کوٹ کا وہ لشکر پہلو کی طرف آیا غازی خان کا دستہ بحر میں ظلمت کی گھٹاؤں اور نفس پرستی کے طوفانوں میں گھس جانے والے وقت کے بدترین طوفانوں کی طرح حرکت میں آیا تھا پھر وہ آتے جاتے لمحوں کو لمحہ لمحہ چڑھتی آوازوں کے کہرام دکھ اور ملول کے حیرت کدوں اور شب کے بے کراں اندیشوں میں انگارا جذبوں درد کی نئی سوغاتوں ٹوٹے بکھرے اجڑے دیار اور ادھوری تحریروں کا سماں باندھتے خوفناک عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کوٹ کو امید تھی کہ جنگ جب زوروں پر آئے گی تو اس کے دونوں عقبی لشکر سلطان حیدر

...ی کے لشکر کے پہلو پر جب ضرب لگائیں گے تو اپنی فتح اور حیدر علی کی شکست کو یقینی بنا کے ...ہ دیں گے لیکن اس کی یہ ساری تدبیر ناکام ثابت ہوئی عقبی لشکر میں سے ایک کو ٹیپو سلطان ...نے مکمل طور پر شکست دیتے ہوئے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا جبکہ دوسرے لشکر کو بڑی تیزی ...ے غازی خان نے کاٹتے ہوئے ان کی تعداد انتہا درجہ کی کم کر دی تھی اور انہیں پیچھے ہٹنے پر ...بور کر دیا تھا اب لگتا تھا جیسے کوٹ کے سارے ارادوں اس کی ساری خواہشوں کو برزخ ...مت کے دوراہے موت کے گردابوں غموں کے منجدھاروں میں کھڑا کر دیا گیا ہو۔

کچھ دیر تک مزید خوفناک رن پڑا پھر کوٹ جو اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھا اس نے ...یکھا اس کی اپنی ہی نہیں اس کے لشکر کی حالت بھی آنسوؤں کا روپ دھارتے الفاظ کو کوتاہ ...مت آرزوؤں ادھوری رتوں کے منجمد لمحوں کردار کی ہتھیلی سے گرے انسانوں بوند بوند پانی کو ...ستے بادلوں اور بری طرح الجھتے تنفس کی حدت میں پل پل بہتے قضا کے لمحوں سے بھی زیادہ ...رتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اس جنگ کے نتیجے میں کوٹ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مدراس کی طرف ...اگ گیا۔

کہتے ہیں انگریز ہر صورت میں سراج الدولہ کے علاقوں کو سلطان حیدر علی سے واپس لینے ...تل گئے تھے لہٰذا مدراس میں بڑی تیزی سے جنگی تیاریاں کی گئیں اور چند ہی دن میں انہوں ...نے کوٹ کو پھر اس قابل کر دیا کہ وہ سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکل کھڑا ہو سلطان کو ان ...اری خبروں کی اطلاع مل رہی تھی اس بار کوٹ پہلے سے بھی زیادہ تیاری اور ساز و سامان کے ...اتھ نکلا اور اس نے ویلور کا رخ کیا سلطان اس کی تاک میں تھا ویلور کی طرف بڑھتے ہوئے ...وٹ جب ترپاسور کے میدانوں میں پہنچا تو وہاں سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اس کی راہ ...وکے کھڑا ہوا۔

ترپاسور کے میدانوں میں ایک بار پھر جنگ شروع ہوئی یہ انتہائی خوفناک معرکہ تھا لوہا ...وہے سے ٹکرایا سنسناتے تیروں نے چاروں طرف موت کا سماں باندھ کر رکھ دیا تھا آگ کے ...گولے ہر سو برسنے لگے تھے دھواں دار انداز میں گولیاں اپنا کام دکھانے لگی تھیں ہر کوئی بہتر ...جنگی چال چلتے ہوئے اپنے دشمن کو زیر کرنے کے درپے تھا ترپاسور کے میدان میں جب ...جنگ اپنے زوروں پر تھی تو سلطان حیدر علی کے ایک توپچی نے اپنا کام خوب دکھایا اس نے ...دیکھا کوٹ کا ایک نائب سالار اسٹوٹ بڑی پامردی سے اپنے لشکریوں کو ابھارتے ہوئے ...انہیں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اکسا رہا تھا اس توپچی نے انگریزوں کے اسی سالار کو

نشانہ بنایا اور اس پر گولہ داغ دیا اس انگریز سالار کی قسمت اچھی کہ وہ بچ تو گیا لیکن گولہ بھی ناکام نہ ہوا اس کے پاس کچھ اس طرح گیا کہ اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی۔

اس انگریز سالار کا زخمی ہو کر اپنے گھوڑے سے گرنا تھا کہ اس کے آس پاس جو انگریز لشکری تھے ان کے اندر ایک طرح کی افراتفری اور انتشار پھیلنا شروع ہو گیا اس بار بھی انگریزوں کا سالار کوٹ سراج الدولہ کے بیٹے سیف الملک کو اپنے ساتھ لے کے آیا ہوا تھا اسی توپچی نے سیف الملک کو بھی اپنے گھوڑے پر سوار دیکھ لیا دوسرا گولہ اس نے اس پر داغ دیا وہ گولہ سیف الملک کے گھوڑے کو لگا گھوڑا گر گیا جس کی وجہ سے سیف الملک بھی پلٹیاں کھاتا ہوا دور جا گرا کہتے ہیں سیف الملک ایسا خوف زدہ ہوا اور اس پر ایسی دہشت چھائی کہ وہ فوراً بھاگتا ہوا لشکر کے پشتی حصے میں چلا گیا۔

اب انگریزوں کے سالار کوٹ کی حالت بڑی قابل رحم اور عجیب وغریب تھی بار بار اپنے لشکر کے وسط میں رہتے ہوئے اپنے دوسرے سالاروں سے مشورہ کرتا نئے نئے جنگی حربے آزماتا لیکن کوئی بھی اس کا جتن کامیاب نہیں ہو رہا تھا آخر جب سورج غروب ہو گیا تب کوٹ نے سکھ کا سانس لیا اس لیے کہ جنگ رک گئی تھی کوٹ شاید سمجھ گیا تھا کہ وہ سلطان کا مقابلہ نہیں کرسکتا لہٰذا راتوں رات وہ ترپاسور کے میدانوں سے بھاگ گیا۔

سراج الدولہ کا بیٹا سیف الملک ایک ہی گولہ لگنے سے ایسا خوفزدہ ہوا کہ راتوں رات وہ اپنے باپ سراج الدولہ کی طرف چلا گیا اگلے روز سلطان کے مخبروں نے سلطان کو خبر دی کہ ترپاسور کے میدان جنگ سے بھاگ کر کوٹ تلوانور کی طرف چلا گیا ہے۔ لہٰذا سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ ارکاٹ کی طرف بڑھا چونکہ وہاں کچھ شورشیں کھڑی ہو رہی تھیں اور اس کا نظم ونسق درست کرنا ضروری تھا۔

اسی دوران سلطان حیدر علی کو یہ بھی خبر ملی کہ فرانسیسیوں کا ایک سپہ سالار جس کا نام بسوری تھا وہ ایک لشکر لے کر کچھ جہازوں میں ساحل کے قریب لنگر انداز ہونے والا ہے سلطان ابھی ارکاٹ کے نظم ونسق میں مصروف تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ کوٹ اپنے لشکر کے ساتھ ولندیزیوں کے شہر ناگ پٹن کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اس لیے کہ گذشتہ جنگوں میں انگریزوں کے مقابلے میں وہ چونکہ حیدر علی کی مدد کرتے رہے تھے لہٰذا انگریزوں نے ولندیزیوں کو سبق سکھانے کے لئے ان سے ناگ پٹن کا قلعہ چھین لینے کا عزم کرلیا۔

مدراس سے ناگ پٹن کی طرف بڑھتے ہوئے اچانک انگریزوں کے سالار کوٹ نے ایک جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرلیا پھر لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے

ناگ پٹن کی طرف روانہ کیا تا کہ ناگ پٹن کا قلعہ ولندیزیوں سے چھین کر وہاں انگریزوں کی ایک مستحکم قوت رکھی جائے کوٹ کو یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ فرانسیسیوں کا ایک لشکر چند جہازوں میں سلطان حیدر علی کی مدد کے لئے پہنچ رہا ہے لہٰذا لشکر کا دوسرا حصہ اس نے ساحل کی طرف روانہ کیا اور اسے تاکید کی کہ کسی بھی صورت فرانسیسی جہاز کو کسی بندرگاہ یا ساحل پر لنگر انداز ہونے ہی نہ دیا جائے تا کہ وہ کسی محاذ پر سلطان حیدر علی سے نہ مل سکیں نہ اس کی مدد کرسکیں۔

لشکر کا تیسرا حصہ کوٹ نے اپنے پاس رکھا جہاں اس نے پڑاؤ کیا تھا وہیں رک جانا چاہتا تھا کہ حالات کا جائزہ لے اور ان دو لشکریوں کی کارکردگی کا انظار کرے جن میں سے اس نے ایک کو ناگ پٹن اور دوسرے کو فرانسیسیوں کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

یہ ساری خبریں سلطان کو بھی مل رہی تھیں لہٰذا سلطان نے اپنے لشکر کو تین کی بجائے چار حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ ایک چھوٹے سالار کی سرکردگی میں ولندیزیوں کی مدد کے لئے ناگ پٹن کی طرف بھجوایا دوسرا حصہ ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں اس لشکر کی طرف روانہ کیا جسے کوٹ نے فرانسیسیوں کو روکنے کے لئے روانہ کیا تھا تیسرا لشکر غازی خان کی سرکردگی میں دیتے ہوئے اسے حکم دیا گیا کہ وہ ویلور کا رخ کرے اور ویلور کے گردونواح میں ایسی ترک تاز اور یلغار کرے کہ ویلور کے اندر انگریزوں کا جو لشکر ہے اسے کھانے پینے رسد کی کہیں سے بھی کوئی چیز نہ ملے اور وہ قلعہ مسلمانوں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

لشکر کا چوتھا حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا محمد علی کو اپنی کمان داری میں رہنے دیا اور ایک جگہ رک کر وہ بھی اپنے لشکر کے تینوں حصوں کے نتائج کا انتظار کرنے لگا تھا۔

کوٹ کا وہ لشکر جو فرانسیسیوں کو روکنے کے لیے روانہ کیا گیا اس کی کمانداری برکنڈ نام کا ایک انگریز کر رہا تھا یہ لشکر کاری کل اور ترنگ واڑی کی طرف سے ہوتا پیش قدمی کر رہا تھا ٹیپو سلطان نے راستے ہی میں اس لشکر کو الجھا لیا اور اس پر تیروں کی ایسی تیز بچھاڑ کی کہ انگریز لشکر کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دکھائی دی لہٰذا انگریزوں کا کماندار لشکر کو لے کر قلعہ گوڈلو کی طرف بھاگا۔

وہاں سے بھی آگے بڑھا اور دریائے کوروم کے کنارے پہنچ کر ناریل کے ایک باغ میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرلیا اس لیے کہ اس کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ فرانسیسی لشکر اس ساحل پہ آ کے پڑاؤ کرے گا اور پھر حیدر علی کی طرف کوچ کرے گا۔

لیکن انگریزوں کے مذکورہ لشکر کی بدقسمتی کہ ٹیپو سلطان دھاوا مارتے ہوئے ان کے پیچھے تھا انگریز جب ناریل کے باغ میں پڑاؤ کر چکے تو ٹیپو سلطان بھی وہاں پہنچ گیا اور دشمن کے

اطراف میں اپنے لشکر کو پھیلا کر اس نے ایک طرح سے انگریزی لشکر کا گھیراؤ کر لیا تھا۔

اگلے روز جب انگریزوں کے لشکر نے کوچ کا نقارہ بجایا تو صدائے بازگشت میں ان کو توپوں کے چلنے اور گولوں کے پھٹنے کی آوازیں سنائی دیں تب وہ حواس باختہ ہو گئے اور انہیں پتہ چلا کہ ناریل کے جس باغ میں انہوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے اسے دو طرف سے ٹیپو سلطان نے گھیرے میں لے رکھا ہے اور اب ٹیپو سلطان کے حکم پر توپیں ان پر گولے برسا رہی ہیں۔

یہ صورتحال انگریزوں کے لیے بڑی سنسنی خیز تھی لہٰذا ان کے کمانداروں نے حکم دیا کہ توپوں کے برستے گولوں سے بچنے کے لیے ناریل کے درختوں کے پیچھے پناہ لے لیں۔

ٹیپو سلطان کو جب انگریزوں کی اس کارروائی کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے توپچیوں کو حکم دیا کہ باغ کے اندر کسی انگریز کو اپنی توپ کے گولے کا نشانہ نہ بنائیں بلکہ ناریل کے درختوں کو ہدف بناتے ہوئے گولے چلاتے رہیں یہ حکم ملتے ہیں گولے ناریل کے درختوں سے ٹکرانے لگے اور جب یہ لمبے لمبے وزنی درخت ٹوٹ ٹوٹ کر انگریزوں کے سر پر پڑے تو انگریزوں کا لگ بھگ نصف لشکر اسی باغ میں ابدی نیند سو گیا۔

یہ حالت انگریزوں کے لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا باغ کے جس سمت ٹیپو سلطان کا لشکر متعین نہیں تھا اس طرف سے وہ نکلے اور باغ کے قریب ہی ایک کافی بڑا بوسیدہ مندر اور ایک بستی تھی اس کی آڑ میں انگریز اپنے لشکر کی ہر چیز لے کر چلے گئے۔

سلطان حیدر علی کے مخبر انگریزوں کی ایک ایک حالت کی اطلاع ٹیپو سلطان کو کر رہے تھے۔ لہٰذا ٹیپو سلطان نے اپنے لشکر کو سمیٹا باغ کا محاصرہ ترک کر کے بستی اور مندر کی طرف بڑھا اور ایسی تیز تیراندازی اور گولہ باری کی کہ مندر کی دیواریں گر گئیں بستی فنا ہو کے رہ گئی کہتے ہیں کہ جب بستی اور مندر گر گئے تو ٹیپو سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اندر گھس کر انگریزوں پر حملہ کر دیا تھا اور اس قدر تلوار چلی کہ اس معرکے میں انگریزوں کا تقریباً سارا ہی لشکر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ٹیپو سلطان کے ہاتھوں انگریزوں کے اس لشکر کے خاتمے کے باعث فرانسیسیوں کو بڑی حفاظت کے ساتھ اپنے جہاز لنگرگاہ میں پہنچانے کا موقع مل گیا فرانسیسی سالار نے خشکی پر اترنے کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ کہ اس نے انگریزوں کے قلعے گوڈلور کا رخ کیا فرانسیسی قلعے کے ایک طرف گھات لگا بیٹھے اور قلعے کے انگریز سپہ سالار کو پیغام بھیجا کہ اب فرانسیسی یہاں پہنچ گئے ہیں ہم سے لڑنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے اس لیے قلعہ ہمارے حوالے کر دو۔

قلعہ دار فرانسیسیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا کہ اتنی دیر تک اسے یہ خبر ملی کہ ٹیپو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے دھاوا مارتے ہوئے اس کے قلعے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اب انگریز سالار کے اوسان خطا ہو گئے وہ جانتا تھا کہ جب ایک طرف سے فرانسیسی اور دوسری طرف سے ٹیپو سلطان حملہ آور ہو گا تو اس کے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں رہے گا لہٰذا اس نے بغیر کسی رد و قد کے قلعہ فرانسیسیوں اور ٹیپو سلطان کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قلعہ میں جس قدر ساز و سامان اور جنگی آلات تھے سب کی فہرست مرتب کی گئی اور اس فہرست کو فرانسیسی سالار اور ٹیپو سلطان کی طرف روانہ کر دیا گیا انگریزوں کے سالار کو یہ رعایت دی گئی کہ وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ وہاں سے نکل جائے۔

انگریز سالار نے اسے اپنے ساتھیوں کے لئے غنیمت جانا لہٰذا وہ قلعہ فرانسیسیوں اور ٹیپو سلطان کے حوالے کر کے وہاں سے نکل بھاگا۔

اب فرانسیسیوں کے آ جانے سے سلطان حیدر علی کی طاقت و قوت میں خوب اضافہ ہو گیا تھا دوسری جانب انگریزوں کا سالار اعلیٰ کوٹ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ لشکر کا وہ حصہ جو اس نے اپنی کمان داری میں رکھا ہوا ہے وہ اس کے ساتھ کہاں ضرب لگائے اسی اثناء میں ویلور کے نواح میں ایک ہولناک تبدیلی رونما ہوئی۔

سلطان حیدر علی نے ویلور کا محاصرہ کرنے کے لیے غازی خان کو اس کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا اور غازی خان کے لئے سلطان نے احکامات جاری کیے تھے کہ قلعہ کی اس قدر سختی سے ناکہ بندی کی جائے کہ کوئی انگریز نہ قلعے سے نکل سکے نہ باہر سے انہیں کوئی مدد یا خوراک کا سامان پہنچ سکے۔

غازی خان نے اپنے دستوں کو متعین کر کے ویلور کی طرف جانے والے تمام راستوں کی سخت ناکہ بندی کر دی کوئی حصہ کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس کے ذریعے قلعہ کے اندر غلہ کا ایک دانہ یا رسد کا سامان پہنچ سکے۔

محاصرہ کی ایسی سختی کی گئی کہ لوگ بلبلا اٹھے اس محاصرے کی سختی سے متعلق مورخین کچھ یوں رقم طراز ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں پورے علاقے میں اس محاصرے کی سختی کی وجہ سے غلے کا زبردست قحط پڑ گیا اشیائے ضرورت کی نایابی سے روزمرہ کے کام بند ہو گئے ویلور کے اس شہر آشوب کا یہ عالم تھا

کہ شہر کے بقال اپنے ترازوؤں پر سر جھکائے بیٹھے تھے نان بائی اپنے ٹھنڈے تندوروں کے کنارے شکم کے تندوروں کی آگ میں اندر ہی اندر جھلسنے لگے زرگر کٹھالیوں میں بجائے سونے کے اپنی جان تپانے لگے آہن گروں کی بھٹیاں زمانہ کی سرد مہری نے ٹھنڈی کر دیں سبزی فروشوں کے سران کی سبز بختی کے ہاتھوں بے مغز کدو کی طرح کھوکھلے ہونے لگے قصاب بھیڑ اور بکری کی جگہ خود اپنی کھال اتروانے کے لئے تیاری کرنے لگے تھے اور حجام استرے پھینک کر مجسم آئینہ حیران بنے ٹک ٹک دیکھنے کا نظارہ پیش کرتے تھے۔ قلعے کے اندر جو انگریز تھے وہ اپنے نیرنگی زمانہ کا رونا روتے آنسوؤں سے اپنے چہروں کو دھوتے تھے لشکر کے باورچی خانوں میں دیگیں پکنی بند ہو گئی تھیں غرض یہ کہ ویلور میں زندگی کے سارے کاروبار بند ہو گئے اور لوگ بھوکوں مرنے کے لئے تیاریاں کرنے لگے تھے۔

جوں جوں دن گزرنے لگے غازی خان نے محاصرے میں سختی پر سختی کرنی شروع کر دی یہاں تک کہ شہر کے لوگ بلبلا اٹھے۔

بڑی مشکل سے ویلور میں جو انگریزوں کا سالار تھا اس کا ایک قاصد مدراس پہنچا اور ویلور کی تباہ حالی کا قصہ روتے ہوئے مدراس کے انگریز اہلکار کو سنایا۔

ویلور کی اس حالت کا سن کر مدراس میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر شخص نے اپنے سالار اعلیٰ کوٹ کو تنقید اور اعتراض کا نشانہ بنانا شروع کر دیا لہٰذا مدراس کی طرف سے کوٹ کی طرف احکامات جاری کیے گئے کہ وہ ہر صورت میں آگے بڑھ کر ویلور کے محصور انگریزوں کی مدد کرے۔

مدراس سے احکامات ملنے کے بعد بہر حال کوٹ نے جس جگہ پڑاؤ کر رکھا تھا وہاں سے اس نے کوچ کیا وہ جانتا تھا کہ ویلور کے نواح میں سلطان کا بہترین سالار غازی خان اپنے لشکر کے ساتھ موجود ہے اور اگر کوٹ نے اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ اس سے ٹکرانے کی کوشش کی تو غازی خان اسے لوہے کے چنے چبوا کے رکھ دے گا۔

لہٰذا کوچ کی تھوڑی دیر بعد انگریزوں کے سالار کوٹ نے ایک مکر و فریب سے کام لیا آگے بڑھتے ہوئے اس نے اپنے ہرکاروں اپنے طلایہ گروں کے ذریعے چاروں طرف افواہ پھیلا دی کہ کوٹ ارکاٹ پر شدید حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے۔

جب یہ خبریں سلطان حیدر علی کو ملیں تو سلطان نے ارکاٹ کا رخ کیا غازی خان بھی ویلور کا محاصرہ ترک کر کے ارکاٹ کی طرف بڑھا کوٹ نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھایا فوراً اور ویلور کی طرف بڑھا ویلور میں رسد کا ضرورت کا دوسرا سامان پہنچانے کے بعد وہ چاہتا تھا

کہ جہاں اس نے پہلے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں چلا جائے۔

سلطان کو جب خبر ہوئی کہ ارکاٹ کی طرف آنے کی بجائے انگریزوں کے سالار کوٹ نے ویلور کا رخ کیا ہے اور وہاں اس نے رسد پہنچائی ہے تو وہ بڑا برانگیختہ ہوا تاہم پورے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آیا لیکن اپنے آگے آگے لشکر کا ایک حصہ محمد علی اور غازی خان کو دینے کے بعد اس نے حکم جاری کیا کہ وہ دونوں انگریزوں کے سالار کوٹ اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کریں اور اس کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کا کھیل کھیلتے ہوئے اسے دھوکہ دہی کی کڑی سزا دیں۔

کوٹ کو جب خبر ہوئی کہ سلطان نے اس کے پیچھے پیچھے اپنے دو سالار محمد علی اور غازی خان کو لگا دیا ہے تب وہ بھی بڑا فکر مند ہوا اس نے واپسی کا سیدھا راستہ چھوڑ کر رسول نگر کی پہاڑیوں کا راستہ اختیار کیا اس نے جب دیکھا کہ محمد علی اور غازی خان برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گئے ہیں تب سفر کرنے کی بجائے اس نے کوہستانی سلسلے کے اندر پناہ اور گھات لے لی تھی۔

محمد علی اور غازی خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس کوہستانی سلسلے کے نیچے ایک طرف گھات لگا گئے تھے اب عجیب کش مکش شروع ہو گئی تھی کوٹ کو یہ ہمت اور جرأت نہیں ہو رہی تھی کہ اس پہاڑی سلسلے سے نکل کر غازی خان اور محمد علی کا مقابلہ کرے۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ کوٹ نے دیکھا کہ اگر وہ اسی طرح کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں پڑا رہا چھپتا رہا مقابلہ نہ کیا تو اس کے پاس جو خوراک کے ذخیرے ہیں وہ بالکل ختم ہو جائیں گے اور اس کا لشکر محمد علی اور غازی خان کے ہاتھوں مرنے کی بجائے بھوک سے مر جائے گا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ایک روز کوٹ اچانک مخالف سمت سے نکل بھاگا کوہستانی سلسلے سے نکلنے سے پہلے اس نے کالستری اور یم راج کے علاقوں کے ہندو زمین داروں اور بڑے بڑے ٹھاکروں کی طرف پیغام بھجوائے کہ وہ سلطان حیدر علی کی بجائے انگریزوں کا ساتھ دیں ان ٹھاکروں اور زمین داروں کے لوگ انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے محمد علی اور غازی خان کے لشکر میں آ کے جمع ہو گئے تھے وہ چاہتے تھے کہ انگریزوں پر ناقابل تلافی ضرب لگائیں لیکن جب انگریز سالار کوٹ نے بڑے زمین دارروں اور ٹھاکروں کو دولت اور نقدی کا لالچ دیا تب وہ غداری پر اتر آئے اور غازی خان اور محمد علی کا ساتھ چھوڑ کر انگریزوں سے جا ملے۔

بہر حال کوٹ نے جب پیش قدمی شروع کی تو غازی خان اور محمد علی نے اس کے ساتھ ہولناک چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر دی تھی اس موقع پر کالستری اور یمراج کے علاقوں کے مسلح ہندو جو غازی خان اور محمد علی کے لشکر سے علیحدہ ہو گئے تھے انہوں نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ انگریزوں کا ساتھ دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے انگریزوں کو رسد اور دوسرا ضروریات کا سامان فراہم کرنا شروع کر دیا تھا تا کہ کوٹ اپنے لشکر کے ساتھ با حفاظت مدراس کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو جائے۔

مسلح ہندوؤں کا ساتھ ملنے کے باوجود محمد علی اور غازی خان نے اپنے جان لیوا حملوں سے کوٹ کو ہلا کے رکھ دیا تھا اور وہ محسوس کرنے لگا تھا کہ اگر محمد علی اور غازی خان نے اسی طرح انگریزوں کے ساتھ چھاپہ مار جنگ جاری رکھی تو نا صرف یہ کہ انگریز سارے سامان رسد سے محروم ہو جائیں گے بلکہ ان کے پاس جو اسلحہ بارود ہے اس سے بھی انہیں ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے اور اپنے لشکر کے کافی حصے کو کٹوا کر کہیں اسے مدراس پہنچنا نصیب ہو گا۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے کوٹ نے یہ قدم اٹھایا کہ اس کے لشکر میں جس قدر رسد اور ضروریات کا دیگر سامان تھا وہ اس نے کالستری اور یمراج کے ٹھاکر کے حوالے کیا اور اس کے لشکر میں جو ہندو شامل ہوئے تھے اس سامان کی حفاظت پر انہیں مقرر کیا گیا اب اپنا سامان ہندو ٹھاکروں کے حوالے کرنے کے بعد کوٹ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا لہٰذا وہ بڑی تیزی سے مدراس کی طرف بھاگا تھا۔

محمد علی اور غازی خان تو لگاتار کوٹ کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے اور لحہ بہ لحہ اس کے لشکر کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے تھے اتنی دیر تک سلطان حیدر علی بھی بقایا لشکر کے ساتھ وہاں آن پہنچا سلطان کو اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی کہ کوٹ کے لشکر میں جس قدر ہاتھی، اونٹ خیمہ خرگا بھاری توپیں اور ان گنت بندوقیں دوسرا جنگی سامان اور خوراک کے ذخائر تھے وہ یمراج کے ٹھاکر کے حوالے کر دیئے گئے ہیں اور مسلح ہندو اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔

یہ خبر سنتے ہی سلطان حیدر علی نے خوشی کا اظہار کیا اور انگریزوں کا سامان جو ہندو مسلح لے کے جا رہے تھے سلطان نے ان کے خلاف یلغار کر دی اور ایک ہی حملے میں سب کو پامال کر کے رکھ دیا۔

کہتے ہیں جس قدر مسلح ہندو انگریزوں کا سامان لے کے جا رہے تھے سلطان نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ان کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان کے ہاتھوں بے شمار ہاتھی، اونٹ، خیمے، توپیں، بندوقیں، گجراتی گائیں، پرواری بھینیں خوراک کے وسیع ذخائر اور بے شمار

مویشی اور نقدی غنیمت کے طور پر ملیں اس سامان میں جو چیزیں سلطان سمجھتا تھا کہ اس کے کام کی نہیں ہیں وہ اس نے آس پاس کے غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیں اس کے بعد سلطان حیدر علی نے کالستری اور یمراج کے جو غدار ہندوؤں کا لشکر تھا اس کی طرف توجہ کی اس لیے کہ یہ سب مسلح ہندو چنور کے مضبوط اور مستحکم قلعے کے باہر جمع ہو گئے تھے یہ قلعہ اس وقت انگریزوں کے قبضے میں تھا اور قلعے کے اندر انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر تھا اس طرح چنور کے باہر جمع ہونے والے ان ہندوؤں نے قلعے کے انگریزوں کے ساتھ بات کی اور یہ طے پایا کہ اگر سلطان حیدر علی قلعے سے باہر مسلح ہندوؤں پر حملہ آور ہو تو قلعے سے انگریز نکل کر اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اسے ایسا نا قابل تلافی نقصان پہنچائیں کہ وہ یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے۔

چنور کے انگریزوں اور ہندوؤں کی بدبختی کہ ان کی اس غداری اور اس سازش کی اطلاع سلطان کو بھی ہو چکی تھی لہٰذا سلطان نے تیز رفتار قاصد محمد علی اور غازی خان کی طرف بھجوائے اور حکم جاری کیا کہ وہ مدراس کی طرف بھاگتے کوٹ کا تعاقب ترک کر دیں۔

اس وقت تک محمد علی اور غازی خان ویسے ہی کوٹ کا تعاقب ترک کر چکے تھے اور واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ اس لیے کہ کوٹ بچے کھچے لشکر کو لے کر مدراس کی طرف بھاگ گیا تھا سلطان نے محمد علی اور غازی خان کو یہ بھی پیغام بھجوایا دیا کہ کوٹ کے ساتھ مل کر جن مسلح ہندوؤں نے ان سے غداری کی تھی وہ ایک کافی بڑے لشکر کی صورت میں چنور کے باہر جمع ہو گئے ہیں اور چنور کے انگریزوں کے ساتھ انہوں نے ساز باز کر لی ہے لہٰذا جب وہ چنور کے باہر ہندوؤں پر حملہ آور ہوا تو وہ شہر سے نکلنے والے انگریزوں کا اپنا ہدف بنائیں اور ان کا خاتمہ کر کے قلعے پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں۔

معاملہ طے پانے کے بعد سلطان تیزی سے آگے بڑھا چنور کے باہر جمع ہونے والے ہندوؤں کو اس نے اپنا ہدف بنایا اور وہ مضبوط دست و بازو کی لازوال و بے مثال جرات مندی، راز یزداں کی اس زمین کے گھرے اندھیروں میں داخل ہو جانے والے مہتاب کے نور بخوم کی ضیاء کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اور انہیں اپنے پہلے ہی حملے میں کاٹنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری جانب چنور کے اندر انگریزوں کا جو لشکر تھا اس نے جب دیکھا کہ سلطان حیدر علی مسلح ہندوؤں پر حملہ آور ہو چکا ہے تو وہ بھی شہر سے نکلا تا کہ سلطان کی پشت کی جانب سے

حملہ آور ہو لیکن اس کی بدبختی کی ابتدا فوراً ہی ہو گئی اس لیے کہ اس کی پشت کی جانب سے اچانک محمد علی اور غازی خان نمودار ہوئے اور وہ اس پر آلاؤ کے اٹھتے شعلوں رقص کرتے آتشیں بگولوں اندھیروں سے نصیب لکھنے والے سیاہ گری کے ہنرمندوں لا حاصل زندگی کی ساری کاوشوں کو ناگفتہ خیالوں کی تجسیم میں تبدیل کر دینے والے بے خوفی کے ابر پاروں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان حیدر علی کے سامنے مسلح ہندوؤں غازی خان اور محمد علی کے سامنے انگریزوں کی حالت بڑی تیزی سے منزل کے ٹوٹے سنگ میل کے جذبوں کے منہدم خوابوں اور بے بسی اور ناتوانی کے خوف سے بھی زیادہ بری ہونی شروع ہو گئی تھی۔

یہاں تک کہ نوبت یہ پہنچی کہ سلطان نے سارے باغی اور غدار ہندوؤں کا خاتمہ کر دیا اس وقت تک محمد علی اور غازی خان نے انگریز سالار اور اس کے سارے لشکریوں کا خاتمہ کر کے چنور شہر پر قبضہ کر لیا اس طرح سلطان حیدر علی محمد علی اور غازی خان فاتح کی حیثیت سے انگریزوں کے شہر چنور میں داخل ہو گئے تھے۔

انگریز اپنے سالار کوٹ کو سب سے زیادہ دانش مند اور کڑا کمان دار خیال کرتے تھے اور وہ امید لگائے ہوئے تھے کہ کوٹ سلطان حیدر علی کو سراج الدولہ کے علاقوں سے نکال باہر کرے گا۔ اور ایسا کرنے کے بعد وہ الٹا سلطان حیدر علی کے کچھ علاقوں پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا لیکن حالات و واقعات انگریزوں کے ارادوں کے الٹ نمودار ہو رہے تھے سراج الدولہ کے جس قدر علاقے سلطان نے فتح کیے تھے ان پر سلطان نے اپنی گرفت مضبوط رکھی کافی بڑا لشکر اپنے پاس رکھنے کے باوجود انگریز کمان دار کوٹ اپنے لشکر کو مدراس کی نواح گاہ تک ہی محدود رکھنے پر ہی مجبور ہوا تب سراج الدولہ کے علاقوں سے انگریزوں کو بے دخل کر کے سلطان نے جس بہادری اور تدبر سے اپنی حدود سلطنت کو وسیع کیا تھا اس کا چرچا اور اس کی شہرت پورے ہندوستان میں ڈنکے کی چوٹ کی طرح سنا گیا اور حیدر علی کے جتنے دشمن تھے وہ اس کی کامیابی پر سر بگریباں اور شرم سار ہو کے رہ گئے تھے۔

انگریز کماندار کوٹ بار بار سلطان حیدر علی سے ٹکراتا پریشان اور شکست خوردہ ہو کر مدراس کی طرف بھاگا اب انگریزوں کے سامنے جو سب سے بڑا لشکر تھا وہ یہ کہ ویلور میں جوان کا لشکر محصور تھا اسے پھر کسی نہ کسی طرح رسد پہنچائی جائے۔

کوٹ کے مدراس پہنچنے کے بعد مدراس میں انگریزوں کو یہ خبر ملی کہ سلطان نے کالستری اور یمراج کے باغی اور غدار زمین داروں اور ٹھاکروں پر حملہ آور ہو کر انہیں نیست و نابود کر

کے رکھ دیا ہے۔ تب ویلور کے محصورین کے علاوہ یہ انگریزوں کو ہلا دینے والی دوسری خبر تھی۔

انگریز اس پریشانی سے دو چار تھے کہ اسی اثناء میں ویلور میں جوان کا کمان دار تھا اس کا خط پہنچا اس نے لکھا تھا کہ ویلور میں غلے کا قحط پڑ گیا ہے انگریز لشکری اور شہر کے مکینوں کی جان پر بن گئی ہے یہاں تک کہ انگریز کمان داروں کے چولہے بھی دو دو وقت تک ٹھنڈے رہنے لگے ہیں اور آئے دن لوگ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے ہلاک ہوتے جا رہے ہیں جب یہ خبر مدراس پہنچی تو ایک بار پھر کوٹ کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ ویلور میں رسد رسانی کا کام سرانجام دے۔

کوٹ مرتا کیا نہ کرتا پہلے سے بڑا لشکر لے کر نکلا ویلور کی طرف روانہ ہوا سلطان کو اس کے کوچ کی خبر ہو چکی تھی پہلے کی طرح سلطان نے تہیہ کیا کہ اس کی راہ نہیں روکنی چاہئے بلکہ اپنے چھاپہ مار دستوں کو اس پر وار کر دینا چاہئے تاکہ وہ نا صرف کوٹ کے لشکر کی تعداد کم کریں بلکہ اس سے رسد کا سامان بھی آہستہ آہستہ چھینتے رہیں۔

سلطان نے یہ کام غازی خان اور مہا مرزا اور چند دوسرے سالاروں کے ذمے لگایا محمد علی کو اپنے ساتھ رکھا اور ایک لشکر ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں بالکل مستعد کر دیا تاکہ ضرورت پڑنے پر اسے فی الفور حرکت میں لایا جا سکے۔

کوٹ جب ویلور کی طرف بڑھا تو پہلے کی طرح غازی خان اور مہا مرزا نے اس پر وارد ہونا شروع کر دیا اس کے لشکر پر چھاپے مارنے کی ابتدا کی بالکل ایسے جیسے قضا کے لمس شاہینوں کی طرح منڈلاتے ہوئے آتے ہیں اور آ کر اپنا کام کر کے پھر چلے جاتے ہیں یہی کام غازی خان مہا مرزا نے انگریزوں کے ساتھ شروع کیا اس چھاپہ مار جنگ کے نتیجے میں نا صرف یہ کہ انہوں نے کافی انگریز لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بلکہ کوٹ سے رسد کا کافی سامان بھی چھین لیا۔

بہر حال کوٹ ویلور پہنچا رسد کا کچھ سامان راستے میں اس سے غازی خان اور مہا مرزا نے چھین لیا تھا اور کچھ وہ قلعہ میں لانے میں کامیاب ہوا اس طرح ویلور میں جو پہلے سے موجود لشکر تھا اس کی ہمت بندھ گئی اس لئے کہ اس بار جو کوٹ اپنے ساتھ لشکر لے کر آیا تھا اس کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ تھی انگریز اب محسوس کر رہے تھے کہ دونوں لشکریوں کے مل جانے سے اب وہ ہر جگہ سلطان حیدر علی کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

انگریزوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح سلطان حیدر علی کے مختلف دستے چھاپہ مار جنگ کرتے ہیں ان سے سامان رسد چھینتے ہیں اسی طرح کی کارروائیاں وہ بھی شروع کریں

سلطان حیدر علی کے مختلف لشکروں یا آس پاس کی آبادیوں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لیے رسد اور سامان کے ذخائر حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

غازی خان اور مہا مرزا کو انگریزوں کا حملہ آور ہونے کا حکم دے کر سلطان باقی لشکر کو لے کر دھوبی گڑھ میں جا کر مقیم ہو گیا تھا انگریزوں نے بھی اپنے طلایہ گر اور مخبر ادھر اُدھر پھیلا دیئے تھے تا کہ وہ یہ خبریں دیں کہاں سے خوراک اور رسد کا سامان حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسی دوران انگریزوں کو یہ خبر ملی کہ بنجاروں کا ایک بہت بڑا قافلہ جن کے پاس چار پانچ ہزار کے قریب بیل ہیں جن پر غلہ لاد کر وہ آرنی کی طرف جا رہے ہیں اس پر حملہ آور ہو کر نا صرف بیل بلکہ غلے پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔

بنجارے دراصل جنوبی دکن کی ایک نیچ قوم تھی وہ خانہ بدوش تھے اور بندرگاہوں سے رسد اور غلہ کا سامان لے جایا کرتے تھے یہ لوگ سانپ کی پرستش کرتے تھے چوری چکاری ان کا مشغلہ تھا۔

بہر حال انگریزوں کو جب بنجاروں کے اس قافلے کی اطلاع ملی تو انہوں نے بنجاروں کے ان قافلوں پر حملہ آور ہو کر ان کا سامان لوٹنے کا تہیہ کر لیا۔

دوسری جانب دھوبی گھاٹ میں مقیم حیدر علی کو بھی مخبروں نے اطلاع دی کہ انگریز بنجاروں کے قافلوں کو لوٹنے کے درپے ہیں لہٰذا انگریزوں کی اس کارروائی کو روکنے کے لئے سلطان نے ٹیپو سلطان کو روانہ کیا۔

انگریز بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آئے بنجاروں پر حملہ آور ہوئے پہلے ہی حملے میں انہوں نے بنجاروں کا خاتمہ کر کے ان کے قافلے کو پراگندہ کر دیا اور تمام بیلوں کو غلہ سمیت ہانک کر لے جانے لگے۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کی پشت کی طرف سے ٹیپو سلطان نمودار ہوا پھر وہ انگریزوں کے اس لشکر پر انتقامی تابکاری کے فولادی پنجوں اور قہر ساز کارروائیوں کو صداؤں میں ڈبو دینے والے موت کے سرگرداں ہیولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اپنے جان لیوا حملوں کے باعث ٹیپو سلطان نے قدم قدم پر نفس نفس میں انگریزوں پر یک بستہ فضاؤں میں ٹھٹھرتے ہاتھوں بجھی بجھی ویران بستیوں اور تاریکی میں غسل کرتی بے کراں فضاؤں جیسی کیفیت طاری کرنا شروع کر دی تھی۔

ٹیپو سلطان کے اس حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز بھاگ کھڑے ہوئے ان کے لشکر کے ایک

ئے تھے وہ چھین کر ویلور کی طرف لے جانا چاہتے تھے وہ ٹیپو سلطان نے چھین لیے اور واپس وبی گڑھ میں سلطان کے پاس چلا گیا اس کے چند ہی دن بعد انگریزوں کو خبر ملی کہ دان باری ر آب نور گڑھ کی طرف سے ایک بہت بڑا قافلہ سلطان حیدر علی کے لئے رسد کا سامان لے ر آ رہا ہے انگریزوں نے جو چھاپہ مار دستے مقرر کیے تھے ان کے ذمے کام لگایا گیا کہ وہ صورت میں اس کاروان پر حملہ آور ہوں اور رسد کا جو سامان سلطان کے لیے لے جا رہا ہے اسے چھین کر ویلور لانے کی کوشش کریں۔

بہر حال انگریزوں کا بہت بڑا لشکر اس کاروان کو لوٹنے کے لئے روانہ ہوا حیدر علی کے لئے رسد لانے والا وہ کاروان ابھی پلی گنڈا کے مقام پر پہنچا تھا کہ سامنے کی طرف سے انگریز آتے دکھائی دیئے انگریزوں کو یقین تھا کہ ان کی اس کارروائی کی کسی کو کان و کان خبر تک نہ ہو گی لیکن ابھی وہ اس کاروان کے نزدیک تک نہ پہنچے تھے کہ بائیں جانب سے ٹیپو سلطان پنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اس لیے کہ ان کی نقل و حرکت کی اطلاع سلطان کو ہو چکی تھی سلطان نے ٹیپو سلطان کے علاوہ غازی خان کو بھی اس لشکر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا س لیے کہ وہ بھی اپنے چھاپہ مار دستوں کے ساتھ فارغ ہو چکا تھا جس وقت بائیں جانب سے ٹیپو سلطان انگریزوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نمودار ہوا تھا اسی لمحے دوسری طرف سے غازی خان اور مہا مرزا بھی نمودار ہوئے دونوں لمحوں کے اندر بے دست و پا کر دینے والے طوفانوں کی طرح انگریزوں پر اژدھ پڑے دیکھتے ہی دیکھتے انگریزوں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کہتے ہیں کہ انگریزوں کے اس پورے لشکر میں سے ایک انگریز بھی واپس بھاگ کر ویلور نہ پہنچ سکا کچھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کچھ کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

جو زندہ گرفتار کیے گئے ان کے ناک اور کان کٹوا کر چھوڑ دیا گیا تا کہ وہ ویلور پہنچیں اور وہاں جو انگریزوں کا سالار کوٹ اور اس کے لشکری ہیں ان کے لئے عبرت کا نشان بنیں۔

گرفتار ہونے والے جن انگریزوں کے ناک کان کٹوا کر قلعہ ویلور کی طرف روانہ کیے گئے تھے وہ جب ویلور پہنچے تو وہاں انگریزوں کا سالار کوٹ ہی نہیں دیگر سارے سالار اور لشکری تک کانپ کے رہ گئے تھے کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی پورا ایک مہینہ ویلور کے قلعہ سے باہر نکلنے کی جرات نہ کر سکا اس لئے کہ اس کارروائی نے ان پر ایک طرح کا خوف اور وحشت برپا کر کے رکھ دی تھی۔

انگریز کمان دار کوٹ نے جب دیکھا کہ اگر اس نے اپنے اور پہلے سے ویلور میں مقیم لشکر کے ساتھ ویلور ہی میں قیام کیے رکھا تو ایک بار پھر وہ خوراک کی قحط سالی کا شکار ہو جائیں گے

لہٰذا چار و نا چار وہ ویلور سے نکلا وہ جانتا تھا کہ جونہی وہ ویلور سے نکلے گا سلطان اور اس کے لشکری یا تو اس پر حملہ آور ہو جائیں گے یا اس کے ساتھ نہ ختم ہونے والی چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر دیں گے بہر حال ویلور سے نکل کر کوٹ چنیار گڑھ کی طرف بڑھا تھا۔

کوٹ کے ویلور سے کوچ کی خبر جب سلطان کو ہوئی تو سلطان فوراً اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا غازی خان اور ٹیپو سلطان کو بھی اس نے طلب کر لیا سلطان نے کوٹ سے مقابلہ کرنے کے لیے یہ پیش بندی کی کہ لشکر کے اندر جس قدر خوراک رسد کا سامان اور مال و مویشی تھے انہیں ایک چھوٹے لشکر کی حفاظت میں ایک محفوظ جگہ ٹھہرایا اور خود لشکر کے باقی حصے کے ساتھ ایک محفوظ جگہ گھات لگا کر انگریزوں کے لشکر کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔

جس جگہ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا تھا تاکہ وہاں سے نکل کر کوٹ پر حملہ آور ہو وہ ایک باغ تھا جس کے اندر گھنے درخت تھے دوسری جانب انگریزوں کے سالار کوٹ کو بھی علم ہو چکا تھا کہ اس کی راہ روکنے کے لیے مسلمانوں کے سلطان حیدر علی نے ایک باغ کے اندر گھات لگا رکھی ہے انگریزوں کو یہ خبر بھی پہنچ چکی تھی کہ حیدر علی کے ساتھ اس وقت بڑے سالاروں میں سے صرف محمد علی ہی ہے جبکہ غازی خان اور ٹیپو سلطان ابھی تک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سلطان کے پاس نہیں پہنچے لہٰذا انگریزوں نے اندازہ لگا لیا کہ جو لشکر اس وقت سلطان کے پاس ہے وہ انگریزوں کے لشکر کا پانچواں چھٹا حصہ بھی نہیں ہے لہٰذا انگریزوں کے حوصلے بڑھ گئے انہوں نے ارادہ کر لیا کہ سلطان حیدر علی کو اپنے سامنے نیچا دکھانے اور زیر کرنے کا یہ بہترین موقع ہے جس باغ میں حیدر علی نے پڑاؤ کر رکھا ہے اس کا گھیراؤ کر لیا جائے اور اس پر ایسا حملہ کیا جائے کہ سلطان حیدر علی اپنے لشکر کے ساتھ کہیں سے بھی بچ کر نکلنے نہ پائے۔

بہر حال انگریز سالار کوٹ جب اپنے لشکر کے ساتھ اس باغ کے قریب پہنچا جس میں سلطا نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا تھا تو سلطان کے لشکری انگریزوں کی راہ روک کھڑے ہوئے اس طرح اس باغ کے کناروں پر سلطان حیدر علی اور انگریزوں کے درمیان خوفناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔

اس موقع پر محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے حیدر علی سے التماس کی کہ وہ باغ سے نکل کر آرنی کے قلعہ کی طرف چلا جائے اور وہ خود انگریز سالار کوٹ سے نمٹ لیں گے۔

سلطان نے پہلے تو ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب انہوں نے سلطان کی منت سماجت کی زور ڈالا تب سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس باغ سے نکلا اور آرنی کے

قلعہ کی طرف چلا گیا۔

سلطان کے باغ خالی کرنے کے بعد محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی اب انگریزوں کے سامنے باغ تھا ان کی تین اطراف خالی تھیں سب سے پہلے محمد علی انگریزوں کے دائیں جانب سے وقت کے اندھیروں اور گہری تاریکیوں میں انجانے پروں پر پرواز کرتی قضا دشت مشیت میں پھیلتے بڑھتے خونی دائروں اور دل و جان کے رشتوں کو معدوم کرتے آتشیں ریگ زاروں کے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

بائیں جانب سے غازی خان نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ ساون کی جھڑیوں کی طرح برستے، آنکھوں کی ساری خوش گمانیاں ختم کرتے بھوکے سرگرداں دوہوں کرنوں کی بند مٹھی کی طرح خاموش صحرا میں قضا کے پروردہ ہولناک کرب اور چپہ چپہ چھان مارنے والی بے روک آندھیوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

پشت کی جانب سے ٹیپو سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ انگریزوں پر دہکتی شام کی آنکھوں میں نوحاگری کے آخری کہرام ذلت اور پستی میں بڑے سخن کے سارے الفاظ کے ماضی تبدیل کرتے زمانے کے ماورائی لمحوں اور موت کے دائرے بنتے بھنور کی طرح دھاوا بول چکا تھا۔

اب ان تین اطراف کے حملوں سے انگریزوں کی حالت بڑی تیزی سے کسمسائی رسوایوں کی ہزیمت سونی راہوں پر ٹوٹی بکھری آس پیڑوں کے کنج میں بین کرتی فاختاؤں اور شعور ذات میں کھولن پیدا کرتے احساسات کے اندھے اندھیروں سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے سالار کوٹ کے لشکر کو تین اطراف سے کاٹنا شروع کر دیا تھا جس کے نتیجے میں کوٹ بڑی مشکل سے اپنے لشکر کو لے کر اس باغ میں داخل ہوا باغ کے اندر گھس کر بھی اس کے لشکر کا کچھ دیر قتل عام ہوا اور یہ کارروائی اس وقت رکی جب سورج غروب ہو گیا۔

اپنے اس نقصان پر انگریز سالار کوٹ بوکھلا اور تلملا کر رہ گیا تھا تاہم جب رات آن پڑی تب اس نے شکر کیا کہ دشمن کے حملوں سے اسے نجات ملی اور پھر رات کی تاریکی میں سلطان کے سالاروں کے مزید حملوں سے بچنے کے لیے کوٹ وہاں سے نکل بھاگا اور علی آباد کی طرف گیا اور وہاں جا کے اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

محمد علی اور غازی خان ٹیپو سلطان تینوں نے اپنے لشکر کو اس جگہ ستانے کا موقع فراہم کیا

جہاں انگریزوں سے جنگ ہوئی تھی انگریزوں کی چھوڑی ہوئی ہر چیز پر انہوں نے قبضہ کرلیا ادھر جب انگریز سالار کوٹ علی آباد کے مقام پر خیمہ زن ہوا تب آرنی میں مقیم حیدر علی کو خدشہ ہوا کہ کہیں وہاں قیام کرنے کے بعد انگریزوں کا سالار اعلیٰ کوٹ چنگم گھاٹ اور بارہ محل پر حملہ آور نہ ہو جائے اور وہاں سے ہوتے ہوئے وہ ترچناپلی کا رخ کرنے کی کوشش کرے۔

ان خدشات کے تحت سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ آرنی سے کوچ کیا اور اس سمت بڑھا جہاں جنرل کوٹ نے قیام کر رکھا تھا ساتھ ہی اس نے محمد علی غازی خان اور ٹیپو سلطان کو بھی ادھر ہی کوچ کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے لشکریوں کے لیے یہ اعلان کیا کہ اس کے وہ چھاپہ مار لشکری جو انگریزوں کے مختلف لشکروں پر حملہ آور ہوں گے یا ان کے رسد لے جانے والے قافلوں کو اپنا ہدف بنائیں گے تو ان حملوں کے نتیجے میں جو بھی مال ان کے ہاتھ لگے گا وہ سب ان کا ہوگا۔

سلطان حیدر علی کے اس اعلان سے چھاپہ مار دستوں کو بڑی انگیخت ملی اور انہوں نے تہیہ کرلیا تھا کہ جہاں کہیں بھی انہیں کوئی انگریزوں کا قافلہ ملے گا وہ اسے زندہ بچ کر جانے نہیں دیں گے۔

یہ ساری خبریں انگریز سالار کوٹ کو بھی مل رہی تھیں اسے جب پتہ چلا کہ سلطان حیدر علی نے آرنی کا قلعہ خالی کر کے اس کی طرف کوچ کیا ہے تو اس نے اسے اپنی عزت بچانے اور اپنی شہرت کو قائم و دائم رکھنے کے لیے آخری موقع جانا اور آرنی کے قلعہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔

کوٹ بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے قلعہ کے دروازوں تک جا پہنچا اور زوردار حملے شروع کر دیئے تھے قلعے کے اندر سلطان حیدر علی کا چھوٹا سا ایک لشکر تھا کوٹ نے اپنے پورے لشکر کو آرنی کے اطراف میں پھیلاتے ہوئے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح سلطان حیدر علی کے آرنی نام کے اس قلعہ کو فتح کر کے اپنی شہرت اپنی نام وری کو بحال کرے لیکن قلعہ کے اندر جو سلطان کا لشکر تھا اس نے ایسے زوردار انداز میں دفاع کیا کہ کوٹ اور اس کے لشکریوں کو اس نے فصیل کے قریب نہ آنے دیا۔

اس دوران کوٹ کو خدشہ ہوا کہ اس نے جو آرنی کا محاصرہ کیا ہے اس کی خبریں ضرور سلطان تک پہنچیں گی اور جب یہ خبر اسے ہوگی تو وہ اپنے لشکروں کو آرنی کی طرف بھیجے گا اور پھر آرنی سے باہر اسے شکست دینے کے بعد مدراس تک اس سے چھاپہ مار جنگ کی کارروائی جاری رکھیں گے ان خدشات کے تحت کوٹ نے آرنی کے قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر

دیا اور وہ اپنی شکست اپنی ذلت اپنی رسوائی کو قبول کرتا ہوا اپنے لشکر کو لے کر مدراس کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان کو جب خبر ہوئی کہ آرنی پر محاصرے کو طول دینے کی بجائے کوٹ ڈر سہم کر مدراس کی طرف بھاگ گیا ہے تب سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ تمری کے مقام پر پڑاؤ کر لیا تھا اب پورا لشکر اس کے پاس جمع ہو چکا تھا یہاں سلطان کو عجیب وغریب خبریں ان کے مخبروں کے ذریعے ملنا شروع ہوئیں۔

پہلی یہ کہ ترچناپلی اور تنجاور کے ان گنت مسلح لوگوں نے پال گھاٹ مواضعات اور قرلوں میں لوگوں سے غلہ اور مویشی چھین کر ایک طرح کی دہشت پھیلانی شروع کر دی تھی چاروں طرف انہوں نے قتل و غارت گری کی تباہ کاریاں پھیلانا شروع کر رکھی تھیں دوسری خبر یہ ملی کہ کچھ بت پرست اور بے دین لوگ مسلمانوں کی مسجدوں میں داخل ہو کر انہیں جلانے اور ان کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے کا کام بھی شروع کر چکے ہیں۔

تیسری خبر یہ کہ سورت کی بندرگاہوں میں مقیم انگریزوں نے سمندر کے راستے سے اپنے جہاز کلی کٹ اور تلی چری کے ساحلوں پر پہنچا دیئے ہیں اور وہ وہاں کی قدیم اقوام یعنی نائماروں اور موپلاؤں کے ساتھ مل کر دنگا فساد برپا کرنے لگے ہیں۔ نائمار اور موپلے سلطان حیدر علی کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور اپنے آپ کو سلطان کی رعایا سمجھتے تھے لیکن جب انگریز وہاں پہنچے اور انہوں نے ان دو اقوام کو بھاری رقوم کا لالچ دیا تو وہ دونوں اقوام بھی انگریزوں کا ساتھ دیتے ہوئے سلطان کے خلاف بغاوت کھڑی کر کے قتل وخون ریزی کا بازار گرم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

سلطان نے خود تو تمری ہی میں قیام کرنے کا ارادہ کر لیا اس لیے کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی کہتے ہیں سلطان کے شانے پر سرطان نمودار ہوا تھا اور روز بروز اس کی ازیت بڑھتی چلی گئی طبیبوں اور ماہر معالجوں نے معدہ اور خون کی صفائی کے لئے بہت علاج کیے لیکن شانے پر نکلنے والا یہ پھوڑا ٹھیک نہ ہوا کچھ فرانسیسی جراحوں نے بھی علاج شروع کیا اور کافور کا مرہم لگا کر اس پھوڑے کو اندر ہی اندر جلانے کی کوشش کی لیکن وہ تھا کہ پھیلتا چلا گیا اس کے باوجود سلطان اذیت برداشت کرتا ہوا روزمرہ کے کام میں مصروف رہا۔

سلطان کو جب مختلف علاقوں سے بغاوتوں کی خبریں ملیں تو اس نے مختلف سالاروں کو لشکر دے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا ایک لشکر ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں ترچناپلی اور تنجاور کی طرف روانہ کیا ایک اور لشکر نائماروں اور موپلاؤں کی سرکوبی کے علاوہ انگریزوں کو سزا

دینے کے لئے روانہ کیا گیا انگریزوں کے سالار کوٹ کے چلے جانے کے بعد انگریزوں کے کچھ اور سالار جن کے پاس خاصے بڑے بڑے لشکر تھے جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اور اب متحد ہونے کی کوشش کر رہے تھے ان پر ضرب لگانے کے لیے غازی خان کو روانہ کیا گیا جب کہ محمد علی کو سلطان نے اپنے حصے کے لشکر میں رکھ لیا تھا۔

سلطان نے جو لشکر نائماروں اور موپلاروں کی طرف روانہ کیا تھا اس لشکر نے انہیں مطیع کرنے کے علاوہ انگریزوں کو بھی مار بھگایا اور اس علاقے میں امن وامان قائم کر دیا۔

ٹیپو سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے تیاگ گڑھ کے راستے ترچنا پلی اور تنجاور کی طرف بڑھا سب سے پہلے ٹیپو سلطان نے ترکاٹ کا رخ کیا یہ قلعہ بڑی اہمیت کا حامل تھا انگریز جس پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور یہاں انگریزوں کو ایک عجیب وغریب حادثہ پیش آیا۔

ٹیپو سلطان کے وہاں پہنچنے سے قبل رات کی گہری تاریکی میں انگریزوں کے دو لشکر دو مختلف سمتوں سے اس قلعے کے پاس نمودار ہوئے اور مختلف سمتوں سے حملہ آور ہو کر سیڑھیاں لگا کر قلعے میں داخل ہو گئے قلعہ کے اندر چھوٹا سا ایک لشکر تھا جب اس لشکر کے کمان دار نے اندازہ لگایا کہ وہ دو طرف سے انگریزوں کے اس حملے کا دفاع نہیں کر سکتا تو وہ اپنے مختصر سے لشکر کو لے کر ایک چور دروازے سے قلعے سے نکل کر ایک محفوظ مقام پر چلا گیا۔

اب انگریزوں کے دونوں لشکر مختلف سمتوں سے قلعے میں داخل ہوئے اور دونوں یہ گمان کرنے لگے کہ وہ قلعے پر حملہ آور ہونے والے اکیلے ہی ہیں ہر لشکر دوسرے کو دشمن خیال کرتا رہا اس طرح انگریزوں کے دونوں لشکر ایک دوسرے پر گولے برساتے رہے گولیوں کا نشانہ بناتے رہے تیروں کی برسات کرتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ لشکر کے محافظ ان کے مقابلے پر جمے ہوئے ہیں اور ہتھیار نہیں ڈالنا چاہتے۔

کچھ دیر تک انگریزوں کے دونوں لشکر آپس ہی میں ایک دوسرے کو دشمن خیال کرتے ہوئے گتھم گتھا ہوتے رہے اور پورے جوش وخروش کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف دلیری بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس ٹکراؤ سے کافی انگریز قلعہ کے اندر مارے گئے ہو سکتا ہے کہ یہ سلسلہ طول پکڑ جاتا کہ اتفاق سے انگریزوں کے ایک سالار نے انگریزی میں اپنے آدمیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تب دوسری طرف کے سالار نے یہ سنا تو سخت حیران ہوا اور اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو تیر گولیاں اور گولے برسانے سے روک دیا جب دونوں لشکریوں کے سالار باہم ملے تب پتہ

چلا کہ شہر کا محافظ لشکر تو شہر سے جا چکا تھا اور وہ خود ہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے اسی دوران انگریزوں کو خبر ہوئی کہ ٹیپو سلطان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہا ہے لہٰذا انگریزوں کے وہ دونوں لشکر قلعے سے نکل کر شاہ کوٹہ کی طرف بھاگ گئے۔

ٹیپو سلطان آندھی اور طوفان کی طرح ان کے پیچھے تھا انگریز تعداد میں سلطان کے لشکر سے کہیں زیادہ تھے لیکن ان پر ٹیپو سلطان کی ایسی دہشت ایسا خوف طاری ہوا تھا کہ وہ کہیں رکے نہیں ان کے بھاگنے کی رفتار کچھ اس طرح تھی کہ ان کے پاس جو رسد کا سامان تھا وہ بھی پھینکتے چلے گئے تھے جس پر ٹیپو سلطان کے لشکری قبضہ کرتے چلے گئے تھے۔

بھاگنے والے اس انگریز لشکر نے آخر مینا گوڈی کا رخ کیا یہ بھی ایک قلعہ تھا لیکن اس کے اندر چھوٹا سا ایک لشکر تھا اور اس کے اندر زیادہ تر سلطان حیدر علی نے مویشی اور رسد کا سامان رکھا ہوا تھا۔

انگریزوں کے اس لشکر نے سوچا کہ مدراس کی طرف بھاگنے سے پہلے اس قلعے پر قبضہ کر کے اس کے اندر جس قدر مویشی ضروریات اور خوراک کا سامان ہے سب کچھ لیتے ہوئے مدراس کی طرف بھاگ جائیں لہٰذا انہوں نے مینا گوڈی پر حملہ کر دیا۔

کہتے ہیں اس قلعے میں اس وقت صرف بیس مسلح لشکری تھے جب انہیں خبر ہوئی کہ انگریزوں کا ایک لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا ہے تو قلعہ دار نے قلعے کے دروازے مضبوطی سے بند کر لیے قلعے کے اندر جو لوگ تھے انہیں انگریزوں کے حملے کی اطلاع دے دی اس پر لوگ مستعد ہو گئے عورتیں بھی حرکت میں آ گئیں۔

کہتے ہیں عورتیں قلعہ کی حفاظت کے لیے فصیل کے برجوں پر چڑھ گئیں اور انہوں نے گائے کا گوبر پانی میں ملا کر خوب گرم کر لیا اور جب انگریز حملہ آور ہوئے تو انہوں نے رسیوں کی سیڑھیوں پر اوپر چڑھنا چاہا تو عورتوں نے بری طرح شور مچاتے ہوئے گوبر کا کھولتا ہوا پانی ان پر گرا دیا اس کے بعد فصیل کے اوپر جو بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے وہ بھی انگریزوں پر دے مارے۔

اور جو مسلح جوان فصیل کے اوپر تھے انہوں نے اپنی طرف سے جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریزوں پر تیروں اور گولیوں کی برسات کر دی اس طرح عورتوں اور قلعے کے مختصر سے محافظوں نے انگریزوں کو فصیل پر چڑھنے نہ دیا اور انگریز مایوسی کے عالم میں پیچھے ہٹ گئے اس دوران انہیں خبر ملی کہ ٹیپو سلطان بڑی برق رفتاری سے ادھر کا رخ کر رہا ہے لہٰذا انگریز وہاں سے بھی ناکام اور نامراد مدراس کی طرف بھاگ گئے۔

ترچناپلی کی طرف بڑھتے ہوئے ٹیپو سلطان کو اطلاع ملی کہ ایک بہت بڑا قافلہ انگریزوں کے لیے رسد اور ضروریات کا سامان لے کر جا رہا ہے ٹیپو سلطان نے فوراً ادھر کا رخ کیا اس وقت وہ لوگ انگریزوں کے لیے سامان رسد کشتیوں میں لاد رہے تھے کہ ٹیپو سلطان نے یک بارہی ان پر حملہ کر دیا اور ان کے کاروان میں ایسی تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا کہ اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا بہت کم ایسے بچے جو تیر کر دوسری جانب نکل جانے میں کامیاب ہوئے اس طرح اس سارے سامان پر بھی ٹیپو سلطان نے قبضہ کر لیا تھا یوں ٹیپو سلطان نے ترچناپلی اور تنجاور میں ایک طرح سے امن و امان قائم کرتے ہوئے باغیوں کا کلی طور پر خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

دوسری جانب دھارا پور کے علاقے میں جو جگہ جگہ بغاوتیں دنگا فساد برپا ہوا تھا غازی خان نے ایک قلعے ایک قصبے سے دوسرے قصبے میں یلغار اور ترک تاز کرتے ہوئے باغیوں کے چھوٹے چھوٹے لشکروں اور ان انگریزوں کا صفایا کر دیا تھا جو مقامی لوگوں کو بغاوت پر اکسا رہے تھے۔

ان علاقوں میں جو انگریز سرگرم عمل تھے ان کی مدد کے لیے انگریزوں کا ایک اور لشکر دھارا پور کی طرف بڑھا تھا لیکن اس وقت تک دھارا پور میں غازی خان امن قائم کر چکا تھا اور پھر ٹیپو سلطان بھی سارے علاقوں میں بغاوتوں کا خاتمہ کرتے ہوئے غازی خان سے آن ملا تھا۔

انگریزوں کا وہ لشکر جو دھارا پور کے لوگوں کی مدد کے لیے آیا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ دھارا پور میں غازی خان اور ٹیپو سلطان موجود ہیں تو انہوں نے اس سارے سامان کو جو ان کے پاس تھا با حفاظت واپس مدراس لے جانے کے لیے کوچ کیا ٹیپو سلطان اور غازی خان کو بھی ان کی موجودگی کا علم ہو گیا تھا لہٰذا بڑی تیزی سے انہوں نے تعاقب کیا اور انہیں جا لیا۔

غازی خان ان پر حملہ آور ہوتے ہی لگا تھا کہ ایک حادثہ اٹھ کھڑا ہوا وہ اس طرح کہ انگریزوں کے لشکر میں کسی لشکری کی جلتی چلم میں سے ایک چنگاری ہوا سے اڑ کر بارود کے ایک صندوق پر جا کر گری جو بیل پر لدا ہوا تھا۔

جلد ہی اس بارود نے آگ پکڑ لی اور وہ صندوق یک بارگی بھڑک اٹھا اور دوسرے جتنے بارود کے صندوق تھے انہوں نے پھٹنا شروع کر دیا اور پورے علاقے میں آگ ہی آگ پھیل گئی۔

اس سے غازی خان کا لشکر بھی متاثر ہوا غازی خان کو بھی مختلف چیزوں کے اڑتے ہوئے

کئی ٹکڑے لگے جس سے وہ بری طرح زخمی ہو کر گھوڑے سے گر گیا تھا بہر حال انگریزوں کا وہ لشکر تو اپنے ہی بارود کے پھٹنے سے بری طرح تباہ و برباد ہو گیا مسلمانوں کا اتنا نقصان نہیں ہوا غازی خان کے کچھ لشکری زخمی ہوئے تھے جنہیں سنبھالتے ہوئے ٹیپو سلطان نے تمری کا رخ کیا جہاں سلطان حیدر علی نے قیام کیا ہوا تھا اب سلطان کی سلطنت کے علاوہ ان علاقوں میں جو سلطان نے فتح کیے تھے پوری طرح امن و امام قائم ہو گیا تھا جب کہ سلطان کے مقابلے میں انگریز ذلت آمیز شکستیں اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے مدراس کی طرف سمٹ گئے تھے مرہٹوں میں اتنی طاقت و قوت نہ رہی تھی کہ وہ سلطان حیدر علی کا مقابلہ کرتے اس بناء پر سلطان اب اپنے پورے لشکر کے ساتھ سرنگا پٹم کی طرف واپس جانے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

گرونتی بڑی پریشان اور فکر مند خیمے کے دروازے پر کھڑی تھی اس نے اپنا سارا سامان بالکل باندھ کے تیار کر لیا تھا اس لیے کہ اسے خبر ہو چکی تھی کہ تھوڑی دیر تک لشکر واپس سرنگا پٹم کی طرف کوچ کرے گا اور اس کے آس پاس سارے خیمے اکھیڑے جا چکے تھے وہ بے حد پریشان فکر مند تھی اس لئے کہ اسے غازی کا انتظار تھا۔

تھوڑی دیر بعد کچھ لشکری خیمے کے سامنے نمودار ہوئے اور ان میں سے ایک بڑی انکساری سے گرونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”خاتون اگر آپ نے اپنا سامان تیار کر لیا ہے تو آپ میرے ساتھ آئیں وہ سامنے دائیں جانب بگھی تیار ہے آپ اس میں بیٹھیں ہم آپ کا خیمہ اکھیڑتے ہیں تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“

گرونتی تھوڑی دیر تک پریشانی سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”پہلے یہ بتاؤ امیر غازی خان کہاں ہے؟“ آنے والے اس لشکر میں سے کوئی بھی نہ بولا چپ رہے ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے گرونتی بیچاری قرابتوں کی حدت میں اندھیروں کے اندھے سفر جیسی ملول ظلم کے پگھلے سورج تلے ابر و گرد کے پردے میں نہاں لحہ بہ لحہ پگھل کر ماضی میں گرتی یادوں جیسی افسردہ اپنے محور سے لپٹ کر روتی اور اپنے خشک دامن کو آنسوؤں سے بھگوتی کہکشاں جیسی بے چین اور اشکوں میں ڈھلتے ضبط شکستہ بندھنوں جیسی اداس ہو کے رہ گئی تھی۔

پھر اچانک گرونتی چونک پڑی اس لیے کہ اس نے دیکھا کہ ایک طرف سے کچھ مسلح

جوانوں کے ساتھ مہامرزا آ رہا تھا گرونتی اسے جانتی تھی اس لیے کہ وہ اکثر و بیشتر غازی خان کے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا اس کے نزدیک آنے پر گرونتی بیچاری بارود کی طرح پھٹ پڑی۔

”بھائی سب سے پہلے مجھے آپ یہ بتائیے کہ میرے شوہر کہاں ہیں آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ یہاں نہ ہوں اور ان کا خیمہ اکھیڑ لیا گیا ہو یہ لشکری مجھے کچھ نہیں بتاتے میرا خیمہ پیٹنا چاہتے ہیں میں اپنا سامان تو سمیٹ چکی ہوں لیکن میں اس وقت تک اپنا سامان خیمے سے نہیں اٹھاؤں گی جب تک مجھے اپنے شوہر کی اصلیت اور حقیقت سے آگاہ نہیں کیا جائے گا۔“

خیمے کے دروازے کے پاس کھڑی بڑی تیزی سے یہ الفاظ گرونتی نے کہہ دیئے تھے اس پر کسی قدر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مہامرزا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گرونتی میری عزیز بہن میں تمہیں اس طرح پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ امیر غازی خان زندہ اور خوش ہیں بس تھوڑے سے زخمی ہوئے ہیں۔“

یہاں تک کہتے کہتے مہامرزا کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ خیمے کے دروازے کا پردہ پکڑے ہی پکڑے گرونتی بیچاری گر جانے کے انداز میں زمین پر بیٹھ گئی تھی اس کی حالت سے ایسا لگنے لگا تھا جیسے وقت کے بیابانوں میں اسے دل کی جراحتوں میں سمیٹ کر رکھ دیا گیا ہو اس کی چاہتوں اور آرزوؤں کو کھردرے الفاظ کی نا امیدیوں کا جامہ پہنا کر اسے احساس کی آتش میں رکھ دیا گیا ہو اس سے اس کا حریرہ اطلس کمخواب کی طرح حقیقت جیسا حسن و جمال کسی دریوزہ گر کے گلیم کی شکنوں سے بھی زیادہ افسوس ناک ہو چکا تھا پھر اچانک اس کی آنکھوں کے صحن میں اشکوں کی رود چل گئی تھی۔ رو دی تھی ہچکیاں اور سسکیاں لینے لگی تھی بیچاری خیمے کے دروازے پر پڑی رفاقت و دوستی کی مرگ اور بے نور بستیوں کی مسافتوں جیسی ہو کے رہ گئی تھی کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا یہاں تک کہ مہامرزا نے اسے مخاطب کیا۔

”میری بہن رو نہیں تم ایک بہادر اور جان باز مجاہد کی بیوی ہو اٹھو میں تمہیں لینے آیا ہوں تاکہ میں تمہیں تمہارے شوہر کے پاس لے کے چلوں۔“

مہامرزا کے ان الفاظ سے گرونتی کو کسی قدر حوصلہ ہوا ہمت کر کے اٹھ کھڑی ہوئی مہامرزا کے کہنے پر اس نے اپنے سامان کی طرف نشاندہی کی جس پر دو مسلح جوان اندر داخل ہوئے اور اس کا سامان اٹھا لیا مہامرزا اسے ایک طرف لے جا رہا تھا جبکہ باقی لشکری خیمہ اکھیڑنے لگے تھے۔

دو گھوڑوں سے کھینچے جانے والی ایک بگھی کے قریب جا کر مہامرزا رک گیا تھا لشکریوں نے گرونتی کا سامان بگھی کے اندر رکھ دیا تھا جب وہ دونوں لشکری باہر آئے تو گرونتی کی طرف دیکھتے ہوئے مہامرزا کہنے لگا۔

”میری بہن اب تم اندر چلی جاؤ بگھی کے اندر امیر غازی خان ہیں لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا فکر مند نہ ہونا امیر بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔“ اس کے ساتھ ہی مہامرزا پیچھے ہٹ گیا گرونتی ہمت کر کے بگھی میں داخل ہوئی تھی۔

اس نے دیکھا اندر ایک نرم بستر پر غازی خان لیٹا ہوا تھا اس کی ٹانگ پر پٹی بندھی تھی اور پٹی خون آلود تھی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے گرونتی بیچاری تازہ اور نشاط انگیز گلوں اور برگ زیتون کی پلکوں کی نوک پر کھڑے شبنم کے قطرے جیسی لرزاں ہو کے رہ گئی تھی پھر اس نے طائران الم الحان اور دکھ کی بجتی بانسریوں جیسی صدا میں پوچھا۔

”یہ کیا ہوا؟“

اس کی آواز بگھی کے اندر کچھ اس انداز میں بلند ہوئی تھی جیسے کسی اجاڑ معبد کسی ویران صومعہ کے اندر دکھ کے شنیدہ و ناشنیدہ ناقوس بج اٹھے ہوں اس سمے اس کا لالہ سحر، حیا کی کلیوں نور بخش ساعتوں اور دریا میں نہاتی چاندنی جیسا حسن ماندھ پڑ گیا تھا۔

بیچاری غازی خان کی حالت دیکھتے ہوئے پھٹ پڑی تھی کھڑے کھڑے رونے لگی تھی پھر اچانک جیسے اسے چکر آ گیا ہو بگھی کے اندر وہ گرنے ہی لگی تھی کہ غازی خان تڑپ کر بیٹھ گیا پھر گرونتی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اسے اپنے پاس سمیٹ لیا تھا۔

گرونتی سنبھلی پھر دکھ بھرے انداز میں غازی خان کو مخاطب کیا۔

”یہ آپ نے اپنی حالت کیا بنالی ہے اور آپ زخمی کیسے ہوئے؟“

غازی خان مسکرا دیا کہنے لگا۔

”پہلے تم رو لو اس کے بعد میں اپنی داستان تمہیں سناؤں گا۔“

گرونتی نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا سر پر بندھے رومال سے آنسو پونچھے پھر کہنے لگی۔

”اچھا بتائیں کیسے زخمی ہوئے؟“

جواب میں مختصر سے الفاظ میں غازی خان نے اپنے زخمی ہونے کی تفصیل بتا دی تھی پھر اسے ڈھارس دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہیں رونے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے بس میری ٹانگ پر چھوٹا سا زخم ہے

طبیبوں نے پٹی باندھ دی ہے انہوں نے مجھے ایک دو روز کے لیے چلنے سے منع کر دیا ہے ورنہ میں خود چل کے خیمے میں آتا اور تمہارے ساتھ اپنا سامان سمیٹتا بہر حال تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

غازی خان کے ان الفاظ پر گرونتی خوش ہوگئی تھی اپنے آپ کو اس نے سنبھال لیا تھا پھر غازی خان کے پیچھے ہو بیٹھی اور غازی خان کو کھینچ کر اپنی گود میں سمیٹ لیا تھا اس لمحہ بگھی حرکت میں آئی تھی اس لیے کہ لشکر سرنگا پٹم کی طرف کوچ کر گیا تھا سرنگا پٹم پہنچ کر سلطان حیدر علی بھی چند ہفتوں سے زیادہ زندہ نہ رہا اس کا سرطان پھیلتا بڑھتا گیا یہاں تک کہ ملت کا وہ رجل عظیم اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا تھا۔